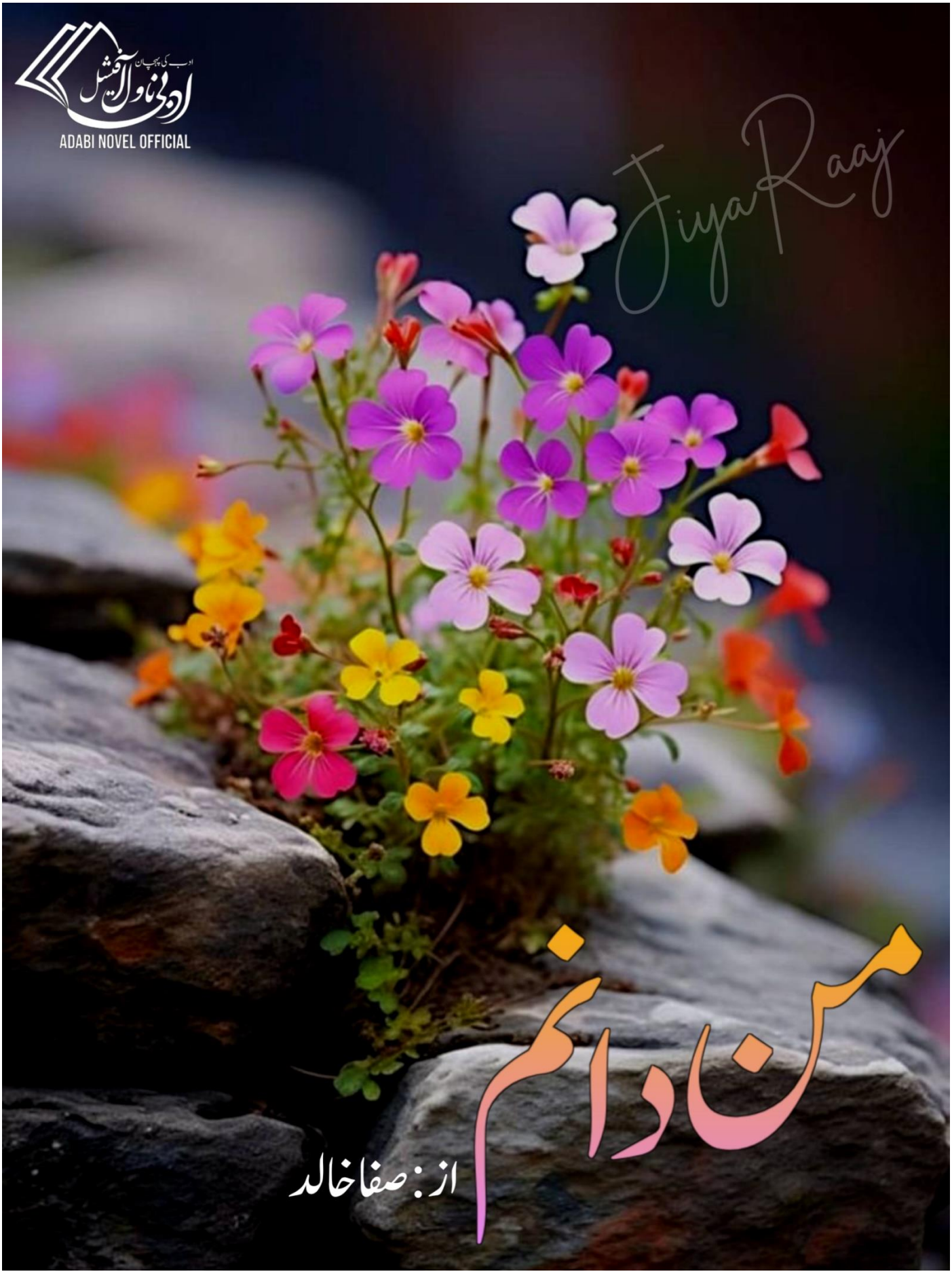
ادبی ناول آفیشل
ADABI NOVEL OFFICIAL
JiyaRaaj
من دانم
از: صفا خالد

مکمل ناول

ناول: من دانم

از قلم: صفا خالد

یہ ہے محبت کی تین کہانیاں ہر کہانی جڑی ہے اک انوکھے بندھن میں۔ ہر عشق پہ جنون طاری ہے۔ ہر محبت میں شدت کا عالم ہے۔ آزر بائجیان کی نار من محبت سے بھر لے گی کیا اپنا دامن۔ اک انوکھی محبت کرے گا پیرس کا آیان۔ کبیر کی محبت بنے گی ہر لڑکی کا خواب۔ اور کیا زیان محبت کی راہوں میں ہر حد سے گزر جائے گا۔

ناول * من دانم * کہانی ہے ایک ایسی لڑکی کی جو دل میں عزم لیے ہر حد سے گزر جاتی ہے کیونکہ اسکا محافظ اسے کبھی کمزور نہیں پڑنے دیتا۔ کہانی ہے ایک ایسے لڑکے کی جسے محبت کا احساس تب ہوتا جب محبت بچھڑ چکی ہوتی ہے۔ کہانی ہے ایک ایسے انا پرست کی جسکی پہلی محبت اسکا آخری عشق ٹھہرتی ہے۔

"پیش لفظ:-

کچھ جھوٹ کتنے سچے لگتے ہیں نا۔ ہم حقیقت جانتے ہوئے بھی ان سے انکاری نہیں ہو سکتے۔ یا ہونا نہیں چاہتے۔ کبھی کبھی خود کو مغالطے میں بھی رکھ لینا چاہیے۔

اصل سامنے آجائے تو تو سچ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ چہرے عیاں ہو جائیں تو سب سے پہلے اپنی کم عقلی پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لیے دھوکے میں رہنا بھی کبھی کبھار مفید ہوتا ہے۔ بشرطیکہ آپ دھوکے دینے والے کے ہاتھ کی کٹ پتلی نہ ہوں۔ سب ٹھیک ہے کی مالا جپتے جائیں مگر یاد رہے جہاں سب ٹھیک ہوتا ہے وہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ جس تن نے جو جو سہہ رکھا ہو وہی خاکی ان زخموں کے نشانات صحیح سے بتا سکتا ہے کہ کونسا زخم خون رستا ہے اور کونسا انگارے۔ بعض اوقات آنکھوں دیکھی مکھی نگلنے پر بھی کراہت محسوس نہیں ہوتی۔ اور کئی بار نفیس اور اعلی ظرف چہروں پر بھی غلاظت اور گرد کی تہیں جمی نظر آنے لگتی ہیں۔

"من آنم کہ من دَانَم"

اپنے حال کو بس میں ہی جانتا ہوں کہ میں کیسا ہوں کوئی دوسرا مجھے نہیں سمجھ سکتا۔

آسانیاں پیدا کریں۔ تاکہ آپ کے لیے آسانی پیدا کی جا سکیں۔ خدا آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

صفا خالد

"انتساب۔

ایسے درخشاں چہرے کے نام جو محرومیوں میں قوسِ قزح کے رنگ بھرنا جانتا ہو۔ ایسا ماہر جو لفظوں سے کھیلے اور سحر طاری کر دے۔

"اگر کبھی میری یاد آئے

توچاندراتوں کی نرم دلگیر روشنی میں

کسی ستارے کو دیکھ لینا

اگر وہ نخل فلک سے اڑ کر تمہارے قدموں میں آگرے تو

یہ جان لیناوہ استعارہ تھامیرے دل کا

اگر نہ آئے-----

مگر یہ ممکن ھی کس طرح ھے تم کسی پر نگاہ ڈالو

تواس کی دیوار جاں نہ ٹوٹے

وہ اپنی ھستی نہ بھول جائے

اگر کبھی میری یاد آئے

گریز کرتی ھوا کی لہروں پہ ھاتھ رکھنا

میں خوشبوؤں میں تمہیں ملوں گا

مجھے گلابوں کی پتیوں میں تلاش کرنا

میں اوس قطروں کے آئنوں میں تمہیں ملوں گا

اگر ستاروں میں اوس قطروں میں خوشبوؤں میں

نہ پاؤ مجھ کو

تو اپنے قدموں میں دیکھ لینا

میں گرد ھوتی مسافتوں میں تمہیں ملوں گا

کہیں پہ روشن چراغ دیکھو تو سوچ لینا

کہ ھر پتنگے کے ساتھ میں بھی بکھر چکا ھوں

تم اپنے ھاتھوں سے ان پتنگوں کی خاک دریا میں ڈال دینا

میں خاک بن کر سمندروں میں سفر کروں گا

کسی نہ دیکھے ھوئے جزیرے پہ رک کے تم کو

صدائیں دوں گا

سمندروں کے سفر پہ نکلو تو

اس جزیرے پہ بھی اترنا!

امجد اسلام امجد

'آج یونیورسٹی میں معمول سے کچھ زیادہ ہی چہل پہل نظر آرہی تھی۔باکو اسٹیٹ یونیورسٹی آذربائیجان کے انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کا آج کانوکیشن ڈے ہے۔ہر طرف کالے گاؤن پہنے طلبہ نظر آرہے تھے جن کے کندھوں پر سرخ چوڑی پٹیاں لگی ہیں۔

۔۔ایما تم پلیز آگے آجاؤ تمہاری ہائٹ ویسے ہی اتنی چھوٹی ہے اوپر سے تم اس ایفل ٹاور جیسے پال کے پیچھے کھڑی ہو گئی ہو۔

کارلDSLR

سے بے ڈھنگی تصویریں بناتے ہوئے بولا۔

۔۔تمہیں ایما کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ادھر دو کیم۔۔۔۔ہارڈی نے آگے بڑھ کر اس سے کیمرہ چھین لیا۔

کارل منہ بسورتا ہوا ایما کے پاس پہنچا۔ مگر ایما کے بلش کرتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر کارل نرمی سے مسکرا دیا۔

فوٹو سیشن کے بعد وہ سب کینٹین میں پہنچے ہی تھے کہ وہاں کا منظر دیکھ کر سب کے ہوش گم ہو گئے۔

ایک بڑے سے ٹیبل پر بے تحاشا پھول اور گفٹس پڑے تھے۔ سب سٹوڈنٹس حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

اچانک ایرک ہاتھ میں گٹار پکڑے کچھ گنگناتا ہوا ٹیبل کے پاس پہنچا۔

نارِ من نے خوش دلی سے اپنی عزیز از دوست منکشے کو دیکھا۔

منکشے حیرانی کا مجسمہ بنے ایرک کو دیکھ رہی تھی۔

پلیز نارِ من میرا ہاتھ پکڑ لو مجھے لگتا ہے میں بے ہوش ہونے والی ہوں۔۔۔ منکشے نے زور سے نارِ من کے ہاتھ کو دبایا۔

ایرک گانا ختم کر کے منکشے کے عین سامنے کھڑا ہوا۔ اس کے ماتھے پر مہر ثبت کرنے کے بعد اس کے ذرا قریب ہو کر بولا۔

۔۔ گریجویشن بہت بہت مبارک ہو میری جان۔

منکشے محبت پاش نظروں سے ایرک کو دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے اس گڑیا جیسی نظر آنے والی لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور سنوارے گئے ٹیبل کے بالکل سامنے لے آیا۔ وہاں پر موجود سب سے بڑا گفٹ باکس اس کے سامنے کیا۔

وہاں پر موجود تمام کراؤڈ اب باقاعدہ ہوٹنگ شروع کر چکا تھا۔

منکشے نے باکس کو ان ریپ کیا۔ اس میں ایک بڑا سا خوبصورت ٹیڈی بیئر تھا جس کے گلے میں سرخ پٹی مالا کی طرح ڈالی ہوئی تھی۔

دو خوبصورت انگوٹھیاں سرخ پٹی میں جھول رہی تھیں۔

منکشے نے حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھا۔

ایرک نے وہ پٹی ٹیڈی بیئر کی گردن سے اتاری اور منکشے کے سامنے گھٹنے کے بل بیٹھا۔

ہال میں ایک بار پھر ہوٹنگ کی آواز گونجی۔ آس پاس موجود تمام طلبہ ان دونوں کے گرد گھیرا بنا کر کھڑے ہو گئے۔ بہت سے طلبہ اس سین کو آپنے اپنے موبائل میں کیپچر کر رہے تھے۔

Would you like to spend the rest of your life marrying me.

ایرک کے الفاظ سن کے اب کی بار منکشے کی آنکھیں بھیگ گئ تھیں۔

کراوڈ say yes

کے نعرے لگا رہا تھا۔

وہ بس اثبات میں سر ہلا پائی تھی۔

محبت آنکھوں کی بینائی چھین لیتی ہے مگر شاید اب کئی بار قوتِ گفتگو بھی چھین لی تھی۔

ایرک نے اسے سرخ پٹی میں موجود انگوٹھی پہنائی۔

۔۔اگر آپ کا دل چاہے تو یہ انگوٹھی آپ مجھے پہنا سکتی ہیں۔۔۔ منکشے اب بھی حیران سی تھی۔اسے گم سم دیکھ کر ایرک نے آگے کی بات بھی خود ہی کہہ دی۔

ہال میں ہنسنے کی آواز گونجی۔

منکشے نے جھجکتے ہوئے انگوٹھی ایرک کو پہنا دی۔ایرک نے آگے بڑھ کر اسے باہوں میں لیا۔

پورا ہال تالیوں کی آواز سے گونج رہا تھا۔

اس کے گروپ کے تمام دوست آگے بڑھ کر اس خوبصورت کپل کو مبارکباد دینے لگے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

2

زیان پیرس میں اٹیلین طرز کے ریسٹورنٹ میں اپنے دوستوں کے ساتھ موجود تھا۔

سامنے ٹیبل پر طرح طرح کے لوازمات پڑے تھے۔

تو آخر کار تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔Landmark

سچ میں بہت شاندار بلڈنگ ہے۔۔۔

زیان کا کلاس فیلو ڈینیئل ٹیبلٹ پر ستائیشی نظروں سے بلڈنگ دیکھ رہا تھا۔

البتہ مائیکل آرکیٹیکچرل فرم کو حیران نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

۔۔اس دنیا میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جسے انسان حاصل نہ کر سکے۔بس سچی لگن ہونی چاہیے۔اور ذرا سا دماغ بھی!۔۔۔

زیان کچھ زیادہ ہی پر اعتماد تھا۔

۔۔تو تمہیں لگتا ہے کہ تم سب کچھ حاصل کر سکتے ہو۔؟مائیکل کو شاید اس کا لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔

۔۔جی ہاں بالکل۔میرا بھائی سب کچھ کر سکتا ہے۔آپ اس کی وِل پاور کو انڈر ایسٹیمیٹ نہیں کر سکتے۔۔

آیان نے فوراً اپنے بڑے بھائی کی سائیڈ لی۔

۔۔اچھا چلو پھر ایک گیم کھیلتے ہیں۔اس سے زیان کی وِل پاور بھی ٹیسٹ ہو جائے گی اور ہم انجوائے بھی کریں گے۔کیا خیال ہے؟۔۔۔مائیکل نخوست سے ہنسا۔

'کیسی گیم؟۔۔۔زیان نے سنجیدگی سے مائیکل کو دیکھا۔

'وہ سامنے ٹیبل پر ایک لڑکی بیٹھی ہے نا۔یار وہی جو لیپ ٹاپ پر کچھ کر رہی ہے۔وہ بلیک سٹریپلیس ڈریس میں۔۔

زیان اور آیان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

'تم اس کے پاس جاؤ گے اور اسے ڈیٹ کرنے کے لیے کہو گے۔۔۔!

مائیکل چیلنجنگ انداز میں مسکرایا۔

۔۔کیا بچپنا ہے یار۔یہی سب کچھ ہم یونیورسٹی میں کرتے آئے ہیں۔کچھ تو نیا کرو۔۔۔

زیان اکتایا کے بولا۔

'کیوں ڈر گئے ہو۔ ؟

مائیکل نے ایک بار پھر اسے چیلنج ہے۔

'ڈرتا تو میرا بھائی کسی کے باپ سے بھی نہیں ہے۔۔۔

آیان میں بھائی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

'ٹھیک ہے مگر لڑکیاں اتنی جلدی لائن پر نہیں آتی۔ میں جاؤں گا اس سے بات کروں گا۔ ممکن ہے کہ وہ پہلی بار میں نا مانے۔ لیکن اگر وہ ایک گھنٹے کے اندر اندر دوبارہ مجھ سے ملی تو آج کے بعد تم مجھے دی باس کہہ کے پکارو گے۔

زیان کا لہجہ پھر سے پر اعتماد تھا۔

مائیکل نے اسکی بات تو زرا برابر بھی ترجیع نہ دی تھی

'مگر میری ایک شرط ہے۔۔۔

زیان نے مائیکل کو انگلی سے قریب آنے اشارہ کیا۔

'کیا؟

تمہارے فادر پاکستان میں جو پروجیکٹ شروع کرنے والے ہیں اس کا ٹینڈر تم مجھے لے کر دو گے۔۔مائیکل نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

ڈینئیل آیان کے ذرا سا قریب ہو کر بولا۔

'تمہارا بھائی واقعی بزنس دماغ رکھتا ہے۔

ویٹر نے اب تمام پردے ہٹا دیے تھے۔گلاس وال کے پار شام گہری ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ہوٹل کے باہر سنگی بینچ پہ ایک نوعمر جوڑا بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔

'ٹھیک ہے۔لگ گئی شرط!مگر ایک گھنٹہ کچھ زیادہ ہے۔ہمیں واپس بھی جانا ہے۔۔۔

مائیکل اسکے اعتماد سے شاید ڈر گیا تھا۔

'اس سے کم وقت بھی لگ سکتا ہے۔اٹ ڈیپینڈز۔یونو۔۔۔!

وہ کہتا ہوا کرسی سے اٹھا اور اس لڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

'اب آئے گا مزا۔

مائیکل زیرے لب بڑبڑایا تھا۔

'کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔؟ مردانہ بھاری آواز پر لڑکی نے ناسمجھی سے زیان کو دیکھا۔

'ایم سوری لیکن مجھے بیٹھنا پڑے گا۔ اگر آپ اجازت نہ بھی دیں تو بھی!!۔۔

زیان اس کے بالکل سامنے کرسی پہ بیٹھا۔

لڑکی کچھ دیر اسے ناسمجھی سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی

پچھلے ٹیبل پر موجود تین لوگ اس منظر سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔

sorry i have a boyfriend. you can see someone else.

لڑکی خاصی اونچی آواز میں بولی تھی۔

اس ہال میں موجود تمام لوگوں نے کچھ برہم سا چہرہ بنا کر زیان کو دیکھا۔ ساتھ والے ٹیبل پہ لڑکیاں اب باقاعدہ اس کی طرف دیکھ کے سرگوشیاں کر رہی تھیں۔

زیان کے دماغ کی رگیں تن گئی۔ وہ غصے سے اس ٹیبل سے اٹھا اور ریسٹورنٹ کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مائیکل اب شیطانی ہنسی ہنس رہا تھا۔ جبکہ ڈینیل اور آیان پریشان سے زیان کے پیچھے گئے۔

وہ جیسے ہی ریسٹورنٹ سے باہر آئے تو زیان روڈ پار کر کے سامنے بار کے بیرونی دروازے میں داخل ہو گیا۔

ڈینیل نے حیرانی سے دوسرے دو لوگوں کو دیکھا۔ وہ بھی اب حیران نظر آ رہے تھے۔

زیان پیرس میں چار سال رہا تھا۔ اسے بار جانا پسند نہیں تھا۔ اس نے کبھی ڈرنک کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

3

پھر آج وہ اس ناپسندیدہ جگہ پر کیا لینے جا رہا ہے۔؟

Nevcilar street

پر ساحل سمندر کی جھلک ایک دلکش منظر پیش کرتی ہے۔ باکو سٹی کی یہ سٹریٹ بہت سے سیاحوں کی کشش کا باعث بنتی رہتی ہے۔

خاص طور پر ور گو ٹاور، کارپیٹ میوزیم اور تھیٹر آف برائیڈز۔

اسی پر ستائش ایریا میں

Orchard the chain of hotels

آرچرڈ ہوٹل کی خوبصورت عمارت بھی موجود ہے۔اس ہوٹل پر پہلی نظر پڑتے ہی کسی قلعے کا گمان ہوتا ہے۔ہوٹل کی دیواریں نیلے اور سفید رنگ کی ٹائلوں کا امتزاج ہیں۔

بارش کے بعد آج باکو شہر کا موسم اور بھی نکھر گیا تھا۔ہوٹل میں معمول سے زیادہ رش نظر آرہا تھا۔ایسے ہوٹل میں عموما اپر ایلیٹ کلاس لوگ ہی پائے جاتے ہیں۔

اس ہوٹل کے چوتھے فلور پر ایک آفس نما کمرے کا ماحول کچھ گھٹن زدہ لگ رہا تھا۔

کمرے میں موجود قیمتی فرنیچر،دیواروں پر نیوی بلیو پینٹ،مشہور مصوروں کی پینٹنگز،لکڑی کے ریک میں بے شمار میڈل اور ٹرافیاں

صدر چیئر کے بالکل سامنے کی پوری دیوار میں نصب شیشہ اس کے مالک کی شخصیت کا پورا آئینہ دکھا رہا تھا۔

'دیکھو کبیر۔میں تمہیں پہلے دن سے سب صاف صاف بتا چکا ہوں۔شک کی کوئی گنجائش نہیں بچتی۔۔۔۔

'انکل میں شک نہیں کر رہا۔بس تصدیق کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ماضی میں جو ہوا اس کا ثبوت ڈھونڈ رہا ہوں بس۔۔۔

'تم جسے تصدیق کرنا کہتے ہو۔ میرے نزدیک وہ کمزور ہونا ہے۔ تم کمزور پڑ گئے ہو۔ تم اپنے دشمن سے ڈر گئے ہونا؟۔۔۔۔

بہزاد صاحب نے کبیر کو شہادت کی انگلی دکھائی۔

'آپ جانتے ہیں میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں اس وقت ایک رسی پر چل رہا ہوں تاکہ اُسی رسی کا دوسرا سرا ڈھونڈ سکوں۔

کبیر کا لہجہ اٹل تھا۔

'ٹھیک ہے بچے۔ کرو جو کرنا ہے۔ مگر یاد رکھنا وہ صرف تمہارا باپ ہی نہیں میرا بڑا بھائی بھی تھا۔

بہزاد صاحب اس سے مزید بحث ترک کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

ان کے جانے کے بعد کبیر نے دائیں ہاتھ کی پہلی دو انگلیوں سے اپنی کنپٹی کو مسلا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اپنے موبائل پر ایک نمبر ڈائل کیا۔

جیسے اسے کچھ اچانک سے یاد آیا تھا۔

'مبارک ہو بہت بہت لڑکی۔ اب تمہارا شمار بھی اس شہر کے پڑھے لکھے لوگوں میں ہو گا۔

نارِ من نے کبیر کالنگ دیکھ کر پہلی گھنٹی پر ہی کال رسیو کر لی تھی۔

'شکریہ بہت بہت۔ تو پھر میں انٹرویو دینے کب آسکتی ہوں؟۔

'تم انٹرویو کے بغیر ہی آپو انٹیڈ ہو لڑکی! بلکہ انکل کو تو لگتا ہے اب تم ان سے پاور آف اٹارنی بھی لے لوں گی۔۔۔

کبیر ایک وجیہ انسان تھا۔ اونچے لمبے قد پر کالے سیاہ بالوں کو جیل سے سیٹ کر کے رکھتا تھا۔ اس کے چہرے کے تیکھے نقوش، سیاہ گھنی آنکھیں، اور ہلکی ہلکی شیو اس کے عکس کو مزید نکھار دیتی تھی۔

اس کی شخصیت میں ایک عجیب ٹھہراؤ تھا۔ بات کرتا تو مقابل کو اس کی شخصیت ایک معمہ لگتی۔

'ارے نہیں نہیں۔ میرے ایسے کوئی ارادے نہیں ہیں۔ آپ، انکل اور میں 'آرچرڈز' کے برابر مالک ضرور ہیں۔ مگر اس میں محنت تو سراسر آپ کی اور انکل کی ہی ہے۔

نارِ من کے لہجے میں آج بھی خوشی کا تاثر کم ہی تھا۔ اور کبیر اس کی وجہ اچھے سے جانتا ہے۔

آنٹی کے پاس جاؤ گی۔؟

کبیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

'جانا تو چاہتی ہوں۔ مگر جا کر کہوں گی کیا۔ وہ مجھے پہچانتی ہی نہیں ہیں اب۔۔

جواب بھی اتنی ہی سنجیدگی سے دیا گیا۔

'میں دو گھنٹے تک فری ہو جاؤں گا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں MHI (مینٹل ہیلتھ انسٹیٹیوٹ) لے جاؤں گا۔

'ٹھیک ہے۔ شکریہ

وہ اپنی نم آنکھوں کی وجہ سے بس اتنا ہی کہہ پائی۔

'چلو ٹھیک ہے تم کر لو اپنے کام کمپلیٹ تب تک۔ پھر آتا ہوں میں۔

4

آیان ڈینیئل اور مائیکل تینوں ایک ساتھ بار میں داخل ہوئے۔ معمول کے مطابق اندرونی منظر تاریک تھا مگر جلتی بجتی سرخ، نیلی، ہری، پیلی روشنیاں وہاں موجود انسانوں کی پہچان کروانے کا کام کر رہی تھی۔

تیز بے ڈھنگا میوزک سماعت کو تکلیف دینے والا تھا۔ ایسے حالات میں بھی وہاں لوگوں کا ایک میلہ سا لگا ہوا تھا۔ کسی کے پیر زمین پر ٹک ہی نہیں رہے تھے۔

ویٹرز مختلف قسم کے ڈرنکس پیش کرنے میں مصروف تھے۔ لڑکیاں منی سکرٹ پہنے ڈروکس سرو کرنے میں مصروف تھیں۔

وہ تینوں لوگوں کی بھیڑ میں سے راستہ بناتے ہوئے زیان کو ڈھونڈ رہے تھے۔

کچھ دیر کی تگ و دو کے بعد آخر میں وہ بار میں لگائے گئے ٹیبلز پے بیٹھا نظر آیا۔

'زیان تم یہاں کیوں آ گئے ہو۔ مائیکل نے بس مذاق کیا تھا۔ تم اس بات کو اتنا ڈیپلی کیسے لے سکتے ہو۔

ڈینئل اس کے سر پر کھڑا چلا رہا تھا۔ جبکہ مائیکل ان لمحات سے مکمل لطف اندوز ہوتے ہوئے زیان کے عقب میں کرسی پر بیٹھا۔

آیان فکر مندی سے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے زیان کچھ بولتا ویٹر نے اسے فروٹ کا کٹیل سرو کیا۔

'تو تم بار میں بھی بچوں والے جوس پیو گے ؟ مائیکل نے پھر سے زہر اگلا۔

'بس بہت ہو گیا۔۔مائیکل پلیز۔ایسے کیوں بیہیو کر رہے ہو ہم دوست ہیں۔

ڈینئیل نے مائیکل کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

'ہم دوست ہیں اسی لیے میں اپنے دوستوں کو کمزور نہیں دیکھ سکتا۔مجھے اپنے ارد گرد بہادر لوگ پسند ہیں۔نہ کہ ایک لڑکی سے ہار کے بار میں چھپ جانے والے۔

مائیکل باتیں ادھوری نہیں چھوڑا کرتا تھا۔

'زیان اس سب معاملے میں چپ رہا۔فروٹ کا کٹیل گھونٹ گھونٹ اپنے حلق سے اتارتا مسلسل بیرونی دروازے کی طرف نظریں گھاڑے بیٹھا رہا۔بظاہر پر سکون لگ رہا تھا۔

وہ سب اسے کسی نہ کسی بات میں الجھا رہے تھے۔مگر وہ ہنوز ادھر ادھر دیکھنے میں مصروف رہا۔

اچانک ایک لڑکی ان کے ٹیبل کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔

'کیا میں بیٹھ سکتی ہوں؟سوری بٹ مجھے بیٹھنا ہی ہو گا۔

وہ زیان کے بالکل عین سامنے بیٹھی۔وہی بلیک سٹریپلیس ڈریس والی لڑکی

'میں ایک سائیکیٹرک ہوں۔لوگوں کے دماغ پڑھنے اچھے سے جانتی ہوں۔مجھے پتہ چل گیا تھا کہ آپ کس مقصد کے تحت میرے پاس آئے ہیں۔میں اس وقت پہلے ہی کسی پریشانی میں بیٹھی تھی۔مگر اس کے بعد آپ کا رویہ دیکھ کر مجھے افسوس ہوا۔سوری۔

وہاں تیز میوزک کی وجہ سے زیان کے زرا قریب ہو کر بول رہی تھی۔

sorry i don't spend money on girls you can see someone else.!

اس بار زیان کی آواز بھی اتنی ہی بلند تھی۔آس پاس موجودہ ٹیبلز کے افراد بالخصوص مرد حضرات نے مڑ مڑ کر اس لڑکی کو دیکھا۔

اب کی بار لڑکی کو ٹھیک ٹھاک شرمندگی محسوس ہوئی۔

'میں ایک بزنس مین ہوں۔سچویشن دیکھ کر ہی سمجھ جاتا ہوں اسے کور کیسے کرنا ہے۔بٹ سوری۔!

وہ اپنی کرسی سے اٹھ کے اس لڑکی کے ذرا قریب ہو کر بولا تھا۔

لڑکی اسے دروازے کے پار جاتے دیکھتی رہی اور وہ بنا مڑے بیرونی دروازہ عبور کر گیا تھا۔

'مجھے ایسے ہی دوست چاہئے تھے ہمیشہ سے۔مائیکل نے نعرہ لگایا

جب کہ آیان اور ڈینیئل ابھی تک شاک میں تھے۔

مائیکل ایسا ہی تھا۔ دکھنے میں بہت ضدی اور بد تمیز قسم کا انسان لگتا تھا۔ خاص طور پر اس کے آئی بروز پر کٹ بالوں میں پونی اور ایک بازو پر مکمل ٹیٹو،

اسے کسی مافیا کا حصہ بتاتے تھے۔ مگر وہ ایسا ہی تھا دنیا سے بے گانہ۔

لوگوں کو عجیب عجیب سے چیلنج دینا اس کی ہابی مشغلہ تھا۔ مگر وہ تھا یاروں کا یار!

یونیورسٹی کے چار سال اس نے اپنے مسلم دوست کو مذہبی گروپس کے انتشار سے بچا کر رکھا تھا۔ مگر کبھی زیان کو یہ محسوس نہیں ہونے دیتا تھا۔ کہ زیان اس پہ منحصر ہے۔

اس نے زیان کو نہ صرف بولنا بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بھی سکھایا تھا۔

زیان کالیسا سکول آف ڈیزائن پیرس میں پہلا دن تھا۔

جب اسے اس کے پروفیسر نے اپنا تعارف کرنے کو کہا۔

وہ نہایت شائستگی سے کھڑا ہوا اور اپنا تعارف دیا۔

میرا نام زیان سفیر ہے۔ میرا تعلق پاکستان سے ہے۔ میں چاہتا ہوں میں یہاں سے جو کچھ بھی سیکھوں۔ اس سے اپنے ملک و قوم کو فائدہ دوں۔ بالخصوص میں یہاں کا کلچر اپنے ملک پاکستان میں متعارف کروانا چاہتا ہوں۔

زیان بہت پر جوش نظر آرہا تھا۔ تبھی اس کے کانوں میں اس کے کلاس فیلو کی آواز پڑی۔

Pakistani! bloody the criminals

اس نے رخ موڑ کر غصے سے ایڈورڈ کو دیکھا۔ مگر اس کے ساتھ چار اور لڑکے اس کا مذاق بنانے میں مصروف تھے۔

تبھی اس کو پروفیسر صاحب نے بیٹھنے کا کہا۔ اور وہ اپنا سر جھٹک کر بیٹھ گیا۔

وہ وہاں نہیتا آیا تھا۔ گروپ سے پنگا نہیں لے سکتا تھا۔ سمجھداری سے کام لیتے ہوئے ان آوازوں کو ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے نکال دیتا۔

ہاسٹل میں ڈینیل اور مائیکل اس کے روم میٹس تھے۔ مگر ڈینئل سے اس کی زیادہ بنتی تھی۔ اور مائیکل ہمیشہ اسے کوئی نہ کوئی چیلنج دیتا رہتا۔

پہلے سمسٹر کے فائنل پیپرز نزدیک تھے۔ہاسٹل میں نیو ایئر پارٹی بھرپور طریقے سے سیلیبریٹ ہو رہی تھی۔ مائیکل اسے بھی اپنے ساتھ پارٹی میں گھسیٹ لایا۔

5

وہ اپنے پیپرز کی تیاری میں مصروف تھا۔ویسے بھی اس قسم کی پارٹیز اسے پسند نہیں تھی۔وہ ایک مسلم فیملی سے تھا۔اپنے عقائد و نظریات کا پابند لڑکب تھا۔

مگر مائیکل کے پاس ہزار ایسے بہانے تھے جس سے وہ زیان کو قائل کر لیتا۔

'تو تم پاکستانی ڈر گئے۔میں نے تو سنا تھا پاکستانی قوم بہت بہادر ہوتی ہے۔وقت آنے پر ان کی فوج خود پہ بم لگا کر دشمن کی چوکیوں میں بھی گھس جاتی ہے۔پھر تم شاید کسی اور پاکستان سے آئے ہو۔جو محض پانچ لڑکوں سے ہی ڈر گئے۔

زیان چپ رہا

'چچچ چچچ تم اپنے ملک کا نام برباد کرو گے لڑکے۔۔۔!

'میں ڈرتا نہیں ہوں کسی سے۔میں سچے مذہب کا پیروکار ہوں۔میں بہادر قوم کا بہادر سپوت ہوں۔

زیان نے تقریر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے جو گرز پہنے جیکٹ اٹھائی۔اور ان کے ساتھ پارٹی میں جانے کے لئے ریڈی ہو گیا۔

ڈینیل اور مائیکل نے ایک دوسرے کو مسکرا کے دیکھا۔

پارٹی کا اہتمام یونیورسٹی کے قریب ہی کلب نما ہوٹل میں کیا گیا تھا۔تقریبا تمام ہی طلباء امتحان کی پرواہ کیے بغیر پارٹی سے لطف اٹھانے پہنچ گئے تھے۔

مائیکل اور ڈینیئل زیان کو باقی جاننے والوں سے متعارف کروا رہے تھے۔جب سپیکر پر ایک آواز گونجی۔

'سیکورٹی کے لحاظ سے امپورٹنٹ اناؤنسمینٹ ہونے جا رہی ہے۔دھیان سے سنیں۔ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں کوئی کریمینل گھس آیا ہے۔تمام لوگ چوکنے رہیں۔کریمنل کی شناخت کرنے والے کو کمیونٹی کی طرف سے شاندار انعام دیا جائے گا۔

تمام طلباء میں خوف وہراس پھیل گیا۔اس سے پہلے کہ کوئی بدنظمی ہوتی ایڈی اور اس کے ساتھ موجود چار لڑکے ڈی جے فلور پہ زور زور سے ہسنے لگے۔

طلباء ان کی شرارت سمجھ کر زیان کی طرف سے جوابی کارروائی کے انتظار میں تھے۔

ہوٹل میں اب پہلے جیسا شور نہیں رہا تھا۔طلباء کی سرگوشیاں جاری تھیں۔کچھ طلباء ویڈیو بنا رہے تھے۔

زیان کا چہرہ غصے سے لال ہوا۔تب ہی مائیکل بولا۔

don't tell me Zayyan

تم یہاں کسی منصوبے کے تحت آئے ہو۔مجھے بتاتے۔میں تمہیں ایفل ٹاور لے جاتا وہاں تو یہاں سے بھی زیادہ رش ہونا ہے۔تمہیں بہترین موقع مل جاتا فائدہ اٹھانے کا۔

ایڈی گروپ کے ایک ممبر جیسپر نے زیان کی طرف مائیک اچھالا۔زیان نے اسے فوراً سے پہلے کیچ کیا۔

مایئکل نے اسے مسکرا کے دیکھا۔

'افسوس ہوا۔بلکہ انتہائی افسوس ہوا۔شکر کرتا ہوں کہ یہاں اور پاکستانی موجود نہیں ہے۔ورنہ ہمارے لوگوں کے تم لوگوں کے متعلق ایسے نظریات رکھنے پر ہمارے لوگ شرم سے ہی مر جاتے۔

'کیسے نظریات مسٹر زیان۔؟ذرا تفصیل سے بتائیں۔

دوسری طرف ایڈی نے اسے مزید بولنے پر اکسایا۔

'پہلے آپ سب لوگ مجھے بتائیں۔کیا آپ لوگوں میں سے کسی کو کبھی پاکستان جانے کا اتفاق ہوا ہے؟

وہاں موجود تین چار طلباء نے ہاتھ بلند کیے

6

'ٹھیک ہے اب میں جو جو بتانے جا رہا ہوں۔ آپ نے اسکی تصدیق کرنی ہے اگر میں کہیں غلط بیانی سے کام لوں۔

وہ اشارتاً کہتا ہوا پھر بولا۔

'ہم لوگ بہت سادہ طبیعت لوگ ہیں۔ جو سامنے ہوتا اسے ہی سچ جان لیتے ہیں۔ تصویر کا دوسرا رخ جان کے بھی رشتے بچانے کے لیے انجان بنے رہتے ہیں۔ جب جدید معاشرے کی مثال دینی ہو تو آپ جیسے انگریزوں کی مثال دیتے ہیں۔ آپ لوگوں کو ذہین ترقی پسند قوم سمجھا جاتا ہے۔ آپ کہ معاشرے کو تعصبات سے پاک مانتے ہیں۔

پتہ ہے ہمارے ہاں کوئی غیر ملکی آجائے تو رحمت سمجھ کے ایسی مہمان نوازی کرتے ہیں کہ خود کے کھانے کے لیے چاہے کچھ موجود ہو نہ ہو۔

آپ کوئی سواری لے لو کوئی بھی آپ سے پیسے نہیں مانگے گا۔ مارکیٹ چلے جاؤ ہر کوئی آپ کو کھانے کی دعوت دے گا۔ آپ بغیر کوئی پیسہ دیے کچھ بھی خرید سکتے ہو۔

کیوں ایسا ہی ہے نا۔؟

اس نے ان دو چار لوگوں سے آئی برو اٹھا کے اشارے سے پوچھا۔

انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ پھر بولا۔

'مگر افسوس آپ جیسے جدید لوگوں کی سوچ بھی بہت ہی چھوٹی ہے۔ آپ لوگ بھی تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

آپ لوگ مہمان نوازی چاہے نہ کریں مگر مہمانون کو کم از کم عزت تو دیں۔ تاکہ مجھ جیسے بھی ان لوگوں کی طرح 'جو آپ میں سے ہی ہیں' اپنے ملک جا کے آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کریں۔

اس کی آواز کا سحر پورے ہوٹل میں چھایا ہوا تھا۔ ویٹرز بھی خاموش سامعین بنے ہوئے تھے۔ لڑکیاں اسکی فوٹوز بنانے میں مصروف تھیں۔

'مجھے چلنا چاہیے اب شکریہ اس عزت افزائی کے لیے۔۔۔۔۔

زیان نے مائیک سامنے ٹیبل پہ رکھا اور وہاں موجود بہت سے نیک دل لوگوں کو اداس چھوڑ کے چلا گیا۔

7

اگلے دن یونیورسٹی کا ماحول خلافِ معمول بدلا ہوا لگ رہا تھا۔ تمام طلباء اس کے قریب سے گزرتے تو ہائے ہیلو کہتے۔ لڑکیاں اسے بالخصوص مسکرا کے دیکھتیں۔

وہ بلاشبہ ایک خوبصورت شکل والا مرد تھا۔ اس کی کیریمل براؤن آنکھیں مقابل کو اس کی طرف متوجہ کرتی تھی۔ اس کی شخصیت میں ایک سحر تھا۔ لڑکیوں کے گروپ میں وہ ہینڈسم پاکستانی نام سے مشہور ہونے والا تھا۔

کل رات کی پارٹی والی ویڈیوز یونیورسٹی ویب سائٹ پر مرچ مصالحے لگے کمنٹس کے ساتھ موجود تھیں۔

اور سونے پہ سہاگہ

امتحان میں اعلیٰ سکور حاصل کر کے اس نے پروفیسرز میں بھی اپنا ایک مقام بنالیا تھا۔

ایڈی گروپ بھی بظاہر خاموش نظر آرہے تھے۔ مگر یہ خاموشی محض چند دن ہی رہی۔

آذربائجان میں تو جیسے تمام تتلیاں ایک شہزادی کو خوش کرنے کے لیے اکٹھی ہو گئیں تھیں۔ نہ جانے آج وہ اتنی خوش کیوں دکھائی دے رہی تھی۔ جیسے کسی نے اسکی مسکراہٹ کا صدقہ اتارا ہو جیسے کسی نے اسکے گرد قوس قزا پھیلا دی ہو۔

نار من لان میں لگے پودں سے پھول توڑ کر لا رہی تھی۔ اس نے پھولوں سے بھری چھوٹی سی ٹوکری میز پر رکھی اور گھر کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

کبیر اوپر بالکنی سے اس کے پھول توڑتے ہاتھوں کو کب سے دیکھ رہا تھا۔ اسے پھولوں کا تاج بہت پسند تھا۔ وہ جب پھولوں کا تاج اپنے سیاہ بالوں پہ سجاتی تو دیکھنے والا پلک جھپکنے سے قاصر ہو جاتا تھا۔

وہ اب پھر سے پھولوں میں مگن ہو گئی تھی۔ کبیر بھی پاس پڑی کرسی جیسے پہ فرصت لے کر بیٹھا تھا۔

وہ اب ایک ایک پھول چن کر تاج بنا رہی تھی۔ جیسے ہی تاج مکمل ہوا اس نے اپنے چہرے کو موبائل کے سیلفی کیمرے میں دیکھا اور نزاکت سے پھولوں کا تاج اپنے بالوں پہ سجایا۔

اس نے مسکرا کر دو چار سیلفی بنائی اور ایک ایک تصویر کا جائزہ لینے لگی۔ مگر اپنی تصویر میں موجود کبیر پر نظر پڑتے ہی اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ بالکنی کی طرف دیکھا تھا۔

کبیر نے مسکرا کے ہاتھ ہلا تھا۔ جب کہ وہ شرمندہ سی رخ موڑ دی گئی تھی۔

زیان کو یونیورسٹی کے قریب ہی ایک بڑی لائبریری میں جاب مل گئی تھی۔ اسے پیسے کی ضرورت تو نہیں تھی مگر وہ خود اپنے اخراجات برداشت کرنا چاہ رہا تھا۔ کیونکہ وہاں موجود تقریبا 80 فیصد طلباء اپنے اخراجات خود اٹھاتے تھے۔

8

وہ لائبریری سے واپس آیا تو سٹوڈنٹس افیئر لیڈر مائیکل کی برتھ ڈے پارٹی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔

ڈینیل مائیکل کو ہاسٹل سے باہر لے گیا تھا تاکہ اس کی برتھ ڈے پارٹی سرپرائز رکھی جاسکے۔ لڑکیاں تھیم ڈریس میں الگ ہی مخلوق لگ رہی تھیں۔

بہت ہی شاندار ماحول میں کیک کاٹا گیا۔

مگر۔۔۔!

اس کیک کے نصیب میں نہیں تھا کسی انسان کے معدے میں اترنا!

ان سب نے مائیکل کا حشر بگاڑ دیا تھا۔ اسے کرسی سے باندھ کر اس پر انڈوں اور پانی والے غباروں کی بارش کی گئی۔

وہ دوبارہ اپنے روم میں آیا اور کپڑے تبدیل کر کر کے واپس پہنچا۔ مگر واپسی پر پارٹی کا ماحول بدل گیا تھا۔

زیان ایڈی گروپ سے ہاتھا پائی کر رہا تھا۔ڈینیل اسے مسلسل روک رہا تھا۔زیان نے شاید ڈرنک کی ہوئی تھی۔

مائیکل نے زیان کو ایک گھونسا رسید کیا۔

'ایڈیٹ۔۔چلو یہاں سے

اسے گھسیٹتا ہوا واپس کمرے میں لے گیا۔

صبح ہونے سے پہلے پہلے تمام واقعے کی ویڈیو نے یونیورسٹی ویب سائٹ پر ہنگامہ مچا دیا تھا۔

ایڈی اور اس کے گروپ نے باقاعدہ ویڈیو ریکارڈ کر کے اس کے خلاف بیان دیا تھا۔

ہینڈسم پاکستانی اب دوبارہ سے کریمنل پاکستانی بن گیا تھا۔اس کے مذہب کو بھی خوب نشانہ بنایا تھا۔

زیان صبح اٹھا تو اسے کل رات کا واقعہ یاد آیا۔ڈینیل نے اسے تمام ویڈیوز دکھایں۔زیان نے اپنا سر پکڑ لیا۔

'میں قسم کھاتا ہوں مجھے نہیں پتا وہ سب کیسے ہوا۔میں نے بس ایک جوس پیا تھا۔میں نے کیا میرے خاندان نے بھی کبھی الکوحل نہیں دیکھی ہو گی۔۔۔

وہ روہنسا ہوا۔

'اوکے۔۔پھر پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔

چلو اٹھو یونیورسٹی چلتے ہیں۔

مائیکل نے اسے تسلی دی۔اور خود باہر نکل گیا۔

وہ اور ڈیسینل اپنی اپنی بائیسکل پر ابھی رستے میں ہی تھے۔جب اسٹوڈنٹ افیر کورٹ کی طرف سے بلاوا آیا۔

وہ جب کورٹ پہنچے تو وہاں بے شمار رش دیکھ کر حیران ہوئے۔تقریبا پوری یونیورسٹی ہی اس کیس کی سماعت کے لیے آگئی تھی۔

پروفیسر تھامس اس کورٹ کے جج تھے۔انہوں نے بتایا کہ ایڈورڈ نے اس پر اسے اور اس کے دوستوں سمیت زخمی کرنے کا کیس کیا ہے۔

واقعے کی تمام ویڈیو ملٹی میڈیا پر متواتر چل رہی تھی۔

'مسٹر زیان آپ اپنی طرف کا موقف بتائیں۔

زیان ڈایز کے پیچھے کھڑا ہوا۔

'سر میں اپنے خدا کو گواہ مان کے کہتا ہوں کہ مجھے نہیں پتا وہ سب کیسے ہوا۔ برتھ ڈے پارٹی پر میں نے صرف ایک جوس کا گلاس پیا تھا۔ بعد میں کیا ہوا مجھے یاد نہیں۔ میں نے بھی خود وہ ویڈیوز میں دیکھا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے اس جوس میں کسی اور نے ڈرگز ملا دیے تھے۔

'آپ کے پاس کوئی ثبوت، کوئی گواہ ہے۔۔۔

جج نے سوال کیا۔

زیان نے نفی میں سر ہلایا۔

'پھر ٹھیک ہے۔ فیصلہ واضح ایڈی کے حق میں جاتا ہے۔

'اتنی بھی کیا جلدی ہے سر۔ اتنی جلدی تو ماں اپنے بچے کو دودھ نہیں پلاتی جتنی جلدی آپ نے فیصلہ سنا دیا۔

مائیکل کی بے باک آواز پر سب نے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا۔

وہاں موجود تمام سر پیچھے میں دروازے کے طرف گھومے۔

وہ ملٹی میڈیا پروجیکٹر کے پاس پہنچا اور فلیش usb پورٹ میں لگا دی۔

ویڈیو دیکھ کر وہاں کے تمام لوگ حقابقارہ گئے۔

ایڈی نے جوس میں ڈھیر ساری ڈرگز ٹیبلٹ ڈالیں۔اور ایک لڑکی کے ذریعے اس تک پہنچادیں تھیں۔

جب زیان مکمل نشے میں تھا۔تو اس کے قریب جاکر ایڈی نے اسے اکسایا۔

'اچھا تو بتاؤ تمہارا مذہب کتنا سچا ہے؟میں نے سنا ہے تم لوگوں کو پیسہ آتا ہے مذہب کے نام پہ انتشار پھیلانے کے لیے۔اسلام کوئی دین ہے ہی نہیں۔یہ تم لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔معصوم لوگوں کو بہکانے کے۔

'اپنی ب**** بند کر کمینے۔۔۔

مسلمان کے دماغ کو چاہے خطرناک ترین نشے میں جکڑ لیا جائے۔وہ اپنے مذہب کے خلاف نہیں سن سکتا۔

تو آپ بتائیں سر فیصلہ کس کے حق میں ہے۔مایئکل مسکرایا۔

فیصلہ بالکل سب کے سامنے ہیں۔ایڈورڈ کی غلطی ثابت ہو گی ہے۔

اسے یونیورسٹی کا ماحول خراب کرنے اور غیر مذہب کو نشانہ بنانے پر ایک ماہ کے لئے سسپینڈ کیا جائے گا۔

پروفیسر صاحب نے زرا گلا کھنکھار کے کہا۔

9

ایڈی کا رنگ بدلا تھا۔

'مگر میں کسی پر کوئی کیس نہیں کرنا چاہتا۔

میں یہاں پڑھنے آیا ہوں۔ میرا مقصد کسی کو بھی نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ ایڈی کو مجھ سے جو بھی مسئلہ ہے میں اسے ابھی حل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یقیناً میں کہیں نہ کہیں اس کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوں گا۔ ورنہ آج کل کے مصروف دور میں کون کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑے میں وقت ضائع کرتا ہے۔

میرے مذہب پر اس نے جو بھی کہا میں نے اس کے لیے بھی اسے معاف کیا۔ کیوں کہ وہ نادان ہے اس نے جس مذہب میں آنکھ کھولی اسی کو واحد سمجھا۔ اس کی غلطی ہے کہ اس نے ریسرچ نہیں کی۔ اس نے سچائی جاننے کی کوشش نہیں کی۔

ایڈورڈ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں بلکہ آپ سب کو کہ آپ لوگ میرے مذہب میں کوئی ایک غلطی ڈھونڈ کے دکھاؤ۔ میں اسی وقت یہ یونیورسٹی اور اپنا کیریئر چھوڑ دوں گا۔

مسلم اسٹوڈنٹس نے تالیاں بجانا شروع کیں۔

'اوکے سٹاپ۔۔۔۔

پروفیسر تھامس نے اسے مزید بولنے سے روکا۔

پہلی بار کورٹ بغیر کسی فیصلے کے برخواست ہوئی۔

سب لوگ اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

ڈگری مکمل ہونے کے وقت تک وہ وہاں ہینڈسم پاکستانی نام سے پہچانا جاتا رہا۔ بہت سے طلباء نے اسلام پے ریسرچ شروع کر دی تھی۔

وہ اسلام کو ایک کامل دین ماننے لگے تھے۔

اس کے ڈیسک پر اکثر پھول، چوکلیٹس اور گفٹس موجود ہوتے۔ لڑکیاں اسے لیٹر لکھتیں۔

وہ کسی گفٹ کو ہاتھ نہ لگاتا البتہ اس کے دوست تحائف سے بھرپور انصاف کرتے۔

تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ لڑکی بار میں آئے گی؟

اس وقت وہ چاروں مائیکل کے ہی فلیٹ پر موجود تھے۔۔۔جب ڈینیل نے پوچھا۔

'پہلی بات اس ہوٹل میں لوگ اکثر اُس بار کی وجہ سے آتے ہیں۔ کچھ تھک ہار کے کھانا کھانے آتے ہیں۔

اور کچھ کھانا کھا کر انرجیٹک ہو کر وہاں جاتے ہیں۔

وہ لڑکی بھی کسی سے ملنے کے لیے بار میں آئی تھی۔ مگر شاید مقابل لیٹ تھا۔ اس لیے وہ ہوٹل چلی آئی۔

پھر بھی بھائی تمہیں یہ سب کیسے پتا؟۔۔ آیان بولا

'وہ بار بار وقت دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظریں بے اختیار ونڈو کے پار بار کے دروازے تک جا رہی تھیں۔

میں جیسے ہی اس کے سامنے بیٹھا اس کے موبائل پر ایک میسیج آیا۔ اس نے بار کے دروازے کو دیکھا اور اس نے اپنی چیزیں سمیٹنا شروع کیں۔ مگر وہ اپھی تک کرسی سے اٹھی نہیں تھی۔

مطلب مقابل کچھ ہی لمحوں میں پہنچنے والا تھا۔

تم واقعی ایک شاطر آدمی ہو۔۔ مائیکل کہ جواب پر زیان نے اسے گھورا۔

'تم بس ڈیل یاد رکھو۔ میں یہاں سے دبئ جاؤ گا۔ واپسی پر یقینا تمہارے ڈیڈ سے کانٹریکٹ سائین ہو جائے گا۔

مائیکل نے بے زاری سے کندھے اچکائے۔

10

نارِ من کبیر کے ساتھ گاڑی میں موجود تھی۔

'آپ ویسے تو ڈرائیور کے ساتھ آتے جاتے ہیں مگر جب میرے ساتھ کہیں آنا جانا پڑتا تو خود

کیوں ڈرائیو کرتے ہیں۔؟

کبیر جب اس کے ساتھ ہوتا تو گاڑی خود ہی ڈرائیو کرتا تھا آج بلا آخر اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا تھا۔

'ویسے ہی بس مجھے پسند نہیں کہ میرے گھر کی عورتیں کسی بھی غیر مرد کے سامنے میرے گھر کی پوری تفصیل سنا دیں۔ کیونکہ بد قسمتی سے آپ عورتوں کے پاس بریک سسٹم نہیں ہوتا۔ اوپر سے جہاں بریک لگانی پڑتی تم لوگ وہاں چیخیں مارنے لگ جاتی ہو۔

بہت دنوں بعد وہ کھل کے مسکرائی تھی۔

'ہنستی رہا کرو۔ پیاری لگتی ہو۔ کبیر نے اس پہ ایک پیار بھری نظر ڈالی۔

نار من کا دل عجب طرز پہ ڈھڑکا تھا۔

وہ معمول کی باتوں میں مشغول تھے

گاڑی جیسے ہی ایم ایچ آئی سینٹر کے قریب پہنچی نارِ من کے چہرے پہ ایک رنگ آیا۔

'میں نے اگر زندگی میں کسی جگہ کے بار بار چکر لگائے ہیں تو وہ، یہ سلیمان رستم روڈ ہے۔

نارِ من کے چہرے پر دکھ صاف نظر آرہا تھا۔

'آپ ویسے تو ڈرائیور کے ساتھ آتے جاتے ہیں مگر جب میرے ساتھ کہیں آنا جانا پڑتا تو خود

کیوں ڈرائیو کرتے ہیں۔؟

کبیر جب اس کے ساتھ ہوتا تو گاڑی خود ہی ڈرائیو کرتا تھا آج بلا آخر اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا تھا۔

'ویسے ہی بس مجھے پسند نہیں کہ میرے گھر کی عورتیں کسی بھی غیر مرد کے سامنے میرے گھر کی پوری تفصیل سنا دیں۔ کیونکہ بد قسمتی سے آپ عورتوں کے پاس بریک سسٹم نہیں ہوتا۔ اوپر سے جہاں بریک لگانی پڑتی تم لوگ وہاں چیخیں مارنے لگ جاتی ہو۔

بہت دنوں بعد وہ کھل کے مسکرائی تھی۔

'ہنستی رہا کرو۔ پیاری لگتی ہو۔ کبیر نے اس پہ ایک پیار بھری نظر ڈالی۔

نار من کا دل عجب طرز پہ ڈھڑکا تھا۔

وہ معمول کی باتوں میں مشغول تھے

گاڑی جیسے ہی ایم ایچ آئی سینٹر کے قریب پہنچی نارِ من کے چہرے پہ ایک رنگ آیا۔

'میں نے اگر زندگی میں کسی جگہ کے بار بار چکر لگائے ہیں تو وہ، یہ سلیمان رستم روڈ ہے۔

نارِ من کے چہرے پر دکھ صاف نظر آرہا تھا۔

'کئی بار راستے کی دھول بھی منزل تک پہنچا دیتی ہوتی ہے۔ مگر دھول چہرے تک نہیں آنی چاہیے۔ ورنہ آنکھیں چندھیا جاتی ہیں منزل سامنے بھی ہو تو نظر نہیں آتی۔

کبیر کی بات پر اس نے اپنے چہرے کو چھوا۔ جیسے اسے گمان ہوا ہو کہ کچھ دھول اس کے چہرے پر پڑ گئی ہے۔

میں پھر بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ ماضی کی خاک کو اب سر پے نہیں آنے دوں گا۔

کبیر کے لہجے سے اسکا مقصد چھلک رہا تھا۔

گاڑی پارکنگ لاٹ میں کھڑی کرنے کے بعد وہ ہوسپیٹل کے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

نارِ من اسی کشمکش میں چل رہی تھی کہ پتا نہیں اس بار بھی اس کی ماں اسے پہچانے گی یا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

سامنے ہی انہیں ڈاکٹر حاقان نظر آرہے تھے۔

'تم آنٹی سے ملو میں ڈاکٹر سے بات کر کے آتا ہوں۔

وہ اثبات میں سر ہلاتی اپنے مطلوبہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

نار من دروازے پر ایک سیکنڈ کے لئے رکی تھوڑا سا جھک کر پہلے کمرے کے اندر کی ماحول کا جائزہ لیا۔

نرس مسز فراز کے بال کنگھی کر رہی تھی۔

نرس نے اسے دیکھ کر فوراً ہی خوش آمدید کہا۔

مسز فراز نے ایک ناگوار سی نظر نارِ من من پہ ڈال کر رخ موڑ لیا۔

اس کا دل تڑپ اٹھا۔

'امی کیسی ہیں آپ۔۔۔

نار من نے جیسے ہی ان کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ماں نے ہاتھ جھٹک دیا۔

نار من کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

'تم مجھے امی کیوں کہہ رہی ہو۔۔؟

'کیونکہ آپ میری امی ہیں۔۔۔اس نے ایک بار پھر ان کے ہاتھ کو چھونا چاہا۔

'نہیں یہ دیکھو یہ ہے میری بیٹی میں اس کی امی ہوں۔۔۔

انہوں نے نرس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ نار من سے تھوڑا دور کیا۔

اس نے تڑپ کے نرس کو دیکھا۔جو شرمندہ شرمندہ سی اس کے ماں کے بال بنانے میں مصروف تھی۔

'لائیں میں آپ کے بال بنا دیتی ہوں۔۔

وہ فوراسے اٹھی۔

'نہیں کیوں میری بیٹی ہی میرے بال بنائے گی تم دور رہو۔۔۔۔

وہ اپنی ماں کو اپنی ڈگری دکھانے آئی تھی۔کتنا انتظار تھا اس دن کا اس کو۔مگر اس کی خوشی میں خوش کون ہوتا۔باپ من و مٹی تلے جا لیٹا تھا۔ماں ہوش و خرد سے بیگانہ ازائلم میں پڑی تھی۔

'امی ایسے نہ کریں۔میں نارِ من ہوں۔آپکی بیٹی۔۔۔

آنسو اس کی گال اب بھگو رہے تھے۔

نارِ من۔۔۔ تتتتممم نار من ہو؟انہوں نے دائیں ہاتھ سے اس کے چہرے کو چھو کر تصدیق کرنی چاہی۔۔۔نارِ من ذرا آگے کو جھک گئی۔

'نہیں۔نار من مر گئی ہے۔مار دیا تھا اس نے میری بیٹی کو۔میرے شوہر کو بھی مار دیا تھا۔مجھے بھی مار دے گا۔۔۔

نار من پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماں کو دیکھتی رہی۔

'تم۔۔تم جھوٹ بولتی ہو تم جاؤ یہاں سے۔

ماں کا اسکی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔

ماں کی آواز میں شفاء جیسے تاثیر ہوتی ہے۔اولاد کی مسکراہٹ ماؤں کی عمریں بڑھا دیتی ہے۔مگر ترستے کانوں کو جب شفاء کی تاثیر ملنا بند ہو جاتی ہے۔تو مسکراتے چہرے مرجھا جاتے ہیں۔انسان ٹھوکریں کھا کر مکان بنانا تو سیکھ لیتا ہے مگر مکان کو گھر بنانے والی ماں نہیں ملتی۔

12

ڈاکٹر صاحب مجھے ان کی کنڈیشن پہلے سے بھی زیادہ کریٹیکل لگ رہی ہے۔پہلے وہ تھوڑا بہت ہمیں پہچان لیتی تھیں۔اب تو اپنی بیٹی کو بھی نہیں پہچانتی۔ان کی مینٹل ہیلتھ میں بہتری کیوں نہیں آ رہی۔۔۔

کبیر ڈاکٹر حاقان کے آفس میں موجود تھا۔

'دیکھیں کبیر صاحب ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ جب بھی ہم ان کو کچھ یاد کروانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو فٹس آنے لگتے ہیں۔ ان کو اتنا شدید دورہ پڑتا ہے وہ خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔

'تو پھر کوئی تو حل ہو گا نہ اس کا۔ ہم انہیں ایسے ہی تاحیات تو یہاں نہیں چھوڑ سکتے۔

کبیر کا روعب دار لہجہ ڈاکٹر کو تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔

'اگر کورٹ کے آڈرز نہ ہوتے تو ہم کبھی ان کو یہاں نہ چھوڑتے۔ آپ دیکھ لیں آپ سے علاج ہوتا ہے تو!۔۔ورنہ ہم خود کورٹ میں اپیل کر دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ڈاکٹر تبدیل کر کے بیماری ختم ہو جائے۔۔۔ اور آپ کا کریر بھی۔

کبیر بہت پر امید کرسی سے ٹیک لگائے ڈاکٹر کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے بیٹھا تھا۔

'کبیر صاحب آپ کے کہنے پہ سینیر نرس 24 گھنٹے ان کے ساتھ رہتی ہے۔ ان کا ہر طرح سے خیال رکھا جاتا ہے۔ ہسپتال کا سب سے شاندار کمرہ ان کے پاس ہے۔ بیسٹ ڈاکٹرز ان کو تھیراپی دیتے ہیں۔ ہم نے ہر ممکن تعاون کیا ہے آپ کے ساتھ پلیز آپ ہم پہ بھروسہ کریں۔

ڈاکٹر بے چارہ سا بنا کبیر کو سمجھا رہا تھا۔

'اب زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ مجھے کسی بھی طرح انکی صحتیابی درکار ہے۔

کبیر کرسی سے اٹھا بلیک کوٹ کا بٹن بند کیا۔اور وارننگ دیتا ہوا آفس سے باہر آ گیا۔

ڈاکٹر حاقان نے اٹکی ہوئی سانس بحال کی۔

نرس مسز فراز کو انجیکشن لگا رہ تھی۔نارِ من ماں کو آنکھیں موندے غور سے دیکھ رہی تھی۔

کبیر نے دروازے پہ ہلکا سا ناک کیا۔

نارِ من کی سرخ آنکھیں دیکھ کے کبیر گھبرا گیا۔وہ فوراً ان کے قریب ہوا۔

'کیا آنٹی کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔۔؟

'ماں نے مجھے آج بھی نہیں پہچانا۔

نارِ من کے جواب پہ کبیر نے اداسی سے مسز فراز کو دیکھا۔

اسی ہستی نے اسکی ماں کے جانے کے بعد اسے ماں بن کے پالا تھا۔اور وہ آج ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

'میں نے بات کی ہے ڈاکٹر سے وہ پر امید ہیں۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں ہوں نا۔۔۔!

کبیر کے الفاظ اس کے لیے ٹھنڈی چھاؤں تھے۔اسے یقین تھا کبیر ہر موڑ پہ اسکے ساتھ ہو گا۔

13

اب ماں سو چکی تھی۔

وہ کتنی دیر ماں کا ہاتھ پکڑے بیٹھی رہی۔

دوسری طرف کبیر اسے کسی نہ کسی بات پہ الجھا دیتا۔

وہ اسے ایک خاموش جنگ نہیں لڑنے دینا چاہتا تھا۔

'تمہیں یاد ہے ہم چھٹیوں میں آنٹی کو کتنا ستایا کرتے تھے۔ تمہیں یاد ہے ہم نے اپنے کمرے کی دیواریں ڈرائنگز کر کے خراب کر دی تھیں۔ کتنی ڈانٹ پڑی تھی ہمیں۔

کبیر نے بات کرتے ہوے ایک لمحہ رک کر نار من کو دیکھا۔ اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔

'پہلے ہمیں خوب ڈانٹ لیتی تھیں۔ پھر کچھ دیر بعد کچھ کھانے کو لے آتیں اور خود ہی منانے آجاتی تھیں۔۔۔۔

اور تم کتنے نخرے کیا کرتی تھی کھانے کے معاملے میں۔ ایک گھنٹہ لگا کرتا تھا تمہیں صبح اسکول ریڈی کرنے میں۔ میں الگ تمہاری وجہ سے خوار ہوتا تھا۔

کبیر اب کی بار ذرا سا مسکرایا تھا۔

'میں نخرے نہیں کرتی تھی۔مجھے اچھا لگتا تھا ماں کے ساتھ وقت گزارنا۔ان سے لاڈ اٹھوانا۔

میں ان کو اتنا تنگ کرتی تھی۔وہ پھر بھی ہنسی خوشی میرے سارے کام کرتی تھیں۔

وہ اب بھی ماں کا ہاتھ سہلا رہی تھی۔

'ماں سے کہو نا۔اب بھی میرے لاڈ اٹھائیں۔میری عادتیں خراب کر کے خود یہاں کیوں آ گئی ہیں۔۔۔

ایک بار پھر اس کا چہرہ بھیگنے لگا۔

'انشاءاللہ بہت جلد ہم انہیں یہاں سے لے جائیں گے۔

پتا نہیں۔۔۔

'تم اچھے کی امید کیوں نہیں رکھتی۔۔۔؟

'کیونکہ میرے ساتھ کبھی اچھا نہیں ہوتا۔۔۔

'تمہارے سر پر تمہاری ماں ہے،باپ جیسا انکل ہے،میں ہوں۔تم مجھے کیوں نہیں دیکھتی۔میرے پاس کون ہے؟

میں کس کس کو ساتھ لے کر چل رہا ہوں۔ مگر میرے ساتھ کوئی نہیں چل رہا۔ ہر کوئی اپنی اپنی محرومیوں میں پھنسا ہوا ہے۔ مجھے لگتا ہے میں بھی کسی دن ایسے ہی کہیں اٹک جاؤں گا۔ اور میری مدد کرنے بھی کوئی نہیں آئے گا۔۔۔۔۔

کبیر آج خلافِ معمول اپنے خول سے باہر آیا تھا۔ اس نے خود پے 'سب کنٹرول میں ہے' کا لیبل لگا رکھا تھا۔ مگر ہر چیز انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔

نار من نے تڑپ کے اس کو دیکھا۔

'میں آؤں گی۔۔ آپ نے مجھے کبھی گرنے نہیں دیا۔ میں آپ کو کبھی اٹکنے نہیں دوں گی۔

۔14

'بہت خوب۔ چلو اب ہمیں چلنا چاہیے۔ انکل کی کال آ رہی ہے۔

وہ اپنا موبائل فون دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

نارِ من نے جھک کے ماں کی پیشانی کو چوما۔

'ماں ہم بہت جلد انشاء اللہ ایک ساتھ ایک گھر میں ہوں گے۔۔

وہ دھیرے سے بولی یا پھر وہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔

جب نار من کمرے سے باہر آئی تو وہ نرس کے پاس کھڑا اسے کچھ ہدایات دے رہا تھا۔

بہزاد ملک آرچرڈ ہوٹل سے واپس اپنے گھر جا رہے تھے۔ڈرائیور گاڑی بہت احتیاط سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

جب ان کے فون کی گھنٹی بجی۔

'بولو۔۔کیا خبر ہے؟

پہلی ہی گھنٹی پہ فون اٹھا لیا تھا۔جیسے اس کال کا انہیں برسوں سے انتظار ہو۔

'ٹھیک ہے اچھی خبر ہے۔بات ابھی تک کنٹرول میں ہی ہے۔تم سے جتنا ہو سکتا ہے کرو۔کوئی بھی بری خبر مجھ تک نہیں پہنچنی چاہیے۔۔۔۔

ذو معنی باتیں کر کے فون بند کر دیا گیا۔

نارِ من گاڑی میں خاموش خاموش بیٹھی تھی۔

اچانک اس کی آواز کبیر کے کانوں میں گونجی۔

'لائف کتنی unpredictable ہوتی ہے نا۔۔۔

'نہیں میرے خیال میں زندگی reliable ہے۔

ہم زندگی پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔۔۔۔

کبیر کی نظریں سامنے سڑک پر گھڑی ہوئی تھیں۔نار من پتہ نہیں کیا سوچ کے بول رہی تھی۔

'کیسے۔۔۔۔؟

وہ حیران سی بولی

'ہم کبھی کبھی راستہ ہی ایسا چن لیتے ہیں۔ہمارے ساتھ unpredictable چیزیں ہونے لگتی ہیں۔ہماری روح جانتی ہے کہ اسے کس ٹریک پر چلنا ہے۔جب ہم اسے کسی غلط ٹریک پر گھسیٹتے ہیں۔تو روح کے ساتھ

ساتھ جسم بھی زخمی ہو جاتا ہے۔ دماغی صلاحیتیں کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ پھر انسان کہتا ہے زندگی unsure

ہے۔۔۔۔

وہ بلکل پر اعتماد تھا۔ جیسے موٹیویشنل سپیکرز ہوتے ہیں۔ بارعب وضح دار

'کیسے پتہ چلتا ہے کہ اب زندگی کا ٹریک صحیح نہیں ہے۔۔۔؟

'تین چیزیں۔۔۔۔

کبیر نے انگلیوں کے اشارے سے بات شروع کی۔

تدبیر، تقدیر، توکل۔۔۔۔

اگر تدبیر الٹی پڑ جائے پھر۔۔۔؟

'پھر تقدیر تھام لیتی ہے۔ توکل والے گر کے اٹھ جاتے ہیں۔ گر جانا برا نہیں ہے۔ گر کے اٹھ نا سکنا بہت برا

ہے۔۔۔

'اگر انسان لاکھوں کوششوں کے بعد بھی نہ اٹھ سکے پھر۔۔۔؟

وہ شاید سمجھے سے قاصر تھی۔

'توکل سہارا دیتا ہے تا کہ زندگی کی روانی بر قرار رہ سکے۔جو توکل نہیں کرتا وہ کبھی متقی بھی نہیں بنتا۔پھر نہ تو گر کر سنبھلا جاتا ہے۔نا ہی روانی بر قرار رہتی ہے۔

اور پھر انعام تو ہمیشہ توکل والو کے ہی مقدر میں ہوتا ہے۔

نار من نے اثبات میں سر ہلایا۔جب کہ وہ جانتی تھی یہ سب کتابی باتیں ہیں۔

وہ لوگ اب اپنے گھر ایک قریبی روڈ پر موجود تھے۔

'آپ اتنے پوزیٹو کیسے ہیں؟۔۔۔مطلب اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی۔

نارِ من کو اس کی باتیں ہمیشہ حیران کر دیتی تھی۔

'انسان کی عقل اسے مدد دیتی ہے۔وہ مٹی سے مٹی ہو کر بھی کچھ نہ کچھ سیکھ ہی لیتا ہے۔اسے کم از کم گر کے اٹھنا آجاتا ہے۔ورنہ اسے اشرف المخلوقات کون کہتا ہے۔۔۔۔؟

' صحیح بات ہے۔انسان ساری زندگی کتابوں میں ایک جہان تلاش کرتا رہتا ہے۔جتنا کسی نے لکھ دیا بس اتنا ہی جان لیا۔اصل سبق تو وہ دنیا والوں سے سیکھتا ہے۔

اب کی بار کبیر نے اسے مزید کوئی جواب نہیں دیا۔اس نے پھر سے اپنے اوپر ایک خول چڑھا لیا تھا۔

گاڑی ایک خوبصورت گھر کے گیٹ کے سامنے جا رکی۔پہلے ہی ہارن کے بعد گیٹ کھول دیا گیا۔گیراج کے ساتھ ہی بے شمار رنگ برنگے پھولوں پودوں سے بھرا ہوا باغیچہ تھا۔

مالی پودوں کی کٹنگ میں مصروف تھا۔

نارِ من نے ایک نظر باغیچے پر ڈالی اور کبیر کے تعاقب میں گھر داخل ہوئی۔

15

دانین بالکنی میں رکھے اسٹنیڈ سے جھولتی ہینگنگ چیئر پہ بیٹھی تھی۔کبیر کی گاڑی کا ہارن سن کر اس نے بے اختیار سامنے دیکھا۔

وہ ان دونوں کو اندر آتے دیکھ چکی تھی۔نار من کو کبیر کے ساتھ دیکھنا اسے ہضم نہیں ہو تا تھا۔

دھیرے دھیرے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی۔

۔تم کبیر کے ساتھ اس وقت کہاں سے آرہی ہو؟

کبیر کو اپنے کمرے کی طرف جاتے دیکھ کر وہ نار من کے سامنے آئی۔

'کیا میں نے تم سے کبھی پوچھا ہے کہ تم کہاں آتی جاتی ہو۔ یا پھر تم کل رات کو گھر کیوں نہیں آئی تھی۔۔۔۔؟

دانین کو اسی کے انداز میں جواب دے کر وہ آگے بڑھنے لگی ہی تھی دانین نے اسے پھر سے روکا۔

'ایک منٹ۔۔! تم کون ہوتی ہو مجھ سے پوچھنے والی۔ تم میرے گھر میں رہتی ہو۔ یہ جو تمہاری اتنی آسائشیں ہیں نا میرے باپ کی وجہ سے ہیں۔

اس سے پہلے کہ نار من کوئی جواب دیتی کبیر کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

دانین کے تو آوسان خطا ہو گئے تھے۔

'یہ گفٹ تمہارے لیے۔ تمہارے تعلیم یافتہ ہونے کی خوشی میں۔

کبیر نے ایک چھوٹا سا گفٹ باکس مسکراتے ہوئے نارِ من کی طرف بڑھایا۔

'اس کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ویسے ہی میرا اتنا خیال رکھتے ہیں۔

نارِ من کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ اس کے بلش کرتے گال دانین کو اس وقت زہر لگ رہے تھے۔

کیا تم اپنی بڑی بہن کو کوئی تحفہ نہیں دوں گی۔ آخر کو گریجوایٹ ہونا آسان نہیں ہوتا نا۔۔۔؟

کبیر نے دانین کے خالی ہاتھ دیکھ کر پوچھا۔

'میں اس سے یہی پوچھنے آئی تھی کہ اسے کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتا دے۔

'تحفے پوچھ کر نہیں دیے جاتے بے وقوف اپنی خوشی سے دیے جاتے ہیں۔

کبیر نے دانین پہ چوٹ کی

'کاش میں اسے تحفے میں زہر کھلا سکتی۔

دانین نے دل کی آواز کو ہونٹوں پر آنے سے روکا۔

مرحبا سید کبیر۔۔۔!

مسز نازلی نے کبیر کو دیکھتے ہی خوش آمدید کہا۔وہ ان کے گھر کے تمام انتظامات دیکھتی تھی۔

'مسز نازلی یقیناً آپ نے مینیو کے مطابق ڈنر بنالیا ہو گا۔

'جی۔۔سب تیار ہے۔

کبیر کے پوچھنے پر انہوں نے فٹ سے جواب دیا۔

'ٹھیک ہے آپ ٹیبل لگا دیں۔اور انکل کو بھی پیغام بھیج دیں ڈنر کے لئے۔

نارِ من اور کبیر اپنے اپنے کمرے کی طرف چلے گ ئے۔ جبکہ دانین وہیں کھڑی اپنے غصے کو ہوا دیتے رہی۔

'یہ آج کل کبیر کے ساتھ زیادہ ہی گھومنے پھرنے لگی ہے۔ کہیں ان دونوں میں کچھ چل تو نہیں رہا۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ نہیں۔

کبیر صرف میرا ہے۔ کبیر کے لیے مجھے اس کا قتل بھی کرنا پڑا تو میں کر دوں گی۔

وہ ہائ ہیل سے ٹک ٹک کرتی واپس سیڑھیاں چڑھ گئ تھی۔

زیان اپنی پیکنگ کرنے میں مصروف تھا جب اس کے موبائل پر گھنٹی بجی۔

آیان پاس ہی بیٹھا لیپ ٹاپ پر لینڈ مارک پروفائل کا تفصیلی جائزہ لے رہا تھا۔

ماں کالنگ دیکھ کر زیان نے فورا سے فون اٹھایا۔

'اسلام علیکم۔۔۔۔۔

وعلیکم السلام بیٹا۔۔کیسے ہو۔!

آیان کیسا ہے۔؟

'جی جی امی ہم دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ ابھی تک سوئی کیوں نہیں؟

زیان نے فون سپیکر پر لگایا۔

'جس ماں کے لختِ جگر اس سے دور ہوں اس ماں کو نیند کیسے آئے گی۔

۔۔آپ تو ایسے پریشان ہو رہی ہیں جیسے آپ کے لختِ جگر آسرائیل کے بارڈر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

آیان نے وہیں بیٹھے بیٹھے اونچی آواز میں جواب دیا۔

'تم کبھی کسی بات کا سیدھا جواب بھی دے دیا کرو۔۔۔

'آپ سوال ہی سیدھا نہیں کرتیں۔

آیان نے مسکراتے ہوئے بھائی کو دیکھا۔

زیان یہ کب سمجھ دار ہو گا۔۔۔

مسز سفیر جانتی تھیں کہ ان کا چھوٹا بیٹا سامنے والے کی بولتی بند کرنا خوب جانتا ہے۔

'امی جس دن یہ سمجھ دار ہو گیا۔۔اس دن مجھے لگتا ہے کشمیر آزاد ہو جانا ہے۔یا دنیا پہ کوئی انہونی تو ضرور ہو گی۔۔۔

زیان بھی مسکرا دیا تھا۔

'اب دیکھیں غلط بات کون کر رہا ہے۔ بھلا میرا کشمیر کی آزادی سے کیا تعلق؟ میں کونسا حریت جماعت کمیٹی کا چوتھا رکن لگا ہوا ہوں؟ پھر کہتے ہیں یہ لڑکا سیدھا جواب نہیں دیتا۔

آیان نے جھٹ سے جواب دیا۔

'امی اس کو آخر گھٹی کس نے دی تھی۔۔؟زیان اسے شاید تپانے کے موڈ میں تھا۔

'یہ نہ رات کو پیدا ہوا تھا۔ تمہارے بابا اور چاچو اللہ انہیں جنت میں جگہ دے۔وہ تو تب آزربائیجان تھے۔ اس وقت میرے پاس تمہارے ماموں اور پروین (ملازمہ) ہی تھے۔ماموں بھی کسی کام سے ہسپتال سے باہر گئے تھے۔ تو مجھے لگتا ہے پروین نے اسے گھٹی دے دی ہو گی۔

آیان کے منہ کا زاویہ بگڑا۔

'مگر امی وہ تو کرسچن نہیں تھی؟

زیان اسے چڑانے کے پورے موڈ میں تھا۔

'ہاں ہاں پہلے ہوتی تھی کرسچن پھر اس نے ایک مسلمان لڑکے سے شادی کرلی تو اس نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔

مسز سفیر نہیں جانتی تھی کہ زیان آیان سے اگلے پچھلے بدلے لے رہا ہے۔

'امی شاید آپ کو یاد نہیں آپ نے مجھے ہسپتال سے اٹھوایا تھا۔ اسی پروین کے ذریعے۔ کڈنیپ کیا تھا میرا۔ میرے امیر باپ کی جائیداد ہتھیانے کے لیے۔ آپکو لگتا ہے۔ کیا میں نہیں جانتا

آیان لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے بولا۔

یہ کیا فضول بات ہے آیان۔۔۔۔

ماں ذرا غصہ ہوئیں۔

زیان مسکرا کے اسے مزید چڑا رہا تھا۔

۔۔اوہو جب آپ کو آپ کے شوہر نے حکم دیا تھا کی اگر بیٹی پیدا ہوئی تو وہ آپ کو گھر سے نکال دیں گے۔ پھر آپ نے اپنی بچی ریپلیس کر کے کسی اور کا بیٹا اغوا کر لیا تھا۔ اوپر سے میرے حصے میں جو دولت آئی وہ الگ۔

مجھے سب پتہ چل گیا ہے میں تو پیرس بھی اسی لئے آیا ہوں میرا باپ یہاں منسٹر جو لگا ہوا ہے۔

آیان نے پوری فلم ہی لکھ دی تھی۔

زیان اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

'یہ تمہارا دماغ ہے یا شیطان کا گھر۔ کہاں سے آتی ہیں تمہیں ایسی باتیں۔۔؟

ماں اس آفت کے سامنے بے بس ہو گئ تھیں۔

اچھا سوری مزاق کر رہا تھا۔ آپ تو فوراسے پہلے سینٹی ہو جاتی ہیں۔

آیان اب کھل کے مسکرا رہا تھا۔

وہ آیان تھا چلتا پھرتا میجک باکس۔ کونسی ٹرک کب دکھا دے کوئ نہیں جانتا۔

'ٹھیک ہے امی کافی لیٹ ہو گیا ہے۔ آپ سو جائیں میری صبح فلائٹ ہے۔ انشاءاللہ اس سے اگلے دن پاکستان آجاؤں گا۔

زیان نے بات سنبھالتے ہوئے فوراًہی فون بند کر دیا۔

'اگر کوئی اپنے بارے میں اعلی درجے کی منہوس باتیں کر سکتا ہے۔تو وہ اِس دنیا میں واحد پیس ہے' آیان سفیر راجپوت'

اور اگر کوئی اپنے آپ کو بزنس کی دنیا میں ہٹلر کا جانشین سمجھتا ہے تو وہ اس دنیا کا واحد انسان ہے' زیان سفیر راجپوت'

اس کے جھٹ جواب دینے پر زیان نے اسے گھور کے دیکھا۔

'مجھ میں کم از کم اتنا لحاظ تو ہے کہ میں اپنے بھائی کو انسان ہی کہہ رہا ہوں' پیس نہیں

ویسے بھی' پیس' تو پاکستان میں خوبصورت لڑکیوں کو کہتے ہیں۔۔۔نہیں؟

آیان نے آبرو اچکا کے زیان کی طرف تصدیق کرنے والے لہجے میں پوچھا۔

زیان نے پاس پڑا تکیہ اس کے منہ پہ مارا۔

'ہٹلر۔۔۔

آیان ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔16

آج ملک ہاؤس کا ڈنر ٹیبل رنگا رنگ لوازمات سے سجا ہوا تھا۔

کبیر کے آرڈرز پر مسز نازلی نے وہ تمام کھانے بنائے تھے جو جو نار من کو پسند تھے۔

'آگے کیا ارادے ہیں ہماری بیٹی کے۔۔۔

بہزاد صاحب میں نار مل سے پوچھا۔

جاب کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

نار من میٹھیے سے لہجے سے جواب دیا۔

'جاب کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے کسی بھی ہوٹل میں کام کر لو کبیر کی طرح۔۔۔۔

'انکل تھوڑا تجربہ حاصل ہو جائے گا اس لیے۔

'ٹھیک ہے جیسے بہتر لگے کر لو۔۔۔

دوبئ والا پروجیکٹ کہاں تک پہنچا؟

بہزاد صاحب اب کبیر سے بات چیت میں مصروف تھے۔

'وہ بس اختتام میں ہے۔ کل چار بجے کے فلائٹ ہے میری۔

کبیر پانی فورک سے میٹ کاٹتے ہوئے بولا

ہمممم اچھا۔

بہزاد کا رویہ کبیر سے ہمیشہ سرد ہی رہتا تھا۔

کبیر نے انکی ہوٹل چینز کو مزید بڑھا دیا تھا۔ وہ ایک بہترین بزنس مین ثابت ہو رہا تھا۔ ان کے ہوٹل میں بننے والی نئی نئی ڈشز اکثر ٹی وی پروگرام اور میگزین کا حصہ بنتی تھیں۔ دنیا کے نامور شیف اسکے کچن سے ہو کے گزرتے تھے۔

ہر سال ان کے کسی نے کسی ہوٹل میں شیف آف دا ایئر مقابلے کا انعقاد ہوتا تھا۔ یہ مقابلہ 35 دن چلتا۔ بہترین شیف کو بھاری انعام سے نوازا جاتا۔ اس مقابلے کی نشریات بہت سے ٹی وی چیلنز پر لائیو دکھائی جاتیں۔

آرچرڈ دی چین آف ہوٹلز اس ملک کا نامی گرامی ہوٹل صرف کبیر کی وجہ سے ہی تھا۔

اب اس ہوٹل کی برانچ کی تعمیر دبئی میں اپنے آخری مراحل تہہ کر رہی تھی۔

'بابا میری فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی ہے میں آج گھر نہیں آؤں گی۔۔۔

دانین مزید چپ نہ رہ سکی۔اسے کہاں دلچسپی تھی ایسی باتوں میں۔

'تمہارا روز کا یہی معمول بن گیا ہے۔آخر کتنا بڑا فرینڈز سرکل ہے تمہارا؟۔۔۔۔

بہزاد صاحب پتا نہیں کیوں چڑے ہوئے تھے۔

'بابا پارٹی ہمارے ہوٹل میں ہی ہے۔کبیر سے بات کر لی تھی میں نے۔۔۔

وہ مغرور لہجے سے بولی۔

بہزاد ملک نے ایک نظر کبیر کو دیکھا۔وہ بس کھانا کھانے میں مصروف تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایئرپورٹ تک آیان،زیان کو سی آف کرنے آیا تھا۔

'آیان سچ پوچھو تو مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔تم نے یہاں آکر بنا بتائے اپنے سبجیکٹس چینج کر لئے۔

ایڈورٹائزمنٹ کمپنی بنا کر آخر تم کیا کر لو گے؟

زیان خفا خفا لہجے میں بولا۔

'اچھا اب جاتے ہوئے تو کم از کم ناراض نہ ہو۔جناب آپ دیکھیے گا میں آپ سے اچھا بزنس مین بنوں گا۔

ویسے بھی تم 70 75 سال کی عمر تک کتنی عمارتیں بنالو گے ؟ستر پچھتر سال تک ہر گھر میں، ہر موبائل میں میرا اپنا چینل چلے گا۔لوگ میرے نام کو برینڈ کے طور پر یاد رکھیں گے۔

آیان شیخ چلی کی طرح دن میں خواب دیکھنے لگا تھا۔

'ایک منٹ تم یہ 'ستر پچھتر 'سال میرے مرنے کی بات کر رہے ہو نا؟

زیان کے ماتھے پر بل ابھرے۔

'ہاہاہاہاہا بھائی صاحب آپ سیانے ہو گئے ہیں اب باتیں پکڑنے لگے ہیں آپ۔

'کمینگی ختم ہے تم پہ۔سفر کی دعا پڑھنے کی بجائے میرے مرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔

زیان اس سے رخ موڑ کے بیٹھ گیا۔

'ارے ایک تو تم مشر کی لڑکیوں کی طرح سینٹی ہو جایا کرو بس۔

اچھا ادھر دیکھو سوری نا معاف کر دو یار بھائی نہیں ہو۔

آیان کان پکڑتے ہوئے اس کے قریب ہوا۔

'اچھا آپ سے زیادہ میری معشوق بننے کے اکٹنگ نہ کرو۔

زیان نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

'اوہوووووووو۔۔۔۔ معشوق۔ میں بھی کہوں کہ کہ تم اتنے فرمابردار سپوت کیوں بنے پھرتے ہو۔ امی کی گڈبک میں آنے کے لئے۔ تاکہ امی جلدی سے تمہاری شادی کر دیں۔

'سچ بتاو تم نے لڑکی پسند کر لی ہے نا؟

آیان پر جوش سا بولا

'آیان تمہیں فلم لکھنی چاہیے۔ خود سے لمبی لمبی چولیں مارنا تمہیں اچھے سے آتا ہے۔

'ہاں یہ بھی کروں گا۔ آپ لڑکی کا تو بتائیں جناب ہم آپ کی ہی لو سٹوری پے فلم بنا دیں گے۔ آخر کو میڈیا ایسے تو نہیں پڑھ رہا۔

'تم اپنا دھیان کرو۔ اگر امی کو پتہ چل گیا نا کتنی لڑکیوں کو اُلو بنا چکے ہو تم۔ تمہاری جان نکال دیں گی۔

'قسم کھاتا ہوں ایک بھی لڑکی کو الو نہیں بنایا۔ میں نے کبھی کسی کو جھوٹی امید میں نہیں رکھا۔ اب میں ہوں ہی اتنا ہینڈسم اور سمارٹ لڑکیوں کو خود پر کنٹرول ہی نہیں رہتا۔

'یا اللہ مجھے صبر دے۔ کہیں میرے کان ہی بہرے نہ ہو جائیں چھوٹ سن سن کے۔

زیان نے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا۔ سپیکر پر انوسمنٹ ہوئی۔ زیان جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کے آیان کو گلے لگایا۔

'بس کریں بھائی صاحب کیا کر رہے ہیں۔ لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ یہاں کے لوگ ویسے بھی بہت خراب ہو گئے ہیں۔

'بدتمیز انسان۔۔

زیان اسے ایک جھٹکے میں پیچھے ہوا۔

17

نارِ من منکشے کے ساتھ ہاسٹل میں پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔

'نارِ من میں تمہیں بہت یاد کروں گی۔ تمہارے پاس تو فیملی ہے۔ مگر میں اکیلی رہ جاؤں گی۔

منکشے کی آواز بھاری سی تھی۔ وہ دونوں کالج کے دنوں سے ساتھ تھی۔ مگر اب وقت رخصت آگیا تھا۔

'میں بھی یار بہت مس کروں گی تمہیں۔ کاش ہم ہمیشہ ایک ساتھ رہ سکتیں۔

نارِ من بھی اداس اداس بولی۔

باقی تمام طلباء بھی اپنے عزیز دوستوں سے جدا ہونے پر بہت دکھی تھے۔

منکشے نے دکھی لہجے میں نارِ من کو گلے لگایا۔

'کیا تم سچ میں ایرک کے ساتھ لیونگ میں رہنے والی ہو؟

نار من نے پوچھا

ہمممممم۔۔۔

'لیکن انکل کو پتہ چلا تو وہ بہت ناراض ہوں گے۔ تمہیں ایک دفعہ دوبارہ سوچنا چاہیے۔

'بابا خوش ہیں اپنی دوسری بیوی کے ساتھ۔ ان کو کبھی پرواہوئی ہے پہلے میری۔

ایک آنسو تیار تھا منکشے کی آنکھ سے بہنے کو۔

'تم بہت سمجھدار لڑکی ہو منکشے۔

نار من نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

'مگر وقت بہت ظالم ہے منکشے۔ ہم کسی کے ساتھ کچھ لمحے گزار کر مقابل کے وفادار ہونے کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ کتابیں پڑھ کر انسان صرف وہی سیکھ سکتا ہے جو مصنف نے لکھ دیا ہوتا ہے۔ اصل حقائق تو وہ ہوتے ہیں جو انسان مٹی کے ساتھ مٹی ہو کر سیکھتا ہے۔

نار من کو کبیر کے الفاظ یاد آئے تھے۔

'یار نار من وہ ایک اچھا انسان ہے۔ اس نے سب کے سامنے مجھے پروپوز کیا ہے۔ اگر فلرٹی ہوتا تو سب کے سامنے یوں اظہار نہ کرتا۔

منکشے ایرک سے بہت محبت کرتی ہے۔ اور یہ بات نار من اچھے سے جانتی تھی۔

اس لیے نار من نے مزید بحث کا ارادہ ترک کر دیا۔

ایک دم سے دروازہ کھلا اور ایما کے ساتھ دو تین اور کلاس فیلوز اندر داخل ہوئیں۔

'آپ لوگ جلدی جلدی ریڈی ہو جاؤ آج رات ہم پارٹی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ کل تک سب چلے جائیں گے۔

ہماری آخری شام۔۔۔۔

منکشے نے اداسی سے کھڑکی کے پار گرتی بوندوں کو دیکھا۔

'کیوں آخر کیوں۔ ہم ملا کریں گے نا۔ اور روز بات ہوا کرے گی واٹس ایپ گروپ میں۔

ایمانے چہک کے کہا۔

'کانوکیشن پے سب نے وعدہ کیا تھا نا۔۔

ہمیشہ ایک دوسرے سے بات کرنے کے

وعدے، مشکل وقت میں ساتھ کھڑے ہونے کے وعدے، ایک دوسرے سے ملاقات رکھنے کے وعدے

گو ہر طرف وعدہ سازی ہے۔

مگر تاریخ گواہ ہے ایک ساتھ کھانے پینے والے، ایک ساتھ سونے جاگنے والے بھی وعدے وفا نہیں کر پاتے۔

'پریکٹیکل لائف زمانے کی تلخی کا دوسرا نام ہے۔ یہ پچھلے سارے قصے، وعدے بھلا دیتی ہے۔

نارِ من نے حسرت سے کہا تھا۔

'یار تم ہمیشہ اتنی سنجیدہ کیوں رہتی ہو؟

'زندگی کو سنجیدگی سے ہی دیکھنا چاہیے۔ جو زندگی کو مذاق سمجھتے ہیں۔ وہ دوسروں کی زندگی میں بھی محض مذاق بن کر ہی رہ جاتے ہیں۔

میری کے سوال پر اس نے دوبارہ اتنی ہی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

18

کبیر دبئی جانے کے لیے ایئرپورٹ کے رستے پر تھا۔ جب اس نے نار من کا نمبر ڈائل کیا۔

کبیر کالنگ دیکھ کر نار من کے چہرے پر خوشی کا تاثر آیا۔

سب طلباء فیرویل ہوسٹل پارٹی سیلیبریٹ کر رہے تھے۔ میوزک کی بہت تیز آواز کی وجہ سے وہاں سے زرا ہٹ کر سامنے دیوار تک آئی۔

'ہیلو۔

نار من نے دھیرے سے کہا۔

'پیکنگ ہو گی کمپلیٹ۔۔کبیر کی بھاری مردانہ آواز اس کو اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔

'جی ہو گئ۔کل شام تک آجاؤں گی۔

وہ اپنے بالوں کو کندھے سے ہٹاتی

'کیوں صبح کیوں نہیں۔۔۔

کیا کبیر کو خوشی ہوئی ہو گی میرے گھر آنے پر۔نار من اپنے اس خیال پر خود ہی سرشار ہو گی تھی۔

'وہ کل منکشے کے ساتھ نظامی سٹریٹ جانا ہے۔کچھ شاپنگ کرنی ہے۔

اچھا ٹھیک ہے۔میں دبئ کے لیے فلائ کر جاؤں گا تھوڑی دیر تک۔تمہاری ٹکٹس بھی کنفرم کر دی ہیں پرسوں کی۔

'شکریہ۔

نار من بس خوشی میں اتنا ہی بول پائی۔اس کے چہرے کی مسکراہٹ اس کے دل کے سکون کا پتا دے رہی تھی۔

'سارا پلین تمہیں یاد ہے نا۔۔؟

'جی جی مجھے یاد ہے۔

چلو ٹھیک ہے ملتے ہیں پھر۔ بائے

'کبیر سنیں۔۔۔۔۔۔

وہ اس سے پہلے فون رکھتا نار من کی جادوئی آواز فون سے ابھری۔

'اپنا خیال رکھیے گا۔ آپ میرے اکلوتے مسیحا ہو۔

'تم بھی اپنا خیال رکھنا نار من تم بھی میری واحد دوست ہو۔

اور کال کاٹ دی گئی تھی۔ کبیر کے لبوں پہ مدھم مسکراہٹ ابھری تھی۔

نار من نے بند فون کو مضبوطی سے دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ اور ایک پر مسرت آہ خارج کی۔

'تو کیا ہم میں دوستی ہے۔ کیا میں انکی واحد دوست ہوں۔ اور کیا میں بس دوست ہی رہوں گی؟

بہت ساری انروائسز ایک ساتھ اکٹھی ہو گئی تھیں۔

'نارِ من کیا ہوا۔ یہاں کیوں آ گئی۔

منکشے کی اچانک آواز پہ وہ ڈر کے اچھلی۔

'سوری میں نے تمھیں ڈرا دیا۔ کیا ہوا ہے سب ٹھیک ہے نا۔

منکشے اس کے اس طرح اچھلنے پر پریشان ہو گی تھی۔

'ہاں سب ٹھیک ہے۔ وہ کبیر کا فون تھا۔ وہ دبئ جا رہے ہیں نا۔

نار من خوشی سے مسکرائی۔

اچھا اسی لئے اتنا چہک رہی ہو۔ ہاں

نار من بس مسکرائے جا رہی تھی۔

منکشے نار من کی صرف دوست ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دل کے ہر جزبے سے واقف بھی ہے۔

'تم اس سے بات کیوں نہیں کرتی۔ کب تک انتظار کرو گی اس کا۔ تم اسے بتاؤ تم اس سے محبت کرتی ہو۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ کبھی خود سے ایسی بات کرے گا۔ میں نے تو اسے کبھی فرینک ہو کے بات کرتے بھی نہیں دیکھا۔

'مگر مجھے پتا ہے کہ وہ بھی مجھے پسند کرتے ہیں۔ اتنا خیال رکھتے ہیں میرا۔ ان کے ارد گرد اتنی لڑکیاں ہیں وہ پھر بھی کسی سے بات نہیں کرتے سوائے میرے۔ کیونکہ میں واحد لڑکی ہوں انکی زندگی میں۔

نار من فخریہ انداز میں بولی۔

اچھا تو پھر کیا ساری زندگی ایسے ہی بیٹھی رہوں گی اس کے انتظار میں۔۔۔

منکشے اکتا کے بولی۔

'پتا نہیں یار۔ میں کہنا چاہتی ہوں مگر ہر بار ہمت نہیں کر پاتی۔ میرا دل کرتا ہے باقی سارے لڑکوں کی طرح * تمہارے ایرک کی طرح * وہ بھی ساری دنیا کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کے مجھے پرپوز کرے۔

مجھے پانے کے لئے وہ ہر حد سے گزر جائے۔

'بس تم خواب ہی دیکھتی رہو پھر۔ اتنے سالوں میں تم سمجھ نہیں سکی کہ وہ expressive مرد نہیں ہے۔ سنجیدہ مجاز مرد اپنی ذات کے خول میں قید ہوتے ہیں۔ انہیں باہر کی دنیا سے خوف آتا ہے۔ صرف عورت پر ہی منحصر ہے کے وہ ان کے خول کو توڑتی ہے یا خوف کو۔

منکشے کی بات پر اس کی مسکراہٹ مدھم ہو گئی تھی۔

'ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی ان سے بات کرنے کی۔

منکشے نے اس بار مسکرا کے اسے دیکھا تھا۔

19

آیان کلاس لینے کے بعد ابھی چیئر سے اٹھا نہیں تھا جب بیلا اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

'آج رات میرے گھر پر میری برتھ ڈے پارٹی ہے۔یہ تمہارے لیے انویٹیشن کارڈ لائی تھی۔

اپنا موبائل جیب میں رکھتے ہوئے آیان نے کارڈ کو ایک نظر دیکھا۔

سوری میرا آج رات کوئی پلین ہے۔میں بکڈ ہوں۔

وہ مسکرا کر کہتا آگے بڑھ گیا۔

'میں انتظار کروں گی تمہارا۔

'مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ تم میرا انتظار کرو۔ کیونکہ میرے انتظار کا حق بھی ہر کسی کے پاس نہیں ہے۔

by the way happy birthday.

وہ کروفر سے چلتا ہوا کلاس روم سے باہر نکل گیا۔

بیلا پیچھے ہکی بکی کھڑی رہ گئی۔

بیلا یونی کے HOD کی بیٹی تھی۔ خوبصورتی اور ذہانت کے اس کومبو پر پتھر سے پتھر دل بھی پگھل جاتا تھا۔

مگر آیان اپنے موڈ سے چلنے والا انسان ہے۔ دل چاہے تو پتھر کو چھو کر گوہر کر دے یا پھر کسی سیپ کے موتی کو بھی خاطر میں نہ لائے۔

اس نے آیان کو پہلی بار ایک ہجوم میں دیکھا تھا۔

وہ سڑک کنارے ہاتھ میں گٹار پکڑے اپنی آواز کا سحر پھونک رہا تھا۔

اس کے ارد گرد ایک بھیڑ اکٹھی تھی۔ بیلا اس خوبصورت آواز کے تعاقب میں نکلی تھی۔

آیان کو دیکھ کر وہ خود کو اس کے سحر سے بچا نہیں پائی تھی۔

پیرس میں مانگنے کا یہ ایک نیا رواج ہے۔ لوگ اپنے فن کا مظاہرہ کر کے لوگوں سے داد کی صورت میں پیسے اکٹھے کرتے تھے۔

کاش میں اس انسان سے یہاں نہ ملتی۔ یا پھر کاش یہ مانگنے والا اتنا حسین نہ ہوتا۔

بیلا کے دل نے سرگوشی کی۔

آیان نے گانا ختم کیا۔ پاس بیٹھے ایک نوجوان کو گٹار پکڑا دیا۔ لوگ اسے تالیاں بجا بجا کر داد دے رہے تھے۔ باری باری وہ تمام لوگ اس کے پاس اوندھے منہ پڑی ایک ہیٹ میں پیسے ڈالنے لگے۔

بیلا نے بھی کچھ پیسے ہیٹ کی نظر کیے۔

جیسے ہی وہ پیسے رکھ کے مڑی آیان وہاں سے جا چکا تھا۔

مطلب وہ کوئی بھکاری نہیں تھا۔ وہ بس کسی کی مدد کر رہا تھا۔

بیلا کے دل پر ایک ٹھنڈی پھوار پڑی۔

اس دن سے لے کر آج تک وہ آیان کے عشق کے طلسم سے نکل نہیں پائی۔ آخر کار وہ اسے اپنی ہی یونیورسٹی میں نظر آ گیا تھا۔ وہ اسکا کلاس فیلو بننے جا رہا تھا۔

بیلا اپنی محبت سے ایک قدم دور تھی بس۔

مگر آیان نے اس خوبصورتی کی مورت کو ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔

بیلا کے لیے اب یہ عشق جنگ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ وہ ہر حال میں آیان ان کے دل تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

'یار کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔ تم کیوں اس لڑکی کو تنگ کری جا رہے ہو۔ وہ بیچاری سارا دن تمہارے آگے پیچھے پھرتی ہے۔ مگر تم ہو کہ اسے گھاس تک نہیں ڈالتے۔

'رالف تم خود بتاؤ میں ایک بکری کو گرل فرینڈ کیسے بناؤں۔

کیا مطلب تم بیلا کو بکری کہہ رہے ہو؟

رالف نے ناسمجھی سے آیان کو دیکھا

'تم نے ہی تو کہا کہ میں اسے گھاس نہیں ڈالتا۔ تو گھاس تو بکریاں ہی کھاتی ہیں۔

آیان نے بچے کی طرح معصوم منہ بنا کر کہا۔

'شرم کرلو کچھ۔ اتنی خوبصورت اور ذہین لڑکی کو تم بکری کہہ رہے ہو۔

رالف چڑھ گیا تھا۔

'اچھا اگر بکری تمہیں نہیں پسند تو گائے یا بھینس کہ لیتے ہیں۔ مگر یار ایک مسئلہ ہے۔ وہ گائے یا بھینس کے سائز میں فٹ نہیں آئے گی۔

آیان اپنی بات پر خود ہی مسکرا اٹھا۔ جبکہ رالف شدید غصے میں تھا۔

وہ دونوں اب نوٹس بورڈ کی پاس پہنچ چکے تھے۔

تم نے اسائنمنٹ جمع کروادی۔

رالف نے پوچھا۔

'اوہ شٹ میں بھول گیا زیان آیا ہوا تھا نا۔۔یار اب کیا کروں۔

اسنے ماتھے کو چھوا

آیان کبھی لاپرواہ نہیں تھا۔ مگر زیان کے سامنے اسے دنیا کی ہر چیز بے معنی لگتی تھی۔

'تمہارے جیسے انسان کے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔اب تم پرو موٹ ہو کے دکھانا مجھے۔

'عجیب دوست ہے تو۔ مشکل میں بھی میں ہوں اور تم الٹا مجھے ہی سنا رہے ہو۔

'اچھا اچھا اب لڑکیوں کی طرح رونے نے بیٹھ جانا۔ایک ایڈیا ہے۔

کیا؟

رالف کی بات پہ وہ فوراً چہکا۔

'بیلا کی برتھڈے پارٹی۔۔۔۔۔

اگلی بات وہ اپنے شاطر دماغ سے خود ہی سمجھ گیا تھا۔

20

وہ اب مزید فائلز میں سر نہیں کھپا سکتا تھا۔وال کلاک پہ چھوٹی سوئی نے دو کا ہندسہ پار کیا تھا۔

جانتا تھا کہ دل پہ بوجھ ڈالو تو دل ہتھے سے اکھڑ جاتا ہے۔اور یہ بھی جانتا تھا کہ کبیر کے دل کا سکون اسی کے کمرے کی دیوار کے ساتھ دوسرے کمرے میں سوئی نار من کے دیدار میں ہے۔

اسے دیکھیں بغیر جس کا دن نہیں چڑھتا تھا وہ بھلا رات اسے دیکھے بغیر سو کیسے جاتا۔

وہ دبے پاؤں بالکونی کے راستے اس کے کمرے میں آیا ہیٹر نے کمرے میں گرمائش سے کر رکھی تھی۔

بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑے لیمپ کی روشنی اسکے چہرے کو اور بھی حسین کر دیتی تھی۔

میں جب بھی تمہیں اس مدھم سی روشنی میں دیکھتا ہوں مجھے لگتا ہے دنیا کے تمام جگنو صرف تمہارے حسن کے صدقے میں اتارے گئے تھے۔تم سو رہی ہو جبکہ تمہاری سانسوں میں بجتے ساز سن کر میرا دل مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں بلھے شاہ کے رقص پہ بیعت کر لوں۔

وہ دائیں طرف کروٹ لیے اپنے کندھے پہ سر رکھے سو رہی تھی۔

وہ وہی زمین پہ اسی کے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھ گیا تھا۔

نہ چھونے کی ضد تھی نہ طلب کی چاہ وہ تو بس دیدار کا سوداگر تھا۔ بدلے میں جان دینے کو بھی تیار۔

وہ اکثر رات میں کئی کئی گھنٹے اس کے سرہانے بیٹھا رہتا وہ پر سکون سوتی رہتی۔

یہ کیسا عشق تھا دونوں کا۔ نہ لفظوں کا محتاج نہ کسی لمس کا شیدائی بس عقیدت ہی عقیدت تھی۔

وہ مزید وہاں بیٹھتا تو شاید پتھر کا ہو جاتا۔ کلاک کی سوئی ساڑھے تین کا ہندسہ چھونے والی تھی۔ وہ ایک ہی نظارہ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے لگاتار دیکھ رہا تھا۔

وہ کروٹ بدلتی تو وہ اٹھ کے اس کا تکیہ اس کا لحاف درست کرتا۔ اسکے بال سہلاتا وہ کسی معصوم بچے کی طرح پر سکون سوئی رہتی۔ اب اسے ڈراؤنے خواب بھی نہیں آتے تھے۔ ہوسٹل کے کمرے میں وہ کبھی اس سکون سے نہیں سو پاتی تھی جیسا سکون اسے ویک اینڈ پہ اس کمرے میں ملتا تھا۔

"ایک رات ہے جو تجھے میرے پاس رکھتی ہے

ورنہ دن میں ہم کہاں تم کہاں اور غم کہاں"

(ص ف ا)

زیان بک سٹور پہ مسلسل بک ریکس میں سے کوئی بک ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔

سیل گرل بھی اپنا مخصوص لباس وائٹ شرٹ اور میرون منی سکرٹ پہنے اسکی مدد میں لگی ہوئی تھی۔

'ایم سوری سر میں بک ڈھونڈ نہیں پا رہی۔ دراصل آج میرا یہاں دوسرا دن ہے۔ مجھے ابھی اتنی پہچان نہیں ہے یہاں شیلفس کی۔ میرا کولیگ بس آدھے گھنٹے میں آتا ہو گا۔ آپ تب تک ویٹ کر لیں پلیز۔

وہ لڑکی بھی اب اکتا گئی تھی۔

'نہیں میں ویٹ نہیں کر سکتا۔ آپ وہ بک ڈھونڈ دیں۔ میں کل صبح لے جاؤں گا۔

زیان نے اپنی شفاف آنکھیں اس لڑکی پر مرکوز کر کے کہا۔ اور چلا گیا۔

وہ لڑکی دور تک اسے جاتے دیکھتے رہی۔کاؤنٹر کے پاس کھڑی دو لڑکیوں نے بھی دور تک اسکے چوڑے شانے حسرت سے دیکھے تھے۔

زیان سفیر کے پاس یہ ہنر تھا کہ اس کے جانے کے بعد بھی لوگ اس کے سحر میں رہتے تھے۔اسکی پرسنلٹی اسکا چارم کسی پتھر کو بھی زبان دے سکتا تھا۔

آیان رالف کے ہمراہ بیلا کہ گھر میں موجود تھا۔

برتھ ڈے پارٹی کسی نائٹ کلب کا منظر پیش کر رہی تھی۔ ویٹر ڈرنکس سرو کرنے میں مصروف تھے۔ سامنے ٹیبل پر بالکل درمیان میں ٹرپل سٹوری بڑا سا کیک موجود تھا۔ اس کے ہمراہ چند چھوٹے چھوٹے کیک کبھی موجود تھے۔

بیلا پنک کلر کی بیک لیس لمبی سی فراک پہنے ہر طرف سے برتھ ڈے وشز وصول کر رہی تھی۔ اس کی نظر جیسے ہی آیان پر پڑی اس کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ آئی۔

'سالگرہ بہت بہت مبارک ہو بیلا۔

آیان نے چھوٹا سا گفٹ پیک اس کی طرف بڑھایا۔

'شکریہ تمہارا آنا ہی میرے لئے کافی تھا۔

بیلا نے جھجکتے ہوئے اس سے گفٹ وصول کیا۔

'پارٹی کافی شاندار لگ رہی ہے۔

'تھینکس۔اور میں؟

بیلا کے اس بے باک انداز پر وہ زرا سٹپٹا گیا۔

وہ واقعی میں آج کسی فیری ٹیل کی پرنسز لگ رہی تھی۔

آیان مزید اسے اپنی نظروں کے حصار میں نہیں رکھ سکا۔تو نظریں جھکا لیں۔

'تم بھی اچھی لگ رہی ہو۔

اس کے اس طرح نظریں جھکا کر تعریف کرنے پر بیلا کو اپنی دھڑکنے بے ترتیب محسوس ہوئی۔اب تک اس نے لوگوں کو خود پہ ہوس ذدہ ہی دیکھا تھا۔مگر یہ پہلا انسان تھا جس نے اس کی تعریف کیلئے نظریں جھکالی تھیں۔

اس کی روح تک محبت سے سرشار ہو گئی تھی۔

'وہ مجھے ایک کام بھی تھا تم سے۔

'کیا کام ہے آیان۔۔۔

بیلا نے اسے حیرت سے دیکھا

کہاں وہ اس سے بات بھی نہیں کرتا تھا۔اور آج اس سے فرمائش کرنے آگیا تھا۔

'میں اپنی اسائنمنٹ جمع نہیں کروا سکا تھا۔اب تو لاسٹ ڈیٹ بھی گزر گئی ہے۔اس لیے میں نے سوچا۔۔۔۔۔۔

'تو تم چاہ رہے ہو کہ میں تمہاری اسائنمنٹ بابا تک پہنچا دوں۔

آیان نے ابھی بات بھی مکمل نہ کی تھی اس سے پہلے ہی بیلا بول پڑی۔

آیان نے پوری آنکھیں کھول کر کندھے اچکائے اور ہاں میں سر ہلایا۔

'ٹھیک ہے۔کام ہو جائے گا۔ مگر اس میں میرا کتنے کا فائدہ ہو گا۔؟

بیلا مسکرا کے بولی۔

'جو تم چاہو۔۔۔

'کیا تم میرے لیے کوئی گانا گا سکتے ہو۔۔۔۔

'اس کے علاوہ کوئی اور شرط نہیں ہے۔۔۔

نہیں۔۔۔

بیلا کس طرح بولی جیسے وہ اس پر حکمران بنی بیٹھی ہو۔

اوکے۔۔۔۔

آیان ناچاہتے ہوئے بھی ڈی جے فور کی طرف مڑ گیا۔

بیلا کیلئے یہ برتھ ڈے پارٹی اس کے زندگی کی حسین پارٹی تھی۔

21

'مجھے امید ہے آپ کو بک مل گئی ہو گی۔۔۔

زیان اگلی صبح پھر سے بک شاپ پر موجود تھا۔

'آپ کی گرل فرینڈ تو وہ بک کچھ دیر پہلے ہی لے گئی ہیں۔

'واٹ ربش۔۔۔ آپ میرے ساتھ مذاق کر رہی ہیں۔

زیان کے غصے سے بولنے پر وہ لڑکی ڈرتے ڈرتے بولی۔

'سر انہوں نے کہا تھا کہ وہ آج آپ کو پرو پوز کرنے والی ہیں اور گفٹ میں آپ کو یہ بک دیں گی۔

لڑکی آس پاس دیکھتے ہوئے بولی۔

'یا اللہ مجھے صبر دے۔ مطلب حد ہو گئی ہے یار۔ پاگل ہیں آپ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔

مگر سر وہ تو۔۔۔۔۔۔

لڑکی کی گھبراہٹ سے بولتی بند ہو گئی۔

'بھاڑ میں جائیں۔۔۔۔

وہ غصے سے کہتا گھڑی پر ٹائم دیکھتا سٹور سے باہر نکل گیا۔

وہ پیرس سے دبئی نہیں گیا تھا بلکہ وہ اس وقت آذربائیجان میں موجود تھا۔ یہاں سے وہ دبئی جانے والا تھا۔

کیب لے کے وہ ایئرپورٹ پہنچا۔ فلائٹ میں کچھ وقت درکار تھا۔ وہ موبائل پہ آنکھیں جمائے بیٹھا تھا جب ایک خوبصورت لڑکی اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔

اس نے آبرو اچکا کے اسے دیکھا۔

'وہ میرے سے سامنے فریزر میں سکہ نہیں ڈل رہا۔ کیا آپ میری مدد کر دیں گے۔ پلیز

وہ پہلے ہی تپا ہوا بیٹھا تھا۔ لڑکی کی فرمائش پر اسے مزید غصہ آیا۔ مگر اس کی تربیت اس کے آڑے آگئی اور وہ مدد کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے سکہ ڈالا بہت آرام سے کوک کا کین باہر آگیا۔ زیان نے وہ کین اٹھایا اور لڑکی کی طرف بڑھا دیا۔

'تھینکس۔۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں نا۔

لڑکی اس سے کین پکڑتے ہوئے بولی۔

وہ بولا کچھ نہیں مگر آبرو اچکا کہ دیکھا تھا بس۔ جیسے کہہ رہا ہو

'مطلب۔۔۔۔

'وہ لڑکا کہہ رہا تھا کہ اس میں کرنٹ ہے۔ اس لیے میں نے آپ کی ہیلپ لے لی۔

لڑکی نے سامنے ایک پندرہ سال کے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سامنے ایک موٹو سا لڑکا بیگل کھانے میں مصروف تھا۔ ساتھ کبھی کبھی جوس کا گھونٹ بھرتا۔ ساتھ ہی بینچ پہ عورت بیٹھی تھی۔ جو اس موٹے لڑکے کو گھوریاں ڈال رہی تھی۔

شاید اسے ڈر تھا کہ اگر وہ لڑکا مزید کھائے گا تو پھٹ جائے گا۔

زیان کو اسکے لو تھڑے آس پاس دیواروں پہ گرتے محسوس ہوئے۔ اس کو جھرجھری سی ہوئی اور وہ حقیقت کی دنیا میں واپس آیا۔

'تو مطلب آپ مجھ پر ٹیسٹ کر رہی تھیں۔ اگر اس میں کرنٹ ہوتا تو۔۔۔۔

وہ ٹھیک ٹھاک جنجھلا گیا تھا اب۔

'تو میں بہت ساری چیخیں مارتی۔۔۔۔

'آپ کی چیخوں سے کرنٹ رک جاتا ہے کیا؟

'ارے نہیں میرا مطلب ہے کہ میری چیخیں سن کے بہت سے لوگ آپ کی مدد کے لیے آجاتے۔

وہ بچوں کی طرح طرح بار بار پلکیں جھپک رہی تھی۔

'اور آپ صاف بچ جاتیں۔۔۔۔۔

زیان جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے فرصت سے دیکھ رہا تھا۔

پھر بہت ضبط کرتے ہوئے بولا۔

لڑکی اب کسی معصوم بچے کی طرح مسکرا رہی تھی۔

'اپنا علاج کروائیں آپ۔۔۔۔ آپ کو ایک سائیکیٹرک کی شدید ضرورت ہے۔ آپکا یوں باہر کھلے عام گھومنا لوگوں کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔

وہ اسے نصیحت کرتا ڈیپارچر روم کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ لڑکی زمین کو کچلتی موٹے لڑکے کی طرف بڑھ گئ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دانین بھی کبیر کے ہوٹل کی افتتاحی تقریب میں جانا چاہ رہی تھی۔ مگر بہزاد صاحب کے منع کرنے پر وہ سخت غصے میں کمرہ لاک کیے بیٹھی تھی۔

اس نے سفارش کے لیے کبیر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ مگر۔۔۔۔۔۔۔

'افففف دانین بچے سمجھو میں خود دو دن میں واپس آ رہا ہوں۔ تم دو دن میں کیا کر لو گی یہاں۔ ویسے بھی یہاں کا سارا کام انکل دیکھیں گے۔ ہم پھر کبھی آ جائیں گے یہاں بہار کی چھٹیوں میں۔

'نارِ من بھی تو جا رہی ہے۔۔۔

'تو اصل قصہ یہ ہے۔

کبیر کو مائنڈ ٹریس کرنا اچھے سے آتا ہے۔

'پاگل اسکو کوڈ گری ملی ہے۔ بِگ ایچیومنٹ۔ تم بھی ڈگری لے لو پھر تمہیں بھی دو دن کی چھٹیوں پر بھیج دیں گے کہیں۔

کبیر مسکرا کے بولا۔

دانین کو اس بار اس کا مسکرانا پسند نہیں آیا تھا۔

اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔

وہ ایک سرد انسان تھا۔ مگر دانین کی جیلسی ہمیشہ انجوائے کرتا تھا۔

زیان جہاز میں اپنی مطلوبہ سیٹ ڈھونڈ کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اچھل کے پیچھے ہوا۔

جیسے کوئی ویمپائر دیکھ لیا ہو

'آپ یہاں بھی مجھے ڈانٹنے آ گئے ہیں۔ مدد کیا کر دی آپ نے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں میرے۔

'میرے فرشتوں کو بھی اگر علم ہوتا کہ تم یہاں بھی آ جاؤ گی تو میں فلائٹ ہی کینسل کروا دیتا۔

وہ لڑکی رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔

زیان نے تاسف سے اسے دیکھا۔ کچھ دیر پہلے ائیر پورٹ پہ ہونے والا واقع پھر سے یاد آیا تھا۔

لڑکی نے بیگ سے ایک کتاب نکالی اور اس کے صفحے الٹنے لگی۔

یہ وہی کتاب تھی جو وہ پچھلے کچھ دنوں سے ڈھونڈ رہا تھا۔ یہ کتاب لمیٹڈ ایڈیشن میں پبلش ہوئی تھی۔ کچھ مخصوص لوگ ہی اسے اب تک خرید سکے تھے۔

'یہ بک آپ کی ہے۔۔۔۔۔

وہ پوچھنے سے خود کو روک نہ سکا تھا۔

'جی میرے پاس ہے تو میری ہی ہو گی۔۔

'ہمممم۔ ظاہر ہے آپ کی ہی ہو گی۔

ائیر ہوسٹس اپنے مخصوص ڈریس میں مسافروں کی مدد کر رہیں تھیں۔ان میں سے ایک مسکراتی ہوئی زیان کے پاس آئی مگر زیان کی سرد مہری عروج پہ تھی۔وہ پہلے ہی پیٹی باندھ چکا تھا۔

'کیا آپ یہ بک مجھے بیچ سکتی ہیں؟

لڑکی نے آنکھیں گھما کر اسے دیکھا۔

'نو چانس۔۔۔۔۔

سرد مہری کا جواب دوٹوک ہوتا ہے۔زیان سمجھ گیا تھا

'دراصل میں کافی دنوں سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میں نے آذربائیجان کے سب سے بڑے بک سٹور سے یہ بک آرڈر بھی کروائی تھی۔ مگر بد قسمتی سے کوئی اور میرے نام پہ سٹور والوں کو چونا لگا کر بک لے اڑا۔

لڑکی اس کی بات سن کر کھل کے مسکرائی۔

22

جیسے جیسے زیان اسے کتاب والی کہانی سنا رہا تھا وہ مسلسل ہستی جا رہی تھی۔ اچانک اس لڑکی کا قہقہہ اتنا بلند ہوا کے آس پاس کے کچھ لوگوں نے بھی اسے حیرانی سے دیکھا۔

زیان کے ماتھے پر ہلکی سی تیوری ابھری۔

'ایم سوری۔۔سوری

بائے دا وئے میرا نام آویزا ملک ہے۔۔مل کے خوشی ہوئ۔

اس نے اپنا ہاتھ زیان کی طرف بڑھایا۔

آویزہ اپنی مسکراہٹ کو بامشکل کنٹرول کر پا رہی تھی۔

'میرا نام زیان سفیر ہے۔کاش میں بھی آپ سے یہ کہہ پاتا کہ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔

اس نے اسی سرد لہجے سے آویزا کا ہاتھ تھاما تھا۔

آویزا نے اسے گھور کے دیکھا۔اور اپنی کتاب واپس پڑھنے میں جت گئی

'آپ نے بتایا نہیں۔کیا آپ یہ کتاب مجھے بیچ سکتی ہیں۔؟

'اچھا تو کیا آپ بہت امیر ہیں۔؟

'اب اس سوال کا کیا مطلب ہوا؟اتنا امیر تو ہوں ہی کہ یہ کتاب خرید سکوں۔

زیان کے ماتھے کے بل ابھی بھی کم نہیں ہوئے تھے۔

'امیر ہونا اچھی بات ہے۔مگر کیا آپ علم خرید سکتے ہیں؟اتنے امیر ہیں آپ؟واہ

آویزا کی نظریں ابھی بھی کتاب پر ہی تھیں۔

'مجھے یہ کتاب پڑھنے کے لیے چاہیے۔میں یہاں آپ سے کوئی بزنس ڈیل نہیں کر رہا مس۔جو آپ حساب کتاب میں پڑ گئی ہیں۔

زیان نے تلخی سے جواب دیا۔

'ٹھیک ہے۔۔

ایک منٹ۔۔۔

یہ لو یہاں اپنا ایڈریس لکھ دو۔میں بک ختم کر کے تمہیں پارسل کر دوں گی۔

آویزا نے کتاب کا آخری خالی صفحہ اس کی طرف بڑھایا۔

زیان کو لگا وہ مذاق کر رہی ہے۔ بھلا اتنی قیمتی کتاب بھی کوئی کسی کو ایسے ہی دے سکتا ہے۔ وہ بھی کسی انجان بندے کو۔

'اب سوچ کیا رہے ہو۔ لکھ دو اپنا ایڈریس۔

یہ لو پین بھی میں ہی دے دیتی ہوں۔

آویزا نے زیان کو حیرت میں گم دیکھتے ہوئے پین اس کی طرف بڑھایا۔

زیان نے جلدی سے اپنا ایڈریس لکھ دیا۔

'اہووووو۔۔تو تم پاکستان سے ہو؟

آویزاں نے کتاب کے آخری صفحے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

'ہاں۔۔کیا تم بھی پاکستان سے ہو۔؟

'نہیں میرے بابا پاکستان سے تھے۔میری تو امی یہیں کی تھیں مطلب پیدا یہاں ہوئیں۔مگر میرے نانا نانی پاکستان سے تھے۔۔ان کی ڈیتھ ہو گئی تو بابا نے دوسری شادی کر لی۔اور اب میں اپنی سوتیلی ماں اور بھائی سے چھپ کے اپنے دوستوں کے پاس دبئی جا رہی ہوں۔

آویزہ تو شاید تیار بیٹھی تھی کہ کوئی اس سے پوچھے تو مکمل کہانی ہی سنا ڈالے۔

'ہمممم۔اچھا!

اسے جیسے اس کی سٹوری میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوئی تھی۔

زیان اپنے لیپ ٹاپ پر ایک بلڈنگ کے خاکے میں کچھ تبدیلیاں کر رہا تھا۔

'ایک منٹ۔۔تمہیں پارکنگ لاٹ اس طرف بنانا چاہیے۔

'وجہ۔؟

آویزا کی بات پر زیان نے اسے نا سمجھی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

'کیونکہ یہ ایریا زیادہ کھلا ہے۔اور ہے بھی انٹرس کے پاس۔

میں اگر غلط نہیں ہوں تو یہ کسی شاپنگ سینٹر کی بلڈنگ ہے۔تو لوگ جب شاپنگ کرنے آتے ہیں۔تو اکثر ان کو پارکنگ لاٹ سے چل کر مین تک آنے میں مشکل ہوتی ہے۔

اور بہت سے لوگ پارکنگ لاٹ میں ویٹ کرنے کے لئے بھی رک جاتے ہیں۔اس لیے یہ ایریا ذرا کھلا اور ہوادار ہونا چاہیے۔

زیان اب واقعی میں ایمپریس ہوا تھا۔وہ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

'میں ایک ارکیٹیکٹ ہوں ویسے۔کچھ ہی وقت گزرا ہے مجھے ڈگری ملے ہوئے۔

زیان کو حیرت زدہ دیکھ کر آویزا نے مسکرا کے کہا۔

کچھ خاص تھا اس لڑکی میں۔وہ صرف خوبصورت ہی نہیں تھی بلکہ اس کے پاس باکمال دماغ بھی تھا۔

وہ جب بلڈنگ کے بارے میں بتا رہی تھی تو اس کی آنکھوں میں ایک ارادہ چمک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کچھ بننے کی لگن تھی۔ وہ کہیں پہنچنا چاہتی تھی کسی بہترین منزل پہ۔

زیان کو یہ لڑکی بھا گئی تھی۔ وہ اسکے چہرے کے ایک ایک نقوش کو حفظ کر لینا چاہتا تھا۔

23

کبیر کے ہوٹل کا افتتاح ہو چکا تھا۔ وہ اسٹیج پر کھڑا وہاں موجود لوگوں سے داد وصول کر رہا تھا۔

نار من اسے ستائشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے لانگ نیٹ کی سفید میکسی ظرز کی فراک پہنی ہوئی تھی۔ گلازر اڈیپ تھا۔ اسے کور کرنے کے لیے براڈ نیکلیس پہن رکھا تھا

کبیر کے گلے میں جھولتی ٹائی دیکھ کر وہ اندر تک سرشار ہو گی تھی۔نار من نے اسے یہ ٹائی گفٹ کی تھی۔ جیل سے کالے بالوں کو نفاست سے سیٹ کیا ہوا تھا۔نیوی بلو تھری پیس وائٹ شرٹ کے ساتھ اس کی شخصیت کو مزید ابھار رہا تھا۔

*نار من دو دن پہلے کے مناظر یاد آئے۔

'تو آپ کیا پہنیں گے پھر۔۔۔۔اتنا بڑا دن ہے کچھ سپیشل ہونا چاہیے۔

'ابھی کچھ پلین نہیں ہے۔تم دیکھ لو اگر کچھ مناسب ملتا تو وہی پہن لوں گا۔

وہ دونوں کبیر کے کمرے میں موجود تھے۔کبیر اسے پروجیکٹ دکھا تھا۔

وہ بناوقت ضائع کیے اسکی وارڈروب میں گئ اور سوٹ پسند کیا وائٹ شرٹ نیوی بگیو پینٹ کوٹ۔

'اچھی چوائس ہے اور ٹائ۔؟

'وہ آپکو میں گفٹ دوں گی۔

وہ چہک کے بولی

'اچھا ویسے گفٹ سرپرائز ہونے چاہیے۔

وہ مسکرا کے بولا تھا

'ہاں ہونے تو چاہیے مگر مجھے راز رکھنے نہیں آتے۔

'یہ تو بہت بری بات ہے۔ جو اپنے راز کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ خود کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا۔

'میں اپنی حفاظت کیوں کرو۔ آپ ہو نہ میرے لیے۔

وہ پاس پڑے صوفے پہ لیٹنے کے سے انداز میں بیٹھی تھی۔

'میں ابھی ہوں۔ اور اگر کبھی نہ ہوا تو؟

وہ اسکے سامنے میز پہ آ بیٹھا تھا

'آپ ہمیشہ ہوں گے۔ جب تک میں ہوں گی۔

وہ سیدھی ہو کے بیٹھی تھی۔وہ اسکے کافی قریب تھا اب۔

'لڑکی کو اپنی حفاظت خود کرنی آنی چاہیے۔میں چاہتا ہوں نار من اتنی مضبوط بنو کی حالات تمہیں کنٹرول نہ کر سکیں۔تم اپنا راستہ خود ڈھونڈ سکو اکیلے بنا کسی کی مدد کے۔

'تو آپ بھی مجھے چھوڑ دیں گے۔

اسکی آنکھیں نم ہوئ تھیں۔

'وقت سے ضد نہیں لگاتے۔مگر وقت سے ریس لگانے والے زمانے کی دوڑ بھی نہیں دیکھتے۔تم بھاگ بھی رہی ہو۔اور جیت بھی نہیں رہی۔۔۔۔

ایسے تو تم تھک جاؤ گی۔

وہ فکر مند سا نظر آ رہا تھا

'نہیں میں وقت سے آگے نکلنا نہیں چاہتی۔ میں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اپنی ہاری ہوئی ریس سیلیبریٹ کرنا زیادہ پسند کروں گی۔

وہ مسکرای تھی زہرہ خندہ سی مسکراہٹ

'اوکے۔ ایزیو وش۔

وہ جانتا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے ہمیشہ آگے بڑھ جانے والوں کی راہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

* دنیا میں کروڑوں انسان ہیں۔ ہر کوئی اپنے ہنر میں باکمال ہے۔ ہر کسی کے پاس کوئی نا کوئی نظر نہ آنے والی قوت موجود ہوتی ہے۔ پھر انسان صرف کسی ایک انسان کے لیے ہی کشش کیوں محسوس کرتا ہے۔ اس کی تمام تر اچھائیوں برائیوں کو پس پشت ڈال کر اس پر اپنے تمام من پسند جذبات نچھاور کر دیتا ہے۔ یہ سوچے بغیر کہ اس کے جذبات کو پذیرائی ملے گی یا پھر روند دیے جائیں گے *

موجودہ دن۔۔۔۔

پارٹی کے اختتام پر وہ اسی ہوٹل میں کبیر کے ساتھ بیٹھی تھی۔ سامنے بڑے سوئمنگ پول میں چاند زمین پر اترا ہوا نظر آتا تھا۔

'کیسا لگا تمہیں ہوٹل!

کبیر نے اس سے پوچھا

'ہمیشہ کی طرح خوبصورت۔۔

نار من نے مسکرا کے جواب دیا۔

'کوئی کمی بیشی۔۔۔۔

'نہیں۔۔۔بس لان کو مزید ہرا بھرا ہونا چاہیے۔

وہ ذرا دھیرے سے بولی۔

'ہو جائے گا۔۔

کبیر نے دوٹوک بات کی۔اور کافی کے سپ لینے لگا۔

وہ اداس لگ رہی تھی کبیر اسے مزید باتوں میں الجھانا نہیں چاہتا تھا۔

'آپ نے کہا تھا اللہ توکل کرنے والوں کو کبھی گرنے نہیں دیتا۔

نار من کچھ وقفے کے بعد بولی۔

ہاں بے شک۔

کبیر میں نے کافی کا مگ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

'مگر میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جن کے اعمال میں کوئی لغزش نہیں تھی۔ پھر بھی زندگی نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

'ہم کسی کے اعمال کی ضمانت کیسے دے سکتے ہیں۔؟

'مطلب کچھ لوگ ہوتے ہیں پارسا، نیک صفت، اللہ سے ڈرنے والے

'ہاں اچھا چلو ہم ایسے بات کرتے ہیں۔ایک کلاس میں کیا سب ہی سٹوڈنٹ فرسٹ پوزیشن لے سکتے ہیں؟

نہیں۔۔۔

نار من کو یہ لاجک سمجھ نہیں آیا تھا۔

پوزیشن کونسے طلباء کے حصے میں آتی ہے؟

کبیر نے ایک اور سوال کیا۔

جو لوگ زیادہ محنت کرتے ہیں۔۔۔

نار من نے جھٹ سے جواب دیا

ایگزیکلی۔

تو آپ کا سوال تھا کہ اگر سب طلباء ہی ایک جیسی محنت کر لیں پھر پوزیشن کیا سب کو مل جائے گی؟

'نہیں۔۔۔تب بھی پوزیشن صرف تین لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ

اور کبھی کبھی بچے کی کارکردگی دیکھ کر اس کا دل رکھنے کے لیے فورتھ پوزیشن بھی دے دی جاتی ہے۔جب کہ وہ کہیں کاؤنٹ بھی نہیں ہوتی۔

نظام قدرت بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔

فرسٹ پوزیشن والے کی محنت کبھی بھی سیکنڈ رینک والے کے برابر نہیں ہو سکتی۔

کیونکہ ان میں لگن اور جنون کا فرق ہوتا ہے۔ہو سکتا ہے ان کی محنت میں کوئی کمی نہ رہی ہو مگر ان میں 'چاہ' کی کمی ہو سکتی ہے۔

جنون والے چاہ کے بھٹی میں تپ کر کندن بن چکے ہوتے ہیں انہوں نے ٹاپ پے پہنچنے کے لئے جان توڑ کوشش کی ہوتی ہے۔

جبکہ سیکنڈ اور تھرڈ والے بعض دفعہ نمبر حاصل کرنے کے لیے ہی محنت کر رہے ہوتے ہیں۔

'کیسے پتا چلتا ہے لگن سچی تھی۔چاہ میں کمی نہیں تھی۔

کبیر کی وضاحت ابھی بھی نار من کے لیے شاید کافی نہیں تھی۔

'محبت، چاہت، اپنائیت، لگن ناپنے کا تو آج تک کوئی پیمانہ بنا ہی نہیں۔بس حالات اور واقعات ثابت کر دیتے ہیں کہ سچ میں چاہا گیا تھا یا پھر بس دکھاوا ہوا تھا۔

کبیر کی اس بات پر نار من کو منکشے یاد آئی جو اسے مسلسل قائل کر رہی تھی تھی کہ وہ اپنے دل کی بات کبیر کو بتادے۔

'کیا محبت ثابت کرنی پڑتی ہے؟ کیا جذبات کا اظہار لفظوں سے ہونا ہی ضروری ہے۔

'نہیں۔۔۔ مگر ہم کئی دفعہ غلط وقت پہ صحیح انسان پر، اور کئی دفعہ صحیح وقت پہ غلط انسان پر اپنی توانائیاں خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔

ہر انسان کے لئے ہر چیز نہیں بنی ہوتی۔ خاص چیزیں خاص لوگوں کے لئے بنی ہوتی ہیں۔ خاص ہونے کے لیے عام ہونے کا سفر بھی طے کرنا پڑتا ہے جو کمایا ہوا سے بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ جو ہاتھ میں ہو اسے بھی لوٹانا پڑتا ہے۔

جیسے روٹی کا نوالہ تب تک منہ میں نہیں جاتا جب تک ہاتھ میں ہو۔ اور ہاتھ میں تب تک رہنا چاہیے جب تک اسے کوئی سائل مانگ نہ لے۔

اپنا پیٹ نہ دیکھو۔ اور نہ ہی اگلے کا مقام دیکھو۔ بس یہ دیکھو نوالہ دینے والی ذات کو پتا ہے کہ تم بھی بھوکے ہو پھر بھی وہ تمہارا امتحان لینے پر کیوں تلا ہے؟

مگر امتحان کا نتیجہ دیکھنے کے لئے ہمیں خود بھوکا رہنا پڑتا ہے اپنے حصے کا بھی دینا پڑتا ہے۔

ہو سکتا ہے ہماری بھوک ہمیں امتحان میں سرخرو کر دے۔

کبیر نے مسکرا کے بات ختم کی۔

'آپ سے بات کر کے تمام وسوسے غائب ہو جاتے ہیں۔ اپنا آپ ہلکا ہلکا لگنے لگتا ہے۔

نار من نے اسے داد دی تھی۔

وہ زرا مسکرایا۔

وہ زات ہے ہی ایسی اسکی باتیں سکون دیتی ہیں۔ اسکا نام ڈھارس بندھاتا ہے۔

وہ آسمان کی ظرف دیکھتے ہوئے بولا۔

آپ اللہ کے اتنا قریب کیسے ہوئے۔؟

نار من کے سوال پہ وہ اب زرا سنجیدہ ہوا۔

تمہیں اُمِ حانم آنٹی یاد ہیں؟

24

'جی یاد ہے کیسے بھول سکتی انکو۔ماں نہیں تھیں ناوہ ہماری اس لیے چھوڑ گئیں۔

'ہم قرآن پاک پڑھتے تھے ان سے۔

وہ جانتا تھانار من انکو معاف نہیں کرے گی۔

'انہوں نے مجھے صرف قرآن پاک ہی نہیں پڑھایا۔ بلکہ مجھے ہمارے مذہب اسلام کے صحیح معنی بھی سکھائے۔

بالکل ویسے ہی جیسے ایک مسلمان ماں اپنے بچے کو سکھاتی ہے۔

کبیر کی آواز میں چھپی اداسی نار من کو واضح نظر آئی۔

کبیر اور اسکا دکھ بالکل ایک جیسا تھا۔ دونوں نے اپنی عظیم ہستیوں کو کھو دیا تھا۔

ماں باپ کے سائے سے محروم بچے

sympthy seeker

ہمدردی تلاشنے والے بن جاتے ہیں۔

ایسے بچے پھر خود کو بہترین ثابت کرنے کے لئے تمام عمر خود سے ہی جنگ لڑتے رہتے ہیں۔ تاکہ انہیں دوسروں کی توجہ ملتی رہے۔ وہ اپنے ماں باپ کی کمی دوسرے رشتے داروں کی ہمدردی سے کوراپ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کبیر کی زندگی میں اُمِ حانم اور مسز عابیش نے یہی کہ دار ادا کیا تھا۔

آیان اور بیلا کلاس میں بالکل ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ پروفیسر صاحب بالمعمول لیکچر دینے میں غرق تھے۔

'کیا ہم شام میں باسکٹ بال کورٹ چلیں۔؟

بیلا نے نوٹ بک پر تحریر لکھ کے آیان کے سامنے کی۔

'وہاں کیا ہے؟

آیان نے بھی جواب اسی سوال کے نیچے لکھ کے دیا۔

'ہارر موووی لگنی ہے وہاں دیکھو گے؟

بیلا نے جواب لکھ کر گھور کے آیان کو دیکھا۔

'دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ تم کسی سینما کی بات کر رہی ہو۔؟

آیان نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

'مجھے لگتا تمہارا دماغ کوئی گھاس وغیرہ چرنے گیا ہوا ہے۔باسکٹ بال کورٹ میں تو لوگ کھیلنے ہی جاتے ہیں

میرے خیال سے۔

'تمہیں باسکٹ بال کھیلنا آتی ہے۔

'تم بس یہ بتاؤ آرہے ہو کہ نہیں؟

بیلا اب اس کے سوالوں سے چڑ گئی تھی۔

'دیکھوں گا۔۔

بیلا نے شدید غصے میں اسی پیج پر بے شمار آڑھی ترشی لائنیں کھینچیں یہاں تک کہ وہ صفحہ پھٹ گیا۔

'تمہارا دماغ واقعی میں الٹ گیا ہے۔

آیان نے اس سے نوٹ بک اپنی طرف کھینچی

بیلا نے بھی مزاحمت دکھائی۔ اور نوٹ بک کو واپس اپنی طرف کھینچا۔

'آپ دونوں کلاس سے خود جائیں گے۔ یا دھکے دے کے نکالا جائے۔

پروفیسر صاحب جو کب سے ان کو اگنور کر رہے تھے آخر کار چلا اٹھے۔

'نہیں سر میں تو خود ہی چلا جاؤں گا۔ آپ ان محترمہ سے پوچھ لیں۔

آیان فوراً اٹھا بیگ بائیں کندھے پر ڈالا۔ اور باہر نکل گیا۔ زرا جو شرمندگی ہوتی اسے۔

کلاس میں بیٹھے تمام اسٹوڈنٹس ہنسنے لگے۔

بیلا وہی حیرت زدہ بیٹھی رہی۔

'آپ کو کیا کوئی خاص پروٹوکول چاہیے مس کلاس چھوڑنے کے لئے؟

پروفیسر صاحب اب بیلا سے مخاطب ہوئے۔

'نن نہیں۔۔۔سوری وہ بکس اٹھاتی شرمندہ سی کلاس سے باہر نکل گئی۔

'اس آیان کا تو میں سر توڑ دوں گی۔

وہ جیسے ہی باہر آئی آیان کیا اس کا تو نام و نشان بھی وہاں نہیں تھا۔

وہ مزید تپ گئی۔

'اگر سر نے بابا کو بتا دیا تو میری شامت پکی۔

بیلا اب رو دینے کو تھی۔جب اس کے موبائل پر میسج موصول ہوا۔

'شام چھ بجے باسکٹ بال کورٹ'۔

دفعہ ہو جاؤ تم۔

اس نے میسج ٹائپ کر کے فورا سے پہلے ریپلائی دیا۔

مگر مقابل کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔

وہ غصہ کنٹرول کرتی کینٹین کی طرف بڑھ گئی۔

25

زیان جیسے ہی پاکستان اپنے گھر پہنچا مسز کبریٰ کے پسینے چھوٹے ہوئے تھے۔

روبوٹ کلینر خراب پڑا تھا۔

وہ سفید رنگ کا سرکولر روبوٹ اپنا ننھا سا وجود لیے اس کے سامنے اوندھے منہ پڑا تھا۔

'زیان بابا وہ نیئ میڈر کھی ہے اسے ابھی اس کو استعمال کرنا نہیں آتا۔

'اگر اسے کچھ پتہ نہیں تھا تو اِسے اس کے حوالے کیوں کیا؟

زیان بہت ضبط کیے ہوئے بول رہا تھا۔ اونچی آواز میں بات کرنا اسکی تربیت میں نہیں تھا۔

'سوری زیان بابا۔ معاف کر دیں۔

'اوکے۔ اگلی بار اگر کسی انجان نے اسے ہاتھ لگایا تو نتائج کی ذمہ دار آپ ہوں گی۔

وہ وارننگ دیتا ہوا چلا گیا۔ سرکولر کلینز اسکے ہاتھ میں ایک زخمی پرندے کی طرح نظر آرہا تھا جسے شدید مدد کی ضرورت ہو۔

تمام ملازم خوف سے کانپ رہے تھے۔

آیان پچھلے پندرہ منٹ سے وہاں بیلا کا انتظار کر رہا تھا۔ مگر اسکا کچھ اتا پتا نہیں تھا۔

وہ شدید کوفت میں بیٹھا تھا۔

'اوسٹرچ کہاں رہ گئی ہو یار۔

وہ پاس پڑے بال کو زور سے ٹھوکر مارتا ہوا بولا۔

'خبردار اگر تم نے مجھے اوسٹرچ کہا!

بیلا نے چلا کے کہا تھا۔

آیان نے رخ موڑ کے اسے دیکھا۔

تو اور کیا کہوں؟'کلیور فاکس'چالاک لومڑی۔

'اور تم خود کیا ہو؟

'ہینڈسم، سمارٹ، ایور چارمنگ کنگ

اس کے بات کرنے کا انداز بہت دلکش تھا۔ بیلا اس کے سراپے کو ٹھہر کے دیکھ رہی تھی۔

وہ ہنستا ہوا سچ میں بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔

اسکی ہسی میں کسی معصوم بچے کی جھلک نظر آتی تھی۔

'ویسے تمہیں پتا ہے میں نے تمہارا نام شُتر مرغ کیوں رکھا؟

کیوں۔۔۔

بیلا ذرا ہڑبڑا کے بولی۔ وائٹ ٹاپ کے ساتھ مسٹرڈ پینٹ۔ اسکو کلر کمبینیشن آتے تھے۔ آیان تعریف کرتا مگر اسے اپنا آپ وہاں مس فٹ محسوس ہوتا تھا۔

'کیونکہ شتر مرغ کی آنکھیں اس کے دماغ سے بڑی ہوتی ہیں۔

وہ پھر سے اب ہسنے لگا تھا۔

'کیا میری آنکھیں تمہیں خوبصورت لگتی ہیں؟

آیان نے زرا الجھ کے اسے دیکھا۔

وہ معصوم سا چہرہ بنائے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

آیان کو اس کا یہ معصوم چہرہ بہت پسند تھا۔

'ہاں تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ یہ لینز پتہ ہے کیسے لگتے ہیں؟

وہ زرا اس کے قریب ہوا۔

بیلا نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو میرا تھن بھاگتے ہوئے محسوس کیا۔

کیسے۔۔؟

وہ بامشکل بول پائی

جیسے شتر مرغ کے انڈے۔۔۔۔

وہ اب زور زور سے ہس رہا تھا۔

بیلا کپکپا کے پیچھے ہوئی۔

'میں تمہارا ساتھ توڑ دوں گی آیان۔

'ہاں جیسے میں تمہارے ہاتھ آ جاؤں گا۔

وہ اب بال اوپر باسکٹ میں ڈال رہا تھا۔

'تم میرے ہاتھ تو کیا میری زندگی میں بھی آؤ گے آیان سفیر۔

وہ سرگوشی کرنے والے انداز میں بولی۔

اور جھپٹ کے آیان سے بال پکڑا۔

وہ اچھی پلئیر تھی۔ آیان کو بال ملنا اب مشکل لگ رہا تھا۔ اوپر سے وہ اس کے لڑکی ہونے کا ذرا لحاظ کر رہا تھا۔

ورنہ باسکٹ بال میں اسے کوئی ہرا نہیں سکتا تھا۔

ـــــــــــُ

26

نارِمن ناشتے کے بعد سیدھی اپنی کمرے میں آگئی تھی۔اسے کبیر کے ساتھ ہونے والی گفتگو رہ رہ کر یاد آ رہی تھی۔

'کیا وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ میں توکل والوں میں فرسٹ نہیں آسکتی؟

یا ان کو میری چاہت نظر نہیں آتی؟۔یا پھر وہ مجھے بھی اذیت کی بھٹی میں جلا کر کندن بنانا چاہتے ہیں۔یا پھر ان کو لگتا ہے کہ میں اپنے مذہب سے دور ہوں۔!!

منکشے کل سے دوبار فون کر کے اس سے پوچھ چکی تھی کہ وہ اپنے دل کی بات کبیر کو بتانے میں کامیاب ہوئی یا نہیں۔

مگر یہاں کبیر نے اسے کسی عجیب ہی کسوٹی میں الجھا دیا تھا۔

'کبیر کی نظر میں، میں ایک اچھی مسلمان نہیں ہوں۔ کیا وہ مجھے مذہب سے خارج سمجھتے ہیں؟

تمہیں یاد ہے نار من تم نے آخری بار نماز کب پڑھی تھی؟

اس کے ضمیر کی آواز پوری شدت سے اس کے کانوں میں گونجی۔

'مگر میں نے تو کبھی کبیر کو بھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

'تو کیا پھر اس کے قول اور فعل میں تضاد ہے؟

یہ پہلی بار تھا کہ وہ کبیر سے ہونے والی تمام باتوں میں سے کسی ایک بات کو بھی با معنی رنگ نہیں دے پائی تھی۔

زیان آفس سے آیا ہی تھا جب مسز کبریٰ

نے اسے ایک پارسل پکڑایا۔

پارسل پر دبئی کی کوریر سٹیمپ تھی۔

اس نے تیزی سے پارسل کا لفافہ کھولا۔

آویزہ نے سچ میں اس کے لئے کتاب بھیج دی تھی۔

کتاب کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ خوبصورت رنگ ابھرا۔

اسے فوراوہ گرین آنکھیں یاد آئیں۔

وہ لمحہ شدت سے اس کے حافظے سے ٹکرایا۔

جب وہ اس کے ساتھ کتاب والے فراڈ پر کھل کے ہنسی تھی۔

'روحِ من تمہاری آواز مجھے اس قدر تسکین دیتی ہے کہ بوجھل دل کے تمام دکھ دُھل جاتے ہیں'

زیان کے ہونٹوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ تھی۔

اس نے کتاب کھولی تو اندر سے ایک ہارڈ کارڈ کی طرز کا کاغذ نظر آیا۔

'تم ستاروں کے جہاں میں بھٹک گئے ہو۔ تم اپنے گم احساسات کو چاند کی آغوش میں ڈھونڈ سکتے ہو'

زیان نے اسکی تحریر کو انگوٹھے سے چھوا۔

'اس کا کیا مطلب ہوا؟ یہ لڑکی آخر مجھے کیا سمجھانا چاہ رہی ہے اور زرا دیکھو تو۔۔۔۔

اسکی لکھائی بھی اس کی طرح بچوں جیسی ہے۔

وہ اپنے دل کی سرگوشی پر خود ہی مسکرا دیا۔

اچانک اس کے دل نے ایک اور سرگوشی کی۔

اس نے کتاب کو اچھی طرح ٹٹول کے دیکھا۔پارسل کے بھی کونے کونے کو غور سے دیکھا۔

'یار یہ لڑکی کم از کم اپنا کوئی کونٹیکٹ نمبر تو لکھ ہی سکتی تھی نا۔

تو کیا تم اس سے رابطہ کرنا چاہتے ہو؟

'نہیں میرا مطلب ہے کہ اگر کتاب گم ہو جاتی تو اس سے رابطہ کر لیتے نا وہ لوگ۔

وہ مرزا غالب بنا اپنے سوالات کے جوابات خود ہی دے رہا تھا۔

سحر طاری کرنے والا جادوگر آج خود کسی اور کے سحر میں مبتلا ہو رہا تھا۔

سحرِ عشق کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔ اس سے آج تک نہ تو کوئی بادشاہ بچ پایا ہے نہ ہی کسی فقیر کو پناہ ملی ہے۔

البتہ بادشاہوں کے تخت الٹ ضرور جاتے ہیں۔

نارِ من اور کبیر ایئرپورٹ کے راستے پر تھے۔

کبیر دیکھ رہا تھا کہ وہ معمول سے زیادہ خاموش ہے۔

'کیا کچھ ایسا ہوا ہے جس کا مجھے علم نہیں؟

'نہیں تو۔ ویسے بھی دنیا میں کچھ ایسا ہو سکتا ہے کیا جس کی کبیر ملک کو خبر نہ ہو؟

وہ بغیر رُخ موڑے دھیمی آواز میں بولی۔

'پھر تو واقعی کچھ ہوا ہے۔ بتانا شروع کرو لڑکی۔

نار من نے تاسف سے اپنے برابر بیٹھے شخص کو دیکھا۔

'یہ اتنے انجان تو کبھی نہیں تھے جتنے اب بن رہے ہیں۔

'اب تم مجھے دیکھتی ہی رہو گی یا کچھ بولو گی بھی؟

کبیر اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتے پا کر بولا۔

'کچھ نہیں میں بس تھک گئی ہوں۔

اس نے اب پھر کار ونڈو کے باہر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

'ٹھیک ہے مرضی تمہاری۔

کبیر بھی دوبارہ سے اپنی میک بک میں بزی ہو گیا تھا۔

نِار من نے ایک نظر اسے دیکھا اور ناگواری سے سر کو نفی میں جنبش دی۔

'کیا یہ کبھی میرے جذبات کو تسلیم نہیں کریں گے؟

اس نے ایک لمبی سانس خارج کی جیسے کب سے دم سادھے بیٹھی ہو۔

کبیر نے آئی برو اچکا کے اسے دیکھا۔

اس سے پہلے کے کوئی بات کرتا۔

ان کے کانوں میں گولیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔وہ اس وقت ایک سنسان سڑک پر تھے۔ایئرپورٹ شہر سے ذرا دور تھا۔ہر طرف سے گولیاں چلنے کی آواز آرہی تھی۔

'نیچے جھکو۔

کبیر نے نار من کو کندھے سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچا وہ حواس باختہ اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں سیٹ کے نیچے چھپے ہوئے تھے۔نار من ڈر کے مارے کبیر کے کندھے سے چپکی ہوئی تھی۔اس کی سہمی ہوئی سسکیاں کبیر کے کانوں تک باخوبی پہنچ رہی تھیں۔

وہ تیزی سے موبائل پر کوئی نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

اتنے میں کار کے دونوں طرف کے دروازے کھلے۔دروازہ کھولنے والوں کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے۔

کبیر فوراً سے سیدھا ہوا۔اس نے نار من کے گرد دونوں بازوؤں سے باڑ بنائی۔نار من مزید اس سے چپک گئی تھی۔اسکے وجود میں چھپ جانا چاہتی تھی۔

'لڑکی کو کچھ مت کہنا۔مجھے لے جاؤ جہاں بھی جانا ہے۔

کبیر کی آواز میں پہلے جیسا رعب نہیں رہا تھا۔نار من نے بیچارگی سے اس دیکھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید مزاحمت کرتے پولیس سائرن سنائی دیا۔

اور حملہ کرنے والے فورا روپوش ہو گئے۔

نار من اب رو دینے کو تھی۔اس نے اب بھی زور سے کبیر کے بازو کو پکڑا ہوا تھا۔

'فکر نہیں کرو وہ چلے گئے ہیں۔

کبیر اسے تسلی دیتا کار سے باہر چلا گیا۔پولیس والے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

کبیر اثر رسوخ والا آدمی تھا پولیس اسٹیشن جانے کی نوبت نہیں آئی۔ بلکہ وہ پولیس کے تعاقب میں ایئرپورٹ تک پہنچے تھے۔

جہاز میں بھی نار من گھبرائی ہوئی تھی۔

'اگر وہ یہاں بھی آ گئے تو۔۔؟

'ایئرپورٹ پر سکیورٹی ہوتی ہے۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔

'ہمم۔۔۔ پتہ نہیں ہم کب تک یہ سہیں گے۔ وہ ہمیں مار کیوں نہیں دیتے ایک ہی بار میں۔ بار بار اذیت دینے کیوں آ جاتے ہیں۔ یا پھر کم از کم یہی بتا دیں کہ ان کی ہمارے ساتھ دشمنی کیا ہے۔؟

نار من سے اب مزید ضبط نہیں ہو پا رہا تھا۔

'انہوں نے اگر ہمیں مارنا ہوتا تو بہت پہلے مار چکے ہوتے۔ بار بار ہم پے یوں حملہ نہ کرتے۔ وہ جو بھی ہے بہت پہنچی ہوئی چیز ہے۔ اس لیے دوبئ میں بھی ہمارے پیچھے تک آ گیا۔ اتنی کوشش کے باوجود مجھے ایک بھی ثبوت نہیں ملا۔ پتا نہیں کون لوگ ہیں؟

کبیر نے اپنی کنپٹی کو مسلتے ہوئے جواب دیا۔

'انکل کہتے ہیں ان لوگوں کا تعلق ہمارے والدین سے ہو سکتا ہے۔

'نہیں۔۔۔مطلب ہو سکتا ہے وہ ٹھیک کہہ رہے ہوں۔ مگر مجھے ایسا نہیں لگتا۔

'کیوں؟

نارمن نے اسے اب الجھ کے دیکھا تھا۔

'ٹیکنیکلی سوچو۔ اگر ان کا تعلق ہمارے والدین سے ہوتا تو وہ انکل اور دانین پر بھی حملہ کرتے۔ میں تم یا آنٹی ہی پر کیوں حملے ہوتے ہیں۔

نارمن کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔

'اب وقت آ گیا ہے۔ اب تم مزید وقت ضائع کئے بغیر یہاں سے جا رہی ہو۔ وہ بھی بغیر کسی کو کوئی ایڈریس وغیرہ بتائے۔

'مگر آپ۔۔۔۔!

'میری فکر مت کرو میں سنبھال لوں گا۔ اور تمہیں وہاں بھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ بس چلنے کی تیاری کرو۔ انٹی کی بھی فکر مت کرنا۔ میں ہوں یہاں؟

'اور انکل؟

نار من نے انکل کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلانی چاہی۔ تاکہ کبیر اسے نہ بھیجے۔

'بات کرلوں گا ان سے میں۔

نار من کی دھڑکن ابھی بھی بے ترتیب ہی تھی۔ پتہ نہیں اب مزید کیا ہونا رہ گیا تھا۔

لے دے کے دو چار لوگ ہی تو بچے تھے اس کی زندگی میں۔ کیا اب وہ ان سے بھی دور ہو جائے گی؟

اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

اپنوں کا ساتھ اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے۔ کہ ان کو دیکھ کے آپ کے دل کو سکون مل سکے۔ پھر چاہے وہ اپنے سفید خون والے ہی کیوں نہ ہوں۔

مگر۔۔۔۔۔!

مصیبت اگر ہاتھی کا روپ دھار لے تو دعا کو ابابیل کی کنکری بنالینا چاہیے۔

اسے مسز حانم کی بات یاد آئی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آیان بار بار بیلا کا وائس میسج سن رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ بیلا اسے رات کے دو بجے اپنے گھر بھی بلا سکتی ہے وہ بھی چھپ چھپا کے۔

تمام رستے وہ اس بات کی تصدیق کرتے آیا کہ اسے غلط فہمی نہیں ہوئی ہے۔اوپر سے یہ پریشانی الگ تھی کہ آخر ایسا کیا ہوا ہو گا جو وہ اسے اس پہر بلا رہی ہے۔

'میں بیک گیٹ پر پہنچ چکا ہوں۔

میسج پہنچنے کی ہی دیر تھی بس کہ بیلا نے جھٹ سے گیٹ کھولا۔

'کیا ہوا ہے سب ٹھیک تو ہے نا۔؟

'بتاتی ہوں سب کچھ فی الحال تم یہاں سے چلو۔

وہ فوراً گیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔

کیا تم اپنی بائیک نہیں لائے ہو؟

'لایا ہوں۔ تم نے مجھے جاسوسوں والے انداز میں بلایا تھا۔ مجھے لگا کچھ گڑبڑ ہے۔ اس لئے میں نے بائیک وہاں دور کھڑی کر دی۔

'شاباش۔ بائیک کی بہت فکر ہے تمہیں۔

وہ ستی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس نے خود کو سرمئی شال میں چھپا رکھا تھا۔ اسکے سلیو لیس ڈریس سے آیان اسکے کندھے کو دیکھ سکتا تھا۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وجہ تھی تربیت یا پھر بیلا کا اعتماد۔۔۔۔

'ہے تو۔ بہت پیار کرتا ہوں میں اس سے۔

وہ دونوں سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے۔

'اچھا چلو اس سے پہلے کوئی ہمیں دیکھ لے یہاں۔ بائیک کے قصیدے بعد میں پڑھ لینا۔

'کہاں جانا ہے۔؟

'کہیں بھی۔بس یہاں سے دور۔

'ہوا کیا ہے مگر۔

آیان کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

'تم یہ اپنا سوال نامہ تھوڑی دیر کے لئے روک نہیں سکتے۔کہا ہے نہ بتاتی ہوں۔یہاں سے تو چلو۔

بیلا اب تپ گئ تھی۔

'ٹھیک ہے آؤ اس طرف۔۔۔۔۔

آیان نے بیلا کو بائیک کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

بیلا اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زیان ابھی آفس کے مین ڈور سے چند قدم دور ہی تھا۔ آفس میں ہڑبڑی مچ گئی تھی۔

کینٹین میں موجود ورکرز اپنا کھانا پینا چھوڑ کر اپنی اپنی ٹیبلز کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

پوئین پوری شدت سے گلا پھاڑ رہا تھا۔

'ہٹلر کا آخری جانشین تشریف لا رہا ہے۔

پورے آفس میں قیامت جیسا منظر نظر آرہا تھا۔ ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی ہوئی تھی۔

لڑکیاں جو پچھلے آدھے گھنٹے سے فریش ہونے کے نام پہ چہرے پر مختلف میک اپ پروڈکٹس کے ناکام تجربے کر رہی تھیں وہ بھی اب بھاگم بھاگ نظر آرہی تھیں۔

اُس آفس کا سارا اسٹاف خیبر میل بنا ہوا تھا۔ سوائے ایک انسان کے جسے آفس میں شاید صرف نیند پوری کرنے کی تنخواہ ملتی تھی۔

وہاں کا کوئی بھی ممبر ایسا نہ تھا جسے کام کا پریشر محسوس نہ ہوتا ہو۔ سوائے اکیلی اس نوال احسن کے۔

مس نوال زیان صاحب کی نہ صرف اسسٹنٹ ہیں۔ بلکہ نوال کی والدہ زیان کی دور کی خالہ بھی ہیں۔ اس لیے زیان کو سختی سے آرڈر ہیں کہ نوال کو کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو۔

آفس میں اب بالکل سکوت چھا گیا تھا۔ ہر کوئی اول درجے کا مصروف ترین انسان بننے کی بھرپور ایکٹنگ کر رہا تھا۔

زیان سب پہ باری باری نظر ڈالتا اپنے آفس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ آفس کے بالکل سامنے ہی نوال کا ڈیسک تھا۔

نوال ہمیشہ کی طرح اب بھی سر ٹیبل پر رکھے مزے سے سونے میں مصروف تھی۔

زیان نے کار کی کیز سے اس کے ٹیبل کو بجایا۔

'کیا مسئلہ ہے یار نہ کرو۔

نوال کی دھیمی سی آواز گونجی۔

'اگر تم اسی لمحے میرے آفس میں نہ پہنچی تو اگلے لمحے تم یہاں کسی کو بھی دکھائی نہیں دو گی۔

زیان کی آواز کبھی بھی بہت بلند نہیں ہوتی تھی۔ مگر اس کی آواز کا رعب ہی مقابل کے ہوش اڑانے کے لئے کافی تھا۔

نوال دہل کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

زیان اب اپنے آفس میں داخل ہو چکا تھا۔

باقی کا سٹاف ہمیشہ کی طرح نوال پر شرطیں لگانا شروع کر چکا تھا۔

کسی کے مطابق یہ نوال کا آخری دن تھا یہاں۔

اور کوئی کہہ رہا تھا کہ نوال کا زیان صاحب کچھ نہیں بگاڑ سکتے ورنہ ان کی والدہ زیان کو گھر سے بے دخل کر دیں گی۔

زیان کی والدہ انتہائی مہربان عورت ہیں۔ وہ جب بھی آفس آتیں سٹاف کی عید ہو جاتی۔ وہ اکثر ان کے لیے کچھ نہ کچھ کھانے کو لے آتی۔

سب کے ساتھ مل کے کھانا کھاتی اور اپنے بیٹے کی شکایتیں سن سن کے لطف اندوز ہوتیں۔

مگر وہ اس سلسلے میں بالکل بے بس تھیں۔ کیونکہ زیان کی سحر انگیز شخصیت کو بدلنا ناممکن تھا۔

نوال بہت سہم سہم کے آفس میں قدم رکھ رہی تھی۔ جیسے زیان ہاتھ میں کوئی ہنٹر لے کے بیٹھا ہو۔

'مجھے کتنی بار تمہیں آفس رول سمجھانے پڑیں گے نوال؟

وہ ابھی آفس میں داخل بھی نہ ہوئی تھی کہ زیان کی آواز گونجی۔

'اگر آج سارا دن مجھے ایک لمحے کے لئے بھی تمہاری آنکھیں بند نظر آئی تو میں تمہاری آنکھوں میں ایلفی ڈال دوں گا۔ پھر یہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گی۔ آئی سمجھ!!

'جی جی بھائی۔ میرا مطلب سر۔

نوال شدید گھبراہٹ کا شکار تھی۔

زیان نے ایک فائل اس کے سامنے پٹکنے کے انداز میں پھینکی۔

'یہ سارے دن کا شیڈول ہے میرا۔

یاد رہے مجھے ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر برداشت نہیں۔

'ٹھیک ہے سر۔

آفس کا دروازہ کھلا اور سمع 'پوپیئن 'کافی لے کر حاضر ہوا۔

'تم جاؤ۔

سمع اسی لمحے واپس مڑنے لگا۔

زیان نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

'یا اللہ مجھے صبر دے۔

تمہیں نہیں کہہ رہا پاگل انسان۔

مس نوال آپ سے کہا ہے۔ آپ برائے مہربانی تشریف لے جایئے اب۔

نوال فوراً سے دروازے کی جانب مڑی۔ سمع بھی جلدی جلدی اندر کی طرف بڑھا۔

اور اسی موقع پر یہ دونوں عقل سے پیدل انسان ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔

کافی کپ دھڑام سے فرش بوس ہوا۔

گرم کافی نوال کے پیر پر جا گری۔ نوال کی چیخیں پورے آفس میں سنائی دی تھی۔

تمام اسٹاف اپنی نشستیں چھوڑ کر آفس کی کھڑکی کی طرف بھاگا۔

لگتا زیان سر نے نوال کی دھلائی کر دی ہے۔

یا پھر نوال کو سر نے کھڑکی سے نیچے پھینک دیا ہو گا۔

یا پھر الٹا لٹکا کے پنکھا چلا دیا ہو گا۔

یا پھر نوال کی انگلی دروازے میں دے دی ہو گی۔

ہجوم میں سب سب اپنی اپنی کہانیاں سنا رہے تھے۔

زیان کا ضبط اب جواب دے چکا تھا۔ گیٹ آؤٹ بوتھ آف یو۔۔۔۔

دفع ہو جاؤ تم دونوں یہاں سے۔

زیان کے دھاڑنے پر دوبارہ سے پورا اسٹاف اپنی اپنی ٹیبل کی طرف بھاگا۔ نوال اور سمع کسی جن کی طرح وہاں سے غائب ہوئے تھے۔

بیلا اور آیان قریبی کیفے پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔یہ کیفے زیادہ بڑا نہیں تھا اس لیے وہاں پر رش بھی کم تھا۔

'اب بتاؤ کیا ہوا ہے۔

آیان سے صبر نہیں ہو پا رہا تھا۔

'کیا تم مجھ سے شادی کرو گے ؟

بیلا کے اچانک بم پھوڑنے پر آیان اپنی جگہ سے اچھلا۔

'کیا تم نے آدھی رات کو مجھے پر اینک کرنے کے لئے بلایا ہے۔ کیا میرے ماتھے پر تمہیں بے وقوف لکھا نظر آرہا ہے۔

آیان نے شہادت کی انگلی سے اپنے ماتھے کی طرف اشارہ کیا۔

'آیان تم کبھی سیریس ہو کر کچھ سمجھنے کی کوشش بھی کر لیا کرو کبھی۔ تمہیں نظر نہیں آرہا میں کتنی پریشان ہوں۔ میرے ڈیڈ میری شادی کروا رہے ہیں اپنے کسی امیر فرینڈ کے بیٹے سے۔

بیلا کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر آیان سنجیدہ ہوا۔

'مگر اچانک سے کیوں؟

آیان کو یقین نہیں آرہا تھا کہ پروفیسر نے تو ہمیشہ سے بیلا کو انتہائی آزادی دی ہوئی تھی پھر اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اسے مجبور کر کے کیسے کر سکتے ہیں۔

'تم نے سنا ہے نہ کہ اگر تم دولت مند نہیں بن سکتے تو کسی امیر آدمی کے ہمسائے بن جاؤ۔

'ہاں سنا ہے یہ شاید آرمینیا کی کہاوت ہے۔ ہے نا؟

آیان سوچنے کے انداز میں بولا۔

'میں یہاں تمہارا آئی کیو ٹیسٹ کرنے نہیں بیٹھی ہوں۔ میں تم سے پوچھ رہی ہوں کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟

بیلا واقعی بہت مجبور دکھائی دے رہی تھی۔ ورنہ وہ کبھی کسی کے سامنے ایسے بات نہ کرتی۔ وہ ہمیشہ پریفر کرتی تھی کہ پیار کی ابتدا ہمیشہ مرد کی طرف سے ہونی چاہیے۔ اسے پسند نہیں تھا کہ لڑکیاں کسی بھی مرد کے لیے خود کو جھکائیں۔ آیان پچھلے ایک سال سے اس کے ساتھ تھا اتنا تو وہ اسے جان ہی گیا تھا۔

وہ اس کی جونیئر تھی۔ مگر دونوں میں بہت اچھی فرینڈ شپ ہو گئی تھی۔

'شادی کوئی ایڈونچر نہیں ہوتا بیلا۔

آیان دھیرے سے بولا۔

'مجھے پتا ہے آیان۔ اور میں نے بہت سنجیدگی سے سوچ سمجھ کے یہ بات کی ہے۔

میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ تب سے جب تمہیں سڑک پر گاتے ہوئے دیکھا تھا۔ یقین کرو میں پورے دو مہینے تمہیں ڈھونڈتی رہی تھی۔ پھر جب میں نے تمہیں یونیورسٹی میں دیکھا تو مجھے لگا میری دنیا مکمل ہو گی۔

آیان نے دیکھا بیلا کی آنکھوں میں آج عجیب سی کشش تھی۔

'کیا تم مجھ سے پیار نہیں کرتے؟

بیلا کے اس سوال کا آیان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

'میں اس خاموشی کا کیا مطلب سمجھو آیان۔

'مجھے نہیں پتہ مگر بیلا مجھ میں اور تم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ہم سمندر کے وہ کنارے ہیں جو کبھی نہیں ملتے۔

'مگر کیوں۔

بیلا کی آنکھیں اب بہہ دینے کو تھیں۔

'کیوں کہ میرے پیچھے میری ماں کی تربیت کھڑی ہے۔یہ تربیت مجھے کبھی بھی کسی غیر مسلم کی طرف مائل نہیں ہونے دے گی۔ایم سوری میں چاہ کہ بھی۔۔۔۔۔

'اوہ تو تم میری تربیت پر انگلی اٹھا رہے ہو۔تمہیں لگتا ہے کہ میری تربیت میں کمی ہے۔میں ایک اچھی لڑکی نہیں ہوں؟

بیلا نے آیان کی بات بھی مکمل نہیں ہونے دی تھی۔ویسے بھی اپنی تربیت پہ وار بھلا کون سہہ سکتا ہے۔

'میرا مطلب یہ نہیں تھا بیلا میں تو۔۔۔۔

'میں اچھے سے سمجھ گئی ہوں۔ تم نے سمجھا کہ ایک لڑکی تمہارے سامنے یوں بیٹھی تم سے شادی کی بات کر رہی ہے تو اچھے کردار کی نہیں ہو سکتی۔

میں ہمیشہ سمجھتی تھی کہ مسلم اپنے عقائد کے پکے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عورت کو وہ مقام دیتے ہیں جو کبھی کسی بھی مذہب نے عورت کو نہیں دیا۔ مجھے لگا تم بھی مسلم ہو۔ تمہارے ساتھ رہ کر مجھے وہ مقام ملے گا جو عورت ہونے کے ناطے میں ڈیزرو کرتی ہوں۔

مگر مجھے افسوس ہے آیان سفیر تمہیں ابھی بھی معلوم نہیں ہے کہ تم خود کس مقام پہ ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تم جیسے مسلم لوگوں سے اٹریکشن فیل کرتی تھی۔

آئندہ میرے سامنے کبھی مت آنا گھٹیا سوچ رکھنے والے جھوٹے انسان ہو تم۔۔

بیلا اپنا سیل اٹھاتی باہر نکل گئی۔

مگر میں نے تم سے کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ جو تم مجھے اتنی باتیں سنا رہی ہو۔ اور گھٹیا کسے کہہ رہی ہو؟

آیان پیچھے سے اسے پکارتا رہا مگر اس نے ایک نہیں سنی۔

آیان پہلی بار خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ وہ وہیں کرسی پر ڈھے دینے کے انداز میں بیٹھا۔ اس کا دم اب گھٹ رہا تھا۔

اس نے شرٹ کے اوپر کے بٹن کھول لئے۔ تاکہ سانس لینے میں ذرا آسانی ہو۔

'کبیر۔۔۔۔۔

وہ ہوٹل سے واپسی پر اپنے روم کی طرف بڑھ رہا تھا جب دانین نے اسے آواز دی۔

کبیر نے وہی رک کے آواز کے تعاقب میں دیکھا۔

نک سک سی تیار دانین شاید آج بھی کسی پارٹی میں جانے کے لیے ریڈی تھی۔

'میں کیسی لگ رہی ہوں؟

اس نے اپنے مسٹرڈ کلر کے لونگ سکرٹ کو ایک طرف سے پکڑ کے پوز بنایا۔میرون کلر کی شائینگ سلیولیس ٹاپ۔۔کبیر کے ماتھے پہ ہلکی سی تیوری ابھری تھی۔

'ٹھک لگ رہی ہو۔۔۔

'بس ٹھک؟۔۔۔۔

دانین اتنی سی تعریف کی توقع تو نہیں کر رہی تھی۔

'پوچھ سکتا ہوں کہاں جا رہی ہو؟

'جی وہ فرینڈز کے ساتھ۔! آپ بھی پلیز چلیں نا۔ مجھے اتنا شوق ہے کہ میں آپ کو اپنے تمام دوستوں سے ملاواؤں۔

'پھر کبھی۔۔۔۔

'آپ ہمیشہ ایسے ہی کہہ کے ٹال دیتے ہو۔ آج آپ کو بس میرے ساتھ چلنا ہے گا ہر صورت۔

'تم نار من کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتیں؟

نار من کے نام پر اس کا منہ پہ بارہ بج گ ئے تھے۔

'اس سے بہتر ہے میں بھی نہ جاؤں۔

وہ چڑ کے بولی۔۔۔۔۔

'یہ تو اور بھی اچھا خیال ہے۔

کبیر کے ہونٹوں پر ذرا سی مسکراہٹ آئی۔

سامنے پردے کے پیچھے کھڑی نار من کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

'ایسی مسکراہٹ ان کے چہرے پر ہمیشہ دانین کی وجہ سے ہی آتی ہے۔

وہ اداس سی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

اسے بہت ساری پیکنگ کرنی تھی۔ کیونکہ کچھ دنوں میں وہ ان سب سے دور جانے والی ہے۔

مگر فی الحال اسے ایم ایچ آئی سینٹر جانا تھا۔ڈاکٹر سے مل کر خود تسلی کرنا چاہتی تھی کہ اس کے بعد اس کی ماں کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔

کبیر نار من کو پردے کے پیچھے سے جاتے دیکھ رہا تھا۔

اس نے کسی خیال کے تحت اب اپنا رخ بہزاد صاحب کے کمرے کی طرف کیا۔

دانین ہمیشہ کی طرح آج بھی اپنے رویے میں نارمن کیلئے کوئی لچک پیدا نہیں کر پائی تھی۔

دانین نیگلیکڈ چائلڈز میں سے تھی۔ایسے بچے جن کو دنیا جہان کی ہر آسائش دے کر پیمپر کیا جاتا ہے۔ مگر ان کی تربیت کا وہ بڑا حصہ محروم رہ جاتا ہے جہاں ماں باپ نے اپنی محبت اور شفقت سے اولاد کی شخصیت کو نکھارنا ہوتا ہے۔

ماں باپ کی علیحدگی کے بعد دانین کو پندرہ دن باپ اور پندرہ دن ماں کی طرف رہنا پڑتا۔اس کی زندگی سولہویں دن میں ہی کہیں اٹک گئی تھی۔ سولہویں دن کا وہ دو گھنٹے کا سفر جو ادھر سے ادھر آنے میں تہہ کرتی اس کی زندگی میں عذاب بنا ہوا تھا جسے اس نے 18 سال کی عمر ہونے کے ساتھ ہی ختم کر دیا۔

اس نے باپ کے ساتھ رہنے پر اتفاق کیا تھا مگر جب چاہے اپنی ماں کی طرف جا سکتی تھی۔

وہ کبیر کے لیے کافی حد تک پوسیسو ہو چکی تھی۔اس نے نار من سے دشمنی باندھ لی تھی۔نار من کی ہر چیز تہس نہس کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔نار من کی فطرت کبھی بھی جھگڑالو نہیں رہی تھی اس لیے وہ چھپ چھپا کے روتی اور بالآخر دانین کو خود ہی معاف کر دیتی۔

دانین پہلے دن سے کبیر اور نار من کو ایک ساتھ دیکھتے آئی تھی۔کبیر نار من کی ہر چھوٹی چھوٹی خواہش پوری کرتا۔یہی چیز دانین کو اشتعال دیتی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مزید باغی ہوتی چلی گئی۔

نار من کی والدہ کبیر اور نار من کی طرح دانین کا بھی خیال رکھتیں۔مگر دانین کو کبھی بھی ان سے کوئی اپنائیت محسوس نہ ہو سکی۔اس لیے وہ اکیلے بھاگتے بھاگتے اکیلی ہی رہ گئی تھی۔

ماں باپ کے بعد کبیر کی زندگی کا زیادہ تر حصہ نار من کے ساتھ ہی گزرا ہے۔پیرس میں انجینئرنگ کے بعد اس کی زندگی میں واضح ٹھہراؤ آیا۔امِ حانم اور زی اسکا یونیورسٹی فیلو اس کی زندگی کو مزید نکھار گئے تھے۔اسے لفظوں سے کھیلنا سکھا گئے تھے۔اس کے یہی لفظ نار من کو اٹریکٹ کرتے تھے۔امِ حانم نے اسے اسلام پڑھایا تھا مگر زی نے اسے اسلام پہ عمل کرنا سکھایا تھا۔

وقت کھو گیا تھا۔زی یونیورسٹی کے بعد اس سے کبھی نہیں ملا تھا۔اسکا ٹھکانہ پاکستان تھا مگر کہاں یہ وہ نہیں جانتا تھا۔

آیان اپنی نوکری کے سلسلے میں باکو سے باہر گیا ہوا تھا۔ وہ پچھلے دو سال سے ایک نجی ٹی وی چینل پر نیوز اینکرنگ کا کام کر رہا تھا۔ اب وہ ایک اور نئے اسٹیبلش چینل پر ٹاک شو کو ہوسٹ کر رہا تھا۔ اس نے دو سالوں میں واضح شہرت کمالی تھی۔

بیلا کا لفظ 'گھٹیا' اس کے دماغ پر ہنٹر برسا رہا تھا۔ اس نے دو بار بیلا کو کال کرنے کی کوشش کی مگر وہ شاید اس کا نمبر بلاک کر چکی تھی۔

'یہ امیر لڑکیاں بھی ناخود کو پتہ نہیں کس پرستان کی پریاں سمجھنے لگ جاتی ہیں۔مزاج ہی نہیں مل کے دے رہے چڑیل کہیں کی چھوڑوں گا نہیں اسے میں۔

'صحیح کہا۔۔۔پاس بیٹھا اس کا کوہوسٹ اچانک سے بولا۔

آیان ہوش کی دنیا میں واپس آ گیا تھا۔

'کسی لڑکی کا چکر لگ رہا ہے۔ میری مانو تو بھائی بھول جاؤ سب۔ چھوڑ دو دفعہ کرو۔ یہ جو تم زندگی جی رہے ہو نا یقین کرو جنت سے کم نہیں ہے۔ شروع شروع میں لڑکیاں بہت خواب دکھاتی ہے۔ بہت پیار کرتی ہیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان کا اصلی رنگ روپ ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اور قسم سے ایسا زہریلہ رنگ کہ بندہ دیکھ کے ہی اپنے کانوں کو ہاتھ لگا لے۔ اور استغفار کا ورد کرے رات دن۔

آیان کو لگا کہ کوئی ٹیپ ریکارڈر اچانک سے بجنا شروع ہو گیا ہے۔

'بس بس بس میرے بھائی شکریہ آپ کی مدد کا میں سمجھ گیا۔

آپ۔۔۔۔!ہاں آپ لمبی لمبی سانسیں لیں۔ ریلیکس کریں۔

'کیا سمجھ گئے۔اس کا کو ہوسٹ شاید اس سے بھی زیادہ دکھی تھا۔

'میرے بھائی یقین کریں کوئی لڑکی وڑکی نہیں ہے۔اور جو حالات ہیں مجھے لگتا ہے آنے والے پچاس سال تک کوئی لڑکی نہیں ہو گی۔

آیان نے دونوں ہاتھ اب ہوا میں بلند کئے ہوئے تھے۔

'کیوں بھائی کوئی ٹیکنیکل فالٹ ہے کیا۔؟

اپنے کو ہوسٹ کی بات سن کر آیان اچھل کے دو قدم اس سے دور ہوا۔وہ اس کے مکمل سراپے کو اب فرصت سے تاڑ رہا تھا۔جوتے سے لے کر آخری بال تک۔۔۔

'میں۔۔۔'میرا مطلب تھا کہ میں ہوں ہی اتنا اسمارٹ اور ہینڈسم جو بھی لڑکی مجھے دیکھتی ہے اس کے ذہن میں پہلا خیال ہی یہ آتا ہے کہ۔۔۔۔

اتنا اسمارٹ اور ہینڈسم لڑکا کہاں سے سنگل ہو گا۔بس یہ سمارٹنس ہی میرا روگ بنی ہوئی ہے یار۔

آیان کسی پرانی فلم کی ہیروئن کی طرح ہاتھ گھما کے ماتھے تک لے گیا تھا۔وہاں موجود تمام لوگ اس کی نوٹنکی پر بے حال ہوئے جا رہے تھے۔

نار من جب سے ماں سے مل کے آئی تھی۔اس کی آنکھیں خشک نہیں ہو رہی تھیں۔

مسز عابیش کی حالت مزید ابتر ہو گئی تھی۔اب ڈاکٹر ان کو زیادہ تر سلائے ہوئے رہتے تھے۔

'کیا سوچ رہی ہوں لڑکی۔۔۔۔

کبیر مسز نازلی سے کافی کی فرمائش کرتا سوئمنگ پول کی طرف آیا تھا۔نار من پول میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ٹوٹتے جڑتے تاروں کو دیکھ رہی تھی۔

'مسافر ہوں زادِ سفر چاہتی ہوں۔۔۔۔

نار من کسی اور ہی دنیا میں تھی۔

'ضروری نہیں سفر پر جاتے ہوئے ہر مسافر کو اس کا من پسند سامان بھی دیا جائے۔ ویسے بھی سفر کا مزہ تو کم سامان میں ہی ہے۔

کبیر بھی اس کے ہمراہ پول میں پاؤں لٹکائے بیٹھ گیا تھا۔

اس کے وجود سے اٹھتی پرفیوم کی خوشبو نار من کی دھڑکنوں کو اتھل پتھل کرنے کے لئے کافی تھی۔

'اچھا بتاؤ زادِ سفر کیسا چاہیے ہماری مانو کو۔

وہ آج بہت دنوں بعد پر سکون لگ رہا تھا۔

'کیا آپ میرے جانے کی وجہ سے خوش ہیں کبیر؟ مجھے پتا ہوتا تو میں بہت عرصہ پہلے ہی آپ سے دور چلی جاتی۔

حالات کی ماری ہوئی تھی اس لیے حالات کو بھی اپنی سچوئیشن کا رنگ دے رہی تھی۔ اسکے اندر کی آواز چیخ رہی تھی۔

انسان زندگی کے جس بھی مرحلے سے گزر رہا ہو اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس کے آس پاس کے لوگ بلکہ بے جان چیزیں بھی اس کی زندگی میں ہونے والی تبدیلی کو محسوس کریں۔

وہ خوش ہو تو اسے کائنات کا ذرہ ذرہ مسکراتا ہوا نظر آتا ہے۔ اداس ہو تو اس چاند بھی اپنی طرح تنہا محسوس ہوتا ہے۔ پھر چاہے چاند کے ساتھ ان گنت ستارے ہی کیوں نہ ہوں۔

'بس ڈگر سیدھی ہو۔

نار من بس اتنا ہی جواب دے پائی تھی۔

'ڈگر کیسے سیدھی ہو گی پھر۔۔۔۔

'پتہ نہیں۔۔۔۔

'تو پتہ کرنے کے لیے کھوج کیوں نہیں کرتی۔۔

'کیسے کروں کھوج۔۔۔۔

'آسان چیز سے شروع کرو جیسے اپنی ذات۔

یہ سوچو کون سی چیز تمہیں خوش کرتی ہے

اس چیز کو اپنے قریب کرلو۔اور جو چیز دکھی کرتی ہے اس سے جان چھڑالو۔

'اگر آپ کی کھوج آپ کے اپنوں کے گرد ہو پھر؟

'پھر پہلے اس چیز کو سمجھ لو کہ وہ آپ کے سچ میں اپنے ہی ہیں۔ اگر ہے تو پھر کمر کس لو رختِ سفر باندھ لو۔ اپنے بیچ سفر میں نہیں چھوڑا کرتے۔

'لیکن اگر بیچ سفر وہ تھک جائیں مزید چل نہ سکیں پھر؟

اس بات پہ کبیر نے ایک نظر ٹھہر کے اسے دیکھا۔

'کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں دور بھیج کے خوش ہوں؟

نار من نے چہرہ جھکا لیا تھا۔

'ادھر دیکھو میری طرف۔

کبیر نے اس کے چہرے کو تھوڑی سے چھو کے اوپر کیا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو نار من شاید اب ہوا کے سنگ اڑتی پھرتی نظر آتی۔ باکو شہر محبت کے رنگوں سے نہارہا ہوتا۔

نار من نے چہرہ اس کی طرف موڑا تو ایک چھوٹا سا آنسو بہہ نکلا۔

'یہ کیا پاگل رونے کی کیا بات ہے۔

کبیر نے انگلی کی پور سے فوراً اس کے آنسو کو جذب کیا۔

'تمھیں مجھ پر بھروسہ ہے۔

نار من میں نے ہاں میں سر ہلایا۔

'میں کبھی بھی تمہاری ذات پر کوئی بھی آنچ برداشت نہیں کر سکتا۔یہ آئے دن کے حملے۔۔۔میں پریشان ہو گیا ہوں۔

میرے پاس تمہارے اور آنٹی کے علاوہ اور کون ہے بھلا۔تم دونوں ہی میری فیملی ہو۔بس مجھ پر بھروسہ رکھو۔

وہ اب اداس سا لگ رہا تھا۔

'میں خود سے زیادہ آپ پر بھروسہ کرتی ہوں

نار من دھیرے سے بولی۔

'جانتا ہوں۔۔۔اور یہ بھی جانتا ہوں کے مجھے کیسے آپ دونوں کی حفاظت کرنی ہے۔

نار من کا بے چین دل اب سکون میں تھا۔ اسے اپنے من محرم پر کامل یقین تھا۔

وہ اپنے سفید پیر کبیر کے مردانہ پیروں سے ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔

'روح من۔۔۔!

دنیا کے خوبصورت ترین الفاظ وہ ہوں گے۔

جن لفظوں میں محبت کی تاثیر گھلی ہو گی۔

جو لفظ فقط میرے لیے ادا ہوں گے۔

وہ لمحہ جب اعترافِ محبت مجھ پر نشاور کیا جائے گا۔

جنت کی وادیوں میں، میں جگنو کے سنگ۔

جھوم جھوم جاؤ گی۔

تتلیاں میرے ساتھ خوشی میں رقص کریں گی۔

بھنورے میری داستانِ عشق ہر گُل کو سنائیں گے۔

دنیا میں چار سو فقط محبت ہی محبت ہو گی۔

31

نوال زیان کے لیے کافی لینے آئی تھی۔ سمیع کافی بنانے میں مصروف تھا۔

'تم تو زیان سر کی خالہ زاد ہو نا تمہیں تو پتہ ہو گا وہ ایسے کیوں ہیں؟

'ایسے کیسے؟ سمیع کی بات پر نوال کے کوکیز کھاتے ہاتھ رک گئے۔

'مطلب مسٹیریئس سے۔ دیکھو سارا اسٹاف چلا جاتا ہے وہ پھر بھی کام کرتے رہتے ہیں۔ پوری پوری رات وہ اسی چیئر پے بیٹھے عمارتیں بناتے رہتے ہیں۔

'مسٹر سمیع اسے مسٹریس نہیں بلکہ پیشنیٹ کہتے ہیں۔

'ایسا بھی کام کا کیا پیشن کہ انسان اپنی صحت کا خیال نہ کرے۔ اپنی فیملی کو بھی وقت دینا چاہیے نا۔

'ہاں یہ تو تم صحیح کہہ رہے ہو۔ خالہ بیچاری ترس جاتی ہیں ان سے دو باتیں کرنے کے لئے۔

نوال نے لمبی سی آہ کی۔

'یہی تو پوچھ رہا ہوں وہ ایسے ہیں کیوں۔ بچپن سے ہی ایسے ہیں یا بعد میں کوئی سافٹ ویئر کریک ہو گیا تھا ان کا۔

'ہاہاہا تمہاری انہی فضول باتوں کی وجہ سے سب تمہیں پوئین کہتے ہیں۔ ورنہ اچھی بھلی تمہاری پوسٹ میرے برابر کی ہے۔

'پوئین مجھے اس لیے کہتے ہیں کیونکہ میں جب بھی کچھ کھانے پینے آتا ہوں تو باقی سب سے پوچھ کے آتا ہوں کہ انہیں کچھ چاہیے تو نہیں۔باقی سب کی طرح خود ہی ڈکار نہیں جاتا۔

'سوری تمہیں غصہ لگا۔۔۔

سمیع کو سنجیدہ لے کر سنوارا فوراً سے بولی

'نہیں۔۔!

مجھے برا لگا۔۔۔

ہاہاہاہااب جلدی سے کافی لے جاؤ گرل۔اس سے پہلے کہ وہ ہٹلر کا جانشین پچھلی بار کی طرح آج بھی ہمارا لنچ بریک بین کر دے۔

سمیع کے مسکرانے پر نوال بھی مسکرادی تھی۔زیان جتنا سخت مزاج تھا اس کا اسٹاف اتنا ہیں سوشل تھا۔سب میں بہت دوستی تھی۔جیسے ہی زیان آفس سے کہیں میٹنگ کے لیے جاتا سارے سٹاف کی عید ہو جاتی۔

'کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ اگر یہ مذاق ہوا نہ رالف تو قسم سے میں تمہارے جسم میں ایک بھی ہڈی سلامت نہیں چھوڑوں گا۔

آیان دوسرے دن شام میں واپس ہوسٹل پہنچا تو رالف کی زبانی اسے علم ہوا تھا کہ بیلا کی انگیجمنٹ ہو چکی ہے۔

وہ دو دن یہی پلین کرتے آیا تھا کہ وہ کس طرح اس بالشت بھر کی لڑکی سے بدلہ لے گا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا تھا۔

'نہ کر یار۔۔۔ تم تو اس طرح پاگل ہو رہے ہو جیسے تم اس سے محبت کرنے لگے ہو۔

رالف کی بات پر آیان سکتے میں آ گیا۔ دل میں کچھ چبھا تو ضرور تھا۔

'بکواس نہ کر۔ جاؤ میرے لیے کچھ کھانے کو لے کے آؤ کیونکہ دو دن میں تم میری تمام کھانے کی چیزیں نوڈلز سمیت ختم کر چکے ہو۔

'ہاں تو کیا ہوا۔ اور لا دوں گا۔

رالف کو وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا

'جلدی۔

آیان ایک لفظی جواب دے کر کمفرٹر منہ تک لے گیا۔رالف سمجھتا تھا کہ وہ اب تنہائی چاہتا ہے اس لیے کمرے سے باہر چلا گیا۔

'کیا سچ میں بیلا مجھ سے شادی کرنا چاہتی تھی؟

آیان کا دل اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا۔

'کاش بیلا تم میرا جملہ مکمل ہونے دیتی۔

میں میں کہنا چاہتا تھا کہ میں۔۔۔۔

چاہ کے بھی تم سے دور نہیں رہ سکتا۔

تمہیں تنگ کیے بغیر میرا دن نہیں گزرتا۔ تمہیں روز نئے نئے نک نیمز دینا تو میرا فیورٹ کام ہے۔

تمہیں باتوں میں لگا کر تمہارا کھانا کھانے کا بھی اپنا ہی مزہ ہے۔

مگر تمہارے نزدیک میں صرف ایک گھٹیا انسان تھا بیلا۔

آیان نہ جانے کون کون سی یادیں دل میں لیے بیٹھا تھا مگر سوسائٹی کا ڈومینیٹ ممبر ہونے کی حیثیت سے اس کے تمام تر جذبے پیچھے رہ جاتے صرف ایک لفظ یاد رہتا 'گھٹیا'

'تمہیں مجھے ایکسپلینیشن دینی ہو گی مس بیلا۔

سنا ہے نا معاشرہ مردوں سے چلتا ہے۔ مرد حاکم ہے۔ مرد کو مرد ہونے کا غرور ہمیشہ رہتا ہے۔

مگر جب مرد کی انا عورت کے وار سے کچلی جائے نا تو وہ تمام تر جذبے لپیٹ کر کہیں چھپا دیتا ہے۔

عورت کا کچلا ہوا مرد نا تو اسکا مداح رہتا ہے، نہ ہی شوہر، وہ بس ایک مرد بن جاتا ہے۔ معاشرے کا حاکم مرد، ایک ظالم مرد۔

مگر عورت اپنی چاہ سے خود پہ آسیب طاری کر لیتی ہے۔ پھر نہ تو اس کی زندگی میں مکان بدلتا ہے اور نہ مکین۔

ہاں البتہ مردوں کو آئے دن نئے نئے کرائے دار ضرور بھاتے رہتے ہیں۔

32

منکشے کو جیسے نار من پر حملے کا پتہ چلا وہ فوراً اڑتی ہوئی اس کے پاس گھر پہنچی تھی۔ گیٹ پر ہی اس کا سامنا دانین سے ہو گیا

'ہائے۔۔۔ کیسی ہو

منکشے مسکرا کے دانین کی طرف آئی۔

مگر دانین اسے ان سنا کر کے دروازے کی طرف چل دی۔

منکشے بھی اس کے پیچھے پیچھے گھر میں پہنچی۔

'میں نے تمہیں ہائے بولا تھا شاید تم نے سنا نہیں۔

'سنا تھا مگر جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔

'کیوں ایسا بھی کیا ہو گیا

'اپنے کام سے کام رکھو۔ مسز نازلی آپ سے کتنی بار کہا ہے مہمانوں کو ڈرائنگ روم تک ہی رہنے دیا کریں۔

مسز نازلی جو منکشے سے ہیلو ہائے کے چکر میں تھیں دانین کے رویے پہ وہی رک گئی۔

'ایڈیٹ۔۔۔

منکشے سر جھٹک کے نار من کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

'میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی۔کتنا مس کیا میں نے تمہیں۔

نار من اس دیکھ کر خوشی سے اچھلی

'بس بس پتا ہے مجھے کتنا مس کیا۔۔۔

منکشے نے بیگ کندھے سے اتار کر بیڈ پر پٹخا

'کیا ہوا ہے سب ٹھیک ہے نا؟

'میں ایرک سے کہہ کر اس دانین پر کوئی کیس ڈلوانے والی ہوں۔

'کیا مطلب اس نے کچھ کہا ہے تم سے۔۔

'بس میڈم کو ہائے کہنے کی غلطی ہو گئ تھی مجھ سے۔

نار من تمام روداد سننے کے بعد اب رو دینے کو تھی۔ منکشے اسکی بہن سے بڑھ کے دوست ہے اور دانین کے اسے اس طرح ٹریٹ کرنے پہ وہ بہت شرمندہ ہو رہی تھی۔

'دفع کرو اسے ہم اس ایڈیٹ کی وجہ سے اپنا موڈ کیوں برباد کریں یہ بتاؤ دبئ میں کیسا رہا سب۔۔۔

منکشے نار من کی سادہ لوح طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی اس لئے فورا سے بات بدل دی۔

'ہاں سب ٹھیک تھا۔

'بس ٹھیک۔۔۔مجھے ایک ایک بات بتاؤ لڑکی۔

نار من زرا مسکرا دی پھر کبیر کے ہمراہ اس خوبصورت سفر کا ایک ایک لفظ منکشے کے گوش گزار کیا۔

'مطلب تم اسے نہیں بتا پائی۔میں یہاں اتنی ایکسائیٹڈ ہو کے پہنچی تھی کہ پوچھو مت اور یہاں پھر سے تم وہی مرغی کی ایک ٹانگ لے کے بیٹھی ہو۔

منکشے نے برا سا منہ بنایا۔

'اب میں خود کسی دن کبیر کو بتادوں گی کہ تم مرتی ہو اس پہ۔۔۔

'آہستہ بولو پلیز کوئی سن لے گا

نار من سچ میں گھبرا گئی تھی۔

'اچھا ہے نہ سن لے میں تو کہتی ہوں کبیر ہی سن لے۔ کم از کم اسے احساس تو ہو۔ نہ خود کچھ کہتا ہے نا ہی تمہیں کچھ کہنے دیتا ہے۔

منکشے شاید دانین کا غصہ اس پر نکال رہی تھی۔

'بس کر دو یار۔۔ دانین ویسے ہی ہر وقت کان لگا کے رکھتی ہے۔

'حد ہے یار آخر کس کس سے تمہیں میں بچاؤں گی لڑکی۔۔۔

نار من منکشے کے اس طرح بولنے پر مسکرا دی تھی۔

'اچھا رکو میں تمہارے لئے کچھ لے کے آئی ہوں

نار من کلوزاٹ کی طرف بڑھی۔

منکشے نے جیسے ہی جیکٹ دیکھی اسکا منہ کھل گیا۔وہ اس کی فیورٹ ڈیزائنر کی نیو لانچ تھی۔

'تھینک یو سو مچ۔۔جاؤ لڑکی تمہارے سارے گناہ معاف

منکشے مرمر شیشے کے سامنے جیکٹ پہن کے دیکھ رہی تھی۔نار من اس کی خوشی دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

پھر اچانک کچھ یاد آنے پر وہ دکھی ہو گئ۔

'منکشے مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔

'ہاں کیا ہوا۔

'کبیر مجھے کہیں بھیج رہے ہیں یہاں سے دور۔

'کیا مطلب ہے۔۔۔کہاں بھیج رہا ہے اور کیوں؟

'اب حملے روز بروز بڑھتے ہی جا رہے ہیں اس لیے۔

'تو اسے لگا مجرموں کو پکڑنا نہیں چاہیے بلکہ تمہیں ہی یہاں سے غائب کر دینا چاہیے۔

'نہیں ایسا نہیں ہے۔

'پھر کیسا ہے۔ سمجھا سکتی ہو مجھے۔

'مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا۔ بس وہ چاہتا ہے میں یہاں سے چلی جاؤں۔

'اور تم چلی جاؤ گی۔

'ہاں۔۔۔

افففف۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔۔

رکو تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔میں ایرک سے بات کرتی ہوں ہم پولیس کی مدد لے سکتے ہیں۔وہ وکیل ہونے کے ناطے بہت کچھ کر سکتا ہے۔

'نہیں۔کبیر تلاش تو کر رہا ہے۔

'اس نے کرنا ہوتا تو اب تک کر چکا ہوتا پچھلے دو سال سے مسلسل حملے ہو رہے ہیں۔

'منکشے وہ کوشش کر رہا ہے۔مگر وہ لوگ اس کی سوچ سے بھی زیادہ تیز ہیں۔

'تم کب تک سراب کے پیچھے بھاگتی رہوں گی

تم اپنے لیے خود کچھ کیوں نہیں کرتی؟

'کیا کروں؟

'کم از کم کوشش تو کرو نا پولیس کی مدد لو۔ قانون کیوں بنائے جاتے ہیں آخر۔

'نہیں میں انکل اور کبیر کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی یار۔

'پھر سے وہی سب یار۔۔۔اوکے بیٹھی رہو پھر ایسے ہی میں جا رہی ہوں۔

منکشے جانے کے لیے اٹھی تو نار من نے اس کا ہاتھ پکڑا

ناراض ہو کیا؟

'نہیں یار میں بس تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔

'تم میری بہت اچھی دوست ہو تمہارا میرے ساتھ ہونا ہی کافی ہے۔ منکشے تمہیں پتہ ہے میں بہت سے غموں سے اس لیے نکل گئی کیونکہ تم میرے ساتھ تھی۔

'اور تمہیں پتا ہے نار من میں اپنے باپ کی خود سے لاپرواہی اس لیے بھول گئی کیوں کہ تم اور ایرک میری لائف میں ہوں۔

'یہ اچھی بات ہے میں تو ہم میں کبیر کو نہیں لاتی تم فوراسے ایرک دی گریٹ کو لے آیا کرو ہر جگہ۔

نار من غصہ کرنے کی بھرپور ایکٹنگ کر رہی تھی۔

'ہاں تو وہ ہر جگہ ہے نہ۔۔میری زندگی میں میرے دل میں۔

منکشے فخر سے بتا رہی تھی۔

'اور میں کہاں ہوں۔

نار من نے معصوم بچوں کی طرح نچلے ہونٹ کو ڈھیلا کیا

'تم تو میری ہر سانس میں ہو۔ جان من

ہاہاہاہاہاہاوہ دونوں مسکرا کے ایک دوسرے کے گلے لگیں۔

33

آیان جیسے ہی یونیورسٹی پہنچا اس کا رخ سیدھا بیلا کے ڈپارٹمنٹ کی طرف تھا۔ وہ رالف سے چھپتا چھپاتا تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔

وہ آج سوچ کے آیا تھا کہ وہ ہر حال میں بیلا سے بات کرے گا۔۔۔ مگر کیا بات کرے گا یہ ابھی فلحال طے نہیں کیا تھا۔

'ایکسکیوزمی۔۔۔مجھے آپ کی فرینڈ بیلا سے کچھ کام تھا کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ کہاں ملے گی؟

یہ نیلے بالوں والی لڑکی آیان نے اکثر بیلا کے ساتھ دیکھی تھی۔

'وہ تو یونیورسٹی اب نہیں آئے گی۔ اس کی انگیجمنٹ ہو گئی ہے نا۔

'تو کیا وہ پڑھنا بھی چھوڑ دے گی؟

'نہیں اس نے یہ سمیسٹر فریز کروالیا ہے۔اصل میں وہ اپنی فیملی کے ساتھ آؤٹ آف سٹی چلی گئی ہے اس کا سسرال بھی وہی ہے اس لیے۔۔۔۔

'اوکے۔۔۔۔

آیان کے چہرے پر مایوسی واضح تھی۔اس نے پاؤں سے زمین پہ ٹھوکر ماری۔

'مسٹر آیان تمہیں نہیں لگتا کہ تم نے بہت دیر کر دی ہے۔

اس سے پہلے کہ آیان وہاں سے واپس کے لیے قدم اٹھاتا اس لڑکی کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔

'آپ مجھے جانتی ہیں۔

تم نے تو کہا کہ میں بیلا کی فرینڈ ہوں تو ظاہر ہے میں جانتی ہوں گی تمہیں۔

'ہمم اچھا۔۔۔

آیان نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

'وہ اپنی لائف میں آگے بڑھ گئی ہے اور بہت خوش ہے۔اب تم اپنے پچھتاوے اس کی خوشیوں کے راستے میں مت لاؤ پلیز۔تمہاری وجہ سے اس نے بہت مصیبت جھیلی ہے۔

'کیا مطلب کیسی مصیبت۔

'جب وہ تم سے بات کرنے آئی تھی اس سے پہلے وہ اپنے بابا سے تمہاری بات کر چکی تھی۔اس پاگل کو یقین تھا کہ تم اس کو 'نا' نہیں کہو گے۔

جب سر کو پتہ چلا کہ وہ ایک مسلم لڑکے سے پیار کرتی ہے تو۔۔۔۔

سر نے اسے ایک دن کے لیے کمرے میں بند کر دیا تھا۔اس نے نیند کی گولیاں کھالیں۔اگر وہ بروقت ہسپتال نہ پہنچتی تو پتہ نہیں وہ آج زندہ بھی ہوتی کہ نہیں۔۔۔

۔

آیان کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔اس نے وہی سیڑھیوں کی ریلینگ کو تھام کے خود کو سہارا دیا۔

'جیسے تیسے اس کے والدین مانے تھے مگر تمہارے انکار نے اسے جیتے جی مار دیا تھا۔

'میں اس سے ملنا۔۔۔

آیان کے الفاظ اس کے گلے میں ہی اٹک کر رہ گئے۔ آنکھیں پانی سے بھرنے لگیں۔

'کاش تمہیں پتا ہوتا کہ ریجیکٹ ہونے کا دکھ کیا ہوتا ہے۔ دھتکارے جانے کا عذاب کیسا ہوتا ہے۔

وہ لڑکی آیان کے دل کو لیر ولیر کر کے چلی گئ۔

آیان پوری قوت سے وہاں سے بھاگا تھا۔ آس پاس طلباء نے اسکو حیرانگی سے دیکھا۔

وہ پوری شدت سے بھاگ رہا تھا جیسے کسی ریس میں دوڑ رہا ہو۔

وہ سردی کی شدت کو محسوس کیے بغیر بھاگتا ہوا یونیورسٹی کے بیک گراؤنڈ میں پہنچا

اب وہ وہاں پوری قوت سے چیخ رہا تھا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھا آسمان کی طرف منہ کیے اسکی چیخے وہاں موجود دیو قامت درختوں سے ٹکرا رہی تھی۔

اگرچہ دھند کی وجہ سے دور تک دیکھنا ممکن نہیں تھا مگر اس کی چیخیں نظر سے کہیں دور تک پہنچ رہی تھی۔

'ریجیکٹ ہونے کا دکھ، دھتکارے جانے کا عذاب، گھٹیا انسان نیند کی گولیاں، ہسپتال' انگیجمنٹ،

شادی۔۔۔۔

یہ الفاظ اس کے ذہن کو ماؤف کر رہے تھے۔

وہ وہی گیلی گھاس پہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھے زار و قطار رو رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

34

'گریٹ مائیکل آخر تم نے اپنی بات پوری کی۔ مجھے تو لگتا تھا کہ تم بس باتیں ہی کرتے ہو۔

مائیکل نے زیان کے لیے اپنے والد ویلیم سے بات کر لی تھی۔ آزربائیجان میں ایک ہوٹل بننے والا تھا۔ اسکا آرکیٹیکچرل پراجیکٹ زیان کی کمپنی کو مل سکتا ہے۔

'مگر تم جانتے ہو پاپا نے کہا ہے کہ وہ تمہیں وہاں صرف ریفر کریں گے۔ باقی کا کم تمہارا ہے۔

'ہاں ہاں فکر نہ کرو۔ میں وہ جگہ دیکھ آیا ہوں۔ میں جانتا ہوں وہاں کس نوعیت کا کام ہو سکتا ہے۔

زیان لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا کافی خوش محسوس ہو رہا تھا۔

'اوکے۔ دیکھتے ہیں پھر تم کیا کر سکتے ہو۔

بنا بائے کے ویڈیو کال کاٹ دی گئی۔

یہی ان کا طریقہ تھا۔وہ گڈ بائے کہنے سے ڈرتے تھے۔ کہ کہیں ہمیشہ کے لیے بچھڑ نہ جائیں۔ چاہے ایک دوسرے سے کوسوں دور تھے۔ مگر انکی دوستی مثالی تھی۔

سمیع کافی لے کے افس میں داخل ہوا تو اس نے سن گلاسسز لگاے ہوئے تھے۔ اور اپنا چہرہ کافی ہی ٹرے سے چھپا رکھا تھا۔

'تمہیں کیا ہوا ہے؟

زیان اسکا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

'مجھے فوبیا ہو گیا ہے۔

وہ کافی کپ میز پہ رکھ کے چہرہ دوسری طرف موڑے کھڑا تھا اب۔

میرے اسٹرولوجر ستاروں کا حال بتانے والے نے کہاں ہے کہ میں اگر اپنے باس کا چہرہ دیکھوں گا تو میری آنکھیں چلی جائیں گی۔

'کیا مطلب۔۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کا کوئی بات کرتا نوال اچانک دھڑم سے سے آفس میں داخل ہوئی۔

'زیان بھائی مطلب سر اسے نا کوئی فوبیا ہو گیا ہے۔ آپ اس سے بات مت کریں آج۔

'اللہ اللہ۔۔۔۔

زیان اپنی کرسی سے اٹھ کے اس کے قریب ہوا تھا۔

'مجھ سے دور رہیں۔ میں نے کہا مجھ سے دور رہیں۔

سمیع ایک دم سے چیخا تھا۔

اوکے اوکے۔

زیان اپنے دونوں ہاتھ اسکے سامنے کرتے ہوئے بولا۔

'چلو تم یہاں سے۔

نوال اسے کھینچتی ہوئی افس سے باہر لے جا رہی تھی۔

زیان ان دونوں کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

نار من اور منکشے اپنی فیورٹ بیکری پہ ہمیشہ کی طرح بکلاوا اور گوگھل (پیسٹریز) کھانے آئیں تھیں۔

وہ بیکری کے باہر سمندر کے کنارے کرسیوں پہ بیٹھی تھیں۔ جب ایرک دور سے آتا دکھائی تھا۔

ایرک کا تعلق نیو جرسی سے تھا۔ مگر اسکے والد وہاں بڑے وکیل تھے۔ اور اکثر اپنے ہم برادری لوگوں کے ہی کیس نپٹاتے رہتے تھے۔

'ایرک۔۔۔

نارمن نے آہستہ سے کہا تو منقشے نے گردن موڑ کے پیچھے دیکھا۔

گڈ مارننگ۔۔۔

ایرک نے جھک کے منقشے گال پہ بوسہ دیا تھا۔

'ہائے نارمن کیسی ہو۔

وہ نار من کا ہاتھ تھامے ہمدردی سے پوچھ رہا تھا۔

'میں ٹھیک ہوں۔شکریہ ایرک

وہ تینوں پھر سے وہیں بیٹھ گئے تھے۔

'میرے پاس ایک سرپرائز ہے لیڈیز۔۔۔

ایرک ہاتھ میں ایک پمفلٹ لہرا رہا تھا۔

یہ کیا ہے۔۔۔

منقشے غور سے اس پمفلٹ کو دیکھ رہی تھی۔

'کنٹری ٹوور ہے۔

تمہاری گریجویشن کی خوشی میں جان۔

'اوہ ایرک تم کتنے اچھے ہو۔

منقشے اسکے گلے لگ چکی تھی۔

آذر بجان جان ایک اسلامی ملک ہے۔بہت ٪۹۶ لوگ مسلمان ہیں۔مگر یورپی ملک اس ملک پر بہت حد تک اثر انداز ہوا ہے۔یہاں کے لوگ اکثر یورپی کلچر اپنا چکے ہیں۔اس لیے گلے ملنا یا بوسہ کرنا ایک نارمل بات ہے۔

'ارے لڑکی تم اتنی پریشان کیوں بیٹھی ہو۔ تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔ چاہتا تو میں یہ کپل ٹور تھا۔ مگر خیر تم منکشے کی دوست ہو۔ اور میری بھی دوست ہو۔

'یہ محترمہ تو خود غائب ہونے کے چکر میں ہیں۔

اس سے پہلے نار من کچھ بولتی منقشے نے خود ہی جواب دیا تھا

'کیا مطلب۔۔۔

ایرک نے نہ سمجھی سے دونوں کو دیکھا

'کبیر چاہتا ہے کہ یہ کچھ دنوں کے لیے انڈر گراؤنڈ ہو جائے۔

'واٹ۔۔۔یہ کوئی کریمینل ہے کیا۔

وہ اب بھی خاموش بیٹھی تھی۔

'یہی تو میں اسے سمجھا رہی ہوں۔کہ ہم کوئی راستہ نکال لیں گے۔

'یار میں اب خود اکتا گئی ہوں۔میں جانا چاہتی ہوں یہاں سے کہیں بہت دور۔

وہ سمندر کو گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی

'اوکے تو پھر جانے سے پہلے تم ہمارے ساتھ جا رہی ہو۔لاسٹ میموری ٹو گیدر

منقشے کو وہ مزید نہ نہیں کر سکتی تھی۔

'،، کہاں کہاں جائیں گے ہم دکھاؤ۔

وہ ایرک ایرک سے پمفلٹ پکڑ کر دیکھ رہی تھیں۔ٹورسٹ پوائنٹ پہ نیشنل پارک دیکھ کر اسے کبیر کی بات یاد آئی۔

'وہ مجھے یاد آیا۔ کبیر بتا رہے تھے کہ یہاں شاہد اگ نیشنل پارک کے قریب کہیں کوئی نیا ہوٹل بننے جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں میٹنگ ہو گی۔ بہت سارے آرکیٹیکٹ اور ہوٹل مینجرز وہاں ہوں گے پروجیکٹ حاصل کرنے کے لیے۔

کبیر چاہ رہے ہیں کہ میں وہ میٹنگ اٹینڈ کروں ان کے ساتھ۔ تاکہ تھوڑی بہت معلومات مل سکے کام کے حوالے سے۔

'ٹھیک ہے یہ تو بہت اچھی بات ہے۔

'ہاں تو منقشے تم بھی چلنا میرے ساتھ۔ آخر کو ہم نے بھی ڈگری لی ہے۔ آرکیٹکٹ ہیں ہم بھی۔

'ٹھیک ہے ہم ساتھ میں جائیں گے۔

'ہاں تم لوگ تاریخ دیکھ لو کب ہے میٹنگ۔ اگر وہ ٹوور کے دوران آتی ہے تو تم لوگ وہاں سے بھی میٹنگ کر لو گے۔

'شاید سترہ تاریخ ہے۔ ٹھیک ہے پھر تو تم لوگ ڈائریکٹ وہاں ہی فلائ کرنا میں اٹھارہ کی صبح تک پہنچ جاؤں گا وہاں۔ سترہ کو مجھے کورٹ جانا ہے فائینل ججمنٹ ہے۔

'اوکے نو پرابلم۔

منقشے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی۔

میں اس سمندر کو مس کروں گی۔ بہت بار وہ وہاں سب سے چھپ کے رونے کے لیے آتی اتی تھی۔ سمندر پہ بھروسہ تھا اسے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ کھارا پانی اس کے راز ہضم کر لے گا۔

پیرس میں اس وقت شام اتر چکی تھی۔ سردی مزید بڑھ گئ تھی۔ رالف ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

'کہاں جا رہے ہو۔

رالف آیان کو پیکنگ کرتا دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔

'وہ شوٹنگ کے سلسلے میں جانا ہے کل تک آجاؤں گا۔

'اتنا ارجنٹ کیوں۔۔کچھ ہوا ہے کیا ملک میں

'نہیں سب ٹھیک ہے۔

آیان تھکا سا لگ رہا تھا۔

'پھر جانا کیوں ہے۔

'مجھے نہیں پتہ کیوں جانا ہے۔

'آیان تم ٹھیک ہو نا۔۔۔۔

رالف اس کے قریب ہوا تھا

ہاں ٹھیک ہوں میں۔اور پلیز تم مجھے ایسے ٹریٹ نہ کرو۔اس میں لیٹ ہو رہا ہوں۔

اس سے پہلے رالف کوئی جواب دیتا آیان کمرے سے نکل گیا تھا۔

سب وے پہ پہنچ کے اس نے sceaux. سیاکس کی ٹکٹس لی تھیں۔بس ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر کنٹری سائیڈ فرنچ ٹاؤن ایریا ہے۔یہاں لوگ اکثر بہار کے موسم میں جاتے ہیں۔وہاں کی پوسٹ کارڈ پر بھی بہار میں گرتے چیری کے خوبصورت پھول نظر آتے ہیں۔

بیلا کو شادی کے لیے وہاں لے جایا گیا تھا۔مگر آیان وہاں کیوں جا رہا تھا اس بات کا جواب ابھی تک اس نے خود کو نہیں دیا تھا۔

35

زیان اس وقت ایک پرانی عمارت میں تھا۔رات کافی تاریک معلوم ہوتی تھی مگر ہر طرف عمارت میں آگ ہی آگ تھی۔ہر سو روشن لگ رہی تھی۔وہ پریشان سا ادھر ادھر کسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عجیب سے حلیے کے لوگ اس سے ٹکراتے اور گزر جاتے۔جیسے پرانے زمانوں میں جنگلوں میں لوگ رہا کرتے تھے۔بس مخصوص حصے ڈھانپنے کے لیے کپڑے پہنتے۔ان کے لمبے اور بال گندے مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔وہ دراز قد سیاہ فارم حبشی معلوم ہوتے تھے۔

ان کو دیکھ کر ہی خوف محسوس ہو رہا تھا۔

زیان پسینے سے بھیگا چہرہ اپنے بازو سے صاف کر رہا تھا۔جب اچانک اسے وہ لڑکی نظر آئی۔وہی آنکھیں تھیں۔گہری لاحاصل کی چاہ جیسی آنکھیں

وہ رک گیا تھا مگر اسے رکنا نہیں تھا۔ اچانک اس لڑکی سے کوئی ٹکرایا تھا۔ وہ گر گئی تھی اسکی کہنی چھل گئی تھی۔ اداس انکھیں مزید اداس ہو گئی تھیں۔ وہ لڑکی کی طرف بھاگا۔ مگر اچانک آگ کا بہت بڑا شعلہ اسکے عین سامنے آیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

اچانک دور سے کہیں تین گھنٹیوں کی اواز سنائی دی۔ جیسے کسی نے تین ہتھوڑے لگائے ہوں ذہن پے۔

پاکستان میں رات کے تین بج چکے تھے۔ زیان اچانک خواب سے اٹھ بیٹھا۔ اس کا وجود پسینے میں نہا چکا تھا۔

کیا وہ لڑکی کسی مصیبت میں ہے؟

یہ پہلا خیال تھا جو اسے خواب دیکھنے کے بعد آیا تھا۔

'مگر وہ اسے خواب میں کیوں نظر آئی؟

زیان کا کمرہ اوپر والے پورشن میں تھا اس کمرے کی کھڑکی گھر کے مین گیٹ کی طرف کھلتی تھی۔ وہاں سے گھر کا گارڈن اور گیٹ صاف نظر آتے تھے۔ کمرے سے دروازے کی طرف باہر نکل کر نیچے جھانکو تو گھر کا مین ہال نظر آتا تھا جہاں سامنے کی طرف کچن اور دائیں جانب گھر کا بیرونی دروازہ تھا۔

باقی تمام کمرے بھی خاص ترتیب سے بنائے گئے تھے۔

اس نے پہلے پردے ہٹا کے باہر کا منظر دیکھا۔ پھر باہر کا ایک راؤنڈ لگایا اور سائیڈ ٹیبل سے وہ کتاب اٹھائی جس کے آخری کورے صفحے پر ایک تحریر درج تھی

'تم ستاروں کے جہاں میں بھٹک گئے ہو۔ تم اپنے گم احساسات کو چاند کی یا ہوش میں ڈھونڈ سکتے ہو۔

اس نے تحریر کو انگوٹھے سے چھوا۔ اور کتاب پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ کیونکہ

نیند صرف ان کے مقدر میں لکھی جاتی ہیں جن کے دل سکون کے بادلوں پر سفر کرتے ہیں۔ جن کی

ڈھڑکنیں مسکراہٹوں کے نغمے گاتی ہیں۔

آذربائیجان میں کلاک دو کا ہندسہ پار کرنے والا تھا۔ جب نار من کی نظر میں گیٹ پہ رکتی گاڑی پر آ کے رکی۔

پاکستان اور آذربائجان میں وقت کا سفر صرف ایک گھنٹے کا محتاج ہے۔

دانین کی چال لڑکھڑا رہی تھی۔ واضح تھا کہ وہ ڈرنک ہے۔

نار من نے پردے واپس سیٹ کیے اور مین گیٹ کی طرف بھاگی۔

'اوہ دانین تم الکوحل لی ہے۔

وہ اسے تھامنا چاہتی تھی مگر دانین نے اسے ایک جھٹکے سے پرے کیا۔

'تم کون ہوتی ہو میرے معاملات میں دخل دینے والی۔

'تم ابھی ہوش میں نہیں ہو چپ چاپ میرے ساتھ چلو۔

کار میں بیٹھا لڑکا دکھنے میں ہی لوفر اوارہ لگ رہا تھا۔اس نے نار من کو دیکھتے ہی آنکھ دبائی تھی اور فلائنگ کس بھی اچھالی۔

'تم میرے ڈیڈ کے ٹکڑوں پہ پڑنے والی لڑکی ہو۔ نہیں بلکہ تم چوہیا ہو۔ جو سب کچھ کتر جاتی ہے اور پتہ بھی نہیں لگنے دیتی۔

نار من کی آنکھیں بھرنے لگی تھیں۔

وہ ضبط کرتی دانین کو تھامنے کے لیے اگے بڑھی مگر دانین نے اسے دھکا دیا اور وہ پاس پڑے ایک بڑے سے گملے پر جا گری۔ اسکی کہنی چھل گئ تھی۔

آہ۔

ایک سسکی سی منہ سے نکلی تھی۔

اچانک دروازہ کھلنے کی اواز ائی اور کبیر باہر آیا۔

دانین نیچے گری نار من پر جھکی اسے صلواتیں سنانے میں مصروف تھی۔

'ہٹو پیچھے کیا کر رہی ہو تم؟

کبیر نے دانین کو بازو سے پکڑ کے پیچھے کھینچا۔

'ممم۔۔میں وہ یہ گر گئی تھی میں اسے اٹھانا چاہ رہی تھی۔

حتی کہ اس کے اپنے قدم لڑکھڑا رہے تھے

'بس کرو۔ دانین بس کرو میرا ضبط اب جواب دے چکا ہے۔ میری نظروں کے سامنے سے ہٹو

دانین کو اس نے بازو کی مدد سے پرے دھکیلا اور گری ہوئی نار من کو وہاں سے اٹھانے میں مدد دی۔

وہ دانین کو وہیں چھوڑ کر نار من کو کمرے میں لے گیا تھا۔

نار من کی آنکھیں برسنے کو تیار تھیں۔

'خبر دار اگر ایک بھی آنسو نکلا۔

کبیر غصے سے پاگل ہوئے جا رہا تھا

'میں تو بس اس کی مدد کرنا چاہ رہی تھی۔

'مدد کرنا اچھی بات ہے مگر خود کو ذلیل کروانا کہاں کی عقلمندی ہے۔بس بہت ہوا۔

میں تمہیں بھیجنے کے تیاری ایک دو دن میں مکمل کر رہا ہوں۔مجھے اپنے آس پاس ایسے لوگ پسند نہیں جو خود کی حفاظت نہ کر سکتے ہوں۔

آپ بھی مجھ سے اکتا گئے ہیں۔

وہ اپنی زخمی کوہنی پہ ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔

'ادھر دکھاؤ بازو مجھے۔رکو میں فرسٹ ایڈ لے کر آتا ہوں۔

دانین کے لیے یہ وقت قیامت سے کم نہیں تھا۔آذربائیجان کو آتش کدہ کیوں کہتے ہیں وہ سمجھ گئی تھی۔

وہ کبیر کے کمرے میں بیٹھی تھی۔وہ اسکی زخمی کونی پہ بہت احتیاط سے بینڈ یج کر رہا تھا۔

'میں چاہتا ہوں تم یہاں سے باہر نکلو۔تم خود کو کھوج لو۔تمہیں خود کو پروٹیکٹ کرنا سیکھو۔یہاں تم ہر مشکل میں کی نہ کوئی سہارا پالیتی ہو۔اس لیے تم کبھی بہادر نہیں بن سکی۔مگر باہر کی دنیا بہت بے رحم ہے۔جو اپنی حفاظت کرنا نہیں جانتے دنیا کے ازدھے انہیں نگل جاتے ہیں۔

وہ چپ چاپ اسکے بولتے ہونٹوں کو دیکھ رہی تھی۔

'کیا۔۔۔اب چپ کیوں لگ گئ ہے۔بتاؤ کون سے ملک جانا چاہو گی۔تم وہاں جا کے اپنی سٹڈی کنٹینیو جاری کرنا۔ہو سکے تو بہترین جاب تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ایسا نہیں ہے کہ پیسوں کی کمی ہے یا خدانہ خواستہ میں تمہارے خرچے نہیں اٹھا سکتا۔تم اور انٹی میری ذمہ داری ہے۔مگر میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا راستہ خود تلاش کرو۔

اس کی باتیں ہمیشہ ایسی ہی تھی۔نارمن کو ہمیشہ یہی لگتا تھا کہ جیسے وہ ایک دن اسے چھوڑ جائے گا۔اس کی باتوں سے بغاوت کی بو آتی تھی۔

'وہ منقشے نے میرے لیے کنٹری ٹور پلان کیا ہے بس پندرہ دن کا۔

'تم جانا چاہتی ہو۔

وہ بینڈ تیج کر کے اسکے سامنے ایک چھوٹے سے سٹول پر بیٹھا تھا۔

نارمن نے بس اثبات میں سر ہلایا تھا۔

'مگر تم جانتی ہو کہ تمہاری جان کو خطرہ ہے۔ لیکن اگر تم پھر بھی جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔

'کیا آپ میرے ساتھ نہیں جاسکتے۔

'تم پھر سے سہارا ڈھونڈ رہی ہو۔

'آپ نے تو کہا میری جان کو خطرہ ہے۔

'وہ تو ہے اور یہ بات تم جانتی ہو۔

وہ اسکی آنکھوں میں بغور دیکھ رہا تھا۔

نار من نظریں چرا گئی تھی۔اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ محبت پاش نظروں کی حدت جھیل سکے

'ہمارے ساتھ ایرک ہو گا۔منقشے کا منگیتر

وہ وکیل؟

کبیر کچھ یاد کر کے بولا تھا۔

'جی۔

'کب جانا ہے؟

'سترہ کو میٹنگ اٹینڈ کر کے وہیں سے گروپ جوائن کریں گی۔

'ٹھیک ہے تم جاؤ آرام کرو۔

وہ فوراسے اٹھ کھڑی ہوئی تھی

'اور ہاں دانین کو اس کے حال پہ چھوڑ دو۔

نار من نے اسے جاتے جاتے پلٹ کے دیکھا تھا۔

بہزاد صاحب ہمیشہ سرد مزاج رہے تھے۔نار من سے بات تو نہ ہونے کے برابر ہی کرتے تھے۔دانین پہ بھی ان کی کچھ خاص توجہ نہ تھی۔اس لیے بیٹی بگڑ گئ تھی۔نار من کو اس سے ہمدردی تھی۔اخر کو وہ ایک فیملی تھے۔

اور فیملی کو جوڑ کے رکھا جاتا ہے۔اگر فیملی ٹوٹ جائے تو رشتے بھی ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔ یہ بات نار من اچھے سے جانتی تھی۔

36

آیان تمام راستے اپنے ذہن کی ادھیڑ بنتی میں مصروف رہا تھا۔ ساتھ والے سیٹ پر کون بیٹھا کون کس اسٹاپ پہ اترا کس عورت کا بچہ رویا، کچھ پرواہ نہیں تھی۔

وہ جیسے ہی پتہ معلوم کرتے کرتے ڈھلتے دن کے ساتھ چرچ کے قریب پہنچا تو تو راستے میں لگے چھوٹے بڑے درختوں کو مختلف رنگ کے ربن سے سجا ہوا پایا۔ چرچ کے کھلے صحن میں سافٹ میوزک کی آوازیں صاف

سنائی دے رہی تھیں۔ بہت سے لوگ ایک ساتھ جمع ہوئے تھے۔ اسکا دماغ شل تھا مگر وہ ماحول میں پر جوشی کو محسوس کر سکتا تھا۔

وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا اسے وہاں ہونے والی کسی بڑی تقریب کا احساس ہو رہا تھا۔ سامنے ہی سفید رنگ کی دو خالی بڑی کرسیاں پڑی تھیں جن کے پشت کافی اونچی تھی اور ایک بڑی سی میز جس پہ سفید پھولوں کا بکے مائک اور سرخ نوٹ بک رکھی تھی۔

کرسیوں کے پیچھے سے چرچ کی لمبی اور وسیع سیڑھیاں شروع ہوتی ہیں جو غالبا چرچ کے اندر داخل ہونے کا راستہ ہے۔

لوگ جوڑوں کی صورت میں ڈانس کرنے میں مصروف تھے۔ کچھ بڑی عمر کے لوگ وہاں موجود کرسیوں پر بہت فرصت سے نوجوان جوڑوں کو ڈانس کرتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

آیان کا دل ڈھڑک نہیں رہا تھا بلکہ ایک تیز سپیڈ الیکٹرک ٹرین سے ریس لگا رہا تھا۔

وہ ابھی کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جب میزک رکا اور ایک نئی طرز کا گانا شروع ہوا۔ تمام لوگ ڈانس چھوڑ کر ایک طرف کھڑے ہوئے اور کرسیوں پر بیٹھے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان سب کی نگاہیں چرچ سے آتی سیڑھیوں کی طرف تھیں۔

آیان نے جیسے نظروں کے تعاقب میں سیڑھیوں کی طرف دیکھا اسکا دل حرکت کرنا بھول گیا تھا۔ اس نے سامنے پڑی کرسی کی پشت پکڑ کے خود کو سہارا دینے کی کوشش کی۔

بیلا اپنے شوہر کے ساتھ سہج سہج کے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ سفید گاؤن جسکی لمبی ٹیل پیچھے رہ جانے والی سیڑھیوں سے لپٹ لپٹ کے اترتی تھی۔ بیلا مسکرا رہی تھی ہاتھ میں پکڑی ایک سرخ میرج بک لہرا لہرا کے لوگوں کو دکھا رہی تھی۔ لوگ تالیاں بجانے لگے تھے۔

مگر جیسے ہی اسکی نظر آیان پر پڑی اسکا پیر سیڑھی پہ بیلنس نہیں رہ سکا تھا۔وہ لڑکھڑائی مجمع میں خوف سا پھیل گیا تھا

آیان بھی ایک قدم آگے بڑھا مگر اس کا شوہر اسے پہلے ہی تھام چکا تھا۔

وہ کسی فلم کے رومینٹک سین کی طرح اس کے باہوں میں تھی۔فوٹو گرافر نے انہیں اسی پوز میں کھڑے رہنے کا حکم دیا اور اس لمحے کو تصویروں میں قید کرنے لگا۔

آیان کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں مگر بیلا نے دوبارہ اس کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔شاید وہ پختہ ارادوں کی لڑکی تھی۔بس فیصلہ کر لیا تھا اور ڈٹ گئی تھی۔

آیان دبے پاؤں واپس چلا آیا۔شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اس لیے اب گلی میں اکا دکا لوگ ہی نظر آتے تھے۔ وہ ایک درخت کے نیچے سنگی بینچ پہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھا تھا۔

جیسے کوئی جواری سب کچھ ہار کے بیٹھا ہو۔

'اسے اس سے کبھی محبت تو نہیں تھی وہ پھر رو کیوں رہا ہے؟

وہ اپنے اندر کو ٹٹولنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہاں سب اجاڑ پڑا تھا۔ خالی دل خالی ہاتھ۔

بعض دفعہ ہم اس انسان کی قدر نہیں کرتے جو ہمیں با آسانی میسر ہو۔ مگر ہمیں کہیں نہ کہیں اس انسان کی عادت لگ چکی ہوتی ہے۔ چھوٹی بڑی بات شیئر کرنے کی عادت، میسج کرنے کی عادت یا پھر صبح اٹھتے ہی اسے دیکھنے کی خواہش رات اس کی آواز سن کے سونے کی عادت۔ یہ دوستی بھی ہو سکتی ہے اور محبت بھی۔

اب فیصلہ آیان کو کرنا تھا کہ وہ اپنی دوست کے دور ہونے پر غم زدہ تھا یا اس محبت کو خود قتل کرنے پر شرمندہ تھا۔

وہ ٹھٹھرتی سردی میں بھی پرسکون سا بیٹھا تھا کیونکہ اس کے اندر لاوا دہک رہا تھا۔اس نے ایک لڑکی کے جذبات کو قتل کیا تھا۔اور وہ لڑکی اس کے طے کیے ہوئے انجام کی سولی چڑھ گئی تھی۔

آذربائجان باکو میں دن کا آغاز ہو چکا تھا۔دا نین بھاری سر کے ساتھ شاور کے نیچے موجود تھی۔

پچھلی رات کی کبیر کے سامنے شرمندگی وہ بھول نہیں سکی تھی۔اور وہ کیسے اس کی نظروں کے سامنے نارمن کو لے گیا تھا۔

وہ نار من کو نہیں چھوڑے گی اب۔

اسکی آنکھیں شاور کے نیچے بھی دہکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

جبکہ نار من ابھی تک کمفرٹر اوڑھے بے سدھ سو رہی تھی۔ ویسے بھی تمام رات جاگنے والے صبح صادق ہی سو پاتے ہیں۔

اسی گھر کے اوپر والے فلور پہ کبیر اپنے کمرے میں ایرک کا نمبر ڈائل کر چکا تھا۔ وہ نار من کو مضبوط ہونے کا مشورہ ضرور دیتا تھا مگر کبھی اسے بے سہارا ابھی نہیں چھوڑتا تھا۔

آخر کو وہ اس کی واحد دوست تھی یا۔۔۔۔؟؟؟

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پاکستان میں زیان پیکنگ کرنے میں مصروف تھا۔ اسے یہ پراجیکٹ ہر قیمت پہ چاہیے یہ وہ طے کر چکا ہے۔ وہ ایک ایک کاغذ کو بہت دھیان سے دیکھ رہا تھا۔

سفری بیگ کو آخری نظر دیکھتے ہوئے اس سے پہلے کہ وہ زپ لاک کرتا اسے ادھورے ہونے کا احساس ہوا اسکی نظروں نے کسی چیز کے تعاقب میں ادھر ادھر دیکھا اور اور سفید کور کی ایک کتاب اٹھائی جس کے آخری صفحے پہ چاند اور ستاروں والی تحریر لکھی ہوئی تھی۔

یہ کتاب زیان کے لیے لکی چارم بنتی جا رہی تھی۔ جیسے پہلے فرانس میں وہ اپنے پاس مون سٹون رکھتا تھا۔ وہ سفید اور سیاہ دو چھوٹے چھوٹے پتھر تھے۔ سفید چاند کا روشن حصہ تھا اور سیاہ پتھر چاند کا تاریک حصہ۔ وہ ان دو پتھروں کو ہمیشہ اپنے ہاتھوں میں رکھتا۔ اور رگڑتا رہتا تھا۔ مگر جب سے اسے یہ کتاب ملی تھی اس پہ لکھی تحریر نے اسے دنیا سے بیگانہ کر رکھا تھا۔

وہ دن میں نہ جانے کتنی بار اس تحریر کو پڑھتا اور اپنی انگلیوں کے پوروں سے محسوس کرنے کی کوشش کرتا۔

وہ اداس گہری انکھیں اس کی آنکھوں سے جاتی نہیں تھیں۔ وہ ہر رات تہجد میں بہت شدت سے دعا کرتا تھا کہ کم از کم ایک دفعہ اس لڑکی سے پھر ملے۔

"وہ کبھی ملے وہ کہیں صحیح"

ہر کوئی اپنی ہی قید میں قید تھا۔ تمام رشتے گڈ مڈ تھے۔ ہر ایک کی جگہ بدل گئی تھی۔ ہر ایک کے جد بے وقت کے ساتھ ساتھ بھرتے جا رہے تھے۔

پاکستان فرانس آذربائیجان تینوں ملکوں پہ ہی محبت کے گھنے بادل منڈلا رہے تھے

37

'تو تم کنٹری ٹور پہ جا رہی ہو؟

بہزاد صاحب نے بنا دیکھے نار من کو مخاطب کیا تھا۔

نار من کبیر اور بہزاد صاحب ناشتے کی ٹیبل کے گرد جمع تھے۔ دانین حسب معمول غائب تھی۔

'جی۔۔۔۔

نار من بس اتنا ہی کہہ پائی تھی

'اس بار تمہارے اکاؤنٹ میں زیادہ رقم ڈلوا رہا ہوں۔ تاکہ تمہیں ٹور پہ پریشانی نہ ہو۔

کبیر نے نہ جانے کیوں ٹھہر کے ایک نظر بہزاد صاحب کو دیکھا تھا۔

'کب جانا ہے۔

وہ آج معمول کے خلاف زیادہ بات کرنے کے موڈ میں لگ رہے تھے۔

'پندرہ تاریخ کو۔۔۔۔

اس سے پہلے نار من کوئی جواب دیتی کبیر جواب دے چکا تھا۔

'گڈ مارننگ فیملی۔۔۔۔۔

نار من ابھی کچھ سمجھ نہ سکی ٹھیک ہے کیوں کبیر نے بہزاد صاحب کو غلط تاریخ بتائی وہ تو 17 تاریخ کو جانے والی تھی۔

دانین روز کی طرح میک اپ اور سٹائلش منی جینز پہنے انکے مقابل بیٹھی تھی۔

گویا کل رات کے واقعے کا ذرا اثر نہ ہوا تھا۔

'کتنا اچھا لگتا ہے نا جب ہم سب ساتھ میں کھانا کھاتے ہیں۔

وہ چہک رہی تھی۔

جبکہ کبیر نے ایک نظر بھی اسے نہ دیکھا تھا

'نار من تم ازائلم گئ تھی تمہاری موم کیسی ہیں؟

'وہ ٹھیک ہیں۔ اور اسے ازائلم نہیں کہتے ایم ایچ آئ ہے وہ۔ مینٹل ہیلتھ انسٹیٹیوٹ۔

نار من کبھی اپنی ماں کے لیے پاگل خانے کا لفظ نہیں سن سکتی تھی۔

'اوکے سوری تم تو برا ہی مان گئی ہو۔ خیر ڈیڈ میں کچھ دنوں کے لیے مام کے پاس شفٹ ہو رہی ہوں۔

'کیوں؟

اب کی بار بہزاد صاحب نے اسے بغور دیکھا تھا

'ویسے ہی وہ مجھے مس کر رہی ہیں۔

دانین کندھے اچکا کر بولی تھی

'یقین تو نہیں آتا کہ وہ عورت کسی کو یاد بھی کر سکتی ہے۔ خیر جاؤ

'ویسے ان کے ہسبینڈ ان کے لیے اینیورسری پارٹی تھرو کر رہے ہیں۔مام کے لیے تو ظاہری بات ہے یہ سرپرائز ہی ہے مگر میرے سیکنڈ ڈیڈ کافی کول ہیں انہوں نے ہی مجھے انوائیٹ کیا ہے۔

وہ آملیٹ اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے نزاکت سے معلومات دے رہی تھی

'ایسا ہے تو پھر تم نہیں جا سکتی۔

'کیوں ڈیڈ۔

کانٹا اٹھاتے ہاتھ رک گئے تھے

'کیونکہ مجھے اس آدھے انگریز پہ ذرا بھی بھروسہ نہیں ہے

'کس لیے بھروسہ نہیں ہے۔وہ بھی مجھے اتناہی پیار کرتے ہیں جتنا کہ آپ کرتے ہو۔مطلب ضرورت کے وقت یاد

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کے ادا کرتے ہوئے اٹھی اپنا ونٹر کوٹ اٹھایا اور باہر نکل گئ

بیرونی دراوزے پہ رک کے اس نے مسکراتے ہوئے پلٹ کے دیکھا تھا۔

ایک تیر سے دو شکار کرنے والی تھی۔

'ڈیڈ اپ کو مزہ چکھانے میں مجھے بہت مزہ آتا ہے۔ مگر نار من تمہیں روتا دیکھ کر تو میری روح کو سکون ملتا ہے۔ گڈ لک ڈیئر نار من

وہ خود سے بڑبڑاتی لان میں پڑے سٹرنگ جھولے پہ بیٹھی تھی جو سمیونگ پول کے ایک طرف موجود تھا۔

اتنے میں ہی گیٹ کی ڈور بیل بجی اور دانین نے مسکرا کے خود سے بات کی تھی۔

'وقت آگیا جس کا تھا بے صبری سے انتظار۔

'گارڈ ایک سرخ پھولوں کا بکٹ جو سائز میں کافی بڑا تھا۔ اٹھا کے میں ہال کی طرف بڑھا تھا۔

'سر یہ مس نار من کے لیے ہے۔

کبیر اور بہزاد صاحب دونوں نے ایک ساتھ اس بکٹ کو دیکھا تھا۔

اس بکٹ میں پھولوں کے ساتھ ساتھ کچھ چاکلیٹس کینڈیز اور دو عدد دوائن کی بوتلیں تھیں۔ اسی طرح کی چند ایک چھوٹی موٹی چیزیں اور موجود تھیں۔

نار من نے گھبرا کے پہلے کبیر اور پھر بہزاد صاحب کو دیکھا تھا۔

کبیر نے ایک غصے والی نگاہ نار من پہ ڈالی اور پھولوں پہ لٹکتا کارڈ کھینچ کے اتارا تھا۔

'مائ لو۔۔۔یہ تحفہ اس رات کے لیے ہے جو تم نے میری باہوں میں گزاری تھی۔میں ہر رات تمہارا انتظار کرتا ہوں۔

کبیر نے اس کارڈ کو اپنی ہتھیلی میں مسل دیا تھا۔

'مسز نازلی اس بکٹ کو گھر سے باہر پھینک دیں۔ جتنی جلدی ہو سکے

وہ غصے سے چلاتا اپنا والٹ اور کار کیز اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

'سچ کہتے ہیں اولاد کی تربیت بس سگے ماں باپ ہی کر سکتے ہیں۔ آج تم نے اپنے ساتھ ساتھ میری تربیت کو بھی گندہ کر دیا ہے۔

بہزاد صاحب بھی اسے وہیں چھوڑ کے آفس کے لیے نکل گئے تھے۔

نار من وہی پتھر کی مورت بنے بیٹھی تھی۔ آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے۔

نہ کردہ گناہ کی سزا جھیلنا خود کو کسی جلتی ہوئی بھٹی کے سپرد کر دینے سے کم نہیں تھا۔

باہر لان میں دانین کھل کے مسکرائی تھی۔

'اب دیکھتی ہوں تم کیسے کبیر کی ہاٹ فیورٹ بن کر رہتی ہو۔اور ڈیڈ کیسے مزید تمہیں اس گھر میں برداشت کرتے ہیں۔

آیان کمرے میں پہنچا تو اس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

'تم بہت جلدی واپس آ گئے۔ اتنی جلدی کام ہو گیا کمپلیٹ؟

رالف نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا تھا۔

'ہمم۔

سرسری سا جواب دے کر اس نے بیگ بینڈ پہ پھینکا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

بیگ کی سائیڈ پاکٹ سے ٹرین کا ٹکٹ نظر آ رہا تھا۔

'زیان یہ کیا بات ہوئی تم پھر کہیں جا رہے ہو۔ میں جب بھی تمہارے حوالے سے کچھ سوچتی ہوں تم بھاگ کھڑے ہوتے ہو۔

مسز سفیر ڈنر ٹیبل پہ کھانا چھوڑ کے زیان کی کلاس لینے میں مصروف تھیں۔

'ماں آپ کو پتہ ہے میں بزنس شروع کر رہا ہوں۔ اگر مجھے یہ پروجیکٹ مل جاتا ہے تو یقین کریں وارے نیارے ہو جائیں گے۔

وہ بریانی کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

'اللہ نے دو ہی بیٹے دیے ہیں مجھے۔ اور دونوں کا گھر میں دل نہیں لگتا۔ گھر میں کیا ہے اس ملک میں دل نہیں لگتا۔

'ماں میں دوبئ جا رہا ہوں کوئی مارس پہ نہیں جا رہا اور نہ ہی کل جا رہا ہوں سولہ کو جاؤں گا سترہ کو میٹینگ اٹینڈ کروں گا اور پھر اٹھارہ کو واپس۔

وہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ اذربائجان جا رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ملک ماں کے لیے آتش کدہ ہے۔ مگر اسکا راز بھی وہیں کسی آتش کدے میں قید تھا۔ جسے کھوجنے کے لیے زیان کو اب وہاں تعلقات بنانے تھے۔

'زیان میں اس بار تمہاری شادی کا سوچ رہی تھی۔

مسز سفیر حتمی انداز میں بولیں تھی۔

پانی کا گھونٹ بھر تا زیان اچانک سے کھانسنے لگا تھا۔ مسز سفیر لاحولا ولا قوت پڑھتی اسکی کمر سہلا رہی تھیں۔

'کیا ہو گیا ہے تم نے تو شادی کا لفظ سن کے ایسے ظاہر کروایا ہے جیسے تمہیں کوئی کرنٹ لگ گیا ہو۔

وہ مجھے اس لڑکے نے بتایا تھا کہ اس فریزر میں کرنٹ ہے تو میں نے آپ کی ہیلپ لے لی

یہ الفاظ اسے پھر سے سنائی دیے تھے۔

زیان کو وہ ائیر پورٹ پہ ہونے والا واقع پھر سے یاد آیا تھا۔

'اگر اس فریزر میں کرنٹ ہوتا تو کیا وہ واقعی چیخ چیخ کر سب کو اکٹھا کر لیتی؟

'کیا بول رہے ہو خود سے زیان۔ بتاؤ اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو۔۔۔

مسز سفیر ابھی تک اسی بات پہ ہی اٹکی ہوئی تھیں۔

زیان کی آنکھوں میں اداس سی آنکھوں کا عکس نظر آیا تھا۔ وہ آنکھیں جو اسے پچھلے دو مہینے سے سونے نہیں دے رہی تھیں۔

'ماں فلحال ایسی کوئی بات نہیں ہے۔مجھے اپنا کریئر بنانا ہے بزنس سیٹ کرنا ہے۔۔باقی باتیں پھر دیکھیں گے۔

وہ مزید کھانا نہیں کھا سکا اچانک سے اداسی نے اسے گھیر لیا تھا۔وہ کھانا وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

مسز سفیر نے سر جھٹک کے آیان کا نمبر ڈائل کیا تھا۔کچھ تھا جو آیان کے حوالے سے انہیں ڈسٹرب کر رہا تھا۔

اولاد چاہے کوسوں دور ہو ماں کا دل اولاد کی زرا سی اداسی بھی بھانپ لیتا ہے۔

'تم کہاں گئے تھے آیان؟

رالف اور وہ میس پہ ڈنر کرنے آئے تھے۔ رالف اب مزید چپ نہیں رہ سکتا تھا۔

'بتایا تو تھا۔

'تم نے جھوٹ بولا تھا۔ تم بیلا کے پیچھے گئے تھے۔

مگر آیان ہنوز کھانے میں مصروف رہا جیسے رالف نے کوئی بات کی ہی نہ ہو۔

'میں پوچھ رہا ہوں تم سے تم وہاں کیوں گئے تھے۔

'وہ مجھے اپنی شادی میں انوائٹ کرنا بھول گئی تھی۔ مگر آیان سفیر دوستوں کو نہیں بھولا کرتا۔ میں بس اسے گڈ لک وش کرنے گیا تھا۔

آیان بظاہر پر سکون دکھائی دے رہا تھا۔

'آیان تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے نا۔

اجانک سے بیلا کے بالوں سے آنے والی خوشبو آیان نے اپنے بہت قریب محسوس کی تھی۔

وہ اچانک ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

اسکے پیچھے ہی ٹیبل پہ لڑکی زرانم بالوں کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف تھی۔

'اوہ کاش یہاں بیلا ہوتی۔

اس کے دل نے فریاد کی تھی

'مجھے ضروری کام ہے۔تم سو جانا۔

آیان رالف کو وہیں چھوڑ کر میس سے نکل آیا تھا۔

اسے بیلا شدت سے یاد آرہی تھی۔اس کے قدم باسکٹ بال کورٹ کی طرف تھے

بیلا بہت انہماک سے لیکچر نوٹ کرنے میں مصروف تھی۔ آیان اسکی پچھلی چیئر پہ بیٹھا تھا۔

بیلا کے بالوں سے اٹھنے والی خوشبو آیان کو مسحور کر رہی تھی۔ اس نے پین نیچے گرایا اور پین اٹھانے کے بہانے بیلا کے بالوں کو بہت قریب سے سونگھا تھا۔

پھر نہ جانے کہاں اسے شرارت سوجھی۔

وہ بیلا کا ایک بال پکڑتا اور ہلکا سا کھینچتا۔

بیلا سر زرا سا کھجاتی اور پھر لکھنے میں مصروف ہو جاتی۔ وہ ہلکا سا مسکراتا اور پھر سے اس کا ایک بال کھینچ لیتا۔

تیسری بار بیلا نے اسے مڑ کے دیکھا تھا۔وہ مسکرا رہا تھا۔

'باز آجاؤ آیان۔

اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں آیان کو اشارہ کیا تھا۔

آیان کندھے اچکا کے اسے نظر انداز کیا تھا۔

جب وہ اسکے ساتھ باسکٹ بال کھیلتی تو اسکے بالوں سے آنے والی وہی خوشبو آیان کو کھیل ہرا دیتی تھی۔

مگر اسنے کبھی یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ یہ محبت بھی ہو سکتی ہے۔محبت آسانی سے میسر ہو تو بھلا اسے محبت کون کہے۔

وہ باسکٹ بال گروانڈ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔

اس نے ضبط کی اخری حد پار کرتے ہوئ۔مکہ زمین پہ دے مارا تھا۔جب اسکے ہاتھ پہ کچھ چبھا تھا۔اس نے موبائل کی ٹارچ آن کر کے دیکھا تو وہاں ایک ائیر رنگ تھا۔ایک چھوٹا سا گول رِنگ کی شکل کا ائیر رنگ جس سے چھوٹی سی زنجیر نیچے کی طرف گر رہی تھی۔

بیلا اسے کان کے اوپر والے حصے میں پہنتی تھی۔وہ اسے یہاں نادانی میں گرا گئ تھی۔

اس نے کان اوپر نیچے دونوں طرف چار بار شید والے تھے اور پانچویں بار دایاں کان اوپر والے حصے میں بنوایاں ہوا تھا۔

یہ تھا وہ مال اسباب جو آیان محبت کی جنگ ہار کے حاصل کیا تھا۔

وہ آئیر رنگ آیان کی ہتھیلی پہ پڑا اپنے مالک سے ہونے والی زیادتی کا شکوہ کر رہا تھا۔

39

نار من ٹرپ کی تمام تیاری کر چکی تھی۔ اسے اب منقشے کی طرف جانا تھا وہاں سے ایرک انہیں میٹینگ کے بعد ٹوورسٹ گروپ میں ملے گا۔

تمام تیاری مکمل تھی۔ اسے بس بہزاد صاحب سے اپنے کردار اور اپنی تربیت پر ہونے والے وار کا جواب دینا تھا۔ اس نے بہزاد صاحب کے کمرے میں جانے سے پہلے ایک لمبی سانس اندر کھینچی تھی۔

ڈرائیور نیلے بیگ پیک کو باہر لے گیا تھا۔

آپ مصروف تو نہیں ہے؟

دروازے پر احتیاط سے دستک دے کر اس نے اندر جھانکا تھا۔

'نہیں مگر میں بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔

وہ شاید بک ریک سے کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تمام درازوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ مگر بائیں طرف کے ریک میں ایک چھوٹا سے دراز کے اندر بھی ایک اور دراز موجود تھا۔

نار من کو دیکھتے ہی بہزار صاحب نے اس خفیہ دراذ کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

'مگر میں جواب دینا چاہتی ہوں کہ وہ پھولوں کا بکٹ میرے لیے آیا ضرور تھا مگر میں کسی ایسے انسان تو نہیں جانتی جو مجھے ایسا واحیات تحفہ بیج سکتا ہے۔

'تو پھر وہ تمہارے نام ہی کیوں آیا۔۔۔۔۔

بہزاد صاحب کی انکھیں ابھی بھی مشکوک لگ رہی تھیں۔

'کیونکہ میں نے اس کا پلان نہیں کیا تھا اگر میں پلین کرتی تو یقیناوہ میرے نام پر نہ آتا۔ جبکہ اپ اچھے سے جانتے ہیں وہ کس نے پلان کیا تھا۔ اور خاص کر میرے لیے ہی کیا تھا۔

'کیا مطلب ہے کیا کہنا چاہ رہی ہو۔ تمہارا کون دشمن ہے جو تمہیں پھنسانے کی کوشش کرے گا۔

بہزاد صاحب نے سرسری سے مسکرانے کی اداکاری کی تھی

'یہ فلیش دیکھ لیجیے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میرا دشمن کون ہے اور وہ میرے کتنا قریب ہے؟

بہزاد صاحب کے چہرے کا رنگ اب فق ہوا تھا۔

'میں کچھ دن منقشے کے ساتھ گزاروں گی۔اس کے نئے گھر کی سیٹنگ میں اسے مدد چاہیے ہے۔

وہ پر اعتماد انداز سے کمرے سے باہر نکلی۔ جبکہ بہزاد صاحب نے اپنے کانپتے ہاتھ پکڑی فلیش کو غور سے دیکھا تھا۔

انہیں فلیم ٹاورز تک پہنچنے میں صرف 40 سے 45 منٹ لگے تھے۔یہ تین اگ کے شولوں کی مانند اسمانوں کو چھوتی ہوئی عمارتیں ہیں۔انکی بلندی چھ سو بیس فٹ ہے۔ان ٹاورز میں ہوٹل اپارٹمنٹس ریسٹورنٹس وغیرہ موجود ہیں۔ان ٹاورز کو مکمل دس ہزار سپر ایچ ڈی ڈسپلے سے بنایا گیا ہے جن میں آگ کے شعلے آسمان کو چھوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اکثر ہائی سوسائٹیز کی گیدرنگ انہیں عمارات میں ہوتی ہیں۔یہ میٹنگ بھی مغربی طرف والی عمارت کی گیارہویں منزل پر رکھی گئی تھی۔

بیس مختلف کمپنیاں وہاں اکٹھی ہو چکی تھیں۔ہر کوئی پر جوش نظر آرہا تھا۔

سامنے کی دیوار کو مکمل پروجیکٹر سکرین سے کور کر دیا تھا۔اس پورے ہال میں تقریباً دو سو افراد کے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔

نارمن اور منقشے کے پاس پہ بلاک ڈی درج تھا۔وہ مطلوبہ بلاک ڈھونڈ کر اپنی اپوی سیٹ پہ بیٹھ چکی تھیں۔

'کبیر نہیں آے گا۔

منقشے میں نارمن کے کان میں خسر پھسر کی تھی۔

'آنا تو تھا پر پتہ نہیں کیوں نہیں ائے ابھی تک۔

'تم نے ویسے گولڈن چانس ضائع کر دیا لڑکی۔ تم اس کے ساتھ ہی اس سکتی تھی یہاں۔

ہمم مگر وہ آفس صبح چھ بجے ہی چلے گئے تھے۔ اور وہاں سے ہی یہاں آئیں گے۔

'افف تو تو خود ان کو کہہ دیتی کہ تمہیں بھی ساتھ لے آئیں

'وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔

'نار من قسم سے تم ے دل بھی وہاں لگایا ہے جہاں کوئی نہ حرکت ہے نا برکت

نار من اسکی کی بات پہ مسکرادی

تھی۔

ہال کی بڑی بڑی کھڑکیوں پر کالے سیاہ پردے گرادیے گئے تھے۔

اب رات کا سماں نظر آتا تھا۔

مختلف کمپنیوں سے لوگ پریزنٹیشن دینا شروع ہو گئے تھے۔

نار من بہت دلچسپی سے ایک ایک بات سن رہی تھی۔ مگر منقشے جی بھر کے بور ہو رہی تھی۔

'میں کچھ کھانے کو لے کے آتی ہوں۔ اس سے پہلے اگلی کمپنی میدان میں اتر آئے۔

جیسے ہی پریزنٹیشن ختم ہوئی وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اب کی بار سٹیج پہ موجود شخص وہاں موجود تمام حضرات کی توجہ کا مرکز بنا تھا۔وہ چہرہ بزنس کی دنیا میں بالکل نیا تھا۔جبکہ وہاں اپنے ہنر کے منجھے ہوئے لوگ موجود تھے۔

'مسٹر ویلیم آپ اس لڑکے سے شؤور تو ہیں یہ اپ کے ساتھ ہی آیا ہے نا؟

مسٹر ولیم کے ساتھ بیٹھے انکی حریف کمپنی کے مالک نے سٹیج پر موجود زیان کو غور سے دیکھا تھا۔

'کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہو گا۔وہ اپنے کارڈز شو نہیں کروانا چاہتا ہو۔

مسٹر ویلیم اک ادا سے بولے تھے۔

زیان کی پریزنٹیشن کافی حد تک متاثر کون تھی۔حال میں موجود تمام لوگوں نے تالیاں بجا کر داد دی تھی۔

بہت شکریہ امید ہے اج کی پریزنٹیشن اپ کو پسند آئی ہو گی۔اس کے متعلق اگر کوئی سوال ہے تو پلیز۔

40

ہال میں مکمل خاموشی چھاگئی تھی۔جیسے ہی زیان سٹیج سے اترنے لگا ایک لڑکی نے بلند آواز میں سب کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی تھی

'میر اسوال ہے کہ پارکنگ لاٹ کچھ زیادہ ہی کشادہ نہیں ہے۔مطلب کافی جگہ اس طرح ضائع ہو جائے گی؟ آپ یہاں بھی کوئی شاپ یا کچھ اور بنا کیوں نہیں لیتے۔

زیان ہو اس باختہ بس سوال کرنے والی لڑکی کو دیکھی جارہا تھا۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دعائیں اس طرح بھی پوری ہوا کرتی ہیں۔

آویزہ مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔

'پارکنگ لاٹ گیٹ کے بالکل ساتھ بنایا ہے۔اس بلڈنگ میں مختلف قسم کے لوگ آئیں گے۔جیسے کچھ لوگ شاپنگ کرنے آئیں گے کچھ کھانا کھانے اور کچھ قیام کرنے۔اگر ہم اسے کشادہ رکھیں گے تو لوگوں کو گاڑی پارک کرنے میں مسئلہ نہیں ہو گا۔اور دوسری بات یہاں ہوا کافی اچھی محسوس ہوتی ہے۔لوگ دو چار منٹ رک کر تھکن اتار سکیں گے۔

اس میں پبلک واش روم اور ایک چھوٹی سی مسجد بھی بنائی گئی ہے۔اور ایک چھوٹا سا گارڈن جس میں گھاس مختلف پودے اور بچوں کے لیے کچھ جھولے لگائے جائیں گے۔

یہاں اس جگہ پہ۔

زیان نے ہاتھ میں پکڑی سٹک سے پروجیکٹر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ہال میں تمام لوگ ابھی بھی خاموش تھے۔

'امید ہے اب آپ مطمئن ہو چکی ہوں گی۔

وہ پر اعتماد لہجے میں بولا تھا۔

'بہت خوب۔

اسکے سوال کرنے پہ اچانک سے فلیش لائٹ زیان سے ہٹ کے اس پہ گری تھی۔ تمام لوگوں کا رخ اپنی جانب پا کر وہ ذرا شرمندہ سی ہوئی تھی۔

'جی بالکل لوگوں کو ہوا لینے کے لیے پارک جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ پارکنگ لاٹ میں ہلکی پھلکی واک بھی کر سکیں گے۔اور بچے بھی ماؤں کو تنگ نہیں کریں گے۔مائیں سکون سے شاپنگ کریں گی کھانا کھائیں گی،گھومیں گی پھریں گی اور بچے اپنا انجوائے الگ سے کریں گے۔

یہ عمارت ہر اس آسائیش سے مزین ہے جس کی تلاش میں لوگوں کو ادھر سے ادھر جانا پڑتا ہے۔پلے گرواؤنڈ سے سومنگ پول تک سب یہیں ملے گا۔

ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔

زیان پر اعتماد لہجے میں سیڑھیاں اترتا مسٹر ولیم کے پاس آ کے کھڑا ہوا تھا۔

'کیوں مسٹر کیا کہیں گے اب آپ؟کیسا لگا میرا حکم کا اکا۔

حریف کمپنی کا مالک اب ہلکی سی کڑاوہٹ لیے دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

'تم نے تو چار چاند لگا دیے لڑکے۔

مسٹر ویلیم اس کا کندھا تھپتھپا رہے تھے جبکہ وہ دوبارہ سے آویزہ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کچھ اور کمپنیوں کی پریزنٹیشن کے بعد کبیر سٹیج پہ موجود تھا۔اسکی پریزنٹیشن بھی ہر طرح سے مکمل اور بہترین تھی۔

منقشے پھر سے نار من کے کان میں جا گھسی تھی۔

'یار ویسے ماننا پڑے گا یہ ہے بہت ہینڈسم۔مگر ہینڈسم لڑکوں میں نخرہ ہمیشہ کوٹ کوٹ کے بھرا ہوتا ہے۔

'حد ہے منقشے تم ان کے پیچھے پڑی رہا کرو بس۔

'میں تو اپنے ایرک کے پیچھے پڑی ہوں۔مجھے اس بیڈ کنگ کی ضرورت نہیں۔

وہ معصوم بچے کی طرح بولی تھی جبکہ نارمن نے برا سا منہ بنا کر اپنی دوست کو دیکھا تھا۔

کبیر کی سپیچ مکمل ہوئی تو حال پھر سے تالیوں میں گونج اٹھا تھا۔

کبیر نے ڈی بلاک میں بیٹھی ان دو لڑکیوں کو غور سے دیکھا تھا۔

نارمن کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔اور منقشے نے تو باقاعدہ ہاتھ سے ویو الگ کیا تھا۔

مگر وہ بھی کبیر تھا اپنے نام کا اکلوتا پیس۔

اس نے منقشے کو ایسے نظر انداز کیا تھا جیسے بریانی کے سامنے ٹینڈے کے سالن کو۔۔۔۔

41

زیان کی آنکھیں کب سے اس مورت کو ڈھونڈنے میں لگی تھیں جسے رب نے فرصت سے بنایا تھا۔

مگر وہ اپسرا تھی کہ ہاتھ ہی نہ آتی تھی۔

اسے یاد تھا جب اتے وقت اس کی ماں نے اسے دعا دی تھی اللہ کامیابیاں دے۔

اور اس نے کہا تھا

'امی دعا کریں مجھے وہاں وہ ملے جس کی وجہ سے میں راتوں کو جاگتا ہوں۔

اور ماں کی دعا عرش سے قبولیت کا سندیسہ لے آئی تھی۔

'لگتا ہے تو قبولیت کے سندیسے میں بس دیدار لکھا تھا۔

'زی۔۔۔۔۔

زیان کے کندھے پہ کسی نے ہاتھ رکھا تو اس نے پلٹ کے پیچھے دیکھا تھا۔

'کبیر۔واٹ آ سرپرائز کتنے عرصے بعد مل رہے ہیں۔

'چھ سات سال بعد۔ویسے زی تم پہلے سے بھی زیادہ ہینڈسم ہو گئے ہو۔ہینڈسم پاکستان بو آئے۔یونیورسٹی کی لڑکیاں تمہیں یہی بلاتی تھیں نا۔

وہ زرا سا مسکرایا تھا دائیں بائیں گال پہ گڑھا سا پڑا تھا۔

نار من نے غور سے اس لڑکے کے ڈمپل ابھر کے غائب ہوتے دیکھے تھے۔

'ویسے تمہاری پریزنٹیشن بہت متاثر کن تھی ائی مسٹ سے گڈ ورک کبیر۔

خیر چوکے پہ چوکہ تو تم بھی مارتے رہے ہو۔اب دیکھتے ہیں کام کسے ملتا۔

زیان کی نظریں پھر سے کسی کو ڈھونڈنے میں لگی ہوئی تھی

'ڈینیل اور مائیکل کیسے ہیں بات ہوتی ان سے کہاں ہوتے آجکل۔

وہ اب سرسری باتوں میں مشغول تھے۔

'مجھے کیوں لگتا ہے کہ تم کسی کو ڈھونڈ رہے ہو۔

زیان نے گھبرا کے کبیر کو دیکھا تھا۔

'نن۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ویسے مجھے خوشی ہوئی کہ تم یہیں کے مقیم ہو۔ مجھے یہ ملک بہت پسند ہے۔

اسے وہاں تعلقات بنانے تھے یہ بات تو پکی کر کے آیا تھا۔

مائیک پہ اناؤسمنٹ سنتے ہی سب ہال کی طرف بھاگے تھے۔ فیصلے کا وقت ہو چکا تھا۔

مسٹر ویلم کے ساتھ بیٹھے زیان نے ایک بار پھر پلٹ کے ڈی بلاک میں دیکھا تھا۔ مگر اس لڑکی کی کرسی اب خالی تھی۔

زیان نے مایوسی سے آنکھیں موند لی تھیں۔

یہ وہی لمحہ تھا جب ہوٹل کا آرکیٹیچر ورک زیان سفیر راجپوت کا منتخب ہونے کا اعلان تھا۔

'الحمدللہ

اس کے منہ سے کلمات سنتے ہی ویلیم نے اسے ناسمجھی سے دیکھا تھا۔

مینجمنٹ ورک کے لیے کبیر کی فرم کو چنا گیا تھا۔کبیر کے چہرے پہ خوشی کے تاثرات کم تھے م۔وہ خوش تھا مگر اپنے احساسات دنیا کو دکھانے کا قائل نہیں تھا۔

اسی طرح مختلف طرز کی ذمہ داریاں مختلف کمپنیوں کو مل چکی تھیں۔

میٹینگ برخواست ہوئی تو سب نے اپنی اپنی راہ لی۔زیان کبیر سے پھر ملنے کا وعدہ کر کے بوجھل اداس دل کے ساتھ ہوٹل واپس آیا تھا۔

نار من منقشے میٹنگ کے اختتام سے پہلے ہی ٹوورسٹ گروپ میں شامل ہونے کے لیے جاچکی تھیں۔

آذربائیجان ایک سیکولر اور یونائٹری جمہوری ریاست ہے۔اس ملک کا مستقل نمائیدہ یورپی یونین میں خصوصی ایلچی کی حیثیت رکھتاہے۔اور اقوامِ متحدہ کا اہم رکن ہے۔اس ملک کو پوری دنیامیں امن برائے قیام کی حثیت حاصل ہے۔ 1992 میں یہاں پہلا نیشنل بینک قائم ہوا۔جو سرکاری بینک کی حیثیت سے اج بھی قائم ہے۔

دو تہائی اذربائجان تیل اور قدرتی گیس کے حوالے سے جاناجاتاہے۔اسکا اہم شہر باکو جو کہ اس ملک کا دارالخلافہ بھی ہے۔دی لینڈ آف بلیک سٹی کے نام سے جاناجاتاہے فیکٹریوں اور آئل ریفانری سے آنے والے دھوایں نے باکو کو بلیک سٹی کالقب دے رکھاہے۔

قفقاذ صغیر کے اکثر حصوں میں لوہاسوناچاندی تانباٹائٹینیم کرومیم کوبالٹ جیسی بیش قیمتی کھاتے ملتی ہیں۔

آذربائجان کی فوک آبادی لسانی گروہوں پر مشتمل ہے۔ کردی لگزن تالیش جارجن روسی اور آرمینیائی زبانیں خاصی اہمیت رکھتی ہیں۔ انہی زبانوں پر مشتمل ریڈیو اسٹیشن کو حکومت کی طرف سے مالی امداد باقاعدگی سے ملتی ہے۔ یہودی اپنا اخبار 'عزیز' بھی شائع کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

یونیسکو کی جانب سے عالمی ورثے کی لسٹ میں گوبستان ریساتی ریزرو، باکو کا آتشی مندر، مومن خان کا مزار ،اور شیکی میں خان محل شامل ہے۔

اذربائجان کو اسکے وسیع تیل کے ذخائیر کی وجہ سے سرزمین آتش بھی کہتے ہیں۔

اج اس خطے کی زیادہ تر آبادی مسلمان ہیں مگر زرتشی مذہب آج بھی اہمیت رکھتا ہے۔

اس مذہب کے لوگ اگ کی پوجا کرتے ہیں۔ یہاں جشنِ بہاراں کے طور پہ نوروز منایا جاتا ہے۔

نوروز کے موقع پر تمام لوگ اپنے صحنوں میں اگ جلاتے ہیں شکر بورا بکلاوا اور گھوگل من پسند میٹھے ہیں۔

شکر بورا چاند کی شکل کا بکلاوہ ستارے کی سکل اور گھوگل کو سورج کی شکل دی جاتی ہے۔

آذربائجان کی رہن سہن نقوش ترکوں سے خاصی متشبہ ہے۔ یہاں کے لوگ خود کو ترک قوم کا حصہ سمجھتے ہیں۔

نارمن ٹوور گائیڈ کو سنتے سنتے سو چکی تھی۔

وہ لوگ اس وقت قفقاذ کے پہاڑوں پہ کیمپ لگائے بیٹھے تھے۔ جنگل نما یہ حصہ دور سے بون فائر پہ اٹھنے والی آگ کو مزید خوبصورت بنا رہا تھا۔

تمام لوگ اپنے اپنے ٹینٹ زمین میں گاڑ چکے تھے۔ پاس ہی درختوں میں رسیوں سے بنے جال نما جھولے ہیماک باندھے ہوئے تھے۔

مگر کوئی ایک ہیماک بھی خالی نظر نہیں آرہا تھا۔ کمفرٹر اور پورے پھولے سے تکیے اس جال نما جھولے کو ایک نرم بستر کے طور پہ پیش کر رہے تھے۔ وہ سب پیدل اس جگہ تک آئے تھے۔ خاص طور پر لڑکیاں تو تھکن سے برے حال میں تھیں۔ یہ گروپ زیادہ تر کپلز پر مشتمل تھا۔ نوجوان جوڑے زندگی کی خوبصورت یادیں اکٹھی کرنے آئے تھے۔

ذرا سے فاصلے پر چٹ پٹا سا دھواں اڑتا محسوس ہو رہا تھا کچھ لڑکے باربی کیو بنا رہے تھے۔

نار من اسی جھولے پینٹی تاروں کو ٹوٹتا جڑتا دیکھ رہی تھی۔

اس نے موبائل نکالا اور کبیر کی آج پریزنٹیشن کی ویڈیو دیکھنے لگی۔

دل عجیب افسردہ سا تھا۔وہ اسے وہاں سے خود سے بہت دور بھیجنے والا تھا۔

'میں نے جب سے آنکھ کھولی ہے کبیر کو اپنے ساتھ پایا ہے۔ہر مشکل میں ہر دکھ سکھ میں ہم ساتھ رہے اور میں اتنی بدنصیب کہ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اسکے لیے کبھی ضروری نہیں بن سکی۔

یااللہ کیا یہ ضروری ہے کہ میں جسے چاہوں گی وہ مجھ سے دور کر دیا جائے گا۔یااللہ کیا میرے نصیب میں کسی کی محبت کسی کا ساتھ نہیں لکھا۔کیا لوہے قرانی مپہ میرے سکون کے لیے کوئی ایک بھی 'کن' درج نہیں ہے۔

مجھے لگتا ہے اگر میں یہاں سے چلی گئی تو میں سب کو ہمیشہ کے لیے کھو دوں گی۔اپنی ماں کو بھی۔

آنسو اسکے گال بھگو رہے تھے۔

'پاپا کاش میں آپ کے ساتھ مر جاتی۔

یہ وہ واحد شکوہ تھا جو ہمیشہ سے اسے اپنے باپ سے رہا تھا۔

مگر وہ ہر بار کی طرح اس بار بھی کبیر کی بات مان لے گی یہ بات تو طے تھی۔

محبت میں مرضیاں کہاں چلتی ہیں

جیسے یار کہے ویسے ہی بسم اللہ۔۔۔۔۔۔

ایرک نے اسی شام ان دونوں کو جوائن کیا تھا۔

جنگل نما پہاڑوں میں کیمپنگ ایک انوکھا تجربہ تھا۔ ایرک اور منقشے سیر پہ نکل رہے تھے جب سات سے اٹھ لوگوں کا ایک اور گروپ ان کے گروپ میں شامل ہوا تھا۔

زیان بھی اسی گروپ کا حصہ تھا۔

'بہت مبارک ہو بروٗ۔ آخر تم نے کر دکھایا۔

رالف نے آیان کو گلے لگا کر مبارک باد دی تھی۔

شکریہ۔

خالی شکریہ سے کام نہیں چلے گا تمہیں ٹریٹ تو دینی پڑے گی۔ ویسے بھی تمہارے چکر میں نے لنچ بھی نہیں کیا اور یونیورسٹی سے سیدھا یہاں اڈیٹوریم پہنچا ہوں۔

آیان کے لیے آج کا دن کسی بھی قیمتی لمحے سے زیادہ اہم تھا۔ آج اسے انٹر نیشنل بار کونسل کا فوٹو گرافی کا لائسنس ملنے جارہا تھا۔

اس لمحے کے لیے اس نے بہت پاپڑ بیلے تھے۔ کیمرے کا عشق آج اس پر قانونی طریقے سے مکمل ہونے والا تھا۔

اسکی ہیریٹیج اور کلچرل فوٹو گرافی نے بار کونسل کو بہت متاثر کیا تھا۔

'

یار آیان اخر مسئلہ کیا ہے میں کچھ دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم بہت بدل گئے ہو۔ کیا یہ بیلا کی وجہ سے ہے۔

وہ لوگ اڈیٹوریم کے ہی کیفے کی طرف جارہے تھے۔

'رالف نو۔ آج نہیں پلیز

'آیان میں تمہیں مزید پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ ٹھیک ہے جو ہونا تھا ہو گیا یار اب نکلو باہر اس فیز سے۔ وہ خوش ہے تم بھی آگے بڑھو۔

آیان خاموشی سے کرسی کھینچ کے بیٹھ چکا تھا۔

جبکہ رالف اسکی چپ کو نظر انداز کرتا مزید بولنے کے موڈ میں تھا۔

'تمہیں پتہ ہے آج چینل پہ مینیجر بھی پوچھ رہا تھا کہ ایان کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔

'تو تم نے کچھ بتایا تو نہیں انہیں۔۔۔۔

آیان اب کی بار سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

'نہیں۔ مگر مزید ایسے ہی چلتا رہا تو میں بیلا کے اس شوہر کو ضرور سب بتا دوں گا۔

'اس سے کیا ہو گا

آیان جیسے اس کی دھمکی سے ڈرنے والا نہیں تھا

'یا تو وہ محبت سب میں چھوڑ کر تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔ ورنہ اس کا شوہر غیرت میں آ کے تمہاری ہڈیاں توڑ دے گا۔

رالف اب کھل کے مسکرا رہا تھا۔ جبکہ آیان نے پاس پڑھا چمچ اسکی طرف اچھالا تھا۔

'کبیر آئینے میں خود کو آخری دفعہ دیکھتے ہوئے کافی پر اعتماد لگ رہا تھا۔

بلیک ڈریس پینٹ وائٹ شرٹ اس پر لمبا بلیک کوٹ پہنے بال جیل سے سیٹ کر چکا تھا۔

کلائی پر بڑے ڈائل اور بلیک لیدر بیلٹ گھڑی پہنے وہ بالکل تیار تھا۔ باڈی مسٹ لگانے کے بعد وہ شرٹ کے کالر کو درست کرتا ڈریس روم سے باہر نکلا۔ موبائل والٹ گاڑی کی چابیاں اور سیاہ فائل سنبھالتا کمرے سے باہر نکلا۔

نار من کے کمرے کی لائٹ اور دروازہ کھلا دیکھ کر اس کے قدم بے اختیار کمرے کی طرف بڑھے تھے۔

'کیا وہ واپس آ گئی۔ پاگل ابھی تک بچوں کی طرح حرکتیں ہیں اسکی دو دن بھی گھر سے دور نہ رہ سکی۔

وہ خود کو مسکرانے سے روکتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو مسز نازلی بیڈ شیٹ تبدیل کرتی نظر آئیں۔

'اوہ تو آپ ہیں مسز نازلی۔

'جی سید (مسٹر) کبیر دو دن سے صفائی نہیں کر سکی تھی اس لیے۔ مگر آپ۔۔۔۔۔

'کیا آپ مجھے پانی لا دیں گی۔

وہ مسز نازلی کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا

'اب میں پانی کیوں مانگ رہا ہوں آخر۔ لگتا ہے اس سے زیادہ تم اسے مس کر رہے ہو مسٹر کبیر۔

دل نے سرگوشی کی تھی۔ وہ اسکے سنگھار میز کے بالکل عین سامنے کھڑا خود کو اسی کے آئینے میں دیکھ رہا تھا۔

سفید دیواروں کی بڑی بڑی کھڑکیوں پہ گولڈن اور چاکلیٹ شیڈ کے پردے لٹک رہے تھے۔ پردے ہٹاؤ تو لان سے لے کر گیٹ تک کا تمام منظر نظر آتا تھا۔

کبیر کے کمرے کی بالکنی اور اس کمرے کے بالکنی ایک ہی تھی۔ وہ نہ جانے کتنی بار اس بالکنی پہ اکٹھے کافی پیتے تھے۔ وہ اپنے سارے دن کے قصے اسے سناتا اور وہ بس مسکراتی رہتی۔ پھر وقت نے پہلو بدلا اور وہ بڑے ہو گئے۔ بچپن کہیں چھپ گیا اور انکی معصومیت بھی۔

جانے کتنی یادیں ایک دم سے آملی تھیں۔

'آپ یہاں کیا کر رہے ہیں نار من تو ٹرپ پر گئی ہے نا۔

اچانک دانین کی آواز پر وہ واپس گھوما۔ وہ شاید سو کر اٹھی تھی ابھی۔

'مجھے مسز نازلی سے کچھ کام تھا۔ وہ یہاں تھیں تو میں خود چلا آیا۔

'اچھا۔ویسے لگتا ہے کسی پارٹی پر جا رہے ہو۔

'ہاں۔ چلو چلتا ہوں اب دیر ہو رہی ہے۔

وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دانین ابھی تک وہی سینے پر بازو باندھے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

'مجھے بھی لے جائیں ساتھ۔ میں سارا دن بور ہی ہوتی ہوں گھر پہ۔

'یونی نہیں جا رہی کیا تم۔

'سمسٹر بریک ہے۔۔۔۔۔تو میں چل رہی ہوں ساتھ کیا؟

وہ اسکے بازو کو تھامتی ہوئی بچوں کی طرح بولی تھی۔

'تمہیں تیار ہونے میں وقت لگے گا۔مجھے جلدی ہے ذرا۔بائے

وہ اسکے نائٹ پاجے کی طرف اشارہ کرتا دروازہ عبور کر گیا تھا۔

'اگر نار من جانے کا کہتی تو۔۔۔۔۔۔

'تو میں اسکے لیے ضرور رکتا۔کیونکہ وہ ہر جگہ منہ اٹھا کر نہیں چل پڑتی۔

وہ بنار کے اسے صلواتیں سناتا چلا گیا تھا۔

زیان کو اس دنیا میں کیمپنگ اور ماؤونٹین کلمبنگ (پہاڑ پہ چڑھنا) سے بڑا ایڈونچر کچھ نہیں لگتا تھا۔ وہ جیسے ہی باکو ایئر پورٹ پہ اترا اسکی ایک امیریکن ٹوورسٹ گروپ سے ملاقات ہوئی تھی۔

وہ وہاں بس دو دن کے لیے آیا تھا مگر اب اسے لگتا تھا کہ وہ مزید کچھ دن اور رکے گا۔

گروپ کے باقی لوگوں سے ملنے کے بعد زیان بھی اپنا ٹینٹ لگا چکا تھا۔ وہ سب کھانا کھانے کے لیے جمع ہو رہے تھے جب اس کی نظر درختوں سے جھولتے جال نما جھولے ہیماک پر پڑی

وہ شاید سانس لینا بھول گیا تھا۔ اسکی آنکھیں شاید کوئی معجزہ دیکھ رہی تھیں۔

لاشعوری انداز سے اس کا ہاتھ اس کے دل تک پہنچا۔ وہ کسی پتھر کی مورت بنا جھولے پہ سوئی آویزہ کو دیکھ رہا تھا۔

اسکے قدم اپنے آپ جھولے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اسکی بہکی سی زلفیں اس کے خوبصورت سے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

وہ دوزانوں ہو کر جھولے کے پاس بیٹھا۔

'یااللہ یہ میرا انعام ہے یا امتحان۔ محبت محبوب عشق معشوق ہجر وصل تمام کیفیات ایک ہی لمحے میں اس پر اتر آئی تھیں۔

اس نے دایاں ہاتھ بڑھا کے اس کے چہرے کو اسکی سیاہ زلفوں سے آزاد کروایا تھا۔

جبکہ اس کا دوسرا ہاتھ مارے جلن کے پاگل ہو رہا تھا۔

وہ لمس زیان کو مرتے ہوئے بھی زندگی کی طرف واپس لانے کو کافی تھا۔

آویزہ نے اب کسی ننھے بچے کی طرح خود کو سمیٹا تھا شاید اسے سردی لگ رہی تھی۔

زیان نے اپنی جیکٹ اتار کے اس پہ اوڑھ دی تھی۔ جبکہ اسکے پاس پہلے سے سفید کمفرٹر تھا۔

'انکل میرے خیال میں اب وہ بچی نہیں ہے۔ وہ اپنا اچھا برا خود جانتی ہے۔ آپ اس کو فورس نہیں کریں گے وہ جسے چاہے اپنی بزنس پاور آف اٹارنی دے یا خود ٹیک اوور کرے

'بہت خوب تو تم چاہتے ہو کہ وہ سب تباہ کر دے اتنے سالوں کی محنت مٹی میں رول دے۔

'اگر نقصان ہوا بھی تو وہ اس کا ہو گا۔ مگر کم از کم وہ اپنے حق سے تو محروم نہیں رہے گی نا۔

آرچڈ ہوٹل کے آفس میں ماحول آج پھر تناؤ زدہ تھا۔ عدالت سے بہزاد کو لیٹر ملا تھا کہ وہ نار من کے اثاثے اسے واپس کر دے۔

مگر بہزاد صاحب کسی صورت بزنس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھے۔ اگرچہ وہ اب تک خود دو مزید ہوٹل بنا چکے تھے۔ مگر آرچڈ ہوٹلز کی آمدن اور شہرت ان دو ہوٹل سے کہیں بڑھ کے تھی۔

'اوہ تو تمہیں لگتا ہے کہ میں اس کی جائیداد ہڑپ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

بہزاد صاحب کرسی سے اٹھتے ہوئے بولے

کبیر ٹیبل سے زرا دور سیاہ رنگ کے صوفوں پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے پر اعتماد لہجے میں بیٹھا تھا۔

'نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں بس جاتا ہوں کہ وہ اپنا فیصلہ خود لے۔

اب سمجھا تو تم چاہتے ہو کہ وہ پاور آف اٹرنی تمہیں دے دے۔

بہزاد صاحب کی آنکھوں میں غصے کے ساتھ کچھ اور بھی جھلک رہا تھا۔

میں نے میں تنہا تم لوگوں کو پالا۔ کبھی کسی ایک چیز کی بھی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ دانین سے زیادہ نار من کی پرواہ کی۔ اللہ نے مجھے بیٹا نہیں دیا مگر میں نے ہمیشہ تمہیں اپنا بازو سمجھا ہے کبیر اور تم ہو کہ۔

۔۔۔۔افوس

اب وہ نڈھال سے ریوالونگ کرسی پہ بیٹھے تھے۔

کبیر صوفے سے اٹھ کر اس بڑی سی میز کے پاس آچکا تھا۔ جہاں بہزاد صاحب دونوں کہنیاں اٹکائے بیٹھے تھے۔

سوری انکل اب غلط سمجھ رہے ہیں میں نے ایسی بات نہیں کی۔ ہم نے بھی ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے اور آپ کی خوشی کا احترام کیا ہے۔ آپ پلیز میری بات کو سمجھیے میں نہیں چاہتا کہ وہ کبھی پچھتائے اور ہمارے رشتے آپس میں خراب ہو جائیں۔ ہم سب کا دنیا میں کوئی نہیں ہے ہم فیملی ہیں۔ اور پیسے کی حوس اکثر رشتے کھا جاتی ہے۔

کبیر بات کر کے رکا نہیں تھا۔

مگر بہزاد صاحب کے دل میں کچھ چبھ ضرور گیا تھا۔

محبت وہ ایک ہاتھ کی تالی ہے جس کے لیے دوسرا ہاتھ لازم نہیں ہوتا اور اگر طلب کی جستجو روح کی سیرابی کا مطالبہ کرے تو خیال کا رنگ پھیکا پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔اس نگر میں عقل، خرد، فکر اور سوچ کا روز قتلِ عام ہوتا ہے۔اسی لیے ایک نکتہ، اک نگاہ، اک چہرہ ہر فکر اور سوچ کو زیرِ نگیں لا کر فتح کا اشک بھرا جشن مناتا ہے۔رات کی سیاہی میں خیالِ یار کا عکس اس طرح مجسم ہوتا ہے کہ دل کے مندر میں وصل کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں اور کئی بار فراق کی تیز آندھی میں وجودِ عشق کے چیتھڑے تپتے سورج کی مانند ہر خوشی کو ڈھانپ کر سوگ کا رقص کرتے ہیں۔جب ساری دنیا بھول جائے اور کوئی ایک فرد ساری دنیا بن جائے تو پاؤں میں یادوں کے گھنگروں باندھ کر دیوانگی کا ناچ شروع ہو جاتا ہے۔

قلم آفتاب شاہ کتاب آفتابیات

جنگل کے بیچوں بیچ آگ کے شعلے آسمان کی طرف بڑھتے دور سے ہی نظر آ رہے تھے۔

تقریبا19 20لوگ اس آگ کے گرد گھیرا بنائے بیٹھے تھے۔ سب ہی کسی نہ کسی سرگرمی نیں گم تھے جب وولکان ٹوور مینجر کی آواز سنای دی۔

اوکے دوستو اب ہم سب ایک گیم کھیلیں گے تا کہ اس بون فائر نائٹ کو یاد گار بنا سکیں۔

آپ سب کے پاس یہ ایک کارڈ ہے اسے آپ سب اپنے ہونٹوں سے اگلے میمبر کو پاس کریں گے۔

زیان اور آویزہ ساتھ ساتھ ہی بیٹھے تھے۔یازیان نے خود اپنے لیے چن کے وہ جگہ ڈھونڈی تھی۔

'اور جس کا کارڈ گر جائے گا اسے ہم ایک ڈئیر دیں گے جو کہیں گے کرنا پڑے گا۔

سب مسکرا کے ہپ ہپ ہرا ہ چلا رہے تھے۔

مگر زیان کی ماتھے کی شکنیں واضح ہوئی تھیں۔

اس سے پہلے کہ کوئی بات کرتا اسے آویزہ کی آواز سنائی دی۔

'اگر میں یہ گیم نہ کھیلوں تو کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں۔

'ارے نہیں نہیں۔اگر کسی اور کو بھی یہ گیم پسند نہیں آئی تو آپ بخوبی بس دیکھ کے انجوائے کر سکتے ہیں۔

'جی میں بھی نہیں کھیلنا چاہتا۔

زیان کی آواز پر آویزہ نے مسکرا کے اسے دیکھا تھا۔

جبکہ ایرک اور منقشے خوشی خوشی گیم کا حصہ بن چکے تھے۔

گیم شروع ہوتے ہی لڑکے لڑکیاں کارڈ ایک دوسرے کو پیس کرنے لگے تھے مگر تیسرے لڑکا کارڈ پاس نہ کر سکا۔اب اسے سزا ملنے کا وقت تھا۔

وہاں اچانک سے لوزر لوزر کی آوازیں گونجنے لگیں۔

جبکہ لڑکے کی گرل فرینڈ ناراض سی نظر آرہی تھی۔

'تو آپکا ڈئیر ہے کہ آپ کو کپڑے اتار کے سامنے درخت پہ الٹا لٹکنا ہو گا۔

سب لوگ پرجوش سے ہو کر تالیاں بجانے لگے تھے۔مگر یہ سب غیر قانونی سرگرمیاں ہیں اور وہ سب یہ بات اچھے سے جانتے بھی تھے۔

آویزہ کا منہ کھل گیا تھا۔ جبکہ زیان نے تو رخ ہی پھیر لیا تھا۔

'میں واک کے لیے جا رہا ہوں۔ میرے خیال میں آپ بھی یہاں بور ہو رہی ہیں تو اپ کو بھی چلنا چاہیے۔

زیان نے نہ جانے کیا سوچ کر آویزہ کو ساتھ چلنے کے لیے کہا تھا۔

آویزہ نے اسے تین سیکنڈ تک گھورا تھا۔

'اوکے میں جا رہا ہوں۔

وہ اس کا گھورنا مزید نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ ابھی چار قدم ہی چلا تھا کہ اسے پیچھے سے آواز سنائی دی۔

'کیا پاکستانی ہمیشہ سے ہی جلد باز ہوتے ہیں۔

'نہیں مگر ہم وقت سوچ سمجھ کے ضائع کرتے ہیں۔

اس نے بنا مڑے جواب دیا تھا۔ مگر اسکی رفتار اب قدرکم ہو گئی تھی تا کہ پیچھے رہ جانے والے دسترس میں آ سکیں۔

نار من جیسے ہی اس کے برابر پہنچی تو آویزہ کیا چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

'آپ کو کس نے کہا کہ ہم پاکستانی نہیں جلد باز ہوتے ہیں۔

'کہا کسی نے نہیں بس انٹرنیٹ پہ دیکھا تھا وہاں کوئی اصول نہیں ہے ناٹریفک کا نہ کسی آفس میں اور نہ ہی کسی ہاسپٹل میں۔بس رش لگا رہتا ہے۔

'کیا اپ پاکستان آنا چاہتی ہیں؟

زیان نے اسے رک کے دیکھا تھا

'کمال ہے آپ کو لگتا ہے کہ میں پاکستان کہ اتنی تعریفیں کرنے کے بعد بھی وہاں آؤں گی۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

'آپ مسکرا رہے ہیں جبکہ اپ کو تو غصہ ہونا چاہیے۔اور آپ کو کیسے لگا کہ میں وہاں آنا چاہتی ہوں۔

'انسان انٹرنیٹ سے اسی چیز کو سرچ کرتا ہے جس چیز کی اسے ضرورت ہو۔ہو سکتا ہے اپ کو بھی آنا پڑے وہاں

'ماننا پڑے گا تم ذہین ہو۔

وہ اچانک آپ سے تم پر آگئی تھی۔

وابستگیاں بڑھ رہی تھیں۔شاید ہوا نے محبت کا صور پھونک دیا تھا۔

'اور تم آتش باز حسینہ ہو۔

'کیا۔۔۔

وہ ایک دم سے چلتے چلتے اس کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

زیان اپنے الفاظ پر پچھتایا تھا۔

'میرا مطلب اس ملک کی پہچان آتش کدہ ہے نہ۔

ہاہاہاہاوہ پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔زیان نہ سمجھی سے اس کی حرکات دیکھ رہا تھا۔

'یقین کرو مجھے آج سے پہلے ایسا کمپلیمنٹ کبھی کسی نے نہیں دیا۔

'کیا یہ بہت برا کمپلیمنٹ تھا؟

زیان اپنے کام کے پیچھے انگلی سے کھجاتے ہوئے بولا

'نہیں مگر بہت فنی تھا۔مجھے بھی تمہارا کوئی نیک نیم رکھنا چاہیے۔جیسے۔۔۔۔۔

وہ سوچتے ہوئے بولی مگر زیان کو اس کے اوپر جگنو سے اڑتے نظر آ آرہے تھے جو اس ان دونوں پہ محبت کی روشنی برسا رہے تھے۔

وہ کیمپ والی جگہ سے ذرا دور آ گئے تھے۔

وہ زیان کے سامنے اس کو دیکھتے ہوئے الٹا چل رہی تھی۔

'دھیان سے لڑکی گر مت جانا۔

'ا ننہم۔۔۔بولو مت مجھے سوچنے دو تمہارا نام ہونا چاہیے

'جلد باز اینگری برڈ

'ارے میں نے کب غصہ کیا؟

'جی جیسے میں نے دیکھا نہیں کیسے تم وولکان کو گوریاں ڈال رہے تھے۔

'ہاں تو ایسی واحیات گیم پہ کسی بھی شریف انسان کو غصہ آسکتا ہے۔

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی اس کا پاؤں لڑکھڑایا تھا اور وہ بری طرح گرنے والی تھی۔

زیان نے اگے بڑھ کے اسے تھام لیا تھا۔یہی وہ لمحہ تھا جب کسی مورخ نے محبت کو امر لکھا ہو گا۔

کچھ جگنو پاس کی جھیل سے اڑ کے ان کے سروں پہ رقص کرنے لگے۔

45

'یار یہ لڑکی تو کمال کی رائیڈر ہے۔

رالف اور آیان ابھی ابھی یونیورسٹی پہنچے تھے جب ایک ہارلی ڈیوڈ ہوا سے باتیں کرتی اس کے پاس آ کر رکی تھی۔

لڑکی مکمل سیاہ جینز شرٹ اور بلیک لیدر جیکٹ میں ملبوس تھی۔ ہیلمٹ سے سیاہ بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔

رالف نے پرستائش نظروں سے اسے دیکھا

مگر آیان کے لیے وہ لمحہ پتھر کا تھا۔

بیلانہ صرف واپس آئی تھی مگر اس نے اپنا حلیہ بھی مکمل طور پر بدل لیا تھا۔

وہ ہیلمٹ اتار کر بالوں کو ادھر ادھر جھٹکا رہی تھی۔ سنہری بال اب سیاہ ہو گئے تھے۔ چہرے پہ میک اپ بھی پہلے جیسا نہیں لگ رہا تھا۔ اس کی کلائوں میں سڑک چھاپ اوارہ لڑکوں کی طرح بے شمار بریسلٹ تھے۔ گلے مین چین جھول رہی تھی۔ اس کے سیاہ لانگ شوز ٹک ٹک سے ماحول میں ارتاش پیدا کر رہے تھے۔

اس نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا اور بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتی ان کے قریب سے گزر گئی۔

رالف کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔وہ یونیورسٹی کی پارکنگ لاٹ میں موجود تھے۔

'تو تم واپس آ گئی۔ تمہیں تو آنا ہی تھا۔

آیان کی آواز پہ رالف نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔

'اوہ پھر سے نہیں۔

'وہ اپنی باری کھیل چکی ہے۔شہ مات اسے میں سکھاؤں گا۔

وہ دونوں اب کلاس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

'میں یہ نہیں مانتا کہ انسان ناکام ہو جائے۔ جب تک انسان خود نہ ہار جائے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔

سمتھ بلند بلند آواز میں بولا تھا۔

ٹوورسٹ گروپ اب ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔ صبح کا سورج انتہائی خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔ اچانک سے وہاں پرندوں کی چہچاہٹ گونجنے لگی تھی۔

ہر چیز نکھری نکھری سی نظر آ رہی تھی۔ زیان اپنے دوستوں کے ساتھ ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔ مگر اسکا دل اسکی آنکھیں حتی کہ اس کی دھڑکنیں بھی کل رات کسی اور کی غلامی میں چلی گئی تھیں۔

اسے ابھی تک اویزہ سے انے والی خوشبو کا لمس مدہوش کیے ہوئے تھا۔

ایسی خوشبو جو سماعت اور بنائی دونوں سے محروم کر دے۔

ایسی خوشبو جو کسی جیتی جاگتی مورت کو

بنجارا، کملا، جھلا، سایئں درویش بنا دے

وہ امرت زدہ خوشبو،

اصل میں مشک عشق ہے

جو چھپائے نہ چھپے اور دکھائے نہ دکھے۔

آویزہ جوس کی بوتل لبوں سے لگاتی وہاں ہونے والی بحث کو دلچسپی سے سن رہی تھی۔

ہر کسی کا کامیابی اور ناکامی کا اپنا فلسفہ تھا۔

جو رڈن کی آواز پہ زیان نے بھی دلچسپی سے سنا تھا۔

'قسمت کچھ نہیں ہوتی۔ اور اتفاق تو سراسر خود کو تسلی دینے کا نام ہے۔ انسان جو کرتا ہے خود کرتا ہے اسے جو ملتا ہے اسے وہ خود کماتا ہے۔ اس دنیا کی ایک ایک چیز انسان کی غلام ہے۔

'میں ایسا نہیں مانتی۔ قسمت کو انسان پرکھ سکتا ہے مگر بدل نہیں سکتا۔

کیسے ؟

اب سمتھ پھر سے اونچی اواز میں بولا تھا۔

'میں بتاتا ہوں۔

زیان کی آواز پہ سب نے اسے دیکھا تھا۔ اسکی پرسنلٹی وہاں سب کو میسٹری سی لگتی تھی. وہ کم گو تھا۔ اس نے نہ تو کسی کھیل میں حصہ لیا تھا۔ نہ ہی کوئی ٹیلنٹ دکھایا تھا۔ جبکہ باقی سب تمام رات کسی نہ کسی طرح کے کرتب دکھانے میں مصروف رہے تھے۔

46

"سقراط نے جب زہر کا پیالہ پیا تو ایتھنز کے حکمرانوں نے سکھ کا سانس لیا کہ اُن کے نوجوانوں کو گمراہ کرنے والا جہنم رسید ہوا،

یونان کی اشرافیہ جیت گئی،

سقراط کی دانش ہار گئی۔

وقت گزر گیا۔

اسکاٹ لینڈ کی جنگ آزادی لڑنے والے دلاور ولیم والس کو جب انگلینڈ کے بادشاہ ایڈورڈ اوّل نے گرفتار کیا تو اُس پر غداری کا مقدمہ قائم کیا،

اسے برہنہ کر کے گھوڑوں کے سموں کے ساتھ باندھ کر لندن کی گلیوں میں گھسیٹا گیا اور پھر ناقابل بیان تشدد کے بعد اُسے پھانسی دے کر لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

اُس وقت کا بادشاہ جیت گیا،

ولیم والس ہار گیا۔

وقت گزر گیا۔

گلیلیو نے ثابت کیا کہ زمین اور دیگر سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں تو یہ کیتھولک عقائد کی خلاف ورزی تھی، چرچ نے گلیلیو پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اسے غیر معینہ مدت تک کے لئے قید کی سزا سنادی، یہ سزا 1633 میں سنائی گئی۔ گلیلیو اپنے گھر میں ہی قید رہا اور 1642 میں وہیں اُس کی وفات ہوئی،

پادری جیت گئے،

سائنس ہار گئی۔

وقت گزر گیا۔

جیورڈانو برونو پر بھی چرچ کے عقائد سے انحراف کرنے کا مقدمہ بنایا گیا۔

برونو نے اپنے دفاع میں کہا کہ اس کی تحقیق عیسائیت کے عقیدہ خدا اور اُس کی تخلیق سے متصادم نہیں، مگر اُس کی بات نہیں سنی گئی اور اسے اپنے نظریات سے مکمل طور پر تائب ہونے کے لئے کہا گیا،

برونو نے انکار کر دیا، پوپ نے برونو کو کافر قرار دے دیا۔ 8 فروری 1600 کو جب اسے فیصلہ پڑھ کر سنایا گیا

تو برونو نے تاریخی جملہ کہا

"میں یہ فیصلہ سنتے ہوئے اتنا خوفزدہ نہیں ہوں

جتنا تم یہ فیصلہ سناتے ہوئے خوفزدہ ہو۔"

برونو کی زبان کاٹ دی گئی اور اسے زندہ جلا دیا گیا۔

پوپ جیت گیا،

برونو ہار گیا۔

وقت گزر گیا۔

حجاج بن یوسف جب خانہ کعبہ پر آگ کے گولے پھینک رہا تھا تو اُس وقت ابن زبیرؓ نے جوانمردی کی تاریخ

رقم کی، انہیں مسلسل ہتھیار پھینکنے کے پیغامات موصول ہوئے

مگر آپؓ نے انکار کر دیا،

اپنی والدہ حضرت اسماؓ سے مشورہ کیا،

انہوں نے کہا کہ اہل حق اس بات کی فکر نہیں کیا کرتے کہ ان کے پاس کتنے مدد گار اور ساتھی ہیں، جاؤ تنہا لڑو اور اطاعت کا تصور بھی ذہن میں نہ لانا،

ابن زبیرؓ نے سفاک حجاج بن یوسف کا مقابلہ کیا اور شہادت نوش فرمائی،

حجاج نے آپؓ کا سر کاٹ کر خلیفہ عبد المالک کو بھجوا دیا اور لاش لٹکا دی،

خود حضرت اسماؓ کے پاس پہنچا اور کہا تم نے بیٹے کا انجام دیکھ لیا،

آپؓ نے جواب دیا ہاں تو نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اُس نے تیری عقبیٰ بگاڑ دی۔

حجاج جیت گیا،

ابن زبیرؓ ہار گئے۔

وقت گزر گیا۔

ابو جعفر منصور نے کئی مرتبہ امام ابو حنیفہؒ کو قاضی القضاۃ بننے کی پیشکش کی مگر آپ نے ہر مرتبہ انکار کیا،

ایک موقع پر دونوں کے درمیان تلخی اس قدر بڑھ گئی کہ منصور کھلم کھلا ظلم کرنے پر اتر آیا،

اُس نے انہیں بغداد میں دیواریں بنانے کے کام کی نگرانی اور اینٹیں گننے پر مامور کر دیا، مقصد اُن کی ہتک کرنا تھا،

بعد ازاں منصور نے امام ابو حنیفہ کو کوڑے مارے اور اذیت ناک قید میں رکھا،

بالآخر قید میں ہی انہیں زہر دے کر مروا دیا گیا،

سجدے کی حالت میں آپ کا انتقال ہوا،

نماز جنازہ میں مجمع کا حال یہ تھا کہ پچاس ہزار لوگ امڈ آئے، چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

منصور جیت گیا،

امام ابو حنیفہ ہار گئے۔

وقت گزر گیا۔

تاریخ میں ہار جیت کا فیصلہ طاقت کی بنیاد پر نہیں ہوتا،

یونان کی اشرافیہ سقراط سے زیادہ طاقتور تھی

مگر تاریخ نے ثابت کیا کہ سقراط کا سچ زیادہ طاقتور تھا۔

ولیم والس کی دردناک موت کے بعد اس کا نام لیوا بھی نہیں ہونا چاہئے تھا مگر آج ابیر ڈین سے لے کر ایڈنبرا تک ولیم والس کے مجسمے اور یادگاریں ہیں،

تاریخ میں ولیم والس امر ہو چکا ہے۔

گلیلیو پر کفر کے فتوے لگانے والے چرچ اپنے تمام فتوے واپس لے چکے ہیں،

رومن کیتھولک چرچ نے ساڑھے تین سو سال بعد تسلیم کیا کہ گلیلیو درست تھا اور اُس وقت کے پادری غلط تھے۔

برونو کو زندہ جلانے والے بھی آج یہ بات مانتے ہیں کہ برونو کا علم اور نظریہ درست تھا اور اسے اذیت ناک موت دینے والے تاریخ کے غلط دوراہے پر کھڑے تھے۔

تاریخ میں حجاج بن یوسف کو آج ایک ظالم اور جابر حکمران کے طور پر یاد کیا جاتا ہے جس کی گردن پر ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا خون ہے

جبکہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ شجاعت اور دلیری کا استعارہ ہیں، حجاج کو شکست ہو چکی ہے ابن زبیرؓ فاتح ہیں۔

جس ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ کو قید میں زہر دے کر مروایا

اس کے مرنے کے بعد ایک جیسی سو قبریں کھودی گئیں اور کسی ایک قبر میں اسے دفن کر دیا گیا تاکہ لوگوں کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ وہ کس قبر میں دفن ہے،

یہ اہتمام اس خوف کی وجہ سے کیا گیا کہ کہیں لوگ اُس کی قبر کی بے حرمتی نہ کریں۔

گویا تاریخ کا فیصلہ بہت جلد آ گیا"۔

(نامعلوم)

'کچھ جیت کے ہارے تھے کچھ ہار کے جیت چکے تھے۔ تو بتایئے کیا قسمت کا پانسہ پلٹ سکتا ہے انسان؟

وہاں سب کو جیسے کسی سانپ نے سونگ لیا تھا۔ مکمل سکتہ تھا۔ اسکی آواز اتنی دلکش تھی جیسے کسی مدہوش لمحے میں کوئی سحر پھونک دے۔

نار من اور منقشے نے اس نوجوان کو ستائش سے دیکھا تھا۔

'یار یہ تو کبیر سے بھی زیادہ ہینڈسم ہے۔

'مگر یہ کبیر نہیں ہے

نار من رعب سے بولی تھی۔

جبکہ ایرک نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔ جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔

'تو پھر کبیر کو ہی بوائے فرینڈ بناتی نا۔

لڑکیاں چھپ چھپا کے زیان کی تصویریں بنا رہی تھیں۔ مگر لڑکے لڑکیوں کے اس رویے پر زیان سے ذرا ناراض ہو گئے تھے۔

47

فرانس میں ایک بار پھر کلاس کا ماحول عجیب سی بحث میں الجھ گیا تھا۔ آرٹ کلاس میں تمام سٹوڈنٹ اپنے اپنے سامنے کینوس بورڈ سجائے بیٹھے تھے۔ کلاس کی بڑی سی کلاس ونڈو پر سفید پردے لٹک رہے تھے۔ سامنے کے ریک میں کچھ کتابیں پینٹس اور برش پڑے تھے۔

کلچرل ویک کی تیاریاں زور و شور سے تھیں۔ مگر آیان کسی صورت سنگر کے فرائض سر انجام دینے کو تیار نہ تھا۔

'یار میں بتا رہا ہوں نا مجھے چینل میں بہت کام ہوتا ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔

وہ اکتایا سا بولا تھا۔

'چھوڑو ٹیسا ہو سکتا ہے ان کے مذہب میں گانا گانے پر بھی پابندی ہو۔

بیلا نے بات تو بہت عام سے انداز میں کی تھی۔ مگر کسی کے مذہب اور پرسنل لائف کو نشانہ بنانا بہت بڑا جرم ہے۔

ساری کلاس نے بیلا کو گھور کے دیکھا تھا۔

وہ بہت مزے سے کینوس پہ مٹی کے مٹکے جیسا کوئی سکیچ بنانے میں مصروف تھی۔

'نہیں۔ الحمدللہ میرا مذہب اتنا تنگ نہیں ہے۔ جتنی آپ جیسے لوگوں کی سوچ تنگ ہے جو بنا سوچے دوسروں کو ٹارگٹ کرتے ہیں۔ مسز ہارڈن۔

'جی ہماری سوچ چھوٹی ہی بہتر ہے۔ کم از کم ہم دوسروں کو بے عزت نہیں کرتے۔ ہمیں کم از کم اتنا علم ہے کہ ادھی رات کو کسی لڑکی کو اگر اس کے گھر سے دور لے جایا جائے تو واپس بھی خود چھوڑتے ہیں۔

بیلا کی اواز اب قدریں اونچی تھی۔

بارہ چودہ طلبہ کی کلاس میں اب مکمل خاموشی چھائی تھی۔ سب بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

'تو اس شریف لڑکی کو بھی علم ہونا چاہیے کہ ادھی رات گھر سے باہر نہیں نکلتے۔

'تم اس قابل ہی نہیں تھے جو میں نے تمہیں سمجھا۔

اب بیلا اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اس کے چہرے پہ غصہ صاف ظاہر تھا۔جیسے آنکھوں میں خون اتر آیا ہو۔

'مجھے لگا ہم یہاں کم از کم اپنی پرسنل باتیں تو نہیں کر رہے تھے۔

آیان زرا سا مسکرا کے بولا تھا اور ساتھ ہی بیگ کندھے پہ ڈالتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

بیلا کو محسوس ہوا اسے بیلا کی حالت پہ مزا آرہا تھا۔مگر اس کے اندر جو لاوا ابل رہا تھا۔یہ بس وہی جانتا تھا۔

'باسٹرڈ،ایڈیٹ۔۔۔۔۔۔

اپنی زبان میں چند مخصوص گالیاں دیتی اپنے باقی کلاس فیلوز کو اگنور کرتی وہ پھر سے اپنی پینٹنگ میں مصروف ہو گئی تھی۔

جبکہ باقی کلاس ابھی تک عالمِ شاک میں تھے۔

نار من باربی کیو کے اڑتے دھوئیں میں کھانس کھانس کر پاگل ہو رہی تھی۔

وہ لگاتار ایک پیپر سے ہوا دینے کی کوشش کر رہی تھی مگر دھواں کسی سورۃ کم نہیں ہو رہا تھا۔نار من کی آنکھوں میں اب پانی تیر نہیں لگا تھا۔

آج کھانا بنانے کی باری اسکی ٹیم کی تھی۔

گروپ کو تین ٹیموں میں تقسیم کر دیا تھا۔ تا کہ کام کرنا آسان ہو جائے۔

گروپ کہ تمام لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اس نے پلٹ کر بے بسی سے اپنے گروپ کی طرف دیکھا مگر کسی کی اس پر توجہ نہیں تھی۔

وہ مایوسی سے دوبارہ دھویں کو پیپر سے اڑانے لگی۔

'آپکو مدد چاہیے۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو زیان اسکے قریب آ کر کھڑا ہوا تھا۔

'جی وہ یہ دھواں بس کم نہیں ہو رہا۔

'اچھا کوئی بات نہیں ادھر دیں پیپر میں کوشش کرتا ہوں۔

وہ مسکراتا ہوا اسکی مدد کر رہا تھا۔

آپ کی ٹیم کے لوگ نظر نہیں آرہے۔

کچھ لوگ کھانا بنانے کے لیے لکڑیاں ڈھونڈنے گئے ہیں اور دو لوگ برتن سیٹ کر رہے ہیں۔

'اوہ اچھا۔ آپکو کیسے شک ہوا کہ اپ ایک اچھا باربی کیو بنا سکتی ہیں۔

نار من نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

'مجھے یقین ہے کہ میں بنا سکتی ہوں۔ اگر دھواں بند رک جاتا تو۔۔۔۔۔۔

اسنے ناراض ہونے والے لہجے سے کہا

'سوری اپ کو شاید برا لگا۔ میں بس اپ کے چہرے پر پھیلے سٹریس کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

'شکریہ۔ لیکن میں اس سٹریس نہیں ہوں۔

'ویری گڈ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔

وہ خوش اخلاق تھا یا بن رہا تھا

نار من اس لمبے قد، تیکھے نقوش اور سحر انگیز شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جسکی تعریفیں پچھلی رات سے سن سن کر اس کے کان پک گئے تھے۔

'یار یہ بندہ تو تمہارے کبیر سے بھی زیادہ ہینڈسم ہے۔اور ذہین بھی۔

منقشے کے الفاظ اس کے ذہن میں گونجے۔

'وہ صحیح کہتی ہے۔یہ انسان جو بھی ہے مگر کبیر کی پرچھائی نظر آتی ہے اس میں۔

'ویسے مجھے لگتا ہے میں نے آپ کو پہلے کہیں دیکھا ہے۔

وہ ہوش کی دنیا میں واپس ساتھ آگئی تھی۔

'ہمارے ملک میں تو یہ جملہ لڑکوں کو بولتے سنا تھا میں نے۔

زیان کی کوشش سے اب دھواں کافی حد تک رک چکا تھا۔مٹن روسٹ ہونا شروع ہو گیا تھا۔

'ایکسکیوزمی۔کیامطلب ہے آپ کا۔۔۔آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔آپ ایسے بھی کوئی پروس چارم جیسی پرسنلٹی نہیں رکھتے کہ لڑکیاں اپنی ہوش کھو بیٹھیں۔

وہ سچ میں غصہ ہو گئی تھی

'ارے۔آپ تو بات بات پہ دنگل شروع کر دیتی ہیں۔اور کہتی ہیں کہ میں سٹریس نہیں ہوں۔مان لیں اپ سٹریس میں ہیں۔

'کہانا نہیں ہے سٹریس۔میں بالکل نارمل ہوں۔

وہ مصنوعی سی ہنسی لبوں پر سجائے اسے دیکھ رہی تھی۔مگر انکھوں میں غصہ واضح تھا

'ہاہاہاہاہا۔

'میں جا رہی ہوں۔ اب سارا کھانا بنانا میری ذمہ داری تو نہیں ہے نا۔ باربی کیو بنا دیا ہے میں نے بس میرا کام ہو گیا۔

وہ بات مکمل کر کے چلتی بنی تھی۔

جبکہ زیان منہ کھولے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

باربی کیو اسکے پلے ڈال کر وہ خود اپنے ٹینٹ مین گھس گئی تھی۔

عجیب لڑکی ہے۔ بلکہ عجیب اور امیر۔

غریب ہوتی تو یہاں نہ ہوتی۔اور اتنے نخرے بھی نہ ہوتے محترمہ میں۔

وہ خود سے بڑبڑا رہا تھا۔

جب اسکی ٹیم کی ممبر جانسو شارٹ میرون کلر کے سلیولیس بلاؤز اور کھلا پلازو پہنے کندھوں پہ لمبا سا کارڈیگن ڈالے اسکے پاس آرکی۔

'شاید آپکو مدد کی ضرورت ہے۔

وہ سنہری بال کندھے کے ایک طرف ڈالتے ہوئے بولی۔اسکی لمبی گردن پہ دائیں طرف گلے کی اور تل کافی نمایاں تھا۔

زیان کی آنکھوں میں آویزہ کا عکس ابھرا۔

اسکی گردن پہ بھی تل تھا کافی نمایاں جو سامنے ہی نظر آتا تھا۔

'کیا ہوا آپ تو کہیں کھو گئے ہیں۔

جانسو اسے چپ دیکھ کر بولی۔

'نہیں میں سوچ رہا تھا کہ اپ مجھے مدد کی آفر کر رہی ہیں۔ یا مجھے آگاہ کر رہی ہیں کہ مجھے مدد چاہیے۔

وہ اک ادا سے مسکراتی چمٹے کے مدد سے گوشت کے سلائس کو پلٹنے لگی۔

'ویل۔۔۔۔شکریہ بس یہ تیار ہے۔

زیان نے خالی پلیٹ جانسو کے قریب کی۔

'تو آر کیٹیکٹ ہیں آپ۔

'جی ہاں اور آپ۔۔۔۔۔

'دیکھیں یہ تو غلط بات ہے۔ میں نے اپ کا تعارف یاد رکھا مگر آپ بھول گئے۔

'آپ گلہ نہیں کر سکتی۔ دیکھیں مجھے اپ کا نام تو یاد ہے نا۔

وہ مسکرائی تھی۔

'میں ایک آئی ٹی ایجنسی کے لیے کوڈز بناتی ہوں۔یونو پروگرامنگ

'اوہ۔

زیان داد دینے والے لہجے میں بولا۔جبکہ یہ اس کے لیے مشکل کام تھا۔وہ بہت جلد دوست بنا لینے والوں میں سے نہیں تھا۔مگر اسے اذربائجان میں تعلقات بنانے کرنے تھے۔اسے اپنا راز ڈھونڈنے کے لیے مدد کی ضرورت تھی۔

'بابا یہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔مجھے یقین ہے آپ جہاں کہیں بھی ہیں مجھے دیکھ رہے ہیں۔مجھے آپ کا ساتھ ہمیشہ محسوس ہوتا ہے۔

زیان نے اک نظر شفاف نیلے آسمان کی طرف دیکھا۔کچھ پرندے ہوا میں پنکھ پھیلائے اڑ رہے تھے۔

جانسو اس لمحے میں پتہ نہیں کیا کچھ بول گئی تھی مگر اسکا دھیان کسی مرئ دنیا کی طرف تھا۔

کبیر پہاڑ کے دہانے پہ بیٹھا تھا۔ سامنے ڈوبتا سورج انتہائی خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔ جب اچانک کسی نے آ کر اس کی انکھوں پہ ہاتھ رکھ دیے تھے۔

'تمہیں ضرورت نہیں ہے مجھے آزمانے کی۔ ان ہاتھوں کے لمس تو میں قبر میں بھی محسوس کر سکتا ہوں۔

'کیا ہے کبیر آپ ہمیشہ مرنے کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔

'میں اپنے مرنے کی بات نہیں کر رہا پاگل۔ میں تمہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تمہاری محبت میں قبر میں بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔

وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا تھا۔

'اللہ کرے ہم دونوں ایک ساتھ دنیا سے رخصت ہوں اور ہمیں کوئی ایک قبر میں ہی دفنا دے مگر جب ہم اسی سال۔۔۔۔۔۔

نہیں بلکہ سو سال کے بعد ہی ہم دنیا سے جائیں۔

نار من اب اس کے کندھے پہ سر اٹکائے اپنے ہاتھ اسکے وجیہہ ہاتھوں میں دیکھ رہی تھی۔

'اتنے سال جی کر کیا کرو گی۔

وہ اسکے ہاتھ چومتے ہوئے بولا۔

آپ سے پیار کروں گی تمام عمر تا حیات۔

وہ خواب سے ایک جھٹکے میں اٹھی تھی۔بس ڈرائیور نے اچانک یوٹرن لیا تھا۔

اس نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا۔

پھر خود ہی مسکرا دی تھی۔

'کاش ہم ہر ابھرتا سورج ہر ڈھلتا سورج ایک ساتھ دیکھیں۔

آذربائجان کا یہ ٹورسٹ گروپ اب کسی اور ایڈونچر کی تلاش میں نکل پڑا تھا۔

اسی بس کے آخر میں زیان اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔بظاہر تو وہ ائیر پورٹ گھسائے بیٹھا تھا مگر اس کی نظریں محبوب کے طواف سے سرشار تھیں۔

آویزہ ٹانگیں باہر نکال کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھی لڑکی سے اب باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ان دونوں کی ٹانگیں بس کے درمیاں میں تھیں۔اسکی پہرے دار زلفیں اب بھی اسکے چہرے کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں۔وہ بار بار ان آوارہ لٹوں کو اپنے کان میں اڑستی وہ پھر اڑ کے باہر نکل آتی۔

اب کی بار اس نے اپنے ہاتھوں سے بالوں کو ایک جوڑے میں باندھ دیا تھا۔مگر سامنے کی لٹیں کسی صورت اس کے قابو میں آنے کو تیار نہیں تھی۔

زیان نے چپکے سے اسکی کچھ تصویریں بنالی تھیں۔

وہ اپنے ہی بالوں سے ایک جنگ لڑتی نظر آرہی تھی۔یہ منظر زیان کے لیے کسی بھی بیش قیمت نظارے سے کہیں بڑھ کے تھا۔اسکو اور اپنا دل بھی ان لٹوں کے ساتھ اڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

کاش وہ ان زلفوں کو چھو سکتا ہے۔اس کے بالوں سے آنے والی خوشبو کو ایک بار پھر اپنے اندر اتار سکتا۔

کبیر اپنے وکیل ایلیٹکن کے ساتھ اپنے ہی ہوٹل میں کورنر پہ بیٹھا تھا۔

میز پر ایک نیلی فائل رکھی تھی۔

بہزاد صاحب کا اس برانچ میں ٹور کم ہی ہوتا تھا۔ہوٹل کی یہ برانچ کبیر نے خود اپنے بل بوتے پر بنائی تھی۔ نظامی سٹریٹ کی یہ برانچ باکو شہر کی سب سے خوبصورت عمارتوں میں سے ایک تھی۔کبیر نے اسے اگرچہ خستہ حال میں خریدا تھا مگر اس نے اپنے ٹیکچرل ذہن اور بزنس کی سمجھ بہت سے اس عمارت کا نقشہ بدل دیا تھا۔

دی کیبر آرچرڈ کے نام سے آرچرڈ ہوٹل کی اس برانچ میں اکثر کوئی نہ کوئی بڑا ایونٹ رہتا ہی تھا۔

'اوکے (مسٹر) سید کبیر اب میں چلتا ہوں۔ یاد رہے کہ اس معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ میرے کیریر کو خطرہ ہو سکتا ہے۔

'بالکل بھی نہیں ایپٹکن۔ میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔ تم جانتے ہو۔

وکیل کے جاتے ہی کبیر نے ایک نمبر ڈائل کیا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــُ

تو جو ساتھ ہے تو وقت کو باندھ رکھا ہے

جیسے بہار نے انگن کو سجا رکھا ہے

تو جو ساتھ ہیں تو مٹھاس بھری ہے گفتگو میں

جیسے لب شیریں سے شہد ٹپکا رکھا ہے

تو جو ساتھ ہے تو جنت کا گماں ہوتا ہے

جیسے حور کے سنگ پری ذات بٹھا رکھا ہے

اس سراپہ الفت کو میں کیسے لفظوں میں ڈھال دوں

تیرے ہونٹ ہیں محبت تیرے نینوں نے عشق بنا رکھا ہے (صفا خالد)

زیان کے لیے یہ سفر زندگی کا آخری سفر بھی ہوتا تو اسے کوئی شکوہ نہ ہوتا۔

محبوب دسترس میں ہو تو بھلا زندگی مہربان نہ کہلائے گی کیا؟

وہ اس وقت کیسپئین سمندر کے ساحل کے قریب نبران نامی ایک گاؤں میں تھے۔ یہ جگہ اذربایجان کی سب سے خوبصورت ٹورسٹ پلیس میں میں اسے ایک ہے۔

اس علاقے کو زمین پر پانی کا بستر کہنا غلط نہ ہو گا۔ سمندر کے ساتھ ساتھ سیمنگ پول ایکوالینڈ ایکوا پارک وغیرہ انسانی زندگی کو لطف دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

نارمن ساحل پہ لکڑی کے بینچ پہ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ سر پہ ایک خوبصورت چھوٹی چھتری اسے دھوپ کی شدت سے بچا رہی تھی۔ سامنے سمندر میں جیسے لوگوں کا رش لگا ہوا تھا۔ جسکی واٹر فلائینگ بوٹس سب لطف اندوز ہوتے ہیں نظر آ رہے تھے۔

ویٹرس نے اس کے پاس میز پر ایک لیمننیڈ کا گلاس پیش کیا تھا۔

وہ شکریہ کہتی گلاس تھامنے ہی لگی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

کبیر کالنگ دیکھتے ہی اس نے پہلی ہی بیل پہ موبائل اٹھایا تھا۔

'کیسی ہو لڑکی۔ لگتا ہے دنیا گھومنے نکل پڑی ہو۔ اگلوں پچھلوں کی تو یاد بھی نہیں آتی ہو گی۔

'ایسا نہیں ہے۔ کچھ یادیں انسان کو ہمیشہ خوبصورت احساس ہی دیتی ہیں۔

وہ مسکرا کے بولی

مثلاً۔۔۔۔۔

وہ اج جیسے لمبی بات کرنے کے موڈ میں تھا

'جیسے میری ماما اور۔۔۔۔۔۔۔

'اور۔۔۔۔۔۔

کبیر نے اس کی چپ کو نظر انداز کرتے پوچھا

'آپ۔

وہ گھبرائی سی بولی۔

'میں کیا؟

'میں آپ کو بھی یاد کرتی ہوں۔ میرا مطلب اپ یہاں ہوتے تو انجوائے کرتے۔

'مگر تم تو کہتی ہو میں ایک ہمنگ برڈ ہوں۔ جسکو تنہا رہنا پسند ہے۔

'کیونکہ اپ کی سوشل لائف کم ہے اس لیے کہتی ہوں۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔

وہ زرا سا مسکرایا تھا۔

نار من کی آنکھوں نے فورا کبیر کی ہستی ہوئی تصویر اسے دکھائی تھی۔

'کیونکہ میری ترجیحات میرے رشتے ہیں میری فیملی۔

وہ اب لیمنڈ کو سٹرا پائیپ سے گھونٹ گھونٹ پی رہی تھی۔

'اچھا۔اور بتائیں کیسے ہیں سب؟

'ٹھیک ہیں۔مگر ایک مسئلہ ہے۔

'کیا ہوا۔میری ماما تو ٹھیک ہیں نا۔

وہ فوراً ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔

'ہاں ہاں وہ شکر ہے ٹھیک ہے۔کچھ بزنس کا مسئلہ ہے جس کے لیے تمہارا ہونا ضروری ہے۔تم ابھی نبران ہی ہو نا؟

'جی جی میں یہی ہوں۔

'ٹھیک ہے پھر باکو سے صرف تین گھنٹے لگیں گے وہاں تک

'میں نے گاڑی بھیج دی ہے تم پیکنگ کر لو۔

نار من جیسے شاک میں تھی۔

'آپ اتنی جلدی کیوں کر رہے ہیں۔تو چھپا رہے ہیں نا۔

'بتایا تو ہے کہ بزنس کے متعلق ہے۔پہلے آجاؤ پھر بات کرتے ہیں۔اپنا خیال رکھنا

نار من ابھی تک شاک میں تھی۔

زیان کا بھی وہاں آخری دن تھا اسے وہاں سے باکو پہنچنا تھا اور پھر واپس

مگر رگِ جاں سے ایک باہر پھر بچھڑنا اسکے لیے تکلیف دہ تھا۔

'ہائے کیا آپ مصروف ہیں۔

آویزہ لفٹ کے سامنے رکی تھی جب زیان کی اواز سنائی دی۔

'نہیں بس مجھے آج نکلنا ہے اس لیے پیکنگ کر کرنے جا رہی ہوں۔

انہوں نے ایک ساتھ لفٹ میں قدم رکھا تھا۔

'میں میں بھی آج جارہاہوں واپس۔ اتفاق ہے یا قسمت

وہ خاکی سی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

'جانے والوں نے ایک دن جاناہی ہوتا ہے۔

وہ مسکرا کے بولی تھی۔ اسکے سیاہ بال اب بھی اسکی گردن کے گرد تھے۔

'ہاں مگر کچھ احساس ہمیشہ باقی رہ جاتے ہیں۔ جن کی یادیں انسان کے دل کو پھر چین نہیں لینے دیتی۔

'تم نے وہ کتاب پڑھ لی؟

اس نے جیسے بات بدلی تھی۔

'دس بار پڑھ چکا ہوں۔

'کیوں تم اتنے نالائق تو نہیں لگتے کہ ایک بار میں سمجھ نہ آتی۔

'وہ کتاب میرے لیے بہت قیمتی ہے۔مجھے زندہ ہونے کا احساس دلاتی ہے۔

اس سے پہلے کہ آویزہ کوئی جواب دیتی۔ لفٹ میں ایک جھٹکا سا لگا اور وہ رک گئ۔ مین ٹیوب لائٹ بھی بند ہو گیا تھا۔ ایک چھوٹے سے سوارخ جتنی روشنی لفٹ میں تھی۔

آویزہ ایک دم بوکھلا کے چیخی تھی۔

زیان فوراً اس کے کندھے کو چھوا

'تم ٹھیک ہو؟

آویزہ نے زیان کا بازو مضبوطی سے تھاما تھا

'میں یہاں مرنا نہیں چاہتی پلیز پلیز کچھ کرو۔

'نہیں کچھ نہیں ہو گا وہ ابھی ٹھیک کر دیں گے۔

زیان اس کی ڈری سہمی سی دھڑکنیں بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ اسکے بہت قریب تھی جیسے کوئی کسی کو سینے سے لگا کر حرفِ آخر سنائے کہ محبت امر ہے۔

'ہم مرنے والے ہیں۔

'ادھر دیکھو۔ میری طرف میں ہوں نا۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ بھروسہ کرو مجھ پر۔

آویزہ کی انکھیں اب بہنا شروع ہو چکی تھیں۔ اسکے بال بکھر چکے تھے۔

'آنکھیں بند کر کے لمبی لمبی سانس لو

زیان اسکے بال کانوں میں اٹکاتے ہوئے بولا۔

مگر وہ روئے جا رہی تھی اس نے ابھی زیان کا بازو کہنی سے پکڑ رکھا تھا

'تم اپنی زندگی کی سب سے خوبصورت شام کس کے ساتھ گزارنا چاہو گی؟

کیا؟

وہ اب اس سے زرا دور ہوی تھی۔

'آنکھیں بند کرو اور سوچو تم ساحل پہ اپنے من پسند انسان کے ساتھ ننگے پیر چل رہی ہو۔پانی کی نہریں تم دونوں سے ٹکرا ٹکرا کر گزر رہی ہیں۔

'پلیز مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔مجھے لگتا ہے میں مرنے والی ہوں۔

'اوکے اگر ایسا ہے ہم سچ میں مرنے والے ہیں۔تو کیا یہ برا ہے کہ ہم جاتے جاتے ایک آخری منظر دیکھیں اپنے محبوب کی محبت کو محسوس کریں۔

'اوکے۔۔۔۔آویزہ نے ڈرتے ڈرتے انکھیں بند کی تھیں

'ٹھیک ہے اب میں سوچو کہ تم ایک ساحل پر ہو۔

زیان اسکے قریب ہوا تھا۔

وہ وہ آنکھیں بند کیے ڈم سی روشنی میں چاند کی مورت لگ رہی تھی۔

زیان نے اسکی گردن کے قریب سے اسکی خوشبو محسوس کی تھی۔

یہ محبت کا لمس اسے دیوانہ بنا رہا تھا۔

ابھی بھی اس کے بالوں میں وہی مخصوص خوشبو تھی۔امرت زدہ خوشبو

اس سے پہلے زیان اس کے اور قریب ہوتا اچانک سے ٹیوب لائٹ سے روشنی نمودار ہوئی اور لفٹ پھر سے چالو ہو گئی۔

زیان فوراسے اس سے دور ہوا تھا۔

'دیکھو ہم بچ گی ئے۔

'جی جی شکر ہے۔

وہ لفٹ پیڈ کو دیکھتے ہوئے بولی جہاں پہ فلور نمبر 11 لکھا ہوا تھا۔

چمکتے چاند اور تنہا ستارے جیسا ہوں

میں اک گمان میں خرچ ہوئے خسارے جیسا ہوں

ایسا نہیں ہے کہ امیدِ حیات چھوڑ دی میں نے

دنیا کے لیے تو آج بھی سہارے جیسا ہوں

میری چاہت نے بدل دیے ہیں مزاج جناب کے

ورنہ دراصل میں بھی تمہارے جیسا ہوں

(صفا خالد)

آج نہ جانے کیوں دل میں عجیب سی الجھنیں گھر کر لیا تھا۔

'کیا وہ میرا یقین کرے گی یا پھر مجھے انکل کی طرح لالچی سمجھے گی۔

سامنے گرے کلر کی دیوار پر لگا کلاک ایک کے دہانے تک پہنچ چکا تھا۔نار من کو اس تک پہنچنے میں پورے تین گھنٹے لگنے تھے۔

لیکن پھر بھی اسے لگ رہا تھا کہ وہ جلدی پہنچ جائے گی اور اس کے پاس بات کرنے کو واضح الفاظ نہ ہوں گے۔

'ڈیم اٹ۔میں اتنا کنفیوز پہلے کبھی نہیں ہوا۔آخر وہ نار من ہی تو ہے میں اتنا گھبرا کیوں رہا ہوں۔

کبیر نے اکتا کے ٹائ کی گرہ ڈھیلی کی تھی۔

موبائل کی گھنٹی نے اسے پھر سے جنجھلا دیا تھا۔

'ہاں بولو۔

'اوکے تم پھر بھی نظر رکھنا اس پر۔ایک لمحے کی بھی تاخیر برداشت نہیں کروں گا۔

زیان ہوٹل کی لابی میں سوٹ کیس کے ساتھ بیٹھا تھا۔بظاہر تو کسی میگزین کو پڑھنے میں مصروف تھا مگر اسکا دھیان سامنے ریسیپشن پہ ہی اٹکا تھا۔

اس نے جیسے ہی ورق پلٹا آویزہ کے ہیل کی ٹک ٹک اسے اپنے دل کی دھڑکن کی طرح محسوس ہوئی تھی۔

وہ سوٹ کیس گھسیٹی کے ریسپشن پہ آ رکی تھی۔ زیان فوراً سے سوٹ کیس اٹھاتا اس کے پاس پہنچا تھا۔

وہ چیک اوٹ کر کے جیسے ہی واپس مڑی زیان نے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

'چلیں زندگی نے موقع دیا تو پھر ملاقات ہو گی۔ آپ کے ساتھ وقت اچھا گزرا۔

وہ رسمی الودائی کلمات کہہ رہی تھی

'کاش میرے بس میں ہوتا تو میں وقت روک دیتا۔ کاش ہم پھر بھی ٹکرا جائیں اور ہمیشہ کے لیے امر ہو جائیں۔

زیان کا دل چیخ چیخ کر محبت کی دہائیاں سنا رہا تھا۔ مگر لبوں کو چپ لگ گئ تھی۔

'جی جی ضرور۔ انشاء اللہ

اپ کبھی آیئے ناپاکستان۔ میں سیر کرواؤں گا آپکو۔

'جی اگر قسمت میں ہوا تھا۔ ویسے آپ کہاں سے فلائی کریں گے باکو سے۔

وہ دونوں اب بیرونی راہداری میں چل رہے تھے۔

وہ پھر سے آپ جناب پر آ گئے تھے۔

'جی شاید سنا ہے ڈھائی تین گھنٹے لگیں گے وہاں تک۔ اوہ شٹ۔

وہ بات کرتے کرتے اچانک رکا

'میں کیب بک کرنا تو بھول ہی گیا۔ اگر کیپ جلدی نہ ملی تو میری فلائٹ مس ہو جائے گی۔

وہ بالکل کے بچے کے سے انداز میں بول رہا تھا۔ اویزہ اس کی معصومیت پر مسکراہ اٹھی تھی۔

'میں بھی باکو ہی جا رہی ہوں اگر اپ چاہیں تو چل سکتے ہیں میرے ساتھ۔

'سچ میں۔

اسے قسمت پہ جیسے یقین نہ آیا تھا

'جی جی بلکل مسٹر اگر آپ مجھے پاکستان وزٹ کروانے کا وعدہ کر سکتے ہیں تو کیا میں آپ کو لفٹ نہیں دے سکتی۔

آیان میس پہ بیٹھا تھا۔

آس پاس طلبہ کھانے پینے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ مگر وہ اپنے میز پر اکیلا بیٹھا کھانے کو گھور رہا تھا بس۔

جب 'ماں کا فون آیا 'موبائل سکرین پہ شو ہوا

اس نے رنگ ٹیون کو باقاعدہ لکھ کر ماں کے نمبر پر سیو کر رکھا تھا۔

'السلام علیکم امی کیسی ہیں آپ

'وعلیکم السلام میرے بچے میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو۔

'جی جی امی میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔

'بیٹا کیا بات ہے بہت مصروف ہو گئے ہو کیا ماں کو یاد بھی نہیں کرتے۔

'نہیں امی بس پیپرز کی تیاری میں مصروف ہوں۔ آپ تو جانتی ہیں آخری سمسٹر ہے۔

'واپسی کب تک ہے

'ارے امی ابھی تو پیپرز ہونے ہیں پھر تھیسسز رزلٹ ابھی پانچ چھ ماہ لگ جائیں گے۔

'کیسی اولاد ہے ذرا جو ماں کا خیال ہو تم لوگوں کو۔ وہ بڑا جب دل کرتا ہے نکل پڑتا ہے اور جب یہاں ہوتا ہے تو گھر میں ٹکتا نہیں۔ تمہارے پاس فون کرنے کا بھی وقت نہیں۔

مسز سفیر شاید آج کچھ اج کچھ زیادہ ہی اداس تھیں۔

'امی آپ بھائی کی شادی کر دینا پھر دیکھیے گا ملک سے کیا گھر سے بھی باہر نہیں نکلیں گے۔

'میں نے تو اسے بہت سی لڑکیوں کی تصویریں دکھائی ہیں مگر وہ تو ایسے بات کرتا ہے آگے سی جیسے کوئی گناہ کروانے کا کہہ رہی ہوں اس سے۔

'ہاہاہاہا انہوں نے کہیں خود سے تو کوئی پسند نہیں کر لی۔

وہ کافی حلق سے نیچے اتارتے ہوئے بولا

'اگر ایسا ہے تو میں نے کب منع کیا بتائے تو صحیح کم از کم۔

'چلیں اپ فکر نہ کریں میں کرتا ہوں بھائی سے بات۔ اپ اپنا خیال رکھیے گا۔

'آیان تم بدل گئے ہو بیٹا۔ کیا ہوا ہے اب تمہارے لہجے میں وہ پہلے جیسی شرارتیں نہیں رہی ماں تھی چاہے ماں لاکھ کوہ دور ہو مگر وہ اولاد کی دھڑکن کو بھی محسوس کر سکتی ہے۔

'ارے امی اپ بھی عجیب بات کرتی ہیں میں جب شرارتیں کرتا ہوں تب بھی ڈانٹتی ہیں اور جب شریف پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تب بھی اپ کو اعتراض ہے۔

'مجھے بس اپنے بیٹوں کو خوش دیکھنا ہے تم دونوں کے دم سے تو زندہ ہوں ورنہ کب کی تمہارے بابا کے پاس نہ چلی جاتی۔

'امی خدا کا خوف کریں یار۔

'تم بس پہلے جیسے ہو جاؤ۔ پھر زیان کی شادی کے سارے انتظامات بھی تو تم نے ہی کرنے ہیں۔

'دولہا صاحب مان کے نہیں دے رہے اور ساس صاحبہ نے بہورانی کو ستانے کے خواب دیکھنا بھی شروع کر دیے۔

'ارے خدانخواستہ میں کیوں ستانے لگی اپنی بچی کو۔

'افف سارا پیار اس بچی کو دیں گی تو ہمیں کیا ملے گا۔

وہ بات کرتے کرتے کرسی سے اٹھا تھا کہ اس کی نظر سامنے سے آتی بیلا پر پڑی

وہ اپنی دوست کے ساتھ مسکراتے ہوئے ادھر ادھر میز کی تلاش میں دیکھ رہی تھی۔

آیان کے خالی میز پر اس کی نظر پڑی تو وہ دونوں اس طرف چلنے لگیں۔

اسکی دوست نے اسے روکا۔ مگر وہ پھر بھی اس کے قریب آکر کھڑی ہوئی۔ آیان اس کی حرکات و سکنات غور سے دیکھ رہا تھا۔

اس نے شارٹ جینز پینٹی پہ وائٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔ اسکی لمبی سفید ٹانگیں کسی کو بھی اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کافی تھیں۔

'اگر آپ کھا چکے تو ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔

'مجھے تم سے بات کرنی ہے۔

کیوں۔

وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھی تھی

آیان جس کرسی سے اٹھا تھا اسی پر واپس بیٹھا۔

'میں آرڈر دے کر آتی ہوں۔

اس کی دوست ان کو بات کرنے کا موقع دے کر ریسپشن پہ گئ تھی۔

'کیسی ہو۔

وہ اسے سرد نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ مگر تھوڑی تلے دایاں ہاتھ رکھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے وہ کافی پر اعتماد محسوس ہو رہی تھی

'تم کیسے ہو۔

'تمہارا شوہر کیسا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم خوش ہو گی۔ ویسے مبارک ہو میں تمہیں شادی کی مبارکباد نہیں دے سکا تھا۔

'سوری میں بھی تمہیں مبارکباد نہیں دے سکی۔ سنا ہے تمہیں بار کونسل سے فوٹو گرافک لائسنس مل گیا ہے۔

'اوہ تو تم نے میرے بارے میں مکمل معلومات رکھی ہوئی ہے۔ گڈ

آیان مسکرایا تھا جب کے بیلا نے اسکی مسکراہٹ کو ہوا میں اچھال دیا تھا۔ جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔ مگر دل کا کیا

دل کی تو کمبخت یادداشت بھی نہیں جایا کرتی۔ بہت حافظہ مظبوط ہوتا ہے دل کا۔ مگر افسوس اس بے صبرے کے اعصاب مظبوط نہیں ہوتے سرِ محفل آنکھوں سے سازش کر کے ضبط کی توہین کر جاتا ہے۔

'یار ہم کیا اوور دی کوئیسچن کھیل رہے ہیں۔

وہ اب اکتا گیا تھا

'میں کھیل نہیں کھیلتی ہاں اگر کھیلنے پہ آؤں تو ہارتی نہیں کبھی۔

وہ ابھی بھی پر اعتماد تھی۔اسی لہجے نے آیان کو مزید تپا دیا تھا۔

'پھر میں کیا سمجھو وہ سب کیا تھا۔اس رات تم۔۔۔۔۔۔

'رات گئ بات گئ مسٹر آیان اور کہاں گیا وہ تمہارا مذہب۔۔۔۔۔میں سمجھ نہیں پا رہی

اس نے آیان کی بات منہ سے ہی چھین لی تھی۔وہ تپ گئ تھی۔

'بیلا میری بات مکمل ہونے دو اس رات بھی تم نے یہی کیا تھا۔ تم نے۔۔۔۔۔۔

'ایک منٹ تو تمہارا مذہب ایک غیر مسلم عورت کو اپنی عزت بنانا پسند نہیں کرتا مگر اسی غیر مسلم عورت کے ساتھ بیٹھنا باتیں کرنا پسند کرتا ہے۔

'تم کیا بکواس کر رہی ہو۔ جانتی کیا ہو میرے مذہب کے بارے میں ہو۔

آیان کی بلند اواز پر آس پاس بیٹھے لوگوں نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔

'میں بس اتنا جانتی ہوں کہ تم وہ نہیں ہو جو میں نے تمہیں سمجھا تھا۔اس لیے مجھ سے بات کرنا تو دور میرے سامنے بھی مت آیا کرو۔

وہ بھی اسی لہجے میں بولی تھی۔

'مجھے ابھی کوئی شوق نہیں ہے تم جیسی لڑکی سے بات کرنے کا۔ مگر میں چاہتا تھا کہ ہم میں جو غلط فہمی ہوئی وہ دور ہو جائے۔ کیونکہ تم نے اس رات بھی میری مکمل بات نہیں سنی تھی۔

وہ بات کرتے کرتے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

'خیر تم وہی ڈیزرو کرتی ہو وہ سڑک چھاپ بائیکر۔ جس کو خوش کرنے کے لیے تم یہ راؤڈی بنی گھومتی ہو۔ ترس اتا ہے مجھے تمہارا حلیہ دیکھ کر۔

وہ نخوست سے سر جھٹکتا وہاں سے چلا گیا۔

مگر بیلا کی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھی۔

انسان کے پاس سب سے بے مایا شے آنکھیں ہی تو ہیں۔سچ جھوٹ عیاں کر دیتی ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھانے والے بھی پکڑے جاتے ہیں۔

"خواب صراہی تھے جام آنکھیں تھیں

مواصلات کا پہلا نظام آنکھیں تھیں

غنیم شہر کو تھا اس قدر بصارتوں کا جنون

کہ لوٹے ہوئے مال میں تمام آنکھیں تھیں

نامعلوم

گاڑی کنکریٹ کی تارکول روڈ پر دوڑتی جارہی تھی مگر اندر بیٹھے زیان سفیر راجپوت کا تو جیسے وقت ہی رک گیا تھا۔

نہ لب ہل سکیں نہ آنکھیں جھپکنے کو تیار ٹھہریں۔ کوئی رگ کاٹ جائے تو گویا لہو کی بوند نہ ٹپکے۔ پہلو میں محبوب ہو تو وقت کی کیا مجال سرک جائے۔ لمحوں کی کیا اوقات کہ گزر جائیں۔ ہائے دلِ مظطر تیری یہ خام خیلایاں ۔

'کیا ہم ایسے سفر کرنے والے ہیں۔

وہ دونوں گاڑی کی بیک سیٹ پر بیٹھے تھے۔ درمیان میں آویزہ کا ہینڈ بیگ پڑا تھا

'کیسے۔

زیان کو لگا اس کی آواز نے اس میں جان ڈال دی ہے۔

'ایسے چپ چاپ۔

'آپ واپس آگئی اپنی فیملی کے پاس۔ میرا مطلب اپ نے بتایا تھا نا کہ اپ اپنی سٹیپ فیملی سے بھاگ کر دوبئ جا رہی ہیں۔

ڈرائیور نے مرر سے آویزہ کو گھور کے دیکھا تھا۔ جب کہ آویزہ نے بھی بڑی نفاست سے اس کو پسِ پست ڈال دیا تھا۔

'ہائے نہ پوچھیں آنا پڑا واپس۔ ورنہ وہ میرے باپ کے ساتھ ساتھ میرا پیسہ بھی کھا جائیں گے۔

کیا مطلب۔۔۔۔۔

'دراصل میرے بابا نے میری امی سے دوسری شادی کی تھی۔ مگر جب میں سات سال کی تھی تو ایک ایکسیڈنٹ میں میرے ماما اور بابا دونوں چل بسے۔ اور میری سوتیلی ماں نے پیسوں کے لالچ میں میری کسٹڈی لے لی۔ اصل میں میری ماما کے پاس بابا سے زیادہ پیسہ تھا۔

وہ تلخی سے مسکرائی تھی۔

'بہت افسوس ہوا سن کر۔ مگر قسمت ہمیشہ وہاں وار کرتی ہے جہاں انسان سب سے زیادہ محفوظ ہو۔

'مگر تھینک گاڈ اب بہت جلد مجھے میری پراپرٹی واپس مل جائے گی۔ اور میں اس فراڈ ماں بیٹے کو دھکے دے کر اپنی زندگی اور گھر سے نکال دوں گی۔

آویزہ اپنے ہاتھ جھاڑنے کے سے انداز میں بات کی۔

زیان کو اس سے اس قدر بہادری کی توقع نہیں تھی۔

'اور آپکی فیملی۔

وہ اسے چپ دیکھ کے بولی

'میرے بابا کا انتقال ہو گیا تھا میں بارہ سال کا تھا شاید۔ ہم دو بھائی ہیں بس میری ماں نے ہم دونوں کو پالا

'اوہ۔ مگر انہوں نے دوسری شادی کیوں نہیں کی۔ سنگل مدر ہونا آسان تو نہیں ہوتا۔

'ہمارے ملک کی عورت وفا کی مٹی سے پروان چڑھی ہے وہ مر تو سکتی ہے مگر شوہر سے بے وفائی نہیں کر سکتی۔

آویزہ کے دل کو کچھ ہوا تھا

'سوری میرا مطلب ہے کہ بہت مشکل ہوا ہو گا بچوں کو پالنا پھر ان کے اخراجات۔

'ہاں مگر شکر ہے میرے والد کی کچھ زمینں تھیں پھر میری ماما کے بھائیوں نے نہ صرف ان کو ان کا حصہ دیا بلکہ ہر اچھے برے وقت میں اپنی بہن کو سپورٹ بھی کیا۔

'بہت اچھی بات ہے۔کاش میں بھی کسی ایسی فیملی کا حصہ ہوتی مکمل خاندان مکمل احساس۔

'کاش میں تمہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

دل پھر سے سازشوں پر اتر آیا تھا

'آپ آیئے گا پاکستان پھر رہیے گا میری فیملی کے ساتھ کچھ دن۔

نہ جانے اسے کیوں یقین تھا کہ وہ کسی دن آجائے گی۔

'بس دکچھ دن

وہ معصوم سے انداز میں بولی تھی۔

'نہیں اگر میں ہمیشہ کہتا تو آپ کو شاید اچھا نہ لگتا۔

اس بات پر وہ دونوں مسکرا دیے تھے جبکہ ڈرائیور ان دونوں کو نہ سمجھی سے دیکھ رہا تھا۔

میں مسافر ہوں ایک گھڑی کا

ابھی چلا جاؤں گا

محض تیرے دیدار کی طلب ہے

ابھی چلا جاؤں گا

مجھے دیکھ کے تیری نظروں کے زاویے کیوں بدل گئے

تو اپنی انا کو سنبھال رکھ

میں ابھی چلا جاؤں گا

بس اب محبت ختم، تماشہ ختم، پھر یہ شور کیسا ہے

اس سے پہلے کہ کہانی میں تیرا نام آئے

میں چلا جاؤں گا(صفا خالد)

'یار کتنا مزہ آرہا تھا۔اور اب تم ٹرپ بیچ میں چھوڑ کر جارہی ہو۔

منقشے نار من کے سوٹ کیس کو دیکھ کر تڑپ گئی تھی۔وہ دونوں نار من کے کمرے میں موجود تھیں۔ہوٹل سٹاف نار من کا بیگ اٹھانے کے لیے دروازے پر کھڑا تھا۔

'بات کو سمجھو منقشے پلیز کچھ امپورٹنٹ اہم ہو گا اس لیے تو کبیر نے بلایا ہے۔

نار من نے ہوٹل کے مخصوص یونیفارم والے آدمی کو بیگ تھمایا۔اور منقشے کی طرف مڑی۔

'ایک منٹ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ تمہیں پرپوز کرنے والا ہے۔

منقشے ایک دم ہوا میں اچھلی تھی۔

'یار کیا ہے مذاق نہیں کرو۔اس نے بتایا تھا کچھ بزنس کا کام ہے۔

'ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کا دل نہ لگ رہا ہو۔اور وہ بہانے سے تمہیں اپنے پاس بلا رہا ہو۔

نار من بس شرمیلا سا مسکرا کر اپنی عزیز از دوست کو دیکھ رہی تھی۔

'یار ویسے اگر وہ واقعی اداس ہے تو وہ خود بھی لینے آ سکتا تھا۔نار من مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ تم ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہو بس۔

نار من نے اداس نظروں سے اسے دیکھا تھا

'اداس نہیں کرنا چاہتی ہوں میں تمہیں مگر یار اگر وہ بھی تمہیں پسند کرتا ہے تو وہ اتنے سال تک خاموش کیوں ہے۔ ایسہ نہ ہو کہ وقت ہی تم دونوں کا دشمن ہو جائے اسے بتاؤ اپنے دل کی بات۔ اس سے پہلے کہ اس کی زندگی میں کوئی اور آ جائے۔

نقشے نے نرمی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ جبکہ نار من کے ذہن میں فورا سے دانین کا سکیچ ابھرا تھا۔

'تم صحیح کہہ رہی ہو۔ اب مجھے بات کرنی چاہیے۔ ویسے بھی مین تو جانے والی ہوں۔ بہتر ہے کہ میں یہ معاملہ حل کر کے ہی جاؤں۔

'ہمم۔ بعض اوقات ہم جن سے محبت کرتے ہیں ان سے اس لیے بھی دور ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم بات نہیں کر پاتے۔ ہماری چپ کبھی کبھار سب برباد کر دیتی ہے۔

منقشے کیا تم کسی بات پر پریشان ہو۔ مجھے لگ رہا ہے تم کوئی اور بات کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ کیا ایرک سے کوئی بات ہوئی ہے۔

منقشے کہ رویے میں آج پہلے جیسی پرجوشی نہیں تھی۔

'نہیں یار بس ایرک کا کورٹ کیس چل رہا ہے نا بس وہی سوچ رہی ہوں۔

'تو وہ وکیل ہے وہ تو ہمیشہ کورٹ جاتا ہے۔ اس میں پریشانی والی کیا بات ہے۔

نار من کو لگا تھا شاید کوئی بہت سیریس ایشو ہو گا

'یار کوئ کِمkimنام کا کینگسٹر ہے۔ آذربائجان کا بہت بڑا ڈان ہے۔ پچھلے دنوں بیچ پہ پوری یارٹ جلادی تھی اس نے۔ یارٹ میں بارہ لوگ جلاڈالے اس نے۔

'تو ایرک کیا اس کِم کا کیس ڈیل کر رہا ہے؟

'کِم کبھی سامنے نہیں آتا ہے اج تک اس کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ بس لاشوں کے پاس سے ایک بیج ملتا ہے ڈیول شیپ۔ شیطانی شکل اس پہ کِم لکھا ہوتا۔

بیچ میں بھی جتنے لوگوں کی ڈیڈ باڈیز ملی وہاں دو ڈیڈ باڈیز کے پاس سے یہی بیج ملا ہے۔

منقشے کے چہرے سے پریشانی صاف واضح تھی

'مطلب اس نے ان دو لوگوں کی خاطر پوری یارٹ جلا ڈالی 12 لوگوں کو مار ڈالا۔

اب نار من بھی پریشان ہوئی تھی۔

'ہاں۔12 میں سے ایک انسان نہ جانے کیسے زندہ بچ گیا اس نے گواہی دی ہے کہ اس نے کم کو دیکھا تھا وہ ایک لاش کے پاس بیٹھ کر کہہ رہا تھا وہ باکو شہر کا سر نیم بدل دے گا وہ بلیک سٹی کو ریڈ سٹی بنا دے گا۔بلڈ سٹی۔۔۔۔

رکو میرے پاس اس کے بیج کی تصویر ہے۔

مقشے نے جیسے ہی سیاہ اور سرخ رنگ کا بیج اس کے سامنے کیا نار من کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ایک ڈراونی سی شکل پہ کے ای ایم بڑے کیپیٹل لیٹرز میں لکھا تھا۔

اس نے یہ بیج پہلے کہیں دیکھا تھا مگر کہاں اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔

'اوہ یہ تو واقعی بہت خطرناک انسان ہے۔نام سے بھی اپنے ملک کا نہیں لگ رہا کورین لگ رہا ہے ہے نا۔

'پتہ نہیں یار۔میں نے ایرک کو اتنا سمجھایا مگر وہ میری کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہے۔میں نے اس کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑا اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں کیا کروں گی نار من۔

منقشے کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔

'تم فکر نہیں کرو۔ایرک ایک سمجھدار وکیل ہے۔وہ پیسہ یا شہرت کے پیچھے نہیں بھاگتا تم جانتی ہو۔وہ سمجھداری سے کام لے گا اور جس دن اسے لگا کہ وہ اس کو ڈیل نہیں کر سکتا وہ اس سے خود پیچھے ہٹ جائے گا۔

'کاش وہ اس کیس کو نہ ڈیل کر سکے اور خود پیچھے ہٹ جائیں۔ میں پہلی بار اس کے ہارنے کی دعا کروں گی

نار من۔

نار من جانتی تھی کہ منقشے نے کس ضبط سے یہ بات کہی ہو گی۔

مگر اسکا دھیان بار بار اس بیج کی طرف تھا۔

'وہ اتنی بدل جائے گی میں نے سوچا نہیں تھا۔

رالف کب سے آیان کے سر پر سوار تھا۔ آیان اپنے بنکر میں منہ تک لحاف اڑے لیٹا تھا جبکہ رالف اسکے

پاس کرسی الٹی کیے کرسی کی پشت پر تھوڑی ٹکائے بیٹھا تھا۔

'تو تم بھی بدل جاؤ اب میرے بھائی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم دونوں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنا کب بند کرو گے۔

'میں تو نہیں بھاگ رہا۔ تمہارے کیا نظر کمزور ہو گئی ہے دیکھ نہیں رہا کہ میں سونے کی کوشش کر رہا ہوں۔

اوکے سو تم بس پھر۔

رالف نے اسکے بنکر کو پیر سے ٹھوکر ماری

'تمہارا الارم کلاک جیسا منہ بند ہو گا تو سوؤں گا۔ اور یہ کیا تم ذرا ذرا سی بات پر تشدد پہ اتر آتے ہو۔

آیان اب کہنی کے سہارے لیٹا تھا۔

'قدر کرو ایسے دوست نہ قسمت والوں کو ملتے ہیں۔

رالف بھی اب اپنے بنکر میں جا گھسا تھا

'یقینا میرے باپ دادا نے کوئی گناہ کیے ہوں گے جس کی سزا مجھے تمہاری صورت میں مل رہی ہے۔

آیان نے پاس بڑے کتاب اب اس کی طرف وہ اچھالی تھی۔

'تم نہ آیان وہ سنڈی ہو جو فصل کو نہ صرف تباہ کرتی ہے بلکہ کھیت کو دوبارہ کچھ اگانے کے قابل بھی نہیں چھوڑتی۔

'ہاہاہاہاہا سنڈی نہیں سنڈا کہہ سکتے ہو تم مجھے۔ ویسے تم خود کیا ہو۔ برساتی مینڈک جو ہمیشہ ٹرٹر کرتا رہتا ہے۔

'تم آج نہیں بچو گے میرے ہاتھ سے۔

رالف اسکے بنکر پہ کود کر آیان کی درگت بنا رہا تھا۔ جبکہ آیان نے خود کو موٹے لحاف میں چھپا لیا تھا۔

'آپ کی تعلیم مکمل ہو گئی؟

باکو پہنچنے میں صرف ایک گھنٹہ یعنہ گنتی کے 60 منٹ درکار تھے۔زیان کے بس میں وقت روکنا تو نہیں تھا۔ مگر وہ اس وقت کو ضائع بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

'جی جی بس کچھ مہینے پہلے۔

وہ موبائل پہ شاید کوئی میسج ٹائپ کر رہی تھی۔

'اب آگے کیا ارادے ہیں۔

'جاب کروں گی کوئی۔

آویزہ نے بس سرسری سا جواب دیا تھا۔

'اچھی بات ہے۔لڑکی کو انڈیپینڈنٹ ہونا چاہیے۔

'اور آپ کے اگے کے کیا پلان ہے۔

'میں پلین نہیں بناتا۔بلکہ میں وقت کو اپنے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔

'اگر وقت ہاتھ نہ آئے تو

آویزہ میں اسے دلچسپی سے دیکھا تھا

میرے پاس ہمیشہ بیک اپ پلان ہوتا ہے پلین بی'

'ایم امپریسڈ۔ ویسے میں نے سنا ہے کہ اکثر لوگ پلان بی چھپا لیتے ہیں۔

'جی ہاں۔ پلین بی ڈیفنس میکانزم ہے۔ بھلا مفاہمت کی راہ کون کسی کو دکھاتا ہے۔

'آپ واقعی بہت ذہین ہیں۔

آویزہ نے تھمز اپ کیا تھا۔

'آپ نے تعریف کر دی محنت وصول ہو گئی۔

آویزہ مسکرا دی تھی۔

'ویسے زندگی کتنی بے ڈھنگی ہے نا۔ راہ چلتے چلتے نایاب لوگوں سے ملوا دیتی ہے۔ ایسے لوگ جن کے پھر ملنے کی کوئی آس نہ ہو۔

وہ دکھی سے لہجے میں بولا تھا

'ہاں ہے تو۔ مگر بعض اوقات فاصلے قریب آنے سبب بھی بن جایا کرتے ہیں۔

'مگر ہجر وصل کی چاہت بڑھا دیتا ہے۔

زیان کے لہجے کی شدت نے آویزہ کے دل کو چھوا تھا۔ وہ مزید اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

'ہجر کی تڑپ وصل کو امر کر دیتی ہے۔

وہ نظریں جھکا کر بولی تھی۔

'کاش ہجرت کرنے والے بھی اس تڑپ کو محسوس کریں۔

زیان نہ جانے دل میں کون سی امید لیے بیٹھا تھا

'ہو سکتا ہے کچھ شعلے ان کے دل میں بھی بھڑک رہے ہوں۔ مگر وہ اظہار سے ڈرتے ہوں۔

'محبت شدت اختیار کر جائے تو ہر ڈر بھلا دیتی ہے۔

'شدت بعض اوقات رسوا بھی کر دیتی ہے۔

آویزہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ہر سوال کا جواب ترکی ب ترکی دے رہی تھی۔

'رسوائی سے ڈرنے والے ہمیشہ محروم رہ جاتے ہیں۔

زیان کی محبت پاش آنکھیں آویزہ کے لیے انجانی نہیں ذہی تھیں۔

مگر اب مزید بحث کا کوئی جواز نہیں تھا۔ سو اس نے ہار مان لی۔

مگر زیان کا دل اب بھی کسی انہونی کے انتظار میں تھا۔

'دیکھیں ہم باکو پہنچ گئے۔

آویزہ اسکو شہر دکھا رہی تھی مگر پہلو میں محبوب ہو تو کس کافر کی نظر بھٹکے گی۔

'کاش تم مجھے روک لیتی کاش میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔کاش۔۔۔۔۔۔۔۔

خوش بخت ٹھہرے ہیں وہ پل جی میں دیدارِ یار نصیب ہوا۔

آویزہ میں گاڑی سے اترتے ہی ڈرائیور کو ہدایت کی تھی کہ وہ زیان کو ایئرپورٹ تک چھوڑ آئے۔

'بہت شکریہ میرے لیے یہ سفر ہمیشہ یاد گار رہے گا۔یہ آپ کے لیے

زیان نے اپنی ہتھیلی اسکی جانب بڑھای۔ جس پر سبز تسبیح کی طرز کا ایک لاکٹ پڑا تھا۔ جس میں سیاہ دل لٹک رہا تھا۔

'اسکی ضرورت نہیں ہے بہت شکریہ۔

'ہو سکتا ہے یہ کبھی آپ کی نظروں سے گزرے اور میں آپ کو یاد آجاؤں۔

آویزہ نے ہاتھ بڑھا کر لاکٹ پکڑا تھا۔ اسکی انگلیوں کو زیان کی ہتھیلی کا لمس محسوس ہوا تھا۔

'ویسے مجھے دکاندار نے کہا تھا کہ اگر کوئی اسے پہن کر بہت شدت سے کسی کو یاد کر رہا ہو تو یہ سیاہ دل سرخ ہو جائے گا۔

'آپ ایسی باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ہاہاہاہا یہ تو انکے پبلیسٹی سٹنٹ ہیں۔

بہزاد صاحب صبح سے دوبار نار من کو کال کر چکے تھے مگر یہ محض اتفاق تھا کہ وہ دونوں بار ہی کال پک نہ کر سکی تھی۔

'تو وہ دونوں مل چکے ہیں۔اوہ کبیر اوہ

اب تم میرے مقابل کھڑے ہونے کا سوچ رہے ہو۔تم اچھے بزنس مین ہو مگر یاد میں رکھو استادوں سے استادیاں نہیں کرتے۔

بہزاد صاحب من ہی من میں حساب کتاب کرنے میں مصروف تھے۔

نارمن باکو پہنچتے ہی دی کبیر آرچرڈ کی لابی میں موجود تھی۔

کبیر اسے سی سی ٹی وی پہ ہوٹل میں انٹر ہوتے دیکھ چکا تھا۔اس کے ہوٹل میں اتنے کمرے نہیں تھے جتنے کیمرے تھے۔اور ہر ایک کے کیمرے کا منظر اسے اپنی بڑی سی ایل ای ڈی پر واضح نظر آتا تھا۔

وہ غفلت برت کے بعد میں پچھتانے والوں میں سے نہیں تھا۔وہ ہمیشہ دو قدم آگے چلنے والوں میں سے تھا۔

نارمن اس سے پہلے دروازہ ناک کرتی کبیر پہلے ہی دروازہ کھول چکا تھا۔

نارمن کے لیے یہ بات قدر حیران کن تھی۔وہ انسان جو کسی لڑکی کو بھاؤ نہ دے آج وہ اسکے لیے خود اٹھ کے دروازہ کھول رہا ہے وہ بھی دستک دینے سے پہلے۔

'کیا وہ میری آہٹ پہچانتا ہے۔ کیا اسے مجھ سے محبت ہے جو اسے میرے آنے کا پہلے ہی وہم ہو گیا۔ کیا وہ مجھ سے اداس تھا۔

ہائے رے دل کی خام خیالیاں۔

کبیر چٹکی بجا کے اسے ہوش کی دنیا میں واپس لایا۔

'ارے لڑکی تم کیا مجھے دیکھ کر سکتے میں آگئی ہو۔ ویسے مجھے نہیں لگا تھا کہ تم اتنے کمزور اعصاب کی مالک ہو۔

'ہاہاہا نہیں بس میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔

وہ مسکرا کر اندر آئی۔ گرے دیواروں والا آفس آج للی فلاور روم فریگننس سے مہک رہا تھا۔

'کیسار ہاٹر پ۔

کبیر دفتر میں ایک طرف رکھے سیاہ صوفوں پر براجمان ہوا۔

جبکہ نار من اپنی لمبی زیبر اڈیزائن کی فراک سنبھالتی آفس کا جائزہ لے رہی تھی۔

'آپ کے آفس میں کبھی کچھ نہیں بدلتا۔

وہ سامنے دیوار پہ لگے فوٹو فریم کو دیکھ رہی تھی۔یہ فوٹو فریم نار من نے اسے ایک آکشن نیلامی سے خرید کر گفٹ کیا تھا۔

تب سے وہ اسی دیوار پر ٹنگا تھا۔اس بات کو تقریباڈیڑھ سال ہونے کو تھا۔

'تبدیلی اچھی ہوتی ہے اگر اپ اپنے حال سے خوش نہیں ہیں۔ لیکن الحمدللہ میں مطمئن ہوں اس لیے تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

'افف یہ فلاسفی پھر سے وہی مشکل باتیں۔

وہ دل ہی دل میں اسے کوستے ہوئے صوفے پر بیٹھی تھی۔

'اچھا خیر۔ تم سناؤ لگتا ہے بہت انجوائے کیا تم نے۔

'جی اچھا تھا سب۔ مگر

'مگر کیا۔

کبیر کے ماتھے پر شکن سی ابھری تھی۔

وہ ہمیشہ نار من کی آدھی ادھوری باتوں میں الجھ سا جاتا تھا۔یہی بات نار من کو اسکے اور قریب کرتی تھی۔

'کچھ نہیں۔ آپ نے مجھے ایسے اچانک بلایا خیریت۔

'ہاں وہ۔۔۔۔۔ایک سیکنڈ رکو۔

وہ بات کرتے کرتے آفس ٹیبل کی طرف بڑھا۔

وہ بلیک پینٹ اور سفید شرٹ میں کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔نار من اسے آنکھ بھر کے دیکھ رہی تھی۔ مگر دل محبوب کو پہلو میں بٹھا کر روبرو دیکھنے کی خواہش میں مرا جا رہا تھا۔

'یہ لو۔

کبیر نے ایک خاکی لفافہ اس کے سامنے کیا۔ جبکہ نیلی فائل اس نے ابھی تک دوسرے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔

'یہ کیا ہے۔

وہ لفافہ پکڑتے ہوئے بولی۔

'تمہارا پاسپورٹ۔ تم کینڈا جا رہی ہو۔

'کیا۔

آنکھوں میں اچانک سے نمی آگئی تھی۔

'ہم نے بات کی تھی نا کہ تم کچھ عرصہ کے لیے یہاں سے چلی جاؤ گی۔

وہ اسکے زرا سا قریب ہو کر نرمی سے کہہ رہا تھا۔

'میں جب تک یہاں حالات بہتر نہیں کر لیتا۔

'مگر میں پاکستان جانا چاہتی ہوں۔

'وہ ملک محفوظ نہیں ہے۔ وہاں کوئی نہیں ہے جو تمہارا خیال رکھے۔ کینیڈا میں میرے کچھ جاننے والے ہیں۔

'میرے بابا کے بھائی کی فیملی ہے وہاں۔

'مگر تم جانتی ہو۔ انہوں نے ہماری فیملی کے ساتھ کیا کیا۔ انکل نے بتایا تھا نا۔

'میں سچ جاننا چاہتی ہوں۔ میرے بابا کے ساتھ ہی انکا بھی ایکسیڈنٹ ہوا تھا انکی بھی موت ہوئی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آتا اگر وہ قاتل ہیں تو کوئی انسان اپنی موت خود کیسے پلان کر سکتا ہے۔

'نار من میں سب پتہ لگوالوں گا۔ تم ان باتوں میں نہ الجھو۔ میں ہوں نا۔

'میں نہیں چاہتی کہ جب میں اپنے بابا سے ملوں تو وہ مجھ سے پوچھیں کیا مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ میں اپنے باپ کا قاتل ڈھونڈ سکتی۔

ایک آنسو نار من کی آنکھ سے بہہ نکلا تھا۔

'لیکن اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو کیسے معاف کر سکوں گا آنٹی عابیش مجھے کیسے معاف کریں گی میرے بابا تمہارے بابا کیا مجھے حشر والے دن سوال نہیں کریں گے۔

وہ تھکے لہجے میں بولا تھا۔

'کاش آپ یہ کہتے کہ آپ مجھے اپنے لیے بچا رہے ہیں۔

دل نے سرگوشی کی تھی۔

'دیکھو میں نہیں روک رہا تمہیں۔ میں خود تمہیں خود مختار دیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر تمہارے حفاظت میرے لیے اس دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اہم ہے۔

'کیوں۔۔۔۔۔

کیبر کے ہاتھ نار من کے گال پہ اٹک گئے تھے۔وہ جو اسکے بہتے موتی چننے جا رہا تھا اسکے کیوں پہ الجھ گیا تھا۔

'کیونکہ تم میری واحد دوست ہو۔

اس نے ہاتھ واپس کھینچا اور نظریں چرا کر بولا تھا۔

نار من بے بسی سے مسکرائی تھی۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور آفس بوائے ٹرے میں کچھ لوازمات سجائے آفس میں داخل ہوا۔

کبیر اسی رعب اور اعتماد سے واپس بیٹھا تھا۔وہ دی باس سٹائل۔

سحر زدہ کرنے والی پرسنلیٹی

'میں نے سوچا تم تین گھنٹے سفر میں تھی تو بھوک لگی ہو گی۔ ویسے مجھے ایک اور ضروری بات بھی کرنی تھی۔

آفس بوائے کے جاتے ہی وہ واپس مدعے پہ آیا تھا۔

نار من نے کافی کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔

'مگر سوچتا ہوں تم مجھ پر بھروسہ کرو گی یا نہیں۔ تم میری پارٹنر بننا پسند کرو گی یا نہیں۔

'ایسا تو نہیں کہ وہ تمہیں پرپوز کرنے والا ہے۔

نار من کے ذہن میں فوراً منقشے کے الفاظ گونجے تھے۔ اسکے ہاتھ کافی کپ پہ چپک گئے۔

کبیر نے بس ایک لفظ ہی تو بولا تھا۔

'پارٹنر۔۔۔۔۔۔۔

اور وہ ادھیڑ بنتی میں لگ گئ تھی۔

'وہ اپنی کیا چیز مجھ سے شئیر کرنا چاہتا ہے۔مجھے کہاں اپنے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے۔

آفس کی گرے دیواریں قوسِ قزح کے رنگوں سے بھر گئ تھیں۔ہر طرف ترنم سے ساز بج رہے تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'یار میں تو اسے دس میں سے پندرہ نمبر دوں گا

آیان کی کلاس میں سب طلباء کے آخری پراجیکٹ کے آیڈیاز کیونس پہ سجے تھے۔

ہر کوئی اپنے پراجیکٹ کے پاس موجود تھا۔اور ایک دوسرے کے پراجکٹس کو نمبر دے رہے تھے۔

رالف آیان کے پارجیکٹ کی تعریف کیے نہیں تھک رہا تھا۔

باقی تمام کلاس نے بھی اسے خوب سراہا تھا۔

ایک خشک بنجر سے پہاڑ کے پیچھے ایک پررونق دنیا آباد نظر آرہی تھی۔پہاڑ سے دوسری جانب چشمہ بہہ رہا تھا۔ایک شہر آباد تھا اسی چشمے پر۔یعنی ہر تصویر کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ضروری نہیں ہر سرد مزاج سخت دل بھی ہو۔

وہ اپنا آئیڈیا سب سے شئیر کر رہا تھا۔

'ویسے یار ایسا آئیڈیا تمہیں ملا کیسے۔

انسان کے خیلات اسکی سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ یہ دکھا رہا ہو انسان بظاہر جیسا نظر آتا ہے باشعور اندر سے بالکل خالی ہو ایک جلے ہوئے کاغز کی راخ برابر یا اسی پہاڑ کی طرح بنجر اور بے آب۔

بیلا نے اسکے جواب دینے سے پہلے ہی اسکے آئیڈیا کو ایک نئی سوچ دے دی تھی۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا اسکے پراجیکٹ ہیڈ نے اسکے لیے تالیاں بجای تھیں۔

'ویلڈن آیان مجھے فخر ہے آپ پر۔

جبکہ اسنے چبھتی ہوئی نظر سے بیلا کو دیکھا تھا۔

فرانس میں بادلوں نے آسمان کو ڈھک دیا تھا۔یونیورسٹی کے کوریڈورز میں روشنی تو کم ہو گئ تھی۔ مگر رش بڑھ گیا تھا۔لوگ باہر کی سردی سے بچنے کے لیے ادھر ادھر جمع تھے۔

بیلا جیسے ہی کلاس سے نکلی آیان اس کے پیچھے ہی کلاس سے نکلا اور عین اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

'آخر تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔تم میری ہر بات میں ٹانگ کیوں اڑا رہی ہو۔

'میں نے تو بس رائے دی باقی سب کی طرح۔تم کیوں ہر بات کو پرسنل لے جاتے ہو۔

وہ بالکل نارمل سے لہجے میں بولی اور اس کی ایک طرف سے نکل کر آگے کی طرف چلنے لگی۔

'رائے تو میں بھی دے سکتا تھا تمہاری پینٹنگ پہ۔ مگر میں خاموش تھا تمہیں بھی خاموش رہنا چاہیے تھا۔

وہ اب اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ مگر چہرے پر تناؤ ابھی بھی باقی تھا۔

'مجھے سمجھ نہیں آرہی تمہیں برا کس چیز کا لگ رہا ہے۔ تمہاری سوچ تمہارے سامنے رکھ دی میں نے یا تمہارا کردار

آس پاس کی کلاسز سے طلبہ باہر آرہے تھے۔ جاننے والے ایک دوسرے کو ہائے کہتے اور مسکرا کر چل جاتے۔

'تم جانتی کیا ہو میرے بارے میں یا میرے کردار کے بارے میں۔

آیان چاہ کر بھی بلند اواز میں اس سے بات نہیں کر سکتا تھا وہاں۔

'میرا کیا واسطہ تم سے جو میں تمہیں جاننے لگی۔

وہ بالکل پر سکون چل رہی تھی۔

'ہم دوست تھے مگر تم نے ہماری دوستی کو پیار سمجھا اور ہم الگ ہو گئے۔

بیلا کی چال سست ہوئی تھی۔

'پھر تم نے بنا بتائے شادی کر لی۔ مجھے وقت تو دیا ہوتا۔

'تم پچھتا رہے ہو۔

وہ چلتے چلتے ایک دم رک گئی تھی

'نہیں مم۔۔۔میں کیوں پچھتاؤں گا۔

اسکی زبان لڑکھڑا گئی تھی

'اچھی بات ہے۔مجھے ہارڈن کے ساتھ لنچ کے لیے جانا ہے مجھے دیر ہو رہی ہے بائے۔

بیلا کے لہجے میں اب وہ سکوت نہیں رہا تھا۔

وہ دھیرے سے لہجے میں بولتی آگے بڑھ گئ تھی جبکہ آیان وہی کھڑا رہ گیا تھا۔جیسے کوئ اسکو سٹیچو چیلنج دے کر خود موو کہنا بھول گیا ہو۔

جب تمہیں پہلی بار دیکھا تو مجھے لگا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں ایسا حسین چہرہ دنیاوی نہیں ہو سکتا۔ مگر پھر مجھے لگا کہ اگر حسن کی دیوی کو دنیا میں نہ اتارا جاتا تو یہ دنیا کبھی لفظ حسن کے معنی نہ جان پاتی۔

زیان جہاز میں ونڈو سیٹ پر بیٹھا روئی کی طرح سفید بادلوں میں کسی کا عکس بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بادل انسان کو کبھی ناراض نہیں کرتے انسان جیسا سوچے ویسی مورت گھڑ لے۔

اسکا دل کسی بند قبر کی طرح خاموش ہو گیا تھا۔ وہ نہ تو اظہار کر پایا تھا نہ اقرار سن پایا تھا۔ واپسی کا پروانہ اس کے لیے عزرائیل کے پیغام جیسا تھا۔

اسکی آنکھیں برسنے کو تیار تھیں مگر وہ مضبوط اعصاب کا مالک بس بارش میں رو سکتا تھا تاکہ اسکے آنسو بوندوں کے ساتھ زمیں میں دفن ہو جائیں۔

محبت چاہے دسترس میں ہو یا نہ ہو مگر دل کملا محبوب ہمیشہ دسترس میں چاہتا ہے۔

'کیا تم مجھ پر بھروسہ کرتی ہو۔

کبیر کے دفتر کی دیواریں پھر سے گرے ہو چکی تھیں۔

'جی بھروسہ کرتی ہوں اور بس آپ پر کرتی ہوں۔

نار من اسکی انکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی

'شکریہ۔ تمہارے لیے کوٹ سے لیٹر آیا ہے۔

کبیر نے نیلے فائنل اس کی طرف بڑھائی

'تمہاری ترکے کی تمام پراپرٹی تمہارے نام ٹرانسفر ہو گئی ہے۔

نار من کی انکھیں بھیگ گئی تھیں۔اس نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ فائل کھولی۔

'اب تمہارے پاس دو آپشن ہیں۔یا تو بزنس کو ٹیک اوور کرو یا رپاور اف اٹارنی کے لیے کسی کو منتخب کرو۔

'آپ کیا چاہتے ہیں۔

وہ بھیگی انکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی

'جو تم چاہو گی۔فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔اور تو مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گی۔

وہ اسکی بات پہ مسکرائی تھی مگر بے بسی سے

'میں تو جا رہی ہوں نا۔

پتہ نہیں دل کیوں چاہتا تھا کہ وہ اسے روک لے

'اگر بزنس سنبھالنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے مت جاؤ۔ اگر گتھیاں سلجھانا چاہتی ہو تو پھر راستہ کھلا ہے۔

'انکل کیا کہتے ہیں۔

'وہ تو چاہتے ہیں کہ تم اپنی پاور اف اٹرنی انہیں دے دو۔ ان کے مطابق تم بزنس تباہ کر دو گی۔ اور۔۔۔۔ وہ تمہاری جائیداد سے مزید جائیداد بنا سکیں مگر وہ جائیداد تمہاری نہیں ہو گی۔

'انکل مجھ پر کبھی بھروسہ نہیں کرتے نا۔

پھر سے زہر خندہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری تھی

'تمہیں خود پر بھروسہ ہونا چاہیے نار من۔دوسروں کی رائے کو فوقیت دینے والے ہمیشہ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں۔

'ٹھیک ہے۔مجھے اپ پہ بھروسہ ہے اب جیسا چاہیں۔

'میرے خیال میں ہمیں پارٹنرشپ کر لینی چاہیے۔میں کچھ رقم انویسٹ کرتا ہوں۔اس طرح میں بھی آچرڈ کا حصہ ہونگا اور اختیارات اپنی مرضی سے استعمال کر سکوں گا۔اور انکل کو بھی اعتراض نہیں ہو گا۔۔۔۔۔

یا شاید ہو۔

وہ اٹک اٹک کے بول رہا تھا۔یا شاید نار من کے چہرے کے تاثرات جانے کی کوشش کر رہا تھا

'میں نے کہا مجھے بھروسہ ہے آپ پہ۔

نار من اس کی بات ٹوکتے ہوئے بولی۔

'مجھے نہیں پتہ کہ مجھے شکریہ کہنا چاہیے یا ہماری پارٹنر شپ پہ تمہیں مبارک باد دینی چاہیے۔

کبیر کی گال کے دونوں طرف گھڑا سا ابھرا تھا۔

کاش میں ان ڈمپلز کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے محسوس کر سکوں۔

ہائے دل کی خام خیالیاں

اچانک نار من کی نظر سامنے ایل ای ڈی پر چلتی بریکنگ نیوز پر پڑی۔کم نامی گینگسٹر نے پھر شاید کہیں کوئی قتل کر دیا تھا۔

کبیر بھی بہت غور سے اس خبر کو دیکھ رہا تھا۔

'آذربائجان کا ڈان ہے نا یہ۔

کبیر نے حیرانی سے نار من کی طرف دیکھا۔

وہ نار من کے چہرے کے تاثرات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

'ہاں اکثر نیوز میں بتاتے ہیں اس کے بارے میں۔ بہت خطرناک ہے۔ مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو کیا ہوا ہے۔

وہ فکر مند لگ رہا تھا

'ایرک اس کا کوئی کیس ڈیل کر رہا ہے۔

'اچھا وہ یارٹ کیس۔۔۔

کبیر کا لہجہ اب ریلیکس تھا

'آپ کو کیسے پتہ یارٹ کیس کا۔ کیا اپ کی کوئی ایرک سے بات ہوئی

'نہیں میں نے بتایا نا نیوز میں بتاتے ہیں۔

کبیر نے سامنے ایل ای ڈی کی طرف اشارہ کیا

'ہمم۔ منقشے بہت پریشان تھی۔

وہ دھیرے سے بولی

'ہاں اس کا پریشان ہونا بنتا بھی ہے۔ وہ انسان نہیں حیوان ہے۔ اس سے کہو کہ وہ ایرک کو سمجھائے۔ ایسے لوگوں سے دشمنی مول لینا اپنی موت کو خود دعوت دینا ہوتا ہے۔

'اچھا۔ پتہ نہیں کیوں مگر مجھے لگتا ہے کہ میں نے یہ نام پہلے بھی کہیں سنا ہے۔ یاد دیکھا ہے۔

'کیا مطلب۔

کبیر سیدھا ہو کر بیٹھا تھا

'منکشے نے مجھے اس کا کوئی بیج دکھایا تھا۔جو وہ اکثر ڈیڈ باڈیز کے پاس چھوڑ کر جاتا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ وہ بیج میں نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔مگر کہاں یاد نہیں آرہا۔

'ہو سکتا ہے ٹی وی پہ یا کسی سوشل میڈیا سائیٹ پہ دیکھا ہو۔وہ بیج کافی مشہور ہے۔لڑکے تو اکثر اپنی پروفائل پہ لگاتے ہیں۔

وہ اسکی بے وقوفی والی باتوں پر مسکرایا تھا۔

'مطلب لوگ اس کو سپورٹ کرتے ہیں۔

'ہاں کچھ لوگ کرتے ہیں۔کچھ نہیں۔

وہ پھر سے واپس ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھا تھا

'میں سمجھی نہیں ایک قاتل کو کون سپورٹ کر سکتا ہے۔

'وہ قاتل ہزاروں لوگوں کی مدد کر چکا ہے۔ کسی کی تعلیم کا خرچہ، کسی کا اپریشن، کسی غریب کی مدد بہت سے اچھے کام بھی کرتا ہے۔

'پھر تو یہ لوگ جانتے ہوں گے اسے

'نہیں۔ ان کو بس ایک پیسوں کا بیگ ملتا ہے جس کے اندر سے کم نام کا بیج بھی ملتا ہے۔ اس کو کوئی نہیں جانتا۔

'اگر وہ اتنا حساس دل ہے تو لوگوں کو مار کیوں رہا ہے۔

نار من اس کو یہ انسان ایک معمہ لگ رہا تھا۔

'اب میرا کوئی رشتہ دار تو ہے نہیں جو میں اس سے پوچھ کر تمہیں بتا سکوں۔

وہ پھر سے مسکرایا تھا۔

جبکہ نار من کسی گہری سوچ میں تھی۔

رستم زمان سٹریٹ پہ آج معمول کے حلاف رش کم ہی تھا۔ایم ایچ سنٹر کے پہلے فلور پر ڈاکٹر حقان شدید تناؤ کا شکار لگ رہے تھے۔وہ موبائل پہ کوئی نمبر ڈائل کرتے کمرہ نمبر 52 کی طرف تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے۔

'سر انکی حالت بہت سیریس ہے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی نرس نے ڈاکٹر کو مریض کی حالت بتائی تھی۔

اوہ۔ڈاکٹر حقان تمام مریض سمیت فائلز کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد کمرے سے باہر نکلے تھے۔مگر انکے چہرے پر پریشانی کے اثار واضح تھے۔

نار من گھر پہنچتے ہی مسز نازلی کو ٹرپ کی داستان سنا رہی تھی۔اور ساتھ ہی اپنے سوٹ کیس کو ان پیک کر رہی تھی۔

'اچھانا معاف کر دیں میں نے بتایانا میں شاپنگ پر نہیں جا سکی۔ آج موڈ تھا مگر مسٹ کبیر خود تو نہیں مگر انکا فون پہنچ گیا کہ واپس آؤ جلدی تو آنا پڑا۔

'ٹھیک ہے کوئی بات نہیں مگر میرا تحفہ تم پر ادھار ہے سمجھی۔

'جی جی سمجھ گئی۔ وہ خالی سوٹ کیس بیڈ سے اتار کر دیوار کے ساتھ رکھتے ہوئے بولی۔

'ویسے آپ نے مجھے ذرا مس نہیں کیانا ایک بار جو اپ نے کال کی ہو مجھے۔

وہ اب مسز نازلی کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

'میں نے سوچا اللہ اللہ کر کے تو باہر نکلی ہے بیچاری کرنے دو مزے

'اوہ تو اب اپ نے مجھے طعنے دیں گے۔

وہ ناراض ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی

'ویسے ہم نے تو جو مس کیا ہی کیا کسی اور نے بھی آپ کو بہت یاد کیا۔

'سچ کس نے۔

وہ چہکتی ہوئی بولی

'مسٹر کبیر نے۔

'اوہ آپ بھی نا بیوک باسی (بڑی بہن)

'سچ میں جھوٹ بولوں تو ابھی مر جاؤں۔ میں تو تمہارے کمرے کی صفائی کر رہی تھی تو اچانک سے سناب (جناب) کبیر آئے اور کہتے پانی پلا دیں۔ اب بندہ پوچھے کہ پانی تو کچن میں ہوتا ہے اور کچن میں شیف بھی ہوتا ہے۔ اور دوسرے ملازم بھی ہیں گھر میں اتنے سارے پھر بھی وہ میرے پاس ہی کیوں ائے۔

'ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ جانتی ہیں وہ دوسری ملازموں سے اتنے فرینک نہیں ہیں۔

وہ من ہی من مسکراتے ہوے بولی

'پانی مانگنا تھا کونسا مسئلہ اسرائیل پہ بحثکرنی تھی۔ بھلا فرینکنس کی کیا ضرورت۔

سچ میں مجھے لگتا ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی آپکو پسند کرتے ہیں۔

'باسی آپ چپ کریں بس۔بتایانا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

وہ اب سنگھار میز کے سامنے کھڑی اپنے سیاہ لمبے بالوں کو بریش کر رہی تھی یا پھر مسز نازلی سے نظریں چرانے کا بہانہ تھا

'میں بہت دعا کرتے ہوں کہ اپ دونوں کی شادی ہو جائے اور آپ دونوں ہمیشہ خوش رہو۔میں نے ہمیشہ تم دونوں کو اپنی اولاد سمجھا ہے۔

مسز نازلی نار من کا گال تھپتھاتی اسے ایک اور نئی امید کی نظر کر گئی تھیں۔

'میری کی آنکھوں میں کبیر کے لیے جو پیار ہے اب تو باسی نے بھی پڑھ لیا ہے

مگر نا جانے کبیر کے دل تک میرے عشق کی شدت کب پہنچی گی کہیں یہ عشق مجھے اندر ہی فنانہ کر دے اور جب کبیر تک اسکے شعلے پہنچے میں مکمل راکھ بن چکی ہوں

"خاک ہو جائیں گے تجھے خبر ہونے تک"

58

آیان اپنے تھیسیز ورک میں مشغول تھا لائبریری کے بڑے بڑے براؤن ریکس میں کتابیں بہت نفاست سے درج تھیں۔ ہر ریک پر ڈجٹس اور انگریزی حروف تہجی درج تھی۔

کتاب کی نوعیت کے لحاظ سے الگ الگ ریکس تھے۔

پورے ہال میں ہو کا عالم تھا۔وہاں موجود ہر انسان بس مطالعے میں غرق تھا۔

آیان بالکل کونے میں کھڑکی کے ساتھ لیپ ٹاپ پر جھکا بیٹھا تھا۔

لائبریری کی یہ کھڑکی یونیورسٹی کے پچھلی طرف ہاسٹل کے لان میں کھلتی تھی۔

چونکہ لائبریری دوسرے فلور پر تھی اس لیے کھڑکی سے لان میں موجود بینچ سے لے کر ہاسٹل کے کمروں کی بالکنیان تک نظر آتی تھیں۔

آیان کے پٹھے اب اکڑ چکے تھے۔اسے لیپ ٹاپ پر کام کرتے تقریبا ایک گھنٹے سے اوپر ہونے کو تھا۔وہ لیپ ٹاپ کو وہی میز پر چھوڑ کر کھڑکی کے پاس آن کھڑا ہوا۔

ہلکی ہلکی دھند نے کھڑکی کے شیشے کو غیر شفاف کر دیا تھا۔

وہ سیاہ لیدر کی جیکٹ پہنے بلیو جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

پاس کے میز پر بیٹھی لڑکی نے آنکھ بھر کے اسے دیکھا تھا۔ مگر ساتھ بیٹھے اپنے بوائے فرینڈ کی وجہ سے نظر پھیر گئی تھی۔

ہنڈسم ہونا تو شاید سفیر فیملی کی جینز میں تھا۔ وہ اپنی یونیورسٹی میں اپنی خوبصورتی اور پینٹنگز کی وجہ سے مشہور تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کھڑکی سے واپس پلٹتا اس کی نظر نیچے لان پر پڑی۔

بیلا بال اونچی پونی باندھے سفید جینز اور ریڈ ٹاپ میں عین سامنے والے بینچ پر آکر بیٹھی۔

آیان کی نظر وہی ٹھہر گئی تھی۔وہ کتنی بار اسکے ساتھ اسی بینچ پر بیٹھا تھا۔

مگر اب ان دونوں کے درمیان وقت آچکا تھا۔وقت واپس تو نہیں آتا مگر انسان کو ماضی بار بار ضرور یاد کرواتا رہتا ہے۔

بیلا نے سفید فر والا بیگ کندھے سے اتار کر بینچ پہ ٹکنے کے انداز میں رکھا۔

ادھر ادھر اکا دکا لوگ بھاگم بھاگ ہاسٹل کی طرف جا رہے تھے۔

وہ اتنی سردی میں بھی وہاں پر سکون بیٹھی تھی۔

بیلا نے بیگ میں سے ایک سفید کلوپ (سگریٹ) کا پیکٹ نکالا

جیکٹ کی جیب سے لائیٹر نکال کر سگرٹ سلگائی اور بناخوف لبوں سے چپکالی۔

آیان جیسے حیرت سے مرنے والا تھا۔اسے یاد آیا کہ اس کی رالف سے ہمیشہ اسی سگریٹ کی وجہ سے لڑای رہتی تھی

جب بھی رالف اس سے بات کرتا وہ دو قدم پیچھے ہٹ جاتی

اکثر تو آیان پر بھی شک کرتی تھی کہ وہ بھی رالف کے ساتھ چھپ کر پیتا ہو گا۔

'اور اب وہ خود۔۔۔۔۔۔۔

اسکے قدم بے اختیار دروازے کی طرف بڑھے مگر کسی ان دیکھی قوت نے اسے روک لیا تھا

'کس حق سے جاؤ گے اسکے پاس۔اور کیا کہو گے کہ لڑکی کا سگریٹ پینا معیوب ہے

وہ تو پہلے ہی میرے مذہب کو سطحی سمجھتی ہے۔

وہ بے بسی سی کرسی پر بیٹھا تھا۔

'تو کیا تمہیں بھی اپنا مذہب سطحی لگتا ہے؟

اسکے اندر کوئی پوری شدت سے چیخا تھا۔

'استغفار یا اللہ مجھے معاف فرما میری نسلیں اس دین پر قربان۔ یا اللہ مجھے گمراہی سے پناہ دے۔

اس نے آنکھیں موند کر سر میز پر رکھ دیا تھا۔

'یا اللہ مجھے میرے مذہب پہ اتنا یقین ہے جتنا اپنے زندہ ہونے پر مگر میرا دل۔۔۔۔۔

اس نے کبھی خود سے بھی اظہار نہیں کیا تھا مگر آج وہ دشمنِ جاں کی حالت دیکھ کر ٹوٹ گیا تھا تمام ضبط پامال ہو گئے تھے۔

وہ اس نہج تک کیسے پہنچی۔

پہلی بار اپنے مرد ہونے پر شرمندگی ہوئی تھی۔

'یا اللہ میں اسکی طرف کھچا چلا جاتا ہوں۔ اسکو دیکھتے ہی میرا دل میری آنکھیں میرا پورا وجود خود سے باہر ہو جاتا ہے۔ میرے قدم اسکے پیروں کے نشان ڈھونڈتے ہیں۔ یا اللہ میری آنکھیں اسکے دیدار کو ترستی ہیں یا اللہ میری روح اسکی خوشبو چاہتی ہے۔ یا اللہ میرا دل اسکی یاد میں روتا تڑپتا ہے۔

اسے سانس لینا مشکل لگ رہا تھا۔

'یا اللہ تو رب ہے رحیم ہے میری تکلیف کو کم کر دے۔ یا اللہ میری دنیا اجڑ رہی ہے۔ میں تباہ ہو رہا ہوں یا اللہ مجھے سمیٹ لے۔

وہ کسی مسجد، کسی حرم، کسی ولی کے مزار پہ فریاد نہیں کر رہا تھا وہ ایک معمولی سے میز پر سر رکھے سسک رہا تھا۔

آنسو اسکی گود میں رکھے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔ مگر آج وہ ارادہ کر چکا تھا آج اسے سچ بولنا تھا آج اسے اپنے عشق کی گواہی دینی تھی۔ آج اسے اپنے اللہ سے اسی عشق سے پناہ مانگنی تھی۔

آج مضبوط اعصاب کا مرد پگھلا تھا باہر آسمان بھی شاید آج تھکے ہارے وجود کی آہ و بقا برداشت نہ کر سکا تھا بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔

بیلا ابھی تک اسی سنگی بینچ پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھی تھی۔ دو چار بوندیں اس پر گری تو یوں لگا کہ پگھلتا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہو کسی نے۔

انہیں عشق میں الہام نہیں ہوتے تھے ان پر عشق قہر بن کے اترتا تھا۔

سگریٹ کے دو چار کش ہی باقی تھے۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر برستے آسمان کو دیکھا۔

'مجھے ترس آتا ہے تجھ پہ خود میں ابلتا لاوا چاہے آنسو کی صورت میں بہے یا بارش کے روپ میں تکلیف وہی تن جانتا ہے جسکا من چھلنی ہو۔

وہ اڑتے پھرتے بادلوں کو تسلی دے رہی تھی جبکہ اسکے اپنے آنسو خود بارش کی بوندوں میں جذب ہو رہے تھے۔

'یار یہ کبیر تو نا۔۔۔۔مجھے معاف کرنا ویسے ایک نمبر کا سست اور شرمیلا انسان ثابت ہوا ہے۔مجھے جب جب لگتا ہے کہ اب وہ اظہار کرے گا تب ہی مسٹر ایک نئی پٹاری کھول کر بیٹھا ہوتا ہے۔

منقشے نار من کی پوری بات سننے کے بعد خود کی ہی پرڈکشن کو کوس رہی تھی۔

نار من بس مسکرا دی تھی۔ایک اور امید ٹوٹی تھی مگر اسے سہنے کی عادت ہو چکی تھی یا پھر عشق نے توفیق دی تھی ہجر جھیلنے کی۔

'یار تم اسے ناکلپا میا ٹائپ کوئ فلم دکھاؤ ہو سکتا اسکی آتما جاگ جائے'

توبہ ہے منقشے کبھی جو ڈھنگ کا خیال آیا ہو تمہیں۔

بالکنی کے پردے پر کسی کا عکس ابھرا تھا۔

'ویسے آفٹر بھی اچھی فلم ہے اسکے تو سیزن بھی ہیں۔ ہو سکتا ہے بھائ صاحب کو افاقہ ہو۔

'تم ہی دیکھو ایسی واحیات فلمیں اپنے ایرک کے ساتھ۔۔۔

ہماری محبت شغاف ہے ہم کسی دوسرے کی نقل کیوں کریں۔ ہماری کہانی محبت کی نہیں عشق کی ہے ایسا عشق فنا کر دے یا بقا کر دے بس تیسرا راستہ نہیں ہے کوئ۔

'افففف ایک تو یہ ڈایلاگ تم دونوں 1975 کی فلمیں دیکھنا چھوڑ دو بس۔ پھر شاید کوئ بات بن جائے۔

منقشے کی بات پر دونوں ہی ہنس دی تھیں۔

وہ دونوں جانے اور کتنی دیر بات کرتیں مگر

پردے کی آڑ میں ایک ہیولا سا اب غائب ہو چکا تھا۔

59

ایک بار جبرائیل علیہ سلام نبی کریم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جبرایل کچھ پریشان ہے آپ نے فرمایا جبرائیل کیا معاملہ ہے کہ آج میں آپکو غمزدہ دیکھ رہا ہوں جبرائیل نے عرض کی اے محبوب کل میں اللہ پاک کے حکم سے جہنم کا نظارہ کر کہ آیا ہوں اسکو دیکھنے سے مجھ پہ غم کے آثار نمودار

ہوے ہیں نبی کریم نے فرمایا جبرائیل مجھے بھی جہنم کے حالات بتاو جبرائیل نے عرض کی جہنم کے کل سات درجے ہیں

ان میں جو سب سے نیچے والا درجہ ہے اللہ اس میں منافقوں کو رکھے گا

اس سے اوپر والے چھٹے درجے میں اللہ تعالی مشرک لوگوں کو ڈلیں گے

اس سے اوپر پانچویں درجے میں اللہ سورج اور چاند کی پرستش کرنے والوں کو ڈالیں گے

چوتھے درجے میں اللہ پاک آتش پرست لوگوں کو ڈالیں گے

تیسرے درجے میں اللہ پاک یہود کو ڈالیں گے

دوسرے درجے میں اللہ تعالی عسائیوں کو ڈالیں گئ

یہ کہہ کر جبرائیل علیہ سلام خاموش ہو گئے تو نبی کریم نے پوچھا

جبرائیل آپ خاموش کیوں ہو گئے مجھے بتاو کہ پہلے درجے میں کون ہو گا

جبرائیل علیہ سلام نے عرض کیا

اے اللہ کے رسول پہلے درجے میں اللہ پاک آپکے امت کے گنہگاروں کو ڈالے گے

جب نبی کریم نے یہ سنا کہ میری امت کو بھی جہنم میں ڈالا جاے گا تو آپ بے حد غمگین ہوے اور آپ نے اللہ کے حضور دعائیں کرنا شروع کی تین دن ایسے گزرے کہ اللہ کے محبوب مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لاتے نماز پڑھ کر حجرے میں تشریف لے جاتے اور دروازہ بند کر کہ اللہ کے حضور رو رو کر فریاد کرتے صحابہ حیران تھے کہ نبی کریم پہ یہ کیسی کیفیت طاری ہوئی ہے مسجد سے حجرے جاتے ہیں

گھر بھی تشریف لیکر نہیں جارہے۔جب تیسرا دن ہوا تو سیدنا ابو بکر سے رہا نہیں گیا وہ دروازے پہ آے دستک دی اور سلام کیا لیکن سلام کا جواب نہیں آیا۔ آپ روتے ہوے سیدنا عمر کے پاس آے اور فرمایا کہ میں نے سلام کیا لیکن سلام کا جواب نہ پایا لہذا آپ جائیں آپ کو ہو سکتا ہے سلام کا جواب مل جاے آپ گئے تو آپ نے تین بار سلام کیا لیکن جواب نہ آیا حضرت عمر نے سلمان فارسی کو بھیجا لیکن پھر بھی سلام کا جواب نہ آیا حضرت سلمان فارسی نے واقعے کا تذکرہ علی رضی اللہ تعالی سے کیا انہوں نے سوچا کہ جب اتنے اعظیم شخصیات کو سلام کا جواب نہ ملا تو مجھے بھی خود نھی جانا نھی چاھیئے

بلکہ مجھے انکی نور نظر بیٹی فاطمہ اندر بھیجنی چاھیئے۔لہذا آپ نے فاطمہ رضی اللہ تعالی کو سب احوال بتا دیا آپ حجرے کے دروازے پہ آئی

"اباجان اسلام وعلیکم"

بیٹی کی آواز سن کر محبوب کائینات اٹھے دروازہ کھولا اور سلام کا جواب دیا

ابا جان آپ پر کیا کیفیت ھے کہ تین دن سے آپ یہاں تشریف فرما ہے

نبی کریم نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ میری امت بھی جہنم میں جاے گی فاطمہ بیٹی مجھے اپنے امت کے

گنہگاروں کا غم کھاے جارہا ہے اور میں اپنے مالک سے دعائیں کر رہا ہوں کہ اللہ انکو معاف کر اور جہنم سے بری کر یہ کہہ کر آپ پھر سجدے میں چلے گئے اور رونا شروع کیا یا اللہ میری امت یا اللہ میری امت کے گناہگاروں پہ رحم کر انکو جہنم سے آزاد کر

کہ اتنے میں حکم آگیا "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى

اے میرے محبوب غم نہ کر میں تم کو اتنا عطا کر دوں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے..

آپ خوشی سے کھل اٹھے اور فرمایا لوگوں اللہ نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ روز قیامت مجھے میری امت کے معاملے میں خوب راضی کریں گا اور میں نے اس وقت تک راضی نہیں ہونا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں نہ چلا جائے۔

سبحان اللہ قربان جاؤں اپنے سوہنے نبی کے امت پہ جان نشاور کرنے والے آقا پہ۔

الٰہی دعا ہے کہ بحقِ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیں راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں نیکی کرنے کی توفیق عطا فرما اور بدی سے پناہ دے۔

دعا مانگنے کے بعد ایک 45 سالہ عورت نے بہت عقیدت سے ہاتھ چہرے پر پھیرے تھے۔ جبکہ عورتیں بھیڑ کو پار کرتیں ان تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔

اسلام آباد کے عام سے رہائشی علاقے کے ایک مشہور و معروف مدرسہ دارالصُفہ میں آج معمول سے زیادہ بھیڑ تھی۔ عورتیں اور جوان لڑکیوں سے صحن کا احاطہ بھی پُر نظر آرہا تھا۔

کیونکہ آج مدرسے میں آپا جی ایکا ماہ بعد درس دے رہی تھیں۔ نام تو انکا امِ حانم ہے مگر لوگ ان کو احترام اپا جی کہتے ہیں۔ یہ ان کی اواز کی مٹھاس تھی یا رب تعالی کا کرم ان کے توسط سے یہ مدرسہ بہت سی لڑکیوں کے لیے جہاں روزگار کا ذریعہ تھا وہی دینی تعلیم نے بہت سی عورتوں کی زندگیوں کو گرزار کر دیا تھا۔

اس مدرسے مین لڑکیوں کو قران کریم کی تعلیم کے ساتھ سلائی کڑھائی اور کلین بننے کا ہنر بھی سکھایا جاتا ہے۔شام کے وقت میں ضرورت مند بچیوں کو فری ٹیوشن بھی دی جارہی تھی۔اس طرح سفید پوش حضرات کا بھرم بھی قائم تھااور اور عورتوں کے دینی اور دنیاوی مسائل بھی حل ہورہے تھے۔

یہ مدرسہ روڈ کے بالکل سامنے تھااس لیے الیٹ کلاس کا گزر رہتا تھا۔وقت کے ساتھ ساتھ ہر طبقے اور ہر عمر کی عورت نے اس مدرسے سے استفادہ حاصل کرنا شروع کیا۔

60

'تمہیں پیار ہو گیا ہے نا۔

کک۔۔۔۔۔کیا؟

کافی کا گھونٹ بھرتا زیان ایک دم اچھل پڑا تھا

'آج کل تم بدلے بدلے سے لگتے ہو۔وہ بندہ جو سال میں ایک دفعہ تصویر بنواتے ہوئے بھی منہ نہیں دھوتا تھا وہ ہر روز اب نہا دھو کے تیار ہو کے تصویریں بناتا ہے اور انسٹا گرام پہ پوسٹ بھی کرتا ہے۔

آج کافی دن کے بعد دونوں بھائی ویڈیو کال کر رہے تھے۔

زیان کے چہرے پہ میٹھی سی مسکراہٹ تھی۔

وہ کرسی پہ بیٹھا پیر سامنے ٹیبل پہ رکھے پوری تسلی سے بیٹھا ہوا تھا۔سامنے ہی جہازی سائیز بیڈ تھا کمرے کا کھلتے ہی سامنے سفید اور سنہری صوفے سامنے کی دیوار پر بڑی سی ایل ای ڈی اور کمرے کے دوسری جانب بیڈ اور ساتھ ہی ایک اور دروازہ تھا جو وارڈروب روم میں کھلتا تھا۔

سفید پردے کمرے کے فرنیچر کے ساتھ میچ کیے گئے تھے۔

کمرے کی دیواروں پر بھی سفید ہی پینٹ تھا۔اور تمام دیواریں کسی بھی زبائش سے خالی تھیں۔

'تو میرے تصویریں اپلوڈ کرنے سے کیسے ثابت ہوتا ہے کہ میں پیار میں ہوں۔

'حرکتیں تو مریض محبت والی ہی ہیں۔

آیان بظاہر شانے اچکاتے ہوئے بولا

'بس کرو پہلے اپنی حرکتیں دیکھو مجنو بن گئے ہو۔پہلے سارا دن کال کر کے سر کھاتے تھے اب اتنے دنوں بعد فون کرتے ہو اور وہ بھی بس ہیلو ہائے۔۔۔۔امی الگ شکایت کرتی ہیں۔

'بس بس بس آ گیا یقین مجھے آپ ساری عمر کنوارے ہی رہیں گے۔

آیان نے اسے مزید بولنے سے روکا

'کک۔۔۔۔کیوں میں کیوں رہوں گا کنوارا۔

زیان بے ساختہ بولا تھا

'اوہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آپ تو سیریس ہی ہو گئے جناب۔ لگتا ہے بریانی میں کچھ تو کالا ہے۔

'ہاہاہاہا اُلو دال کالی ہوتی ہے بریانی نہیں۔

'ہاں تو مجھے جو پسند ہے وہی کہوں گا نا۔

'تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ چلو اب سیدھی طرح بتاؤ وہ کون ہے؟

وہ دونوں بھائی نہیں دوست تھے۔ ایک دوسرے کی رگ رگ سے واقف۔

'تم بڑے ہو پہلے تم بتاؤ۔

'اور تم چھوٹے ہو تمہیں میری بات کا جواب دینا چاہیے۔

'ایک تو چھوٹا ہونا بھی کسی عزاب سے کم نہیں ہے۔

'بس کرو ڈرامے۔ سیدھی طرح بتاؤ کس لڑکی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو تم۔

'کوئی نہیں ہے یار۔ ہوتی تو سب سے پہلے تم سے ملواتا۔

'میں بھی سوچوں کہ آج کل کی لڑکیاں تو اتنی ذہین ہے پھر تمہیں عقل کی اندھی کہاں سے مل گئی۔

'بلکل وہی سے جہاں تمہیں اللہ میاں کی گائے ملی ہے۔ اب تمہیں برداشت کرنا ہر کسی کی بس کی بات تھوڑی ہے۔

'تم پاس ہوتے تو میں بتاتا کون کسے برداشت کرتا ہے۔

'بس اسی لیے کوئی تم سے شادی نہیں کرے گی۔ تم میں اچانک رضیہ سلطانہ والی روح جو آجاتی ہے۔ ایسے تو عورتیں بھی نہیں لڑتی یار جیسے تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'اور جو تم ایک کی چار سناتے ہو وہ۔ خود بھی تم لڑاکو ساس سے کم نہیں ہو۔

زیان نے اسے ٹوکا تھا۔

وہ دونوں آج بہت دنوں بعد من ہلکا ٹھیک ہے بیٹھے تھے۔

ایک کو محبت میں امید ملی تھی اور دوسرے نے خود سے اظہار کرنے کی جرّت کرلی تھی۔

وہ ایک ایک قدم سوچ سوچ کر رکھ رہی تھی۔ دل میں عجیب سا ڈر بیٹھ گیا تھا۔

نار من آہستہ آہستہ چلتی گھر کے سب سے بڑے بیڈ روم کے دروازے کے سامنے آ رکی۔ یہ کمرہ بہزاد صاحب کا تھا۔ وہاں بنا اجازت جانے کی اجازت کسی کو بھی نہیں تھی۔ دانین کو بھی نہیں۔

وہ اپنی غیر موجودگی میں دروازہ لاک کر کے چابیاں ساتھ لے جاتے۔

گھر کے کسی فرد سے بات کرنی پڑتی تو لیونگ روم میں کرتے یا خود اس فرد کے کمرے میں جاتے۔

مگر آج انہوں نے پہلی بار نار من کو اس کمرے میں بلایا تھا۔ اس نے گھبراتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔

'آجاؤ۔

بہزاد صاحب کی رعب دار آواز نے اسے مزید پریشان کر دیا تھا۔

وہ دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی۔ بہزاد صاحب کاپر سے رنگ کے کاؤچ پر بیٹھے تھے۔ چھت سے لٹکتے جھومر نے کمرے میں روشنی بکھیر رکھی تھی۔ ٹی پنک س دیواروں پر آکشن سے لی گئ پینٹنگز تھی۔ ویلویٹ کے جامنی جھالر والے پردے۔ یہ کمرہ کسی صورت پچپن سالہ بہزاد صاحب کا نہیں لگ رہا تھا۔ ایسی زیبائش تو نوجوان نسل کے خواب ہوتے ہیں۔

سامنے میز پر کچھ کاغزات پڑے تھے۔ کمرے کا فرنیچر اسکے اوپر خرچ ہونے والے کروڑوں کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

وہ کمرے کی ہر چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

'بیٹھو۔

بہزاد صاحب کسی کتاب کے مشغلے میں مصروف تھے۔ نارمن کو بنا دیکھے بولے۔

وہ انکے پاس والے کاؤچ پر بیٹھی۔

'میں گھما پھرا کے بات کرنے کا قائل نہیں ہوں۔اور دوٹوک بات یہ ہے کہ تم نے مجھ سے بات کیے بغیر کبیر سے پارٹنر شپ کرلی۔اور تمام اختیارات بھی اسے دے دیے۔

آواز آہستہ تھی مگر آواز میں رعب صاف جھلک رہا تھا۔انہون نے پھر سے کتاب کھول لی تھی۔

'وہ چاہتے تھے کہ ہمیں آرچرڈ کو تھوڑا اپٹوڈیٹ کرنا چاہیے۔

وہ ڈرتے ڈرتے بولی

'کیسی تبدیلی چاہتا ہے وہ۔

'ہم سوچ رہے تھے کہ سٹاف تبدیل کیا جائے کچھ مینیو بھی اور۔۔۔۔۔۔

وہ بات کرتے کرتے رکی

اور۔۔۔۔۔'

بہزاد صاحب نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

'اور ہمیں اب آرچرڈ کو نیگلکٹ نہیں کرنا چاہیے۔

'تو تم دونوں کو لگتا میں نے اس ہوٹل کو ایسے ہی چھوڑ دیا ہے۔

وہ زرا غصے سے بولے تھے۔

'نہیں میرا مطلب کہ آپ ایک وقت میں تین ہوٹلز کو مینیج کرتے ہیں۔اور آرچرڈ میں کافی عرصے سے کچھ نیا نہیں ہوا۔

'ٹھیک ہے مجھے وقت کم ملتا ہے مگر میں نے کبھی ہوٹل کے کاموں میں کوتاہی نہیں کی۔میں کب سے سمبھال رہا تھا اسکو کتنی محنت کی میں نے اس پہ۔ٹھیک ہے وہ تمہاری امانت ہے ممجھے کوئی لالچ نہیں اس سے۔میرے پاس اپنے دو ہوٹل ہیں۔آرچرڈ سے بڑھ کے منافع مل رہا مجھے۔مگر تم نے اچھا نہیں کیا۔

'میں جانتی ہوں آپ نے بہت محنت کی ہے میری ماں کے بزنس کو سمبھالا اسی لیے تو دو مزید ہوٹل بنے۔ اگر آپ اس ہوٹل پہ محنت نہ کرتے تو کبھی آرچرڈ کی دونئ شاخیں نہ بنتی۔

'کیا مطلب ہے۔

بہزاد صاحب اب ٹیک چھوڑ کے بیٹھے تھے۔

'وہ ہوٹل میں نے اپنے بل بوتے پہ بنائے ہیں۔ اور آچرڈ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے خود بینک سے لون لیا تھا۔ پھر اللہ نے کرم کیا۔

نار من بہزار صاحب کو یوں ڈٹائی سے بات کرتے دیکھ دہل گئی تھی۔ وہ کیسے اتنی اسانی سے اسے اس کی جائیداد سے بے دخل کر رہے تھے۔

'مگر۔۔۔۔۔۔۔

نار من کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ کیا انسان پیسوں کے لیے اپنے رشتوں کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔

'اگر مگر کچھ نہیں۔ ٹھیک ہے تم نے کبیر سے پارٹنر شپ کر لی۔ تم نے مجھ پہ اعتبار نہیں کیا یہ بھی ٹھیک ہے۔ مگر میں یہ ہر گز برداشت نہیں کروں گا کہ تم میری محنت کو آرچرڈ کے احسان تلے دبا دو۔ وہ میری محنت سے بنے ہیں۔ بنک سے قرضے کہ کاغذات اب بھی میرے پاس ہیں۔ جب دل کرے دیکھ لینا۔

جی۔

وہ بس اتنا ہی بول پائی تھی

'ٹھیک ہے اب تم جا سکتی ہو۔ مگر مجھے تکلیف رہے گی ہمیشہ کہ تم نے نا صرف میری تربیت کو نظر انداز کیا بلکہ میری محنت کو بھی اپنی ماں کی جائیداد کی طرح سمجھا۔

بہزاد صاحب نے پھر سے کتاب اٹھالی تھی۔

وہ بے بسی سے انکو دیکھتی اس کمرے سے باہر نکلی۔

سیڑھیاں عبور کرتے ہی اس کی نظر کبیر پر پڑی وہ شاید اسی کے انتظار میں اپنے کمرے کے دروازے کے باہر سینے پر ہاتھ باندھے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔وہ گرے کل کے ڈوپیس سوٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے کھڑا تھا۔کوٹ کے تمام بٹن کھول رکھے تھے۔وہ اپنے پیروں سفید جوتوں کو گھورتے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

'کیا ہوا۔

وہ اسکی نم آنکھیں دیکھ کر اس کی طرف بڑھا۔

'کچھ نہیں۔

وہ نظریں چراتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔

'کیا کہا انکل نے؟

وہ بھی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوا۔

'وہ بس ہماری پارٹنر شپ کا پوچھ رہے تھے۔

'پوچھ رہے تھے یا ڈانٹ رہے تھے۔

رمن کی انکھیں پھر سے گیلی ہو گئی تھیں۔of

'وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے دو ہوٹل سے آرچرڈ کا تعلق نہیں ہے۔وہ انہوں نے بینک سے قرض لے کر بنائے

'تو۔۔۔۔۔۔وہ وہ تو ہمیشہ یہی کہتے ہیں۔

کبیر صوفے کے ہینڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولا

'کک۔کیا مطلب انہوں نے کبھی یہ اپ سے بھی کہا ہے۔

وہ دو قدم اس کے قریب ہوئی۔

'ہاں وہ اکثر باتوں باتوں میں مجھے اپنی محنت کے قصیدے سناتے رہتے ہیں۔

'تو کیا وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں

'کسی حد تک۔

وہ کیسے۔

وہ حیران ہوی تھی

انہوں نے لون تو لیا تھا۔ مگر ان میں آرچڑڈ کا حصہ ہے اس بات سے وہ انکار نہیں کر سکتے۔

'اب پھر۔۔۔۔۔

تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہے

ہمم۔

اس نے بچوں کی طرح سر ہلایا تھا

'تو پھر ٹھیک ہے۔وقت آنے دو سارے راز خود سامنے آجائیں گے۔

'مگر کیسے۔

'حق۔۔۔۔حق دار کے پاس خود ہی چل کر پہنچ جاتا ہوتا ہے بے فکر رہو۔سچائی کو راستہ بنانا آتا ہے۔

کبیر نے اسکا گال تھپتھپایا۔وہ اسکو کسی فرشتے کے روپ میں دیکھ رہی تھی۔نیکی کا فرشتہ یا محبت کے فرشتہ یا پھر دونوں

'ویسے مجھے ڈر لگتا ہے کہ تم کسی دن مجھ سے بد گمان نہ ہو جاؤ۔

وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا

'بد گمان تو وہ ہوتے ہیں جن کے کبھی گمان غلط ہو جائیں۔آپ ہمیشہ گمان سے بڑھ کر ثابت ہوئے ہیں۔

'اوہ اچھا اسے میں اپنی تعریف سمجھوں۔

وہ ہاتھ پشت پر باندھے زرا سا جھک کے اس کی انکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

'نہیں مجھے ویسے ہی عادت ہے دوسروں کو کریڈٹ دینے کی۔

وہ شرارت سے مسکراتی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی تھی۔

'اچھا ادھر آؤ نا زرا

کبیر نے اسکو بازو سے کھینچا وہ لڑکھڑا کے اسکی باہوں میں آ گری تھی۔

وقت رک گیا تھا ڈھیر ساری زرق برق روشنیاں محبت کے تھال بھر بھر کر ان پر برسانے لگی تھیں۔

'اگر ایڈیسن تمہاری انکھوں کی چمک دیکھ لیتا تو وہ کبھی بھی بلب بنانے کی مشقت میں نہ پڑتا۔

کبیر کے الفاظ نار من کو جتنا حیران کرتے کم تھا۔

وہ فوراً اس سے دور ہوئی۔ دل میں کھل بلی سی مچ گئی تھی۔ وہ پہلی بار اسکے یوں قریب ہوا تھا۔

وہ اچانک سے بدل گیا تھا۔ وہ اسے بات بات پر تنگ کرنا نہیں کرتا تھا۔ ورنہ پہلے وہ روز اس کے ساتھ ریکڈ شیٹل کھیلتا۔ بسے بیچ پہ لے جاتا۔ بات بات پر اس کے بال کھینچتا۔ پونی اتار لیتا۔ وہ پانی پیتی تو اسکے سر پر ایک ہلکی سی جست لگاتا ہے اور پانی گر جاتا۔ وہ روتی تو اس کے آنسو صاف کرتا۔ بیمار ہوتی تو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتا۔

تمام منظر نار من کی آنکھوں میں فلم کی طرح چلنے لگے۔

وہ اچانک سے سنجیدہ ہو گیا تھا۔

وہ اسے بہادر بننے کی نصیحتیں کرنے لگا تھا۔ اسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے گُر سکھانے لگا تھا۔

آج اتنے عرصے بعد اس نے دوبارہ اس سے شرارت کی تھی۔ نار من کا دل اب سینے سے باہر نکلنے کو تھا۔

وہ بال ایک کان میں اڑستی نظریں پھیر گئ تھی۔ لبوں پر میٹھی سی مسکراہٹ خود بخود آگئ تھی۔

کبیر چلتے چلتے اس کے قریب آیا۔ اس کے ایک ایک قدم پر نار من کے دل کی دھڑکن مزید بڑھ جاتی۔

کبیر کے ہونٹ اس کے کان کے قریب گئے۔ وہ اپنا دھڑکتا دل اب اپنے ہی کانوں سے سن سکتی تھی۔

'اسے کہتے ہیں کمپلیمنٹ۔

وہ اس کے کان میں سرگوشی کر کے اب خوب ہنس رہا تھا۔

'پاگل تم کیا سمجھی۔

'کک۔کچھ نہیں۔

وہ رخ پھر گئی تھی

'اچھا نائنٹینز کی ہیورئن مجھے کچھ کام ہے چلتا ہوں۔

'وہ جیسے ہی کمرے سے باہر نکلا نار من نے بھاگ کے دروازہ بند کیا تھا۔

'اپنے کمرے تک پہنچتے ہی کبیر نے اپنی بکھری ہوئی سانسیں بحال کی تھیں۔اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر لمبا سانس لیا اور مسکرا دیا تھا

'پاگل لڑکی۔۔۔۔۔۔

نار من بیڈ پر منہ چھپائے لیٹ گئ تھی۔ مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھی بھی باقی تھی۔

آزربائجان کی ہوائیں عشق کے نغمے سنا رہی تھیں۔

62

میں ایسی محبت کرتی ہوں

شیریں بھی نہیں لیلیٰ بھی نہیں

میں ہیر نہیں عذرا بھی نہیں

وہ قصّہ ہیں افسانہ ہیں

وہ گیت ہیں پریم ترانہ ہیں

میں زندہ ایک حقیقت ہوں

میں جذبہ عشق کی شدت ہوں

میں تم کو دیکھ کے جیتی ہوں

میں ہر پل تم پہ مرتی ہوں

میں ایسی محبت کرتی ہوں

تم کیسی محبت کرتے ہو؟

جب ہاتھ دُعا کو اُٹھتے ہیں

الفاظ کہیں کھو جاتے ہیں

بس دھیان تمھارا رہتا ہے

اور آنسو بہتے رہتے ہیں

ہر خواب تمھارا پورا ہو

اس رب کی منّت کرتی ہوں

میں ایسی محبت کرتی ہوں

تم کیسی محبت کرتے ہو؟

مجھے ٹھنڈک راس نہیں آتی

مجھے بارش سے خوف آتا ہے

پر جس دن سے معلوم ہوا

یہ موسم تم کو بھاتا ہے

اب جب بھی ساون آتا ہے

بارش میں بھیگتی رہتی ہوں

قطروں میں تمہی کو ڈھونڈتی ہوں

بوندوں سے تمھارا پوچھتی ہوں

میں ایسی محبت کرتی ہوں

تم کیسی محبت کرتے ہو؟

وہ فیض ہو میر ہو غالب ہو

وہ اصغر جگر ہو جالب ہو

وہ سیف عدیم ہو فرحت ہو

وہ ساجد ہو وہ امجد ہو

سب میری فہم سے بالا ہے

کیسا یہ کھیل نرالا ہے

ان سب کو گھنٹوں پڑھتی ہوں

میں ایسی محبت کرتی ہوں

تم کیسی محبت کرتے ہو؟

سب کہتے ہیں اس دنیا کا

ہر رنگ تمہی سے روشن ہے

مرے عشق کے دعویدار ہیں سب

سب مجھ کو دیوی کہتے ہیں

پر مجھ کو ایسا لگتا ہے

ہر رنگ تمہی پر جچتا ہے

تم نا ہو تو بیرنگ ہوں میں

بے رونق ہے تصویر مِری

مِرے جذبوں کی سچائی ہو تم

تم سے ہے جڑی تقدیر مِری

جو خاک تمھیں چُھو جاتی ہے

اس مٹی پر میں مرتی ہوں

میں ایسی محبت کرتی ہوں

تم کیسی محبت کرتے ہو؟

(نامعلوم)

زیان آفس پہنچا تو ماحول کچھ سرد سا تھا۔پہلے کی نسبت آج دفتر میں چہر پہل نہ تھی۔سب اپنے اپنے کام کی طرف متوجہ تھے۔

وہ حیران سا ہوتا ان کے گڈ مارننگ کا جواب دیتا اپنے آفس کی طرف بڑھا۔

کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے موبائل پر انسٹاگرام اوپن کیا

اس کا چہرہ بجھ سا گیا تھا۔آج بھی آویزہ نے کوئی لایک کمنٹ نہیں کیا تھا۔

وہ پچھلے ایک ماہ سے اسی انتظار میں تھا کہ کب رابطہ دوبارہ سے بحال ہو۔

زیان اس کی پوسٹ پر کمنٹ کرتا وہ لائک کر دیتی اور بس۔

'شاید میری محبت ہی بے رنگ ہے۔ورنہ اسے میری آنکھوں میں اپنا عکس کیسے نہ نظر آتا۔

وہ آج سے دوبارہ اپنی زندگی میں لوٹ جائے گا۔وہ دوبارہ اب خود کو کسی کے لیے نہیں بدلے گا۔

اس نے بے بسی سے موبائل ٹیبل پر پٹخا تھا جب نوال اور سمیع ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔

'زیان سر آپ مصروف لگ رہے ہیں۔

سمیع ڈھیر ساری ہمت جمع کر کے بولا

'نہیں کہو کیا بات ہے۔

وہ غصے سے فائلز کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے بولا

نوال اور سمیع ایک دوسرے کو کوہنی مار رہے تھے۔نوال سمیع کو مسلسل اشارے کر رہی تھی کہ وہ بات شروع کرے۔

'کیا ہوا اب بتاو گے بھی۔

زیان ان دونوں کو گھورتے ہوے بولا

'سر وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نوال کے لفظ ذہن میں اٹک گئے تھے کہیں

'بولو۔۔۔۔

وہ اب کی بار ذرا تحمل سے بولا

'سر وہ ریسٹورنٹ پر اجیکٹ کینسل ہو گیا ہے صبح میل آئی تھی ان کی۔

سمیع ہمت کر کے ایک ہی سانس میں پورا جملہ بول گیا تھا

'کب کیسے اور کیوں ان کے ساتھ تو ہمارا کانٹریکٹ ہوا تھا نا۔

زیان کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

'،وہ دراصل سر ہم اپ کے جانے کے بعد کنٹریکٹ نہیں کر سکے تھے۔

نوال میں بھی بولنے کی کچھ ہمت آئی تھی

'کیا مطلب۔ میں نے خود کنٹریکٹ بنوایا تھا آپ لوگ ان سے بس سائن نہیں کروا سکے ایک۔ میرے جانے کے بعد تم لوگ یوں کام کیا کرو گے۔

زیان نے ہاتھ میں پکڑی فائل زور سے ٹیبل پر پٹخی تھی۔

'،، سر ہم ان کے آفس دو دفعہ گئے تھے۔ انکو بہت ساری میلز بھی کی مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

'پھر ایک دن ان کی میل آئی کہ وہ پروجیکٹ ڈیلے کرنا چاہتے ہیں کچھ پرسنل پرابلم۔۔۔۔۔

'تو مجھے نہیں بتا سکتے تھے کیا۔ دنیا سے چلا گیا تھا میں کیا۔ صرف ایک ہفتہ میں باہر تھا اور تم لوگوں نے یہ کیا ہے میرے پیچھے۔

زیان کی آواز اگرچہ زیادہ اونچی نہیں تھی مگر اس میں غصے کی آخری حدود نظر آ رہی تھیں۔

'سر انہوں نے کہا تھا کہ وہ خود باپ کرنے آئیں گے جب ممکن ہوا۔

'حد ہے۔ اب کیا ہو سکتا ہے ہم۔ ان کو لیگل نوٹس بھی نہیں بھیج سکتے کیونکہ تم ذہین فتین لوگوں نے کانٹریکٹ سائن کروانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

زیان کے موبائل پر نوٹیفکیشن بیل بجی تھی۔ مگر اسکا پارا اب ساتھ میں آسمان پر تھا۔

وہ دونوں سر جھکائے کھڑے تھے۔ جبکہ دروازے کے پاس تمام سٹاف کان لگائے کھڑا تھا۔

'جاؤ اب جو ہونا تھا ہو گیا۔ جاؤ کرو تم لوگ پارٹیز جیسے میرے جانے کے بعد کرتے تھے۔

وہ دونوں کسی چراغ کے جن کی طرح غائب ہوئے تھے۔

'میری ہی غلطی ہے جو میں نے ان الو کے پٹھوں پر بھروسہ کیا۔ اور خود فارن پروجیکٹ پر کام کرتا رہا۔

وہ افسوس سے کرسی پر بیٹھا تھا

'اور کرو تم عاشقیاں مسٹر زیان بزنس نہیں ہے تمہارے بس کا۔

لیپ ٹاپ پر میل باکس اوپن کا تھا۔

منقشے اور ایرک اپنا گھر سیٹ کرنے میں مصروف تھے۔نار من سارا دن اسکی مدد کرتی کبھی بازار تو کبھی گھر کی سجاوٹ

ایرک ایک پیچیدہ سے کیس میں الجھا ہوا تھا۔ مگر جب بھی وقت ملتا منقشے کو کال لازمی کرتا۔یا پھر دوپہر میں ان کے لیے کچھ کھانے کو آرڈر کر دیتا۔

وہ ابھی بھی ایرک کا بھیجا ہوا کھانا کھانے میں مصروف تھیں جب دروازے پر بیل بجی۔

منقشے نے دروازہ کھولا تو پوسٹ مین ایک خاکی لفافہ لیے کھڑا تھا۔

ایرک کے لیے اکثر ایسے لفافے اتے رہتے ہیں۔اس نے دستخط کر کے پارسل وصول کیا اور واپس نارمن کے پاس آئی۔

اس نے خاکی لفافہ سائیڈ میز پر رکھا ہی تھا کہ نارمن کو اس لفافے پر منقشے کا نام لکھا نظر آیا۔

'یہ ایرک کے لیے نہیں ہے یہ تمہارے لیے ہے۔

منقشے نے برتن وہ چھوڑ کر لفافہ کھولا تو انکھوں میں بے شمار نمی اتر آئی تھی۔

اسکے باپ نے اسے تمام جائیداد سے بے دخل کر دیا تھا۔

'انکل کو ایسا بالکل بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم اپنے حق کے لیے لڑ سکتی ہو۔ وہ کیسے تمہارا حق اپنی سوتیلی اولاد کو دے سکتے ہیں۔

نار من اسکے آنسو دیکھ کر پریشان ہوئی تھی

'میں نہیں لڑوں گی بھلا باپ سے کیسی جنگ۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی تو نار من نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا

'میرے پاس ایرک ہے میرے میرے لیے یہی کافی ہے۔ بھلا جسے من چاہا انسان مل جائے اسے کسی جائیداد کی حسرت رہے گی۔

وہ آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرائی تھی۔

مگر نار من جانتی تھی کہ ان الفاظ کے لیے اس نے پہلے کتنی ہمت جمع کی ہو گی۔

63

زیان نے آفس کے لیے کچھ نئ تبدیلیاں کیں تھیں۔

تمام سٹاف نوٹس بورڈ پر چپکے کاغز پر نئے قوانین پڑھ رہے تھے۔

ہر ورکر اپنی ڈیلی رپورٹ نوال کے ٹیبل پر رکھیں گئے۔ہفتہ وار رپورٹ الگ ہو گی اور مہینہ کے آخر پر بہترین کارکردگی پہ انعام دیا جائے گا۔

پراجیکٹ ہیڈ اپنی کوتاہیوں کا خود ذمہ دار ہو گا۔

نئے پراجیکٹ لانے والے کو کمیشن دیا جائے گا بہترین ڈیزائن کرنے والے کو پر بجیکٹ ہیڈ بنایا جائے گا۔

آفس کے اوقات میں خوش گپیوں سے احتیاط کی جائے اور کینٹین کے چکر کم لگائیں جائیں۔

موبائل صارفین بھی کم سے کم وقت موبائل پر ضائع کریں۔

تمام سٹاف کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

چلو دیکھتے ہین اس ہفتے کا ونر کون ہوتا۔

سمیع پرجوش انداز مین بولا تھا

'تمہیں اس سب میں بس یہی سمجھ آیا؟

اسکی کولیگ ماہ نور نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا

'تم جیسے مجھے گھور رہی ہو تمہیں تو کبھی نہیں ملے گا پر ائیز یاد رکھنا نور بس تم نام کی ہو

'افففف تم دیکھتے رہو خواب

وہ پیر پٹختی وہاں سے چلے گئ تھی۔

'تم اسے پسند کرتے ہو نا۔

سمیع جو اسے دور تک جاتا دیکھ شرارت سے مسکرا رہا تھا نوال کی بات پر سٹپٹا گیا تھا

'اوہ بس کرو تم کیا سوچ رہی ہو وہ گرے آنکھوں والی بس دکھنے میں پیاری ہے۔ بات کرو تو منٹ نہیں لگاتی ہاتھا پائی کرنے میں

سمیع کی نظریں ابھی بھی اس پر جمی ہوئی تھی۔وہ اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف ہو گئی تھی۔

'ہاہاہاہا۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہی تم نے اس کی آنکھوں کی تعریف کی ہے یا واقعی وہ تمہیں بہت لڑاکا لگتی ہے۔

'اچھا ابھی ڈیمو د کھا دیتے ہیں۔ایک منٹ

وہ دو قدم آگے آیا اور بلند آواز میں بولا

'مس ماہ نور نوال کہہ رہی ہے آپ اس آفس میں سب سے زیادہ لڑاکو لڑکی ہیں اس لیے آپ پروجیکٹ ہیڈ نہیں بن سکتی۔

'وہ ایسا نہیں کہہ سکتی البتہ تم اپنا ہیڈ بچا کر رکھو کہیں تمہیں بغیر ہیڈ کے ہی نہ گھومنا پڑ جائے

وہ بھی اپنی کرسی پر بیٹھی بلند آواز سے بولی تھی۔باقی سٹاف نے ان دونوں کو غور سے دیکھا تھا۔

'دیکھ لیانا کیسے پنجے تیز کیے رکھتی ہے ہر ٹائم۔

وہ نوال سے مخاطب ہوا تھا

'ہاں دیکھ تو رہی ہوں تم دونوں کو۔مگر یاد رکھنا جو زیادہ لڑتے جھگڑتے ہیں ناوہی ایک دوسرے کے عشق میں پاگل ہوتے ہیں۔

'بس کرو یہ دیکھو میرے جڑے ہاتھ۔

وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

جبکہ ماہ نور ان دونوں کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

64

'مسٹر آیان یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے اپ کے لیے۔میں آپکو اپنی بیٹی کے ارد گرد دیکھنا نہیں چاہتا۔

'مگر سر میں نے اسے کبھی پریشان نہیں کیا۔وہ میری اچھی دوست ہے۔

وہ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

'میں نہیں چاہتا کہ تم اس سے دوستی کرو۔دیکھو وہ شادی شدہ ہے خوش ہے اپنے شوہر کے ساتھ۔پھر تم اسے بار بار ماضی یاد دلانے کیوں آجاتے ہو۔

وہ اب کی باہر ذرا تحمل سے بولے تھے۔

'میں۔۔۔میں کیوں کرواؤں گا اسے کچھ یاد۔ ہمیں کچھ نہیں تھا۔ ہم بس اچھے دوست۔۔۔۔۔

'کہانا دوستی بھی نہیں۔

'اوکے۔۔۔۔۔

اس نے ایک رعب سے کرسی کو پیر سے پیچھے گھسیٹا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

'یاد رکھنا کہ تم یہاں ڈگری لینے آئے ہو۔ اور اسکے لیے تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑے گی۔

آیان نے رک کے ایک نظر انہیں دیکھا اور آفس سے باہر نکلا

آیان ڈین کے آفس سے نکلا تو سامنے رالف اور کین کھڑے تھے۔

'کیا ہوا۔

رالف نے آیان سے پوچھا

'کچھ نہیں پراجیکٹ کے حوالے سے بلایا تھا سر نے

'ویسے میں مان تو نہیں سکتا مگر کیا کوئی غلطی نکل آئی ہے

کین نے اسے حیرانی سے دیکھا

'نہیں بس کچھ تبدیلیاں کرنے کو کہا ہے۔

وہ اب تینوں ساتھ ساتھ لمبے برآمدے نما حال سے باہر نکلے تھے۔

'یار ویسے وقت کتنی جلدی گزر گیا نا۔

رالف نے باہر گروپس میں بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔سب کسی نہ کسی سرگرمی میں مصروف تھے۔کوئی کھانے پینے میں مگن تھا اور کوئی خوش گپیوں میں۔

'چار سال۔۔۔۔۔

آیان نے لمبی سانس لی تھی

'اے زندگی ہمیں خوش آمدید کہو ہم بھی تیری غلامی میں آنے کو تیار ہیں۔

رالف بلند آواز بولا تھا۔آس پاس سے گزرتے لوگوں نے اسے شاید پاگل سنکی سمجھ کے نظر انداز کر دیا تھا۔

'انسان غلام نہیں ہوتا اگر انسان آقا بن کر سوچے۔

بیلا اسی لمبے برامدے کے کسی کمرے میں سے نکلی تھی۔

اس نے ایک سیکنڈ کے لیے ان تینوں کو دیکھا اور گزر گئی۔

'سوچ نہیں حالات انسان کو غلام بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ بلکل جیسے محبت انسان کو محبوب کے تابع ہونے پر مجبور کر دیتی ہے۔

آیان کی آواز پر سب نے ایک بھر ان چاروں کو دیکھا تھا۔

'مگر میں نے سنا ہے مشرقی مرد محبت ہی نہیں کرتا تابع ہونا تو دور کی بات۔

وہ رک کر انکی طرف پلٹی اور طنزیہ مسکرائی۔ اسکا لمبا سنہری سکرٹ ہوا میں اڑ رہا تھا

آج بہت دنوں بعد وہ پہلے جیسے حلیے میں نظر آئی تھی۔ سٹریٹ کھلے گہری نیلی آنکھوں پہ آئی لائنر بلش آن اور سرخ لپ اسٹک

وہ اس دن جیسی سموک گرل تو نہیں لگ رہی تھی۔

آیان اسے نظر بھر کے دیکھ رہا تھا۔

' صحیح کہا۔۔۔۔۔

وہ دو قدم چل کے اس کے قریب آیا تھا۔ کین نے نہ سمجھی سے رالف کو دیکھا۔

'مشرقی مرد محبت نہیں کرتے عشق کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی جنونیت قبر تک لے کر جاتے ہیں۔

بیلا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا وہاں اس پاس موجود لوگ انہی کو دیکھ رہے تھے۔

'وٹ ایور۔۔۔

آیان اسے دور جاتا دیکھ رہا تھا اسکے نیلے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔اس نے بالوں کو کندھے تک کٹوا لیا تھا اور نیچے سے تین انچ تک بال نیلے ڈائ کر لیے تھے۔

نار من اب باقاعدگی ہوٹل آ رہی تھی۔کبیر اسے ہر طرح سے بزنس سمجھانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

دوپہر میں تین سے گھنٹے کے لیے وہ اپنے ہوٹل جاتا اور شام چار بجے پھر سے وہ اسکے ساتھ ہوتا۔

یہ دن پھر سے بچپن کے دنوں جیسے ہو گئے تھے۔وہ اب اس سے پہلے کی طرح باتیں کرنے لگا تھا۔کم بولتا تھا مگر نار من کو بولنے سے نہیں روکتا تھا۔

جیسے ہی کبیر اپنے ہوٹل جاتا وہ منقشے کے پاس آجاتی۔یا منقشے اس کے پاس پہنچ جاتی۔

وہ ابھی ہوٹل پہنچی ہی تھی جب کبیر کو کسی فیمیل سٹاف کے ساتھ بہت ریزروڈ سے لہجے میں بات کرتے دیکھا۔

آفس گلاس ونڈو سے وہ اسے چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

لڑکی بہت مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کرتی مگر نے اس ایک بار بی اس کی طرف نہ دیکھا۔ فائل بند کی اسے کچھ ہدایات دیں اور وہ لڑکی کمرے سے باہر نکلی۔

'ہیلو میم۔

وہ لڑکی نار من کو دیکھتے ہی مصنوعی مسکراہٹ سجائے بولی تھی۔ اب وہ کبیر کے ساتھ پہلے والی مسکراہٹ نہیں تھی۔

ہائے۔۔۔۔۔۔

نار من اسے گھورتی آفس میں داخل ہوئی۔

For More Heart Touching Novels Kindly Visit Our Website: http://adabinovelofficial.com
Contact Us On adabinovelofficial@gmail.com
For More Details Visit Our Face Book Page & Group http://www.facebook.com/Adabinovelofficial

'آپکا سٹاف ویسے اپ کو کافی پسند کرتا ہے۔

کبیر اس کے لہجے میں چھپی جلن اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔

نار من اس کے سامنے میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھی

'ویسے میں بھی اپنے سٹاف کو کافی پسند کرتا ہوں۔

وہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا

نار من نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا تھا وہ بدل رہا تھا۔ کیوں کب کیسے

'کیا سوچ رہی ہو۔

'کچھ نہیں سوچ رہی ہوں گزرا وقت بھی کبھی کبھی واپس آجاتا ہوتا ہے

'اچھا کیسے۔

'آپکو دیکھ کر لگتا ہے آپ آجکل بدلے سے لگ رہے ہیں۔

مطلب اب پہلے جیسے اکڑو نہیں لگتے۔

وہ زرا سا مسکرایا تھا۔ گال کے دونوں طرف ٹمپل پڑے تھے۔ نار من کے چین اڑانے والے

'جب ہم باہر نکلتے ہیں تو ہمیں اپنے موڈز اپنے لہجوں کو دوسروں کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔ ہر انسان ایک ہی قسم کے لہجے کا عادی نہیں ہوتا۔ جس طرح اچھائی برائی ہر جگہ ہوتی ہے یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ پہلے اچھائی کو پرکھتا ہے یا برائی سے بچتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ میٹھا لہجہ ڈیزرو کرتے ہیں اور کچھ لاتوں کے بھوت ہوتے ہیں۔

وہ پھر سے مسکرایا تھا۔

وہ اسے ہمیشہ کی طرح غور سے سن رہی تھی۔

مجھے جب جب لگتا ہے کہ میرا بچپن کا دوست واپس آگیا ہے اسی وقت آپکی سقراط آتما جاگ جاتی ہے۔

وہ دل ہی دل میں بولی

'اچھا چھوڑو ان فضول باتوں کو جو میں نے کل فائل دی تھی پوری ہو گئی۔ زیادہ سے زیادہ کتنا بجٹ درکار ہے۔

وہ اب بالکل سنجیدہ بزنس مین بن گیا تھا۔

'اگر ولس کیریر آپکی سرد مزاجی دیکھ لیتا تو یقین کریں کبھی اے سی بنانے کی تگو داؤ میں وہ بھی نہیں پڑتا۔

وہ زیرِ لب بڑبڑائی تھی۔

'اگر چارلس بیکر آپکی گرم جوشی دیکھ لیتا تو ہیٹر کہ جھنجھٹ میں وہ بھی نہیں پڑتا۔

وہ دونوں کھل کر مسکرائے تھے جبکہ کھڑکی کے باہر سورج کی چکا چوند نے سردی کو کم کر دیا تھا۔

پاکستان میں سفیر فیملی ڈنر ٹیبل پر بیٹھی تھی۔بس دو لوگوں کی فیملی

زیان اور مسز سفیر

کبریٰ آپا میز پر کھانا سجا کر کچن میں جا چکی تھیں۔

'آیان سے بات ہوئی۔

مسز سفیر کھانا کھانے سے پہلے پانی پینے کی عادی تھیں۔گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے بولی۔

'جی امی کہہ رہا تھا بس چھ سات ماہ تک آ جائے گا واپس۔

'اچھا۔ چلو شکر ہے اللہ نے مجھے میرے بیٹوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا دیکھنا نصیب فرمایا۔ بس اللہ مجھے اب تم دونوں کے اباد گھر دیکھنا بھی نصیب فرمائے۔

'ایک تو امی آپ ہر بات میں شادی کی بات پتہ نہیں کیسے ڈال لیتی ہیں۔

وہ روٹی سے نوالہ توڑتے ہوئے بولا

جب خود جوان بیٹوں کے باپ بنو گے ناتب پتہ چلے گا۔

'ادھر وہ گھاس ڈالنے کو تیار نہیں اور انکو شادی کے خواب سوج رہے ہیں۔

'کیا کس کی بات کر رہے ہو۔

'کک کیا۔میرا مطلب تھا کہ بزنس کے کافی مسئلے ہیں ابھی۔

'یہ ساری عمر چلتے رہیں گے مگر شادی کی ایک عمر ہوتی ہے بچے۔

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتا۔اسکے انسٹاگرام پہ نوٹیفیکیشن بیل بجی۔اسکا گلاس اٹھاتا ہاتھ وہی رک گیا۔

موبائل پہ آویزہ کی انسٹا آئی ڈی نظر آئی۔وہ کھانا وہی چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگا

'زیان کیا ہوا ھے کہاں جا رہے ہو کھانا تو کھالو۔

'امی ضروری کام ہے ابھی آپ کھائیں۔

وہ اندھا دھند سڑھیاں چڑھنے لگا تھا۔

66

وہ ٹیرس پہ پہنچا تو سکرین پر ایک بار پھر نوٹیفکیشن ملا۔

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پھر سے سکرین کو دیکھا۔ مگر اس بار وہاں نوال کا میسج تھا وہ اسے کسی پروجیکٹ کا ڈرافٹ میل کرنا چاہ رہی تھی۔

اس نے ایک سیکنڈ کی تاخیر کیے بغیر انسٹاگرام مین چیٹ اوپن کی۔

'آپ آجکل نظر نہیں آرہے۔ تصویر کھینچنا چھوڑ دی ہے یا تیار ہونا چھوڑ دیا۔

'تیار ہونا مجبوری ہے۔بزنس میں لکس بہت میٹر کرتی ہیں۔یونو

زیان نے میسج سینڈ کیا۔

اسکا دل اب اور بھی بے چین ہو گیا تھا۔جانے وہ جواب دے یا نہ دے۔

وہ ٹیرس پر ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا

'پھر پوسٹ کیوں نہیں کی۔

میسج بیپ سنتے ہی اس کے پیروں کو بریک لگی تھی۔

'مجھے لگا آپ نے کبھی غور ہی نہیں کیا ہو گا۔ یا شاید اپ کو میرا نام تک یاد نہیں ہو گا۔

اسے اب پھر سے جواب کا انتظار کرنا تھا۔ ایک لمبی سانس خارج کی اور پھر سے ٹہلنے لگا۔

'اکثر ایسا ہی ہوتا ہے میں بھول جاتی ہوں اس لیے میں زیادہ دوست بنانے کی قائل نہیں ہوں۔

یہ جواب زیان کی توقع کے برعکس تھا

اس کا دل اداس ہو گیا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اب جواب میں کیا لکھے۔

'آگ دونوں طرف لگی ہوتی تو محبت کے سندیسے لکھتا مگر اب وہ تو دوست بھی نہیں سمجھتی۔

اسکے دل نے جیسے اسے محبت سے باز رہنے کی تلقین کی تھی۔

'مگر میں آپکو بھولی نہیں ہوں۔شاید ہم دوست ہیں۔

یہ جواب زیان کو خوشی سے ہاٹ اٹیک دینے کے لیے کافی تھا۔

یس یس یس وہ اب خوشی سے اچھل رہا تھا۔

یہ آفس والا سنجیدہ دی باس زیان نہیں تھا۔یہ تو کوئی اور ہی ہنس مکھ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہو جانے والا لڑکا تھا۔

'شکر ہے۔اس حساب سے تو مجھے خود کو خوش قسمت سمجھنا چاہیے۔

'کوئی مسئلہ نہیں آپ ایسا ہی سمجھ لیں۔

اس بار جواب کے ساتھ سمائلی دو ایموجی بھی تھے۔

'سمجھ لیا۔میں نے سمجھ لیا کہ محبت ہوا کے جھونکے جیسی ہے ٹھنڈی اور سکون دینے والی۔ محبوب سات سمندر پار بھی ہو تو عاشق کے دل کی تڑپ اسے محبوب تک لے ہی جاتی ہے۔

اس سے پہلے کہ وہ میسج سینڈ کرتا ہے اس کا ہاتھ رک گیا تھا۔اس نے احتیاط سے میسج ریمو و کیا اور دوبارہ لکھنے لگا۔

'میرے لیے واقعی خوشی کی بات ہے۔ آپ جیسی لڑکی مجھے اپنا دوست سمجھتی۔

'میرے جیسی کیسی؟

'آپ جیسی صاف دل محبت کرنے والی خیال رکھنے والی اور۔۔۔۔۔۔اپنے دل کو اپنی مٹھی میں چھپا کر رکھنے والی۔

'میں نے دل کو چھپایا نہیں ہے زیان بلکہ مٹھی میں دبالیا ہے۔مجھے ڈر ہے کہ یہ بغاوت نہ کر دے

'اگر میں کہوں کہ اپنے دل کو آزاد کر دیں اور کسی ایسے کو سونپ دیں جو آپ کو اڑنے دے۔

'یہ آسان نہیں ہے۔بالکل بھی نہیں۔

'آپ کوشش کریں ایک بار آخر تنہائی تو مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔اور نہ ہی خود پے جبر کرنے سے مسئلے حل ہوتے ہیں۔

'ابھی مجھے کوئی کام ہے پھر بات کریں گے بائے۔

'کیا میں نے آویزہ کو اپنی محبت کو اداس کر دیا ہے۔

اسے خود پہ غصہ آیا۔

'میں ہمیشہ یہی ہوں ہر لمحہ آپ کے ساتھ۔ میں دوستوں کو تنہا نہیں چھوڑا کرتا یقین کریں۔ اپنا خیال رکھیے گا

بائے

یہ لمحات اسکے لیے دکھ سکھ ایک ساتھ لے کر آئے تھے۔ سوکھ اس بات کا کہ محبوب جاں سے بات ہوئی اور

دکھ اس بات کا کہ اپنی ہی جان کو اداس کر دیا۔

اسنے موبائل سے کور اتارااور ایک تصویر ہتھیلی پر رکھی۔ آویزہ کی تصویر اسکے دل کو محبوب سے دوری پر اور بھی بے چین کر رہی تھی۔

'اگر تم مجھے میسج نہ کرتی تو شاید میں یقین کر لیتا کہ محبت بس نظر کا دھوکہ ہے۔

اسنے تصویر لبوں سے لگائی تھی۔

نار من نے آہٹ پر دروازے کی طرف دیکھا تو کبیر سامنے تھا۔ اس نے فوراسے موبائل ایک طرف چھپا دینے کے اس انداز میں رکھا۔

اور مسکرا کر کبیر کو دیکھا۔

'سوئ نہیں ابھی تک۔لائٹ آن تھی اس لیے آ گیا۔

سلیپنگ سوٹ میں میک اپ سے پاک چہرہ اسکے حسن کو اور کبیر کے جذبات کو ایک ساتھ لو دے رہا تھا۔

'نہیں بس ایک دوست کا میسج آگیا تو اسی سے بات کر رہی تھی۔

'منقشے کے علاوہ بھی کوئی دوست ہو سکتی ہے ہماری گڑیا کی

وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ٹراؤزر شرٹ میں شاید وہ بھی سونے کے لیے تیار تھا

'بس ایک یونیورسٹی کی ہی کلاس فیلو ہے۔

'ویسے منقشے کے بابا نے اس کے ساتھ صحیح نہیں کیا۔ غلطی اس کی بھی ہے مگر بڑوں کو اس حد تک نہیں جانا چاہیے کہ لوٹ کر آنے والوں کو دروازہ بند ملے۔ کیونکہ واپس لوٹنے والوں کے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

'اللہ نا کرے کہ اس کو کبھی پچھتانا پڑے۔ اللہ انکی محبت کو ہر بری نظر سے محفوظ رکھے۔

'اللہ اللہ لڑکی میں کوئی ان کو بد دعا نہیں دے رہا جو تم یوں دعائیں مانگنے لگ گئی ہو۔

'نہیں میں نے تو ایسے ہی۔۔۔۔۔

'خیر تم سو جاؤ۔ اور دیکھو یہ کھڑکی اب بھی کھلی ہے کتنی دفعہ کہا ہے کسی بندر کھا کرو بھئی اب تو سردیاں آگئی ہیں اور مچھر الگ سے ہوتے ہیں۔

کبیر نے اُگے بڑھ کے گلاس ونڈو کے پٹ بند کیے مگر لاک نہیں کیے تھے۔

وہ دونوں جانتے تھے کہ یہ کھڑکی انکی محبت کا چور راستہ ہے۔نہ وہ اسے بند کرے گی نا وہ آنے سے باز آئے گا۔

67

67

یونیورسٹی کی مستیاں اختتام اختتام تھیں۔ عملی زندگی باہیں پھیلائے ان کے انتظار میں تھی۔کچھ طلباء نے تو ابھی سے ایک دوسرے کو ہمیشہ یاد رکھنے کے عہد وپیماں کرنا شروع کر دیے تھے۔

آیان آج بہت عرصے بعد ڈنر کے بعد جاگنگ پہ نکلا تھا۔وہ رات کو پوری یونیورسٹی کا چکر لگاتا اور آخر میں باسکٹ بال کورٹ میں فٹبال کے ساتھ ہاتھاپائی کرتا رہتا۔

بیلا کے جانے کے بعد اس نے اپنی یہ روٹین تقریباً ترک کر دی تھی۔ کبھی کبھی وہاں آتا بھی تو دیوار کا سہارا لے کر زمین پر بیٹھ جاتا مگر آج وہ جیسے ہی چکر مکمل کر کے وہاں پہنچا تو اندھیرے مین کوئی ہیولا سا نظر آیا۔ کورٹ میں صرف ایک ہی ٹیوب لائٹ روشن تھی۔ جس کی روشنی سٹینڈ پر لگے باسکٹ پر سے ہو کر زمین پر گر رہی تھی۔

اس نے جیسے ہی اگے بڑھنے کے لیے قدم اٹھائے۔ تو مخصوص رنگ ٹون سنائی دی۔

آیان کے قدم وہی منجمد ہو گئے۔

شاید موبائل فون کا مالک ستا ہوا بیٹھا تھا اس لیے کال بغیر سنے ہی کاٹ دی گئی۔

آیان کے قدم بے اختیار کوٹ کی طرف بڑھے۔

'تم یہاں اس وقت۔۔۔۔

بیلا کو دیکھتے ہی اس کا خالی دل بے چین ہوا تھا۔ وہ اسی کے انداز میں زمین پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ دونوں کانوں میں ایئر پورٹس گھسائے جانے کس جہان میں گم تھی۔

'میں میں تم سے پوچھا ہے کیا تم یہاں کیوں آئے ہو۔

وہ سگریٹ کا کش بھرتے ہوئے بولی۔

'سگریٹ پینا کب سے شروع کیا۔

اس نے گرے ہوڈی اتاری سفید شرٹ کے اوپری دو بٹن شاید بھاگنے کے باعث گرمی کی وجہ سے پہلے ہی کھول دیے تھے۔ نیلی جینز اسکا یہی لاپرواہ سا رویہ لڑکیوں کو اس کی طرف متوجہ کرتا تھا۔

وہ بیلا کے ساتھ ہی دیوار سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھ گیا۔ ایک ٹانگ سامنے پھیلائی اور دوسری ٹانگ پہ کہنی اٹکائی تھی۔ سر دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا۔

بیلا نے اسے ایک نظر بھی نہیں دیکھا تھا۔

'تم کیوں بیٹھ گئے ہو یہاں پلیز جاؤ یہاں سے۔

اس کی اواز میں صدیوں کی تھکن تھی

'تم پریشان ہو کچھ ہوا ہے کیا۔

'میں نے کہا نہ جاؤ۔

'بات سنو۔ ہم دوست دوست ہیں۔

آیان نے اس کے کان میں گھسا ایئر بڈ نکالا

'پیچھے ہٹو مجھے چھوؤ مت۔

وہ کسی ناگن کی طرح پھنکاری تھی

'اوووہ کیا ہو گیا ہے یار میں تو بس میوزک سننا چاہ رہا تھا جیسے ہم پہلے سنا کرتے تھے۔

وہ اسکے لہجے سے خود بھی پریشان ہو گیا تھا

'کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہے تمہیں اخر سمجھ کیوں نہیں آتی۔میری زندگی سے چلے گئے ہو تو میرے سامنے بھی مت آیا کرو۔

وہ اونچی آواز میں بغیر سانس لیے بولی۔

'کیا ہم اتنے بیگانے ہو گئے ہیں کہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں بھی شامل نہیں ہو سکتے ؟

آیان کی اواز میں پچھتاوا جھلک رہا تھا

'ہم کبھی ایک جیسے نہیں تھے آیان

آنسو اس کی شفاف گالوں کو بھگونے لگے تھے۔

'بیلا پلیز مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے تم رو کیوں رہی ہو۔ اتنا حق تو مجھے دو کے کم از کم میں تمہارے دکھ اپنے نام کر سکوں۔ بدلے میں چاہے تم میرے سارے سکھ لے لو مگر مجھے معاف۔۔۔۔۔۔

'معافی۔ اوہ تو تم اب پچھتا رہے ہو۔ میں نے ہر لمحہ یہی دعا کی ہے کہ تم بھی کبھی اس قرب سے گزرو جس سے میں گزر رہی ہوں۔ تمہارا دل بھی اسی طرح ٹوٹے جیسے میرا دل کرچی کرچی ہوا ہے۔

بہت سا پانی آیان کی انکھوں میں جمع ہوا تھا۔

وہ اسے یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔

'کاش تم نے مجھے اس رات روک دیا ہوتا تم نے مجھے ویسی گھر سے بھاگ جانے والی لڑکی نہ سمجھا ہوتا۔

'تم نے میری بات سنی ہی نہیں خود ہی سارے سوال کیے اور خود ہی جواب بھی سوچ لیے پھر چلی گئی۔ میں کہنا چاہتا تھا کہ چاہے ہمارے مذہب الگ ہیں مگر ہم کوئی راستہ۔۔۔۔۔۔۔

'اب کوئی راستہ نہیں بچا ہے بھول جاؤ سب کچھ۔ مجھ سے دور رہا کرو اب۔

وہ اپنا موبائل سنبھالتی ہوئی اٹھنے لگی

آیان نے لاشعوری انداز میں اسکا ہاتھ تھاما تھا

'پلیز بس آج کے لیے آج آخری بار کے لیے۔ کل سے تمہاری چھٹیاں شروع ہیں۔ اور جب تم واپس آؤ گی تب میں ہمیشہ کے لیے جا چکا ہوں گا پلیز۔

بیلا نے قرب سے اسے دیکھا تھا۔

'ایسے ہی میں نے تمہاری منتیں کی تھیں یاد ہے۔

'تم میرے جیسی سنگ دل نہیں ہو۔ مجھے پتہ ہے تم مجھے اتنا وقت ضرور دو گی جتنا میت کو دفنانے سے پہلے آخری دیدار کے لیے دیا جاتا ہے۔

'آیان اگر تم اپنے جذبات مجھے اس وقت دکھاتے تو شاید میں آج دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہوتی۔

وہ پھر سے وہی اسکے ساتھ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

'بس سمجھ لو آج روزِ محشر ہے۔ تمام حساب کا دن۔ بدلے کا دن۔ تم چاہو تو مجھے سزا سنا سکتی ہو۔

'میں خود ایک ایسے قید میں ہوں جہاں مجھے روز مسکرا کے اپنے اندر کی اگ کو ٹھنڈا کرنا پڑتا ہے۔ میں کسی کو بھلا کیا سزا سنا سکتی ہوں۔

'کیا وہ تم سے پیار نہیں کرتا۔

بیلا نے گردن گھما کے بہت غور سے اسے دیکھا تھا

'پتہ نہیں۔ میں اسے سمجھ نہیں پاتی ہوں۔ اس کا پیار دھوپ چھاؤں سا ہے۔

'سگریٹ کب سے پینا شروع کیا۔ اور یہ ڈریسنگ سینس کیوں تبدیل کی ٹام بوائے لگتی ہو۔

اسکی نظریں بیلا کی جینز سے نظر آتے گھٹنے پر تھیں۔

'شادی بچاؤ مہم ہے۔

وہ طنزیہ مسکرائی تھی

'کیا مطلب۔۔۔۔۔۔

آیان کی آنکھوں میں پھر سے پانی بھر گیا تھا۔اس نے غور سے بیلا کی آنکھوں میں دیکھا۔

'وہ ایک بگڑا ہوا امیر زادہ ہے۔بائیکر ہے۔الیگل ریس کرتا ہے۔اسکی فوولنگ میں ایسی ہی لڑکیاں ہیں۔بس میں بھی لگی ہوئی ہوں کوشش میں۔

'تم پاگل ہو تم ایک تباہ شدہ انسان کے لیے خود کو تباہ کر رہی ہو۔

'تم مجھے غور سے دیکھو آیان میں تمہیں کہیں سے آباد لگتی ہوں۔

آیان نے پچھتاوے سے گردن جھکالی تھی۔

'کاش میں وقت کو واپس پلٹ سکتا۔

آیان نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں تھیں۔

'میری بد بختی دیکھو میں تو تمہارے اس کاش پہ ہاں بھی نہیں کہہ سکتی۔

وہ آنسو صاف کرتی مسکرا کے بولی تھی۔

'کیا تم مجھے کبھی معاف کر سکو گی۔

'کیا تم کبھی خود کو معاف کر سکو گے آیان۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں نمی واضح دیکھ سکتے تھے۔

'میں نے بہت دیر کر دی اپنے دل کی آواز سننے میں۔

'ہاں مگر اسے ہی قسمت کہتے ہیں شاید۔

'بیلا۔۔۔۔۔۔۔

ہمممم

اس نے غور سے آیان کو دیکھا تو اس کی انکھوں سے زار و قطار انسو بہہ رہے تھے

'پلیز مجھے معاف کر دو۔ کیا مجھے سزا سنا دو۔ میں اس کرب کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔ مجھے بہت تکلیف ہے یہاں تم محسوس کر سکتی ہو کیا۔

وہ کبھی نہ رونے والا مرد آج اپنی تمام حدود پار کر گیا تھا۔

بیلا کا دایاں ہاتھ اپنے دل پہ رکھے اسے اپنی تکلیف محسوس کروا رہا تھا۔

'آیان پلیز ایسے مت کرو ورنہ میں بھی اپنی ہمت ہار دوں گی۔ تمہیں پتہ ہے میں نے بہت ہمت کر کے خود کو سمجھایا ہے۔ میں اب مزید رونا نہیں چاہتی۔

آیان نے بے بسی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

چند لمحے خاموشی سے آسمان کو دیکھتے رہیں جہاں چھوٹے چھوٹے تارے نظر آرہے تھے۔

آنسو بنا آواز دونوں کے چہروں کو بھگوتے جاتے۔

شاید تو جسم سکتے میں چلے گئے تھے۔ جیسے تمام الفاظ ختم ہو گئے تھے۔

اچانک آیان کو اپنے کندھے پر بیلا کا لمس محسوس ہوا۔

وہ اسکے کندھے پر اپنا سر ٹکائے اس کے ساتھ لاچارگی سے بیٹھی تھی۔

آیان نے اس کا چہرہ چھونے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر ہمت جواب دے گئی تھی اور ہاتھ واپس اس کے پہلو میں ہی گر گیا۔

اسکے دل کی تکلیف اب گرچہ کم تھی۔

'آیان جیسے ہمارے ذہن سے کچھ یادیں مٹ جاتی ہیں۔ ویسے ہمارے دل سے محبت کا عکس کیوں نہیں مٹتا۔ میں نے اپنے دل کو بہت کھرچا ہے مگر تمہارا نام پھر بھی واضح نظر آتا ہے۔

'کیونکہ محبت کسی ولی کے نقش کی صورت دل میں اترتی ہے۔

'ہم مغربی لوگ تو بہت پریکٹیکل ہوتے ہیں۔ ہم بہت جلدی خود کو ایسے ساتھ کے تابع نہیں ہونے دیتے۔

یہی کہتے تھے نا تم

دیکھ لو غلط کہتے تھے۔۔۔۔۔۔۔

'بیلا میں صرف غلط نہیں تھا بلکہ اس دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف اور سیاہ بخت انسان ہوں جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی خوشیاں برباد کر دیں۔

'خود کو ایڈمائر کر رہے ہو۔

وہ پھر بے بسی سے مسکرائی

'نہیں۔ حقیقت بتا رہا ہوں۔ کاش میں کچھ کر سکتا۔

'کر سکتے ہو تم ابھی بھی بہت کچھ۔

'کیا۔ تم کہو تو میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں

وہ فورا بولا

'میرے دل سے بھی نکل جاؤ جیسے چپ چاپ میری زندگی سے نکل گئے تھے۔

آیان کے دل پہ جیسے ایک گھونسا پڑا تھا

'دعا کرونا کہ میں اس دنیا سے ہی چلا جاؤں۔

'مر جانا تو آسان ہوتا ہے۔ اصل امتحان تو زندگی لیتی ہے۔

'آیان میں اب اور نہیں سہ سکتی پلیز مجھے مت یاد آیا کرو۔ میرا دل کسی روز بند ہو جائے گا مجھ میں اب اتنی سکت نہیں بچی۔

'میں مغربی لڑکی ہوں۔ مگر میرے لیے بھی طلاق یافتہ لڑکی ہونا اتنا ہی اذیت ناک ہے جتنا ایک مشرقی لڑکی کے لیے۔

میری فیملی سب کچھ جانتی ہے مگر میں واپس لوٹ نہیں سکتی ورنہ میری فیملی بنک کرپٹ ہو جائے گی۔

میں نامر سکتی ہوں۔نہ جی سکتی ہوں نا اپنی تکلیف کسی کو بتا سکتی ہوں۔

وہ اسکے کندھے سے لگی سسک رہی تھی۔ آیان کی انکھوں میں پھر سے پانی جمع ہو گیا تھا۔

'تمہیں پتہ ہے میں نے محبت کا راز کب سمجھا؟

وہ دھیرے سے بولا

تمہارے بالوں سے آتی اس شیمپو کی خوشبو سے۔ میرے پاس سے ایک لڑکی گزری میرا دل ایسے دھڑکا جیسے

میرا سینہ چیر دے گا۔

میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر تمہیں ڈھونڈ رہا تھا مگر تم نہیں تھیں۔بس تمہاری یاد تھی۔میں پھر سمجھا

محبت یاد ہی تو ہے۔ اچھے لمحوں کے دیدار کی حسرت، ملنے کی چاہ یہی سب تو ہوتی ہے محبت۔۔۔۔۔۔۔۔

خاموش کیوں ہو گئے بولتے رہو نا

'بیلا یہ ہم کس موڑ پہ آ گئے ہیں یار ہم تو صحیح سے ملے بھی نہیں اور بچھڑ بھی گئے۔

'تمہیں وہ دو ستارے نظر آ رہے ہیں۔

آیان نے اسکی انگلی کے تعاقب میں دیکھا

'میں ہمیشہ سوچا کرتی تھی کہ ان دونوں میں سے ایک میں ہوں اور ایک وہ ہو گا جس سے میں محبت کروں گی۔ جیسے یہ دونوں ایک ساتھ بہت روشن لگتے ہیں نا ہم بھی ایک دوسرے کو پا کر مکمل ہو جائیں گے۔

پھر جب تم سے محبت ہوئی تو میں سمجھنے لگی یہ دوسرا ستارہ تم ہو۔

آنسو پھر سے گال پہ لڑک آیا تھا۔

'مگر میری بے بسی دیکھو میں یہاں بھی غلط تھی۔

'بیلا ہماری منزل ایک نہیں ہے مانتا ہوں مگر ہمارے دل ہمیشہ ایک ساتھ ہی دھڑکیں گے۔

'نہیں۔ میں ایسا نہیں چاہتی محبت میں جدائی انسان کو سولی پہ لٹکائے رکھتی ہے میں اس سولی سے بغیر مرے اترنا چاہتی ہوں۔ میں آگے بڑھنا چاہتی ہوں خوش رہنا چاہتی ہوں۔

'اچھا میں پھر دعا کیا کروں گا کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔

وہ لاچارگی سے بولا

'میں دعا کروں گی کہ تم میرے دل و دماغ میں کہیں بھی نہ رہو۔

'تمہاری نفرت بھی اب سر آنکھوں پہ

'اتنی معصوم باتیں مت کرو آیان کہ مجھے مجبوراً تمہیں خوش رہنے کی دعا دینی پڑے۔

وہ بھیگی سی آنکھوں سے جب بھی مسکراتی تھی قیامت ڈھاتی تھی۔

آیان ان آنکھوں پہ کئی بار جیتا کئی بار مرتا تھا

وہ رات شاید سچ میں حساب کتاب کی تھی۔گلے شکوے دھل گئے تھے یا ہجر کی نئی تاریخ درج ہونے جا رہی تھی۔

سیاہ آسمان پہ ننھے منے تارے اب واضح نظر آ رہے تھے۔

وہ پچھلے دو گھنٹے سے وہاں موجود تھے۔

یہ انکی آخری رات اور آخری وصل تھا۔

نہ دل بھر رہا تھا نہ آنکھوں کو صبر آرہا تھا۔

جانے کب بیلا اسکے کندھے پہ ہی سو گئی تھی۔ وہ اسکی دھڑکن تک سن سکتا تھا۔ اس نے اپنی ہڈی بیلا کے کندھوں پر پھلائی۔ ڈرتے ڈرتے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ آنسو اب بھی زراو قطار بہہ رہے تھے۔

صبح سورج کی کرنیں آیان کے چہرے پر اتریں وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

مگر اب وہ وہاں اکیلا تھا۔

بیلا اسے الودع کہے بغیر چلی گئ تھی۔وہ جانتے تھے کہ ان دونوں کے لیے الوداع کہنا مر جانے سے کہیں زیادہ مشکل تھا۔

وہ کسی بچے کی طرح چہرہ گھٹنوں میں دیے پھوٹ پھوٹ کا رو رہا تھا۔

68

میرے مُخالِف نے چال چل دی ہے

اور اب میری چال کے اِنتِظار میں ہے

مگر مَیں کب سے

سفید خانوں سیاہ خانوں میں رکھے

کالے سفید مُہروں کو دیکھتا ہُوں

مَیں سوچتا ہُوں یہ مُہرے کیا ہیں

اگر مَیں سمجھُوں کے یہ جو مُہرے ہیں صِرف لکڑی کے ہیں کِھلونے

تو جیتنا کیا ہے ہارنا کیا

نہ یہ ضُرُوری نہ وہ اہم ہیں

اگر خوشی ہے نہ جیتنے کی نہ ہارنے کا ہی کوئی غم ہے

تو کھیل کیا ہے

مَیں سوچتا ہُوں جو کھیلنا ہے تو اپنے دِل میں یقین کر لُوں

یہ مُہرے سچ مُچ کے بادشاہ و وزیر سچ مُچ کے ہیں پیادے

اور اِنکے آگے ہے دشمنوں کی وہ فوج

رکھتی ہے جو مُجھ کو تباہ کرنے کے سارے منصُوبے سب اِرادے

مگر مَیں ایسا جو مان بھی لُوں

تو سوچتا ہُوں یہ کھیل کب ہے

یہ جنگ ہے جِس کو جیتنا ہے

یہ جنگ ہے جِس میں سب ہے جائز

کوئی یہ کہتا ہے جیسے مُجھ سے

یہ جنگ بھی ہے یہ کھیل بھی ہے

یہ جنگ ہے پر کِھلاڑیوں کی

یہ کھیل ہے جنگ کی طرح کا

مَیں سوچتا ہُوں جو کھیل ہے یہ

تو اِس میں اِس طرح کا اُصُول کیوں ہے

کہ کوئی مُہرہ رہے کے جائے

مگر جو ہے بادشاہ اُس پر کبھی کوئی آنچ نہ آئے

وزیر ہی کو ہے بس اِجازت کہ جِس طرف بھی وہ چاہے جائے

مَیں سوچتا ہُوں جو کھیل ہے یہ

اِس میں اِس طرح کا اُصُول کیوں ہے

کہ پیادہ جو اپنے گھر سے نکلے پلٹ کر واپس نہ جانے پائے

مَیں سوچتا ہوں اگر یہی ہے اُصُول تو پِھر اُصُول کیا ہے

مَیں سوچتا ہُوں اگر یہی ہے کھیل تو پِھر کھیل کیا ہے

مَیں اِن سوالوں سے جانے کب سے اُلجھ رہا ہُوں

میرے مُخالِف نے چال چل دی ہے

اور اب میری چال کے اِنتِظار میں ہے۔۔۔!

شاعر جاوید اختر

کبیر سیاہ دیواروں والے آفس میں بہزاد صاحب کے سامنے کھڑا تھا۔

بہزاد صاحب کے چہرے کا رنگ زرد لگ رہا تھا۔

وہ جیسے جیسے فائل میں سے ورک پلٹتے ان کے چہرے کی کیفیت بدلتی جاتی۔

کبیر ان کے چہرے پہ آنے والے ایک ایک رنگ کو بغور جج کر رہا تھا۔

'یہ سب جھوٹ ہے۔ میں نے پہلے بھی تمہیں کئی بار بتایا۔ سفیر، کمال اور اقبال تینوں کی موت بس ایک حادثہ تھی۔

'مگر یہ ثبوت بتا رہے ہیں کہ وہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔

کبیر کا لہجہ پتھر کی مانند تھا اٹل

'تم میرے بھائی کے بیٹے ہو میرا خون ہو کبیر۔ میں نے پالا ہے تمہیں اپنی اولاد سمجھ کے نا رمن سے میرا خونی رشتہ بھی نہیں پھر بھی میں نے اسے باپ کی شفقت دی۔

تم خود کو ہلکان نہ کرو بیٹا۔ میں ہوں نا سمبھال لوں گا۔

انہوں نے نرمی سے کبیر کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

'جانتا ہوں مگر میں کیس ری اوپن کروانا چاہتا ہوں۔ آپکو میری مدد کرنی ہو گی انکل۔ آپ نہیں چاہتے کہ آپ کے بھائی آپ کے دوستوں کو انصاف ملے۔

'کبیر بیٹا تم۔۔۔۔۔

'بس انکل میں نے بات کی ہے وکیل سے ایک دو دن میں کورٹ میں باقاعدہ فائل جمع کروادوں گا آپ بس میرے ساتھ کھڑے رہیے گا۔ مجھے یقین ہے آپ مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔

بہزاد صاحب کی آواز گلے میں ہی اٹک گئی تھی۔

وہ بات مکمل کر کے افس سے نکلا تو اس کے چہرے پر عجیب سا سکون نظر آ رہا تھا۔

کبیر ملک شطرنج کی بساط میں گڈ کاپ بیڈ کاپ کھیلنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

میز پر ٹک ٹک کی آواز پر نوال چڑ گئی تھی۔

"سمیع تم نہ پٹو گے کسی دن میرے ہاتھ سے۔ جاؤ اُس ماہ نور کو تنگ کرو جا کر

وہ آنکھیں موندے بولی

"تم پھر سے سو رہی ہو۔

باس کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی

'سوری سوری بھائیییییی۔۔۔۔ نہیں سر سوری

زیان لنچ بریک کے بعد آفس داخل ہوا تو نوال بہت مزے سے میز پر سر رکھے سو رہی تھی۔

'آج رات امی نے بلایا ہے تمہیں ڈنر پر۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تمہارے فلیٹ پر پک کرنے آؤں یہی سے ریڈی رہنا۔

وہ بات کر کے اپنے آفس کی طرف بڑھا

'کمال ہے انہوں نے آج ڈانٹا نہیں مجھے۔ لگتا ہے ہٹلر کا موڈ آج اچھا ہے۔ کیوں نا پھر نوال صاحبہ چھٹی مانگ لی جائے تین دن کی۔۔ گھر ہی ہو آتے ہیں۔ بلکہ خالہ سے سفارش کرواؤں گی آج۔۔

وہ مسکرا کر من ہی من خوشی منا رہی تھی۔

69

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کبھی کوئی خواہش

نہیں کی

ایک دن مچھلی کھانے کو دل چاہا تو اپنے غلام یرکا سے اظہار فرمایا۔۔

یرکا آپ کا بڑا وفادار غلام تھا ایک دن آپ نے فرمایا یرکا آج مچھلی کھانے کو دل کرتا ہے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے آٹھ میل دور جانا پڑے گا دریا کے پاس مچھلی لینے اور آٹھ میل واپس آنا پڑے گا مچھلی لے

کے۔۔

پھر آپ نے فرمایا رہنے دو کھاتے ہی نہیں ایک چھوٹی سی خواہش کیلئے اپنے آپ کو اتنی مشقت میں ڈالنا اچھا نہیں لگتا کہ اٹھ میل جانا اور اٹھ میل واپس آنا صرف میری مچھلی کے لئے ؟

چھوڑو یر کا۔۔۔۔۔۔۔اگر قریب سے ملتی تو اور بات تھی۔

غلام کہتا ہے میں کئی سالوں سے آپ کا خادم تھا لیکن کبھی آپ نے کوئی خواہش کی ہی نہیں تھی پر آج جب خواہش کی ہے

تو میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت عمر فاروق نے پہلی مرتبہ خواہش کی ہے اور میں پوری نہ کروں۔؟

ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔

غلام کہتے ہیں جناب عمرؓ ظہر کی نماز پڑھنے گئے تو مجھے معلوم تھا ان کے پاس کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں عصر انکی وہیں ہو جائے گی۔

غلام کہتا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور دو رکعت سنت نماز پڑھ کر میں گھوڑے پر بیٹھا عربی نسل کا گھوڑہ تھا دوڑا کر میں دریا پر پہنچ گیا..

عربی نسل کے گھوڑے کو آٹھ میل کیا کہتے ؟؟

وہاں پہنچ کر میں نے ایک ٹوکرا مچھلی کا خریدا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی عصر کی نماز ہونے سے پہلے میں واپس بھی آ گیا اور گھوڑے کو میں نے ٹھنڈی چھاؤں میں باندھ دیا تا کہ اس کا جو پسینہ آیا ہوا ہے وہ خشک ہو جائے اور کہیں حضرت عمر فاروق دیکھ نا لیں

غلام کہتا ہے کے کہ گھوڑے کا پسینہ تو خشک ہو گیا پر پسینے کی وجہ سے گرد و غبار گھوڑے پر جم گیا تھا جو واضح نظر آ رہا تھا کہ گھوڑا کہیں سفر پہ گیا تھا پھر میں نے سوچا کہ حضرت عمرؓ فاروق دیکھ نہ لیں۔۔

پھر میں جلدی سے گھوڑے کو کنویں پر لے گیا اور اسے جلدی سے غسل کرایا اور اسے لا کر چھاؤں میں باندھ دیا۔۔(جب ہماری خواہشات ہوتی ہیں تو کیا حال ہوتا ہے لیکن یہ خواہش پوری کر کے ڈر رہے ہیں کیونکہ ضمیر زندہ ہے)

فرماتے ہیں جب عصر کی نماز پڑھ کر حضرت عمر فاروق آئے میں نے بھی نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی۔

گھر آئے تو میں نے کہا حضور اللہ نے آپ کی خواہش پوری کر دی ہے۔

مچھلی کا بندوبست ہو گیا ہے اور بس تھوڑی دیر میں مچھلی پکا کے پیش کرتا ہوں۔

کہتا ہے میں نے یہ لفظ کہے تو جناب عمر فاروق اٹھے اور گھوڑے کے پاس چلے گئے گھوڑے کی پشت پہ ہاتھ پھیرا،

اس کی ٹانگوں پہ ہاتھ پھیرا اور پھر اس کے کانوں کے پاس گئے اور گھوڑے کا پھر ایک کان اٹھایا اور کہنے لگے یرکا تو نے سارا گھوڑا تو دھو دیا لیکن کانوں کے پیچھے سے پسینہ صاف کرنا تجھے یاد ہی نہیں رہا۔۔

اور یہاں تو پانی ڈالنا بھول گیا۔۔

حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے

"اوہ یار یرکا ادھر آ تیری وفا میں مجھے کوئی شک نہیں ہے

اور میں کوئی زیادہ نیک آدمی بھی نہیں ہوں،

کوئی پرہیز گار بھی نہیں ہوں،

میں تو دعائیں مانگتا ہوں

اے اللہ میری نیکیاں اور برائیاں برابر کر کے مجھے معاف فرما دے۔۔

میں نے کوئی زیادہ تقوی اختیار نہیں کیا اور بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے یار اک بات تو بتا اگر یہ گھوڑا قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرے کہ یا اللہ عمر نے مجھے اپنی ایک خواہش پوری کرنے کے لیے 16 میل کا سفر طے کرایا

اے اللہ میں جانور تھا،

بے زبان تھا

16 میل کا سفر ایک خواہش پوری کرنے کیلئے

تو پھر یر کا تو بتا میرے جیسا وجود کا کمزور آدمی مالک کے حضور گھوڑے کے سوال کا جواب کیسے دے گا؟"

یر کا کہتا ہے میں اپنے باپ کے فوت ہونے پر اتنا نہیں رویا تھا جتنا آج رویا میں تڑپ اٹھا کے حضور یہ والی سوچ (یہاں تو لوگ اپنے ملازم کو نیچا دکھا کر اپنا افسر ہونا ظاہر کرتے ہیں) غلام رونے لگا حضرت عمرؓ فاروق کہنے لگے اب اس طرح کر گھوڑے کو تھوڑا چارہ اضافی ڈال دے اور یہ جو مچھلی لے کے آئے ہو اسے مدینے کے غریب گھروں میں تقسیم کر دو اور انہیں یہ مچھلی دے کر کہنا کے تیری بخشش کی بھی دعا کریں اور عمر کی معافی کی بھی دعا کریں۔

آج ہم سب کو ضرورت ہے کہ ہم اپنا اپنا احتساب کریں۔ ہر فرد اپنی زندگی کا سربراہ ہے اس کے اعمال اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کی ذمہ داری اسی انسان پہ ہے۔

ہمارے چھوٹے چھوٹے اعمال ہی ہمیں جنت کے قریب لے جاتے ہیں اسی طرح ہمارے چھوٹے چھوٹے گناہ ہمارے لیے جہنم کے گھڑے تیار کر دیتے ہیں۔

فی امان اللہ۔ اللہ اپ سب کا حامی و ناصر ہو

آپا جی نے (اُمِ حانم) جیسے ہی درس ختم کیا تو رسمی علیک سلیک شروع ہوئی کوئی عورت دعا کی درخواست کرتی تو کوئی وظیفہ پوچھتی۔

اس سارے سلسلے کے بعد وہ تھک ہار کے اپنے کمرے میں پہنچی ہی تھیں کہ موبائل پر کبیر اقبال ملک کی مسڈ کال نظر آئی۔

'میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ سارے ثبوت کسی کے ہاتھ نہیں لگنے چاہیے تم اتنے بے وقوف کیسے ہو سکتے ہو۔

میں نے بہت نام سنا تھا تمہارے اس شیڈو گینگ کا مگر تم سب کے سب بیکار ہو

بہزاد صاحب کی کار کسی ویران علاقے میں موجود تھی سامنے سمندر کی لہریں کناروں سے ٹکرا کر واپس اتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ بیک سیٹ پر سیاہ چشمے لگائے ساتھ بیٹھے شخص پارک خوب غصہ نکال رہے تھے۔

'ملک صاحب ہم نے کام پکا کیا تھا۔اب آپ کا بھتیجا تہہ تک پہنچ رہا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

'تم کیا کر سکتے ہو یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔اپنا گینگ ختم کرو اور بھیک مانگنا شروع کرو۔لیکن اگر میں پکڑا گیا تو تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

'بہزاد صاحب اب آپ زیادہ بول رہے ہیں۔

'بکواس بند کرو اپنی اور میرا ایک ایک لفظ ذہن نشین کر لو۔

سامنے بیٹھا شخص انہیں گھوریاں ہی ڈالتا رہ گیا

'اب شکل گم کرو اپنی۔ اگر جان پیاری ہے تو کچھ دن انڈر گراؤنڈ رہو تو بہتر ہے۔

اُسے کہنا۔۔۔۔!

محبت میں کسی کو

اپنی عادت ڈال کر،

یوں چھوڑ دینے پر،

اچانک سے تعلق توڑ دینے پر،

یہاں قانون، قاضی اور عدالت،

کچھ نہیں کہتے،

مگر یہ قتل ہوتا ہے،

اُسے کہنا میرے قاتل۔۔۔۔!

جُدائی کی کدالوں سے،

جو تم نے قبر کھودی تھی،

وہاں میں خاک کے نیچے،

ابھی تک سو نہیں پائی،

یہ ایسا داغ ہے جس کو،

ابھی تک دھو نہیں پائی،

اُسے کہنا!

اگر وہ لوٹ کر واپس کبھی آئے،

تو میری خاک کے ذرّوں پہ،

اک احسان تم کرنا،

دوبارہ پھر کسی انسان کی،

ہنستی ہوئی دُنیا کو،

نہ ویران تم کرنا،

اُسے کہنا!

وفا کے سر کو پتھر سے،

کبھی پھوڑا نہیں کرتے،

محبت ڈال کر دل میں،

اُسے توڑا نہیں کرتے،

کسی کا ہاتھ تھاموتو،

اُسے چھوڑا نہیں کرتے۔۔۔!!!

نامعلوم

آیان کا آج چینل پہ آخری دن تھا۔اس کے تمام دوستوں نے اسے بہترین فیئرویل دے کر رخصت کیا۔ مگر اسکا دل بجھ ہوا تھا۔

محبت کے ماروں کے دل بھی بھلا دنیا کی رنگینیوں سے بہل جایا کرتے ہیں۔

رالف اسکے درد کو سمجھتا تھا مگر آیان ایسا کمزور مرد بھی نہیں تھا کہ رونے کے لیے دوست کے کندھے کا سہارا لیتا۔اسی لیے رالف بھی اسکے دکھ کو کریدتا نہیں تھا۔

عشق کا فلسفہ ہے کہ عاشق رونے کے لیے غیر کا کندھا مانگنے لگے تو محبت لعنت ڈال دیتی ہے۔

'آنٹی میں نے ابھی نار من کو نہیں بتایا آپکے بارے میں۔ آپ جانتی ہیں کہ آپ کے جانے بعد وہ آپ سے بہت خفا تھی۔نام بھی لینے نہیں دیتی تھی آپکا۔

'کوئی بات نہیں بیٹا۔جب وہ آئے گی میرے پاس تو میں اپنی بیٹی کو خود منا لوں گی تم بس مجھے تاریخ بتاؤ کب بھیج رہے ہو اسے۔

امِ حانم صاحبہ نار من کے آمد کا سن کر خوشی سے بے حال تھیں۔کبیر نے بہت محنت کے بعد انکا پتہ ڈھونڈ لیا تھا۔وہ ایک سال پہلے پاکستان آیا تھا۔

'بس یہی ایک ہفتہ۔ویزا پراسس میں ہے۔

مگر وہ نار من کو پاکستان بھیجنا نہیں چاہتا تھا۔اسکا دل اسے بار بار ملامت کرتا مگر وہ بے بس تھا نار من کی خواہش کے سامنے۔

نار من ہوٹل سے نکل رہی تھی جب کبیر نے اسے آواز دی۔

اس نے مسکرا کر پیچھے دیکھا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وہی جاہ و جلال چہرے پہ وہی پر کشش رعب اور وہی جان لیوا آنکھیں۔

اسکے بڑھتے ہوئے قدموں کے ساتھ نار من کے دل کی دھڑکن بھی بڑھ رہی تھی۔

'گھر جا رہی ہو تو کیا ساتھ میں چلتے ہیں۔

وہ اسکی انکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں بولا

'ہمم ٹھیک ہے چلیں۔

وہ لمبی سیاہ سکرٹ پہنے بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی

'آنٹی سے ملنے چلیں۔

کبیر گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا

'ٹھیک ہے میں پرسوں گئی تھی ویسے۔وہ سو رہی تھیں۔

ڈاکٹر حقان کا فون آیا تھا۔شاید کوئی ضروری بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

'کیا خیریت ہے نا میری ماما ٹھیک تو ہے نا۔

وہ ایک دم سے بے چین ہوئی تھی

'یہ تو وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا۔ویسے مجھے نہیں لگتا کہ کوئی سیریس معاملہ ہے تم پریشان نہ ہو۔

مگر بیٹیوں کے دل تو چڑیا جیسے ہوتے ہیں دہل جانے والے سہم جانے والے۔

وہ تمام راستے کسی انہونی کے خوف سے دعائیں مانگتی آئی۔

مگر ڈاکٹر حکام نے جو بات انہیں بتائی تھی وہ اس کے لیے کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔

'مسز عابیش کی حالت تشویش ناک ہے انکا بی پی کسی صورت سٹیبل نہیں ہو رہا۔ اگر اسی طرح رہا تو انہیں برین ہیمرج بھی ہو سکتا ہے یا پھر وہ کوما میں جا سکتی ہیں۔

مسز عابیش ابھی بھی مکمل نیند میں تھیں۔ نار من ماں کا ہاتھ پکڑے ان کے سرہانے بیٹھی تھی۔ کبیر دیوار سے ٹیک لگائے اسکے آنسوؤ اپنے دل پر گرتے محسوس کر رہا تھا۔

'میں وعدہ کرتی ہون ماما جنہوں نے اپ کو اس حال میں پہنچایا ہے میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔

وہ آنسو صاف کرتی اٹل لہجے میں بولی

'میں اپنے باپ کے قاتلوں کو ضرور پہچان لوں گی وہ بھی بہت جلد۔ مگر اپ کو ان کا انجام دیکھنے کے لیے صحت مند ہونا پڑے گا۔ ماما پلیز مجھ پہ رحم کھائیں مجھے ضرورت ہے آپ کی۔ پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جائیں تاکہ ہم پھر سے ایک ساتھ رہ سکیں۔

مائیں تو بیٹیوں کو کبھی بے سہارا نہیں چھوڑتیں۔ اور اپ دیکھیں مجھے تنہا چھوڑ کر خود یہاں آ گئی ہیں۔

'کیونکہ وہ جانتی ہیں کبیر ملک کبھی ان کی بیٹی کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔

نار من نے سرخ انکھوں سے اپنے سامنے کھڑے کبیر کو دیکھا۔

'چلو بس کرو اب انٹی کو پریشان کرنا۔ دیکھ نہیں رہی کہ انہیں نیند آ رہی ہے۔

وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

'چلو اب چلتے ہیں۔

کبیر نے اسکا ہاتھ پکڑا تو وہ کسی معصوم بچے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

70

'کبیر آپ کو اپ کے ماں باپ یاد نہیں آتے۔

وہ ہسپتال کی حدود سے نکلے ہی تھے کہ نار من کی اداس آواز سنائی دی

'میں انہیں کبھی بھولا ہی نہیں۔

وہ سنجیدگی سے بولا

'پھر بھی آپ خوش قسمت ہیں آپ کے بابا کے بھائی آپ کے انکل آپ کے ساتھ ہیں۔مجھے دیکھیں میرا کوئی خاندان ہی نہیں۔ماما کے رشتہ داروں نے بھی ملنا جلنا چھوڑ دیا

'انسان جن کے ساتھ رہتا ہے وہی ان کی فیملی ہوتے ہیں۔اتنے عرصے بات بھی اگر تم ہمیں فیملی نہیں سمجھتی تو پھر تو یہ افسوس کی بات ہے نا لڑکی

'نن۔۔۔نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا میں بس۔۔۔۔میرا دل کرتا ہے کہ میں اپنے خاندان سے ملوں اس جگہ کو دیکھو جہاں میرے بابا نے اپنی آدھی زندگی گزاری

وہ جانتی تھی کہ ڈائریکٹ پاکستان جانے کا کہے گی تو کبیر ملک کو کچھ خاص پسند نہیں آئے گا

'سیدھے سے کیوں نہیں کہتی کہ پاکستان جانا چاہتی ہو۔

کبیر کے چہرے پہ اب سنجیدگی کی جگہ اداسی تھی۔

گاڑی رستم زمان سٹریٹ کراس کر گئی تھی۔

'آپ برا مان جاتے ہیں اس لیے ڈائریکٹ نہیں بول سکتی۔

'تو میرے برا ماننے سے کون سا رک جاؤ گی۔

'آپ بھی تو مجھے یہاں سے بھگانے کے چکر میں ہی ہیں تو پھر مجرم کو سزا بھی خود چن لینے دیجئے نا

'مگر تم مجرم نہیں ہو۔

وہ سائیڈ مرر میں دیکھتے ہوئے بولا۔وہ اس کے ساتھ ہمیشہ ڈرائیونگ خود کرتا تھا۔بہت احتیاط سے مگر ریچھلی ڈبل کیبن میں گارڈز موجود رہتے تھے۔

'ماں باپ کے قاتلوں کو سزا نہ دلوانے والی اولاد بھی اتنی ہی گنہگار ہوتی ہے جتنا کہ قاتل خود۔

کبیر کے چہرے کے اعصاب تن گئے تھے۔اس کے ہاتھ سٹیئرنگ پہ جم گئے تھے۔

پھر اچانک اس کا ہاتھ ڈیش بورڈ کی طرف گیا اس نے ایک سفید اینولپ نکالا اور نار من کو دیا۔

'یہ کیا ہے۔

'میں نہیں چاہتا تھا کہ تم بھی میری طرح اپنے حصے کی خوشیاں اپنے ماں باپ کے قاتل ڈھونڈنے پر ضائع کر دو۔ مگر تمہاری مرضی

نار من نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور لفافہ کھولا

پاکستانی پاسپورٹ ٹکٹ اور ایک دو مزید کاغذات دیکھ کر نار من کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

آخر کار وہ جا رہی تھی ایک مشن پہ۔

اور مشن کا نام تھا'ڈیتھ سٹورم موت کا طوفان'

مگر وہ اسکے سامنے کم از کم اس لمحے تو ہر گز کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔

'تھینکس۔

وہ اتنا ہی بول پائی۔ مگر کبیر کے شاید تمام الفاظ قیدی ہو گئے تھے وہ ایک لفظ بھی بول نہ سکا تھا

71

'کیا پاکستان کسی آتشی حسینہ کو خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہے؟

زیان لیپ ٹاپ میں غرق تھا جب نوٹیفیکیشن ٹیون موصول ہوئی۔ اس نے آویزہ کے نمبر پر الگ سے رنگ ٹیون لگا رکھی تھی۔

'پاکستان کے ساتھ ساتھ اس ملک کے باشندے بھی آپ کو 21 توپوں کی سلامی کے ساتھ خوش امدید کہنے کے لیے بے تاب ہیں۔

اسے یقین نہیں ارہا تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنوں کا ساز اس کا عشق اتنا با اثر تھا کہ زیان کا محبوب خود چل کر اس کے پاس ارہا تھا۔

'پھر توپوں کو صافئ وغیرہ کر لیں جالے وغیرہ اتار لیں۔ شاہی سواری کچھ ہی دنوں میں لینڈ کرنے والی ہے۔

زیان کے چہرے کی مسکراہٹ کوئی بھی دیکھتا تو اسے یقین ہو جاتا اس کا جیک پاٹ لگا ہے۔

نار من بیڈ پہ بیٹھی پاسپورٹ کو نا جانے کب سے گھورے جا رہی تھی۔

آج اسے اس کمرے کی ایک ایک شے پر ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا۔ وہ ابھی سے اپنے کمرے کو اس شہر مس کرنے لگی تھی۔

اسکی ماں اس سے دور تھی مگر اسے یقین تھا کہ وہ جب چاہے مل سکتی ہے۔

کیا وہ اپنی ماں اور کبیر کے بغیر زندہ رہ سکے گی؟

اسکا دل اسے بار بار اس بڑے فیصلے سے باز رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔ مگر وہ فیصلہ کر چکی تھی اسے اپنے باپ کے قاتل کو بے نقاب کرنا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس راز کی کنجی پاکستان میں ہی ملے گی۔

اس نے دل کو مضبوط کیا ڈائیری نکالی اور منصوبہ بندی بنانا شروع کی۔

فراز احمد (نار من کے بابا) بہت کوششوں کے باوجود بھی انگلینڈ کا ویزہ حاصل نہیں کر سکے تھے۔ اپنے دوست اقبال ملک (کبیر کے والد) کے مشورے سے آذربایجان پہنچے۔

آذربائیجان سے کسی اینجٹ کی مدد سے انگلینڈ کا ویزا حاصل کرنا آسان تھا۔

وہ جیسے ہی آذربائیجان پہنچے۔ ان کے کاغذات میں کسی نقص کی وجہ سے ایجنٹ نے انہیں فل وقت ایک ہوٹل میں ملازمت دلا وادی۔

ہوٹل کے مالک مسٹر نہیات (نار من کے نانا) ایک مہلک مرض میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے ان کی اکلوتی بیٹی عابیش ان کے ہوٹل کے تمام امور سنبھال رہی تھی۔

فراز صاحب ایک ایماندار ملازم ثابت ہوئے تھے۔ ہوٹل کے علاوہ عابیش کہ گھر کی بھی تمام ذمہ داری انہوں نے سنبھال لی تھی۔

عابیش ان سے کافی متاثر تھی۔اس نے خود فراز صاحب کو شادی کی آفر کی۔مگر فراز صاحب کو یہ مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

مگر عابیش کی محبت کے آگے وہ اپنا دل ہار گئے۔اس طرح انہوں نے آذربائیجان میں ہی مستقل رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فراز صاحب نے اپنے عزیز دوست اقبال ملک اور اپنے بڑے بھائی سفیر احمد (زیان آیان کے والد) کو بھی آذربائیجان بلوالیا تھا۔

سفیر راجپوت کے دو بیٹے زیان اور آیان اور انکی بیوی پاکستان میں ہی تھے۔

اقبال ملک کی فیملی بھی پاکستان میں ہی مقیم تھی۔ان کا بیٹا کبیر ملک ابھی سات سال کا تھا جب اس کی والدہ کا پاکستان میں انتقال ہو گیا۔اقبال ملک اپنے اکلوتے بیٹے کبیر کو بھی آذربائیجان لے آئے۔

عابیش کبیر کی اچھے سے دیکھ بھال کر رہی تھیں۔جب اسے خود امید سے ہونے کی خوشخبری ملی۔

اسی دوران اقبال ملک کے بھائی بہزاد ملک بھی آذربائیجان پہنچ گئے۔

دانین کی ماں آیلہ کا تعلق لبنان سے تھا۔وہ عابیش کی فرسٹ کزن تھی ان کے والدین بھی آذربائیجان سیٹل ہو گئے تھے۔

بہزاد صاحب بہت کوششوں کے بعد اور عابیش کی مدد سے آیلہ سے شادی کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

آیلہ کا تعلق بھی ایک امیر گھرانے سے تھا۔وہ اکثر اپنی فرسٹ کزن اور بیسٹ فرینڈ سے ملنے آتی تھی۔

اسی طرح بہزاد اور ان کے پیار کی ابتدا ہوئی۔

آیلہ کافی آزاد خیال لڑکی کی تھی۔وہ بلکل عابیش کے برعکس تھی۔اسے گھر میں قید ہونا پسند نہیں تھا۔

شادی کے شروع کے دن بہت خوش حال گزرے۔مگر جب انہیں پتہ چلا کہ وہ امید سے ہیں۔انہوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس بچے کو ختم کر دیں۔

مگر بہزاد صاحب نے انھیں کسی طرح بہلا لیا تھا۔ جیسے ہی دانین دنیا میں آئی۔ آیلہ بیگم کے لیے وہ ننھی سی بچی زنجیر ثابت ہو رہی تھی۔

دانین کو نوکروں کے سپرد کر کے وہ اپنے مشغلے پورے کر لیتی تھیں۔ بہزاد صاحب کی ہمت اب جواب دے گئی تھی۔ روز گھر میں ایک نیا فساد ہونے لگا۔ آخر آیلہ بیگم نے تھک ہار کے علیحدگی کا کیس دائر کر دیا۔

اور دانین کی کسٹڈی اس کے باپ کو دے دی۔

اس طرح مسز عابیش نارمن کے ساتھ ساتھ دانین اور کبیر کی بھی ماں بن گئی تھی۔

کچھ سال بعد۔۔۔۔۔

نیو ایئر کی تقریبات باکو سٹی میں زور و شور سے جاری تھیں۔ بہزاد ملک پچھلے ایک ہفتے سے ایک ٹانگ پر کھڑے تھے۔

دشکسان میں ان کے آج دوسرے ہوٹل کا افتتاح بھی تھا۔

سب کچھ انتہائی شاندار تھا۔ مگر ایک واقعے نے ان کی زندگیوں میں قیامت برپا کر دی۔

باکو سے دشکسان آتے ہوئے فراز راجپوت اور سفیر راجپوت کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔

مگر ایک دوسری خبر نے بہزاد ملک کے ہوش اڑا دیے۔ ان کے بڑے بھائی اقبال ملک بھی اسی گاڑی میں موجود تھے۔

گاڑی ہائی وے سے نیچے جا گری تھے۔اور موقع پر ہی آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی زندگی نہیں بچی تھی۔

عابیش ولاء میں صف ماتم بچھ گیا تھا۔کوئی بھی ہوش میں نہیں تھا۔

نو سال کی نار من باپ کا آخری دیدار کر رہی تھی۔گیارہ سال کا کبیر ایک بار پھر سے یتیم ہو گیا تھا۔

پاکستان میں دس سال کا زیان اور چھ سال کا آیان باپ اور چچا کی میت کے سامنے قابل رحم حالت میں بیٹھے تھے۔

نار من اپنی ماں کے ہمراہ اپنے باپ اور تایا کا جنازہ لے کر پہلی بار پاکستان آئی تھی۔

بہزاد ملک دانین اور کبیر کو بھی پاکستان لے آئے تھے۔

زیان، آیان اور کبیر نے اپنے ہاتھوں سے اپنے اپنے والد کو قبر میں اتارا تھا۔

'اللہ تو نور ہے پھر جس کا دل اس نور سے بھر جاتا ہے اس کا مقدر اعلی ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ جن کے ضمیر نبیوں کے سردار خاتمنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے حوض سے سیر اب ہوتے ہیں تو آرام اور سکون ان کی زندگیوں پر نشاور کر دیا جاتا ہے۔ درد، تکلیف، دکھ، دنیاوی، احساسات بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ بس ایک ہی ذات بچتی ہے اللہ اور بس اللہ۔

اور بیشک اللہ کی محبت حاصل کا راستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہو کر گزرتا ہے۔

سوئم کے ختم پر مسجد میں قاری صاحب خطبہ فرما رہے تھے۔ کبیر اور زیان قاری صاحب کے بالکل سامنے بیٹھے تھے۔

عورتوں کی قرآن خوانی کا اہتمام گھر میں ہی کیا گیا تھا۔

خطبہ ختم ہوا سبھی لوگ دعایہ کلمات کے بعد باری باری مسجد سے باہر نکلنے لگے۔

کبیر وہیں کا وہیں بیٹھا رہا۔

قاری صاحب نے کبیر کو دیکھا تو شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

اس نے بے رخی سے منہ موڑ لیا۔وہ اتنے دنوں سے لوگوں کی نظروں میں اپنے لیے بیچارگی دیکھ دیکھ کے اکتا گیا تھا۔دکھ اپنی جگہ مگر اس کے ماں باپ نے اسکی تربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔پھر وہ قابلِ رحم کیوں بنتا۔

'آپ نے غلط کہا کہ اللہ کی محبت کا راستہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔وہ ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔پھر اس کی محبت ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے بھلا وہ تو ہر وقت موجود ہے۔

قاری صاحب ایک بچے کے الفاظ پہ چونک گئے۔ ان کے حجرے کی طرف بڑھتے قدم وہیں رک گئے۔

کبیر کی سوجھی آنکھیں قاری صاحب کو اس کا دکھ چیخ چیخ کر بتا رہی تھیں۔

'آپ کو ایسا کس نے بتایا۔؟

قاری صاحب نے مسکرا کر پوچھا۔

میری ماں نے کہا تھا۔جب وہ مجھے چھوڑ کے جانے والی تھیں۔

کبیر کے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔اس کے آگے وہ تمام لمحہ کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔

اس نے سن لیا تھا کہ اس کی ماں بس کچھ دنوں کی مہمان ہے۔سات سال کا کبیر ماں کا ہاتھ پکڑے تڑپ تڑپ کر ماں سے کہہ رہا تھا۔

'امی مت جائیں۔ میں کس کے پاس رہوں گا۔ مجھے کھانا کون دے گا۔ اگر آپ چلے گئ تو میں کبھی اسکول نہیں جاؤں گا۔

اس نے گویا ماں کو دھمکی دی تھی۔ مگر ماں کے پاس زندگی کا پروانہ نہیں تھا۔

'میرے بیٹے میں میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ کے دل میں ہوں۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ میں کبھی آپ کو نظر نہ آوں۔ مگر میں اللہ سے ہمیشہ تمہارے لئے دعا مانگا کروں گی۔ دیکھنا تم جو چاہو گے تمہیں مل جائے گا۔ اللہ آپ کی ہر دعا قبول کریں گے۔ میں تو ایک ہوں مگر اللہ آپ سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

کبیر سسک رہا تھا۔ مکر ماں کے پاس اس کے لیے کوئ نوید نہیں تھی۔

'اچھا ادھر آؤ۔ آپ میرے بہادر بیٹے ہو نا۔ بس میرے بچے کبھی کمزور مت پڑنا۔ یہ یاد رکھنا کہ میں اللہ کے ہاں بھی ہمیشہ آپ کے لیے ہی دعا کروں گی۔ ہر دکھ مشکل میں اللہ کو یاد رکھنا۔ بس کمزور نہیں پڑنا۔

کبیر کو ماں کی نصیحت یاد تھی۔ وہ سچ میں کمزور نہیں پڑا تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کے سامنے رویا نہیں تھا۔ باپ اور ماں کے جنازے پر اس نے بین نہیں کیے تھے۔ لوگوں کی نظروں کی ہمدردی اس کو چبتی تھی۔

سات سال میں ماں کا جنازہ اور گیارہ سال کی عمر میں باپ کا جنازہ دیکھنے والے بیٹے کی روح کیا پتھر نہ ہو گئی ہو گی۔

'کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے آپ نے دوستوں سے بھی سنا ہو گا کہ کہ ان کی ماں ان کے فلاں بھائی یا بہن سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ یا بہن کو زیادہ کھلونے لے کر دیتی ہے۔ یا اس سے کم پیار کرتی ہے۔

اسی طرح اللہ پاک کی محبت بھی انسان کے لئے انسان کے معیار کے مطابق ہوتی ہے۔ جو اس کی راہ میں اپنی چاہ رکھ دیتا ہے۔ تو پھر اللہ بھی لاڈ اٹھاتا ہے۔ انسان کے راستے خود بخود کھلنے لگتے ہیں۔ مشکلیں آسانیوں میں بدل جاتی ہیں۔ دکھ خوشیوں کا روپ لے لیتے ہیں۔۔۔

قاری صاحب نے اس چھوٹے سے معصوم بچے کو بہت نرمی سے سمجھایا۔

'پھر اللہ کی نظروں میں اچھا بننے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے؟۔

کبیر نے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

'اس سب کیلئے انسان کو اپنا نفس کو مارنا پڑتا ہے۔ اپنی زندگی کو ہو بہو اس کے قانون کے مطابق گزارنا پڑتا ہے۔

'نفس کیا ہوتا ہے؟۔ کبیر نے ایک اور سوال کیا۔

'ہماری سوچ ہی ہمارا نفس ہے۔ انسان کو جب دنیا کی بری چیزیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ تو اسکا نفس گندہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر انسان اللہ کا حکم مانے تو اسے پھر دنیا میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔

کبیر کی جگہ اگر کوئی سامنے نوجوان بیٹھا ہوتا تو قاری صاحب اسے نفس کا فلسفہ سمجھاتے۔ مگر وہ بچہ تھا۔ اسے بچوں کی طرح ہی سمجھانا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنی عمر سے بڑا ہو گیا تھا۔ کیونکہ ماں باپ کے بعد اس نے اب اپنی ذمہ داری خود اپنے کندھوں پر رکھنی تھی۔

'پھر میں کیا کروں کہ کہ اللہ مجھے اب اور دکھ نہ دیں۔

کبیر کی آنکھوں میں آنسوں تیرنے لگے۔

'سب سے آسان طریقہ نماز ہے۔ جب ہم دن میں پانچ دفعہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو پھر ہمارا نام اللہ کے حاضری والے رجسٹر میں درج ہو جاتا ہے۔ پوزیشن ہمیشہ اسی بچے کی آتی ہے جو غیر حاضر نہ ہو۔ اس طرح ہم ہمیشہ اللہ کی پناہ میں رہتے ہیں۔

'کبیر آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ سب چلے گئے ہیں او ہمیں بھی جانا ہے۔

زیان کی آواز پر قاری صاحب نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا۔وہ اٹھ کے زیان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

قاری صاحب نے اپنی بھیگی آنکھیں زور سے بند کیں۔

72

'یار دیکھو میں پھر سے لیٹ ہو گیا۔کیا مصیبیت ہے۔

رالف بہت جلدی میں شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔جبکہ آیان کمفرٹر میں چھپا بیٹھا تھا۔

'بہت عرصے سے اس ایکٹریس کا انٹرویو لائن اپ تھا مگر وہ نک چڑی ہر بار ٹال دیتی تھی۔

'چلو اب تم دعا کرنا کہ میں وقت پر پہنچ جاؤ اور انٹرویو بہت اچھا ہو۔

وہ آخری بار سنگھار میز کے سامنے خود کو جج کرتے ہوئے بولا۔

'رالف تمہیں یہ میری گھڑی پسند تھی نا۔

آیان کی اواز پر راالف نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔

سفید بڑے سے ڈائل والی برگیوٹ گھڑی آیان نے اس کی طرف بڑھائی تھی

'تھی کیا مجھے تو ابھی بھی پسند ہے۔ کئی بار چوری کرنے کا سوچا مگر تم بہت چالاک ہو ہر بار میں پکڑا جاتا ہوں۔

'یہ تم رکھ لو۔

آیان دھیرے سے بولا

'ہاں یار شکریہ اچھی گھڑی ہے نا امپریشن اچھا پڑے گا اس چلتی پھرتی فیشن کی دکان پر۔۔۔۔۔۔ایک منٹ تم نے کہا کہ میں یہ رکھ لوں مطلب پکی پکی رکھ لوں۔۔۔۔ہمیشہ کے لیے

رالف کو جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

'تحفہ سمجھ لو۔اس بہانے تم مجھے یاد ہی کر لیا کرو گے۔

آیان کی آواز اداسی بھری تھی

'تم ایسے کیوں کہہ رہے ہو تم میرے بھائی ہو میں ہمیشہ تمہیں یاد رکھوں گا۔ہم ہمیشہ رابطے میں رہیں گے۔

رالف اس کے پاس بیڈ پر بیٹھا

'اچھا اب جاؤ زیادہ سینٹی نہیں ہو۔ ورنہ وہ تمہاری فیشن کی دکان اس بار بھی انٹرویو نہیں دے گی۔

'اوہ ہاں میں تو لیٹ ہو رہا ہوں۔

وہ دروازے کی طرف بھاگا۔

'مگر یاد رکھنا آیان تم میرے بھائی ہو۔ بھائی بھائیوں کا سہارا بنتے ہیں کبھی بھولتے نہیں۔

رالف سنجیدگی سے کہتا کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ مگر آیان کا دل جیسے پتھر ہو چکا تھا جس میں خوشی غمی کی کوئی ہلچل باقی نہیں بچی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نار من سمندر کنارے بیٹھی تھی۔رونے کے لیے بہترین جگہ سمندر کنارے کے علاوہ بھلا کیا ہو سکتی ہے۔

بس کھارے پانی میں کھارا پانی اتارتے جاؤ۔

'بابا آپ کہتے تھے نا سمندر بہترین رازدان ہوتا ہے۔مگر مجھے اب سمجھ آیا سمندر کا پانی بھی کھارا اور آنکھ کا انسو بھی کھارا۔بھلا ایک دوسرے کے راز کیسے نہیں رکھیں گے۔

آج اسے اس شہر کی ایک ایک اینٹ سے بھی اپنائیت محسوس ہو رہی تھی۔

'سارے راز سمندر کو بتاتی ہو مگر سمندر مدد کرنے تو کبھی نہیں آتا۔اپنے دکھ سنانے بھی تو خود ہی چل کر انا پڑتا ہے اس کھارے پانی کے کنارے۔تو بھلا یہ کیسا رازدان ہوا۔

کبیر اسکے ساتھ پتھر پہ بیٹھا تھا۔

نار من نے فورا گیلا چہرہ صاف کیا۔

'بابا کہتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔

'وہ صحیح کہتے تھے۔ مگر وہ یہ بتانا بھول گئے ہوں گے کہ شاید انسان کو کوئی ایسا شخص اپنے ساتھ ضرور رکھنا چاہیے جو ہر در بند ہونے کے بعد بھی اپ کے ساتھ کھڑا ہو۔

کبیر نے اس کی بات کاٹی تھی

'میرے پاس ہے ایسا شخص۔

وہ اسکی آنکھوں میں غور سے دیکھتے ہوئے بولی

'کون۔۔۔۔۔۔میں

وہ مسکرایا تھا

'مگر مجھے پتہ ہے آپ کہو گے کہ جو انسان خود اپنی مدد نہیں کر پاتا پھر دوسرے بھی اس کی مدد کرنے نہیں آتے۔

'مگر میں آج کچھ اور کہنا چاہتا ہوں

وہ اسکے زرا مزید قریب ہوا

نار من کا دل شاید دھڑکنا بھول گیا تھا۔

'تمہیں جب بھی لگے کہ تم ادبس ہو بس ایک بار آواز دے لینا۔ میں ساری دنیا سے لڑنے کے لیے تیار ہوں۔ تم جسے قصوروار پاؤ گی اللہ کی قسم وہ میرے غضب سے نہیں بچے گا۔

کبیر کے لہجے میں آج کچھ عجیب تھا۔ جیسے کوئی قرب کسی کے چھن جانے کا ڈر

'میں نے یہ تم سے کبھی نہیں کہا نا۔۔۔۔۔ کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔

نار من حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی

'مگر مجھے ہمیشہ تمہاری ضرورت رہی ہے۔ کلاس میں ایک چھوٹے سے ٹیسٹ سے لے کر بڑے بڑے ہوٹلز کے افتتاح تک۔ میری ہر کامیابی ادھوری ہے اگر میں اسے تمہارے ساتھ شیئر نہ کروں۔

سمندر کی لہریں بھی شاید سکون میں آ گیئں تھیں۔ کب سے کوئی لہر کنارے سے نہیں ٹکرائی۔

'نار من تم میری زندگی کا حصہ ہو۔ میری واحد رازدان۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ تم چلی جاؤ گی تو میں کیا کروں گا۔

وہ سامنے وسیع و عریض سمندر کو دیکھے جارہا تھا مگر شاید یہ اعتراف کا لمحہ تھا

'میں نہیں جاؤں کیا۔

وہ نم آنکھوں سے بولی

'جاؤ مگر ایسے مت جانا کہ کبھی واپس نہ آؤ۔ مقصد پورا ہو نہ ہو بس تم اپنے لیے واپسی کا راستہ کھلا رکھو گی۔ میرے لیے ہمارے خاندان کے لیے تمہیں واپس آنا ہے۔

وہ اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا

نار من شاید اب بولنے کی قوت بھی کھو چکی تھی۔

'تم آؤ گی نا۔

کبیر ایک امید سے اسے دیکھ رہا تھا۔

نار من نے اثبات میں سر ہلایا۔

کبیر نے مسکرا کے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں سے الگ کیے۔

کاش یہ لمحہ امر ہو سکتا۔

نار من کے دل نے شدت سے خواہش کی تھی۔

'تمہارے رہنے کا سارا انتظام ہو گیا ہے۔ میرے جاننے والے ہیں یہ سمجھو میرے بہت قریب ہیں۔ وہ تمہیں ایئرپورٹ سے رسیو بھی کر لیں گے۔

'میں کسی ہوسٹل میں۔۔۔۔۔۔

'کہاناوہ میرے بہت قریب ہیں۔ کیا تمہیں مجھ پہ بے اعتباری ہے۔

نار من نے نفی میں سر کو جنبش دی

'وعدہ کرو اپنا خیال رکھو گی۔ اور جب میں بلاؤں گا تم ایک لمحہ ضائع کیے بغیر واپس آؤ گی۔

'ٹھیک ہے۔

نار من کے چہرے پر حیا کے بہت سے رنگ ایک ساتھ جمع ہوئے۔

'میری ماما کا خیال رکھیے گا۔

'یہ کہنے کی بات ہے کیا۔

'اور اپنا بھی۔

اس بار وہ دھیرے سے بولی تھی۔

'ہاں یہ کہنے کی بات ہے۔بلکہ بہت ضروری بات ہے۔

وہ مسکرایا تھا۔

اور نار من کی ساری دنیا اس کے گال پر پڑنے والے گھڑے پہ مرکوز ہو گئی تھی۔

وقت سرکتا گیاریت گرتی رہی۔ بند مٹھی سے وقت پھسلا اور وہ دن آن پہنچا جب آیان کو پیرس الوداع کہہ رہا تھا۔

چارلس ڈی گالیئے ائیر پورٹ پہ معمول کے مطابق ہر طرف ہجوم جمع تھا۔

رالف بھیگی سی آنکھیں لیے آیان کے ساتھ سنگی بینچ پہ بیٹھا تھا۔

'ایک بات پوچھوں۔

رالف سنجیدگی سے بولا

'اگر بیلا اور تم ایک ساتھ ہوتے تو تم یہاں سے کبھی نہ جاتے نا۔

'بیلا اور میں کبھی بھی ساتھ نہیں ہو سکتے تھے رالف۔ کیا تم نے زمین اور آسمان کو کبھی ملتے دیکھا ہے۔ اگر زمین آسمان ایک ہوتے تو قیامت آجاتی۔

وہ بے بسی سے بولا تھا۔

'تم اسے کبھی بھول سکو گے۔

'نہیں۔ اس لیے میں پھر کبھی اس ملک میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ اس ملک نے مجھے وہ سکھایا ہے جس سے بدن میں جان تو اپنی ہوتی ہے مگر روح کسی اور کی قید میں رہتی ہے۔

'کیا مطلب۔

'اس ملک نے مجھے محبت کرنا سکھا دی ہے یار۔ اور وہ بھی ایسی کے ملو تو قیامت آ جائے بچھڑو تو ہجر کی سولی چڑھ جاؤ۔

وہ زہر خندہ سا مسکرایا تھا۔

'مجھے بیلا کی کال آئی تھی۔

'کیا کب۔ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔

'اس نے کہا تھا کہ آیان سے کہنا روشن ستارے والی بات اس نے غلط بتائی تھی۔ اسے ستارے میں غلط عکس نظر آیا تھا۔ اس لیے اب تم اپنا ستارہ خود ڈھونڈ لو۔

'ان شارٹ شی سیڈ موو آن باسٹرڈ۔۔

آیان نے رالف کے کندھے پر تھپکی دی تھی مگر اس کے چہرے پر تنزیہ مسکراہٹ تھی خود کو ڈانٹ دینے والی۔ تمام ارمان سلا دینے والی

رالف کی سمجھ میں ابھی بھی کچھ نہیں آیا تھا۔ مگر اب اسے جانا تھا۔

وہ آخری بار رالف کے گلے لگا۔ اور بھیگی آنکھوں سے ٹنل کی طرف بڑھا۔

'ہم بھائی ہیں۔ تم نہیں آؤ گے تو میں آ جاؤں گا۔

رالف نے اسے جاتے جاتے پکارا تھا۔

'لیکن اگر تم نے میرے بھائی کے سامنے مجھے بھائی کہا تو وہ ہم دونوں کو گھر سے باہر نکال دے گا۔ جائیداد میں ایک اور حصے دار وہ کبھی قبول نہیں کرے گا۔

آیان بلند آواز بولا۔

'تم پاگل ہو آیان۔

رالف نے شرٹ کے بازو سے بھیگی انکھیں صاف کیں تھیں۔

'پلین کی سیٹ اسے پل صراط لگ رہی تھی۔ جیسے تمام اعمال باری باری آنکھوں کے سامنے آرہے ہوں۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا لمحہ بھی اپنا حساب مانگے کھڑا ہو۔

'گڈ بائے پیرس

گڈ بائے رالف

گڈ بائے بیلا۔۔۔۔۔۔

آنسو اسکے کلین شیو چہرے پہ جزب ہوئے تھے۔ پاس سے گزرتی ایئر ہاسٹس نے اسے نگاہ بھر کے دیکھا تھا۔

شاید پاکستان کی ہواؤں میں کوئی جادو سا چل گیا تھا۔ کبھی نہ لوٹ کر آنے والے بھی واپس لوٹ رہے تھے۔

زیان آویزہ کے انتظار میں ایک ایک گھڑی گن گن کے گزارا تھا۔

اسکا دل اب دیدار کے لیے اور بھی زیادہ تڑپتا تھا۔

نار من بھی سفری بیگ تیار کر چکی تھی۔ اسے بھی دو دن میں باکو شہر کو الوداع کہنا تھا۔

بہزاد صاحب کمرے میں بنا دستک داخل ہوئے تو نار من گھبرا کے کرسی سے اٹھی تھی۔

'تم اب اتنی بڑی ہو گئی ہو کہ تمام فیصلے خود کر رہی ہو مجھے بتائے بغیر۔

'وہ کبیر نے کہا تھا کہ وہ آپ کو بتا دیں گے۔

'سارے فرض اسی کے ہیں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

وہ دھاڑے تھے۔

'سوری انکل وہ میں۔۔۔۔۔۔۔

'میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ لندن جاؤ یا امریکہ مگر اب یہاں واپس مت آنا۔سچ کہتے ہیں اپنا خون اپنا ہی ہوتا ہے۔

'انکل۔۔۔۔۔۔۔

وہ دھڑام سے دروازہ بند کرتے کمرے سے باہر نکلے تھے۔

نار من دروازے کے ساتھ ہی بیٹھی زمین پر سسک رہی تھی۔

ابھی چند ثانیے گزرے کے دروازے پر دوبارہ سے دستک سنائی دی۔

وہ ایک جھٹکے میں اٹھی دروازہ کھولا تو سامنے دانین کھڑی تھی۔جو قسمت سے ہی گھر نظر آتی تھی۔

مگر اس کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ اج وہ خاص طور پہ نار من کے لیے رکی ہے۔

'اوہ تم تم جا رہی ہو۔ شکر ہے ہم سے بھی عذاب ٹلا۔

وہ دروازے کی چوکھٹ پر ہی کھڑی تھی

'دانین میں نے کیا بگاڑا ہے تم لوگوں کا

نار من چیخی تھی۔

'تم نے تمہاری ماں نے ہمارا ہستا بستا گھر اجاڑ دیا۔ سننا چاہتی ہو تو سنو اگر تمہاری ماں چاہتی تو میری ماں اس گھر سے کبھی نہ جاتی۔ میرے باپ کو اکسانے والی تمہاری ماں تھی۔

'تم کیا بکواس کر رہی ہو۔ میری ماما اور تمہاری ماما کزنز تھیں۔ وہ فیملی تھیں۔

'اگر فیملی ہوتی تو تمہاری ماں پردہ رکھتی۔ کیا غلطی تھی میری ماں کی بس وہ اپنی زندگی جینا چاہتی تھی گھومنا پھرنا چاہتی تھی ایکسپلور کرنا چاہتی تھی۔ تمہارے باپ کو یہ سب پسند نہیں تھا اس لیے تمہاری ماں تو کہیں باہر اجا نہیں سکتی تھی تو اس سے میری ماں کی ازادی بھی ہضم نہیں ہوتی تھی۔

'بس کرو دانین اللہ کا واسطہ ہے اتنے بڑے الفاظ مت بولو کہ جن کا بوجھ نہ تم اٹھا سکو نہ میں۔

نار من نے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھے تھے۔

'بلی کبوتر کی بند آنکھیں دیکھ کر رحم نہیں کیا کرتی نار من حقیقت جھٹلائی تو جا سکتی ہے مگر ٹالی نہیں جا سکتی۔

مگر خیر اب جا رہی ہو تو کبھی مت آنا واپس۔ ملک ہاؤس میں کسی راجپوت کی گنجائش اب نہیں نکلتی۔

دانین کی ہیل کی ٹک ٹک نار من کو اسکے کان کے پردے پھاڑتی محسوس ہوئی۔

اسکا سانس اٹک رہا تھا۔

مسز نازلی اسے سہارا نہ دیتیں تو شاید اسکے دماغ کی رگیں پھٹ جاتیں۔

'سر میٹنگ کے بعد آپکو مسز رضوی سے ملا ہو گا اور شام چار بجے۔ لنچ آپ گولڈن سٹار والوں کے ساتھ کریں گے۔

نوال زیان سفیر کے آفس میں اس کے بالکل عین سامنے کھڑی اسے پورے دن کا شیڈول سمجھا رہی تھی۔

'پتہ نہیں مجھے کیوں لگتا ہے میں آج کچھ بھی نہیں کر پاؤں گا۔

وہ اکتایا کا بولا

'زیان بھائی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔

نوال کے چہرے پر فوراسے فکر مندی کے اثار نظر ائے

'ہاں ٹھیک ہوں۔بس بے چینی سی ہے اصل میں میں کچھ دن سے کسی کا انتظار کر رہا ہوں۔وقت نہیں گزر رہا بس۔

وہ بظاہر فائل کے اوراق الٹ پلٹ کر رہا تھا۔

'وقت گرگٹ کی طرح پل میں بدل جاتا ہے سر۔انتظار کرنے والوں کے لیے ایک سیکنڈ ایک گھنٹہ بن جاتا ہے۔خوشی منانے والوں کے لیے گھنٹے سیکنڈ کی رفتار سے گزر جاتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی من چاہا زندگی میں آجائے تو یہ ایک ایک لمحہ سحر عشق معلوم ہوتا ہے۔

زیان اسے بہت غور سے سن رہا تھا۔

'کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے۔

نوال کو امید نہیں تھی کہ ہمیشہ اپنے خلا میں رہنے والا انسان بھی کبھی ایسے روبرو اس سے انتہائی ذاتی بات پوچھے گا۔

'نن۔۔۔۔۔ نہیں مگر میں نے ہمیشہ محبت کرنے والوں کو تڑپتے دیکھا ہے۔ محبت بس ہو تو جاتی ہے مگر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

زیان نے اسے غور سے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پہ ایک رنگ سا گزر گیا تھا۔

وہ جیسے ہی دروازے کی طرف بڑھی۔

دروازہ دھڑام سے کھلا اور نوال کے ماتھے سے ٹکرایا وہ لکھڑا کے زمین پہ جا گری۔ ہاتھ میں پکڑی تمام فائل بھی ٹائلز لگے فرش پہ بکھر گئیں۔

'نظر نہیں آتا۔۔۔۔۔۔

اس نے جیسے ہی اندر داخل ہونے والے انسان کو دیکھا وہ حیرت کا مجسمہ بن گئ

زیان بھی پتھر کی مورت بنے اس انسان کو ہی دیکھ رہا تھا۔

آنے والا نوال کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھا تھا وہ ابھی تک زمین پہ بیٹھی اسے حیرت سے گھورے جا رہی تھی۔

'ارشاد کیا ہے۔

"زندگی میں جب بھی کوئی مشکل مقام آیا

نہ بریک نے ساتھ دیا نہ کوئی گیئر کام آیا۔

'تم ادھر آؤ زرا دو نمبر شاعر بتا نہیں سکتے تھے آنے سے پہلے۔

'یار بھائی ایسے تو نہ کہو ابھی تازہ ترین شعر یاد کر آیا ہوں ایک ٹرک سے۔ اور قسمت دیکھو اپنی اس کزن پہ کیسے فٹ آیا ہے۔

زیان آیان کو گلے لگائے کھڑا تھا۔

'کزن اب تم اٹھ جاؤ قسم سے ایسا ویلکم تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

آیان نے نوال کی طرف ہاتھ بڑھایا

'خود اٹھ سکتی ہوں میں۔ تم پہلے اپنی انکھوں کا علاج کرواؤ خواب بعد میں دیکھ لینا۔

وہ جل بھن کے بولی تھی۔

'ارے تم تو ناراض ہی ہو گئ۔ چلو پھر ایک اور شعر سنو۔

وہ اسکے سامنے بیٹھا اسکی فائلز سے گرے کاغز اٹھا رہا تھا۔

'عرض کیا ہے۔۔۔۔۔ غور سے سننا سپیشل تمہارے لیے۔۔۔۔۔۔

"دور دور رہتی ہے پاس نہیں آتی

اہم اہم۔۔۔۔۔۔

دور دور رہتی ہے پاس نہیں آتی

کچھ لوگوں کو عزت راس نہیں آتی۔

آیان کے ساتھ ساتھ زیان کا بھی کہکا بلند ہوا تھا۔

جبکہ نوال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے قتل ہی کر دے۔وہ کاغذات وہیں زمین پر چھوڑ کے زیان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی

'سر اسے سمجھا لیں آپ۔ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔

'کیوں شعر اچھا نہیں لگا ایک اور سناؤں کیا۔

آیان اسکے کان کے پاس اونچی آواز میں بولا۔

'اب بس کرو آتے ہی تم نے اپنے کرتب دکھانا شروع کر دیے ہیں۔ اپنے مادری کا تو انتظار کر لیتے۔

'کیوں تم نے مداری والی نوکری چھوڑ دی ہے کیا؟

'آیان تم یہیں پٹو گے میرے سے یا گھر جا کر۔۔۔۔

'ہاہاہاسوری۔ پتہ ہے کتنا مس کیا میں نے سب کو

وہ پھر سے زیان کے گلے لگا تھا۔

مریضِ عشق آیان پیرس میں ہی شاید کہیں رہ گیا تھا۔ یہ انسان تو کہیں سے بھی ٹوٹا ہوا نہیں لگ رہا تھا۔

نار من سفری سامان کو آخری بار جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔وہ جب سے ماں سے مل کر آئی تھی اس کے انسو نہیں تھم رہے تھے۔ماں سوتی رہی اور وہ نہ جانے کتنے گھنٹے ماں کے سرہانے بیٹھی رہی۔

جب ماں نے بلا اخر انکھیں کھولیں تو انہوں نے اسے پہچانے سے انکار کر دیا۔

'تم میری بیٹی نہیں ہو۔میری بیٹی میرا بیٹا میرا شوہر سب مر گئے ہیں۔تم۔۔۔۔تم مجھے مارنے آئی ہو نا اب۔

مسز عابیش کسی صورت کنٹرول میں نہیں آ رہی تھیں۔وہ بار بار اپنی ہی بیٹی کو مارنے کی کوشش کرتیں۔

مجبوراً نرس کو انہیں پھر سے نیند کا انجیکشن دینا پڑا۔

وہ آنسو پونچھتی دل مضبوط کرتی وہ جو بھی کرتے ہیں مگر ماں کا دکھ باپ کا دکھ چار سالہ بھائی کا دکھ وہ کہاں کہاں سے دل کو ڈھارس دیتی۔

کمرے پر ہلکی سی دستک کی اواز آئی اور اگلے ہی لمحے آنے والا دروازہ کھول کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

'تم ٹھیک ہو نار من۔مجھے ڈاکٹر حکام کی کال ائی تھی وہ بتا رہے تھے کہ انٹی تمہیں۔۔۔۔۔

کبیر کے الفاظ اسی کے حلق میں ہی اٹک گئے تھے وہ کیا کہتا ہے کہ اسی کی ماں اسی کو مارنے کی کوشش کر رہی تھی۔

نار من کی آنکھوں میں پھر سے بہت سارا پانی جمع ہوا۔

'کاش میں بھی اس حادثے میں مر جاتی۔

ایک دم آنسو بہنے لگے تھے۔

کبیر کو اپنا آپ بہت بے بس محسوس ہوا۔وہ اسکے سامنے مجرموں کی طرح نگاہیں جھکائے کھڑا تھا۔

'کبیر اگر میں بھی مر جاؤں تو کیا آپ میرے قاتلوں کو بھی ایسے ہی سر عام جانے دیں گے۔

پتہ نہیں کس مان یقین سے وہ کبیر کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

کبیر نے آگے بڑھ کے اسے سینے سے لگایا تھا۔

دونوں کے الفاظ دم توڑ گئے تھے۔وہ دونوں بنا آواز رو رہے تھے۔

فرق بس اتنا تھا کہ صنف نازک کے آنسو کبیر کی شرٹ میں جذب ہو رہے تھے۔اور کبیر کے اپنے انسو اس کے دل پر گر رہے تھے۔

وہ مرد ہے ایک بہادر مرد آنسوؤں کی کیا اوقات کہ اس کے ضبط کی توہین کر جاتے۔

'یار قسم سے اپنے ملک کی بات ہی کچھ اور ہے۔ باہر سے ڈگری لے کر آؤ تو بندہ اپنے آپ کو محمود غزنوی سمجھنے لگتا ہے۔

زیان ڈرائیونگ سیٹ پر برجمان بہت احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ قبرستان سے اب دونوں واپسی پر گھر جا رہے تھے۔

آیان اپنی ڈگری اپنے باپ کو کیسے نہ دکھاتا۔

فراز راجپوت، سفیر راجپوت اور اقبال ملک کی قبریں بالکل ساتھ ساتھ تھیں۔

بالکل صاف ستھری جڑی بوٹیوں سے پاک جگہ تھی۔

زیان باقائدگی سے اپنے والد کی قبر پر حاضری دیتا رہا تھا۔

آیان گاڑی میں بیٹھتے ہی ایک منٹ کے لیے بھی خاموش نہیں ہوا تھا۔

'کیا مطلب ہوا اب اس بات کا۔

زیان کا دھیان شاید کہیں اور تھا۔ محبت کے روگی بیٹھے بٹھائے عشق کے نہ جانے کتنے جہان پار کر لیتے ہیں۔

'یار سومنات کا مندر تباہ کرنا اب آسان کام تو نہیں تھا نا۔ باہر سے ڈگری لینا بلکہ اُن انگریزوں سے ڈگری چھیننا بھی آسان نہیں ہے۔

'پتہ نہیں تم اتنا کیسے بول لیتے ہو۔

زیان یوٹرن لیتے ہوا بولا

'بولنے کے لیے انسان کو ذہانت درکار ہوتی ہے۔ تاکہ دماغ جلدی جلدی نئے نئے الفاظ پروسس کرتا رہے۔

'ایسی ذہانت تمہیں ہی مبارک ہو میرے بھائی۔

ویسے کچھ تو بات ہے۔۔۔۔۔۔تم کچھ چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے نا۔

زیان نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔

'کیا مطلب اب انسان ڈگری لے کر خوش ہو بھی نہ ہو۔

'تم کتنے خوش ہو صاف نظر آ رہا ہے۔

آیان کی مسکراہٹ اچانک سے سمٹ گئی تھی۔

'ایسی کوئی بات نہیں ہے۔جیٹ لیگ ہے اس لیے تمہیں ایسا فیل ہو رہا ہو گا۔

آیان نے جیکٹ کی جیب سے موبائل نکالا اور خود کو مصروف ظاہر کرنے لگا۔

جبکہ زیان اسکا بھائی بلکہ بڑا بھائی اس کی ایک ایک حرکت کو بغور جج کر رہا تھا۔

گاڑی آرچرڈ ویلی میں داخل ہوئی تو آیان سیدھا ہو کہ بیٹھا تھا۔

راجپوت فیملی کی دو مربع زمین میں سے موٹروے گزری تھی۔ وہ خاندان غریب نہیں تھا۔ مگر آدھا مربع موٹروے میں آنے کے بعد انکو اچھی خاصی رقم ملی تھی۔

دونوں بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ زمین کے کچھ حصے میں رہائشی کالونی کاٹ لی جائے۔

موٹروے قریب ہونے کی وجہ سے اس کالونی کو کافی شہرت ملی۔ بڑے بڑے سرمایہ کاروں نے اس جگہ گھر بنائے۔ یہ علاقہ شہر کی شور شرابے سے زرا سا دور تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ مزید ترقی ہوئی اس جگہ کے آس پاس ہوٹل شاپنگ مال بننے لگے۔اور پھر کچھ عرصہ پہلے وہاں یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئ اور دوسرے شہروں سے آنے والے امیر طلبہ نے فلیٹ رینٹ پہ لینا شروع کیے۔

اور یوں زیان سفیر چھوٹی سی عمر میں بزنس ورلڈ کا امیر ترین انسان بنا۔

نوال بھی اپنی چچازاد بہن کے ساتھ (یونیورسٹی سٹوڈنٹ) اسی ویلی کے ایک فلیٹ میں رہ رہی تھی۔

گاڑی ایک ایک حسین ولاہ کے گیٹ میں داخل ہوئی تو سامنے ہی مسز سفیر آپا کبریٰ اور گارڈ ہاتھوں میں پھولوں کی پتیاں پکڑے کھڑے تھے۔

جیسے ہی زیان اور کبیر جیسے ہی گاڑی سے نکلے ان پر پھولوں کی برسات ہوئی۔

آیان ماں کے گلے جالگا۔ مسز سفیر بیگی انکھوں سے بیٹے کا چہرہ چوم رہی تھیں۔

'ارے نہ کریں یار یہ اپا کبریٰ نہیں ہو سکتیں۔ اپ کی جیسے جیسے عمر بڑھ رہی ہے آپ تو مزید خوبصورت ہوتی جارہی ہیں۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے ہمارے گھر کے باہر لڑکوں کی لائنیں نہ لگنی شروع ہو جائیں

سنتالیس سالہ مسز کبریٰ شرم سے گلابی ہو گئی تھیں۔

اچانک آیان کے سر پر پھولوں کی ڈوڈیاں ٹپ ٹپ گرنے لگی۔اس نے اوپر بالکنی میں دیکھا۔

نوال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ڈوڈیوں کے ساتھ ساتھ وہ پلیٹ بھی اس کے سر پہ دے مارے۔

مسز سفیر نے اگے بڑھ کے اپنے دونوں بیٹوں کا صدقہ اتارا اور ہزار ہزار کے چند نوٹ ملازمین میں تقسیم کیے۔

جبکہ آیان کا شاطر دماغ نوال سے بدلہ لینے کے منصوبے بنانے لگا تھا۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو زکوۃ کا کہا تو قارون برا مان گیا۔ قارون سوچ میں پڑ گیا کہ اتنی رقم میں زکوۃ میں آخر کیوں دوں؟ قارون نے زکوۃ سے بچنے کے لیے عورت کو پیسے دیئے کہ تم موسیٰ علیہ السلام پہ بدکاری کا الزام لگاؤ. موسیٰ علیہ سلام ایک مجمعے میں لوگوں سے وعظ فرما رہے تھے کہ وہاں وہ عورت بھی پہنچی موسیٰ علیہ السلام سے مجمع میں ایک پوچھنے والے نے پوچھا " کہ جو انسان کسی عورت سے زنا کرے اسکی کیا سزا ہے " موسیٰ علیہ سلام نے فرمایا اگر وہ انسان شادی شدہ ہے تو اسکو پتھر مار کر قتل کیا جاے " اس نے کہا یہ عورت کچھ کہنا چاہتی ہے اس نے عورت کو کھڑا کیا ۔ موسیٰ علیہ سلام نے کہا " کیا کہتی ہو بی بی کیا مسئلہ ہے آپکا " اسکی نظر پڑی نور نبوت پہ تو اس نے کہا "

میں کچھ نہیں کہتی قارون نے مجھے پیسے دیئے تھے کہ آپ پہ بدکاری کا الزام لگا دوں "

موسیٰ علیہ سلام فورا سجدے میں گرے اللہ نے فرمایا موسیٰ آج تو زمین کو جو حکم دے گا وہ اسکی تعمیل کرے گی موسیٰ علیہ سلام جلال میں کھڑے ہوے اور زمین کو کہا " پکڑو اسے " جب زمین نے ایک دم قارون کو کھینچا اور پیروں تک زمین میں چلا گیا تو قارون نے کہا

" اے موسی مجھے معاف کرو "

موسی علیہ سلام نے کہا " اسکو اور پکڑو " کہ زمین نے اسکو مزید کھینچا اور پیٹ تک چلا گیا ۔ قارون نے چیخ کر کہا کہ موسیٰ مجھے معاف کرو ۔ قارون کہتا ہے معاف کردو موسی علیہ سلام نے فرمایا اور پکڑو اور یوں زمین نے اسکو پورا کھینچ لیا ۔

کچھ وقت بعد اللہ نے جبرائیل کو اتارا۔ فرمایا. " موسیٰ ـــــــ بڑا مضبوط ہے تیرا دل ـــــــ اس نے تیری اتنی منتیں کی اور یہ نرم نہ ہوا میری عزت کی قسم اگر قارون مجھے ایک بار بھی پکارتا تو میں اسکو زمین سے واپس نکال لیتا "

اللہ اکبر ـــــــ جو قارون کو معاف کرنے کے لیے تیار ہے پھر ہم تو اسکے محبوب ﷺ کی امت ہیں کیا وہ ہمیں معاف نہ کرے گا. لیکن ہم بھی اس کو پکاریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں تو تب ناں...!

ہمارے گھر میں ایک کونہ ایسا ہونا چاہیے جہاں ہم کبھی انکھیں موند کر بیٹھیں اور اپنا احتساب کر سکیں۔

اور پھر رابعہ بصری علیہ السلام نے نہیں کہا تھا کیا کہ اللہ پاک توبہ توفیق صرف اسی انسان کو دیتا ہے جس کو اس نے معاف کرنا ہو۔

آپا جی نے درس ختم کیا۔ عورتوں کی بھیڑ سے فارغ ہوئیں تو ایک شناسا چہرہ انکو مسکراہٹ سجائے دیکھ رہا تھا۔

'سعیدہ آپا کیسی ہیں آپ۔ بہت دن بعد چکر لگایا۔

'حانم آپا میں اپ کے پاس خوشخبری لے کر آئی ہوں میرا دوسرا بیٹا آیان بھی تعلیم مکمل کر کے واپس آگیا ہے۔

مسز سفیر مدرسے کی بچیوں کے لیے کھانا اور کپڑے لے کر آئیں تھیں۔

'بہت بہت مبارک ہو بہن۔ اللہ انکو مزید کامیابیوں سے نوازے۔

'مگر آپا اس میں کچھ بدل گیا ہے۔ وہ پہلے جیسا نہیں ہے۔ اسکی ہنسی مجھے کھوکھلی سی لگتی ہے۔

'اچھا۔ فکر نہیں کریں بہن اب آگیا ہے نا تو کہیں نہیں جائے گا تمام اندھیرے اب روشنیوں میں بدل جائیں گے۔ ماں کی ممتا اسکی زندگی کو روشن کر دے گی۔

'آپا مجھے کوئی وظیفہ بتائیں میرے بیٹے ہر مصیبت سے بچے رہیں انکو کبھی کوئی دکھ نہ ملے۔

مسز سفیر کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

'سورۂ بقرہ کی تلاوت باقاعدگی سے کیا کریں۔ اور گھر میں جب موقع ملے کسی ٹی وی یا کمپیوٹر میں تلاوت لگا دیا کریں۔

'بہت شکریہ آپا۔

اپا جی شاید مسز سفیر سے چھوٹی ہی تھیں مگر انکو ادب واحترام مین سب آپا جی ہی کہتے تھے۔

عورتوں سمیت تمام بچے سامنے لمبے لمبے برآمدوں میں کھانا کھانے میں مصروف تھے۔

مدرسے کی ہی دوسری جانب آپا جی کا گھر تھا۔ بیچ میں ایک دیوار ہے جس میں آنے جانے کے لیے ایک دل دروازہ لگا رکھا ہے۔

مدرسے میں حفظ و تفسیر کرنے والوں کے لیے رہائش کا انتظام بھی ہے۔ جبکہ مدرسے کے اوپر والے پورشن میں عورتوں کے لیے سلائی کڑھائی کا کام ہے۔

عورتیں مختلف طرز کے ملبوسات تیار کرتیں اور آپا جی کے بڑے بیٹے حسن ولید جو کہ خود حافظ اور قریبی مسجد کے امام ہیں۔

وہ اپنی نگرانی میں ملبوسات کا ارڈر لیتے اور فروخت کرتے۔ عورتوں کو ان کا منافہ دے دیا جاتا ہے۔

آپا جی کے چھوٹے بیٹے ریحان حسن نے اپنی والدہ اور بھائی کے برعکس کیمسٹری میں ایم فل کیا اور ایک کالج میں تو لیکچرار خدمات دے رہے ہیں۔

شوہر کی وفات کے بعد آپا جی کو سسرالی دباؤ کی وجہ سے آپا جی کو آذربائجان سے پاکستان واپس آنا پڑا۔

بس یہی ان کی کل دنیا ہے۔وہ سوشل ورکر کے ساتھ ساتھ دینی خدمات کا فریضہ بھی خوب ادا کر رہی ہیں۔

75

نار من نے ایک آخری بار اداس نظروں سے اپنے کمرے کو دیکھا۔اور پھر نظریں بالکنی پہ ٹھہر گئیں۔

یہ بالکنی ان دونوں کی محبت کی واحد رازدان ہے۔وہ محبت جس کا اعتراف وہ دونوں کبھی نہیں کر سکے تھے۔

وہ آنسو صاف کرتی کمرے سے باہر نکلی اسکا رخ بہزاد صاحب کے کمرے کی طرف تھا۔

وہ الفاظ بن رہی تھی۔بے وجہ کے سوالات کے جواب سوچ رہی تھی۔

وہ کینیڈا میں کہاں رہے گی۔ کیا پڑھے گی۔ کب لوٹے گی وغیرہ وغیرہ

کیونکہ بہزاد صاحب نہیں جانتے تھے کہ وہ پاکستان جا رہی ہے۔

اس نے تیسری بار دروازے پر دستک دی مگر بیزار صاحب نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔

مان ٹوٹ رہا تھا۔ کیا وہ الودائی کلمات کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ خود دروازے کی ناب گھماتی دانین کی آواز پر اس کے ہاتھ ساکن ہو گئے۔

'اوہ تو فائنلی بلا ٹلنے والی ہے۔

وہ چکن سیلڈ باؤل ہاتھ میں پکڑے شاید کچن سے آ رہی تھی۔

'تم کبھی مجھ سے نفرت کرنا نہیں چھوڑ سکتی نا۔

نار من درد سے بولی تھی۔

'میں تمہیں ہنس کے چھوڑ سکتی ہوں ڈیئر مگر تم سے نفرت کرنا بالکل بھی نہیں۔

دانین کی نظروں میں آج بھی اس کے لیے آگ ہی تھی۔ مگر ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے ہوئے وہ اچھے موڈ میں لگ رہی تھی۔

'میں جا رہی ہوں دانین۔ مگر تمہیں ایک سچ بتاتی ہوں جو شاید تمہیں کڑوا لگے۔

یہ گھر، یہ ہوٹل یہ بنک بیلنس سب کچھ میری ماں کی وراثت تھا۔ جو اب مجھے مل چکا ہے۔ کس نے اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے اور کتنا ثواب کمایا تم اچھے سے جانتی ہو۔ آرچرڈ سے ہوٹلز کی چین کیسے بنی وہ بھی تم سمجھتی ہو۔

نارمن کی انکھوں میں آج پہلے جیسا کچھ نہیں تھا۔وہاں ہمت تھی اور بہادری سے مقابلہ کرنے کا عزم

'میرے باپ کی محنت سے بنا ہے وہ سب کچھ۔تمہاری ماں تو کب سے اپنے کیے کا انجام بھگت رہی ہے اس پاگل خانے میں۔

دانین بھی ڈرنے والوں میں سے نہیں تھی۔

'میری ماں نے تمہیں اس وقت اپنی گود میں پالا جب تمہاری ماں کسی اور کے لیے تمہیں اور تمہارے باپ کو چھوڑ گئی تھی۔

اور تم نے کہا تھا نا کہ میری ماما نے انکل کو اکسایا تھا تو یاد رکھو عورت چاہے تو اپنے گھر اور اپنے اولاد کی خاطر سیلاب کا بھی رخ موڑ سکتی ہے۔

ماں کبھی نہیں بہکتی دانین اگر ان میں ممتا کا جذبہ ہوتا تو وہ تمہیں کبھی لاوارثوں کی طرح چھوڑ کے نہ جاتیں۔

نارمن ترس کھانے والی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

'تم آخر خود کو سمجھ کیا رہی ہو۔ میرے بابا نہ ہوتے تو یہ سب بزنس کب کا ٹھپ ہو چکا ہوتا۔

دانین چیخ کر بولی تھی۔

'اس لیے میں نے انکل کی ہمیشہ دل سے عزت کی ہے۔ اور تمہاری حرکتوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی برداشت کیا ہے۔ کیونکہ میں احسان فراموش نہیں ہوں تمہاری طرح۔

'کیا کہنا چاہ رہی ہو تم کون سا احسان؟

دانین ایک قدم اس کے قریب ہوئی۔ مگر اس بار نار من ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی

'میری فلائیٹ ہے تمہیں سمجھانے کا میرے پاس بالکل بھی وقت نہیں ہے۔ مگر ان شارٹ میری ماں نے تمہیں اور انکل کو اس ملک میں نہ صرف پناہ دی۔ بلکہ روزگار کا ایک بہترین ذریعہ بھی دیا۔

دانین کے چہرے کے آثار تناؤ زدہ تھے۔ اسکے پاس اب مزید بحث کو کچھ نہیں بچا تھا۔

'چلتی ہوں۔ مگر یاد رکھو میں واپس آؤں گی۔ میں اپنے باپ کی طرح خاموش موت نہیں مروں گی۔

نار من نے بہزاد صاحب کے بند دروازے کو ایک نظر دیکھا اور فخر سے تنی ہوئی گردن کے ساتھ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

جبکہ بند دروازے کے پیچھے بہزاد صاحب نے قرب سے آنکھیں بند کی تھیں۔

جبکہ کبیر سڑھیوں کے اوپر اس منظر کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔یا تو نار من ایک اچھی ایکٹر تھی یا

پھر اس میں سچ میں ہمت آگئی تھی۔

دانین پیر پٹکتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔اور کبیر چہرے پر شرارتی سی مسکراہٹ لیے پورچ میں داخل ہوا جہاں نار من گاڑی میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

'ویسے امی مجھے تو دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔زیان کوئی تو کھچڑی پکا رہا ہے۔جب سے آیا ہوں بے چین سا ہے۔

آیان گلاس ونڈو کے پار لان میں زیان کو ٹہلتے ہوئے دیکھ کر ماں سے شکایتی انداز میں بولا۔

'بدلے سے تو تم لگ رہے ہو مجھے۔سچ بتاؤ سب ٹھیک ہے نا میرے بچے۔کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔

سعیدہ بیگم نے آیان کے چہرے کو ممتا بھری شفقت سے چھوا۔

'ارے چھوڑیں امی آپ کی تو نزدیک کی نظر پہلے ہی کمزور ہے آپ کو کہاں کچھ نظر آنا ہے۔مجھے ہی کوئی جگاڑ لگانا پڑے گا۔

وہ بات مکمل کر تا لان کی طرف بھاگا جبکہ ماں نے اپنے دونوں بیٹوں کے لیے اللہ سے سکون مانگا تھا۔

ماں اولاد کے دل کا حال جانتی ہے۔وہ کب کس لے میں دھڑکتا ہے ماں سے بہتر کون جانتا ہو گا۔

آیان نے بہت پر جوش سا ہو کر سامنے گھاس لگے صحن کا دروازہ کھولا مگر وہ وہی رک گیا تھا۔بالکل جامد، ساکن

'کیا زیان بھی اسی درد سے گزر رہا ہے جو تکلیف میں پیرس سے اپنے ساتھ لایا ہوں۔نہیں میرا بھائی محبت نہیں کر سکتا۔

زیان اب واک ختم کر کے وہاں موجود سفید کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔

دایئں ہاتھ میں موبائل پکڑے موبایل سے ہی وہ اپنے ماتھا سہلا رہا تھا۔

آیان نے دل کو دلاسا دیا اور صحن کی طرف قدم بڑھائے۔

'مگر محبت کرنے والوں والوں کے چہرے بدل جاتے ہیں۔ میرے بھائی کا بھی چہرہ بدل گیا ہے۔ مگر میں اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہتا کہ میرا بھائی بھی وہی درد اٹھائے گا جو میرے دل میں ایک ناسور کی طرح پل رہا ہے۔

'ارے تم وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو یہاں آ آؤ۔

زیان نے ایان کو گم سم سا پول کے پاس کھڑے دیکھا۔

'کچھ نہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا چہرہ بھی بدل گیا ہے۔

وہ اس کے پاس کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ آیان آج کچھ سنجیدہ سا نظر آ رہا تھا۔

'کیا۔کیسے۔۔۔۔

زیان نے اپنے چہرے کو موبائل سکرین میں دیکھا

'پرانے وقتوں میں جب لڑکے لڑکی کی محبت گناہ عظیم ہوا کرتی تھی۔لڑکیاں من ہی مانے میں اپنے شہزادے کے خواب سجالیتی تھیں۔اور شہزادے کو اس محبت کی بھنک بھی نہیں پڑتی تھی۔مگر گھر والے جان جاتے تھے کہ لڑکی اب گناہ عظیم میں مبتلا ہے

زیان بہت غور سے اسے سن رہا تھا۔

'پوچھو کیسے۔

زیان نے ایک آنکھ کیآئی برو اٹھا کر پوچھا کیسے ؟

'ان لڑکیوں کے چہرے جو بدل جایا کرتے تھے بالکل جیسے تمہارا بدل گیا ہے۔

'کیا فضول بات ہے۔ پتہ نہیں کہاں سے سن کے آئے ہو۔ اگر ایسا ہے تو چہرہ تو پھر تمہارا بدلہ ہوا ہے جب سے آئے ہو۔ حرکتیں تو جناب تمہاری مشکوک لگ رہی ہیں مجھے۔

زیان جھنجھلا گیا تھا جیسے رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر کوئی مجرم کوطوال کو ہی اڑے ہاتھوں لے لے۔

'چہرہ پتہ ہے کب بدلتا ہے؟

آیان کے چہرے پر سنجیدگی قائم تھی۔

'جب ہجر برداشت سے باہر ہو اور محبوب وصل کی تمنا بھی نہ کرے۔

زیان کے دل کو جھٹکا سا لگا تھا۔ اسکی آنکھیں ساکن ہو گئیں تھیں۔

'وہ چاہے وصل کی تمنا نہ کرے مگر میرے ہجر پر رحم ضرور کھائے گی۔

'زیان میں نہیں چاہتا کہ تم کسی تکلیف سے گزرو۔ یا کوئی تم پر رحم کھائے اور پھر محبت کرے۔ تم محبت ڈیزرو کرتے ہو ایسی محبت جو ڈنکے کی چوٹ پر ہو ترسی ہوئی نگاہوں میں محبت مت ڈھونڈنا کبھی۔

آیان نے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو گھٹنے سے رگڑا تھا۔

'تم محبت کے بارے میں کیا جانتے ہو۔

زیان شاید اپنے جذبات آیان کی زبانی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

'میں نہیں جانتا محبت کیا ہوتی ہے بس اتنا پتہ ہے کہ جب کوئی بچھڑ جائے تو پوری دنیا بھی وہ سکون نہیں دے سکتی جو اس ایک کی مسکراہٹ کے صدقے کسی چاہنے والے کو ملتا ہے۔

'کون ہے وہ۔

زیان نے اسے حیرانی سے دیکھا یہ تو اس کا شرارتی سا بھائی نہیں تھا۔

'ہے نہیں تھی اور کبھی ہو بھی نہیں سکتی۔اس لیے اس چیپٹر کو کلوز کرو اور اپنے مدعے پر آؤ۔

'میرا کوئی مدعا نہیں ہے۔

زیان نے بات کوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔

'ٹھیک ہے۔مت بتاؤ میں تمہاری پرائیویسی ڈسٹرب نہیں کروں گا۔مگر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں جہاں کہیں بھی ضرورت پڑے۔

'ہمم۔۔۔مجھے یاد آیا تمہاری کمپنی کے لیے میں نے اپنے آفس کا اوپر والا پورشن خالی کروالیا ہے۔زیادہ جگہ نہیں ہے مگر چینل سٹارٹ کرنے کے لیے بہترین ہے۔تم اپنی ٹیم بناؤ انٹرویوز کرو۔بجٹ کی فائل بنا کر مجھے دینا۔

'اوہ سچ۔مجھے پہلے پتہ ہوتا تو میں اتنے مسکے تمہیں کبھی نہ لگاتا۔

'کیا مطلب۔

زیان نے اسے گھور کے دیکھا

'مطلب اسی لیے تو میں تمہاری گڈ بک میں آنے کی کوشش کر رہا ہوں تب سے۔

آیان شرارتی انداز میں مسکرایا۔

'پتہ ہے مجھے ورنہ تم جیسے عجوبے کو کوئی لڑکی گھاس ڈال بھی نہیں سکتی۔

زیان کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

'جی ہاں کیونکہ میں گھاس نہیں کھاتا نا تمہاری طرح۔

'اچھا۔

زیان نے سامنے پڑا جوس کا گلاس آیان پہ انڈیل دیا تھا۔

'تم ہمیشہ یہی کرتے ہو۔ مجھ سے ہار کر غنڈا گردی پر اتر آتے ہو۔ بڑے ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو۔

وہ کرنٹ کھا کر کرسی سے اٹھا۔

زیان دروازہ کھولتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ جبکہ وہ اپنے موبائل کا بغور جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

"اڑتی ہواؤں میں اک سوز ہے

شائد کوئی کہیں اپنی اداسی کو ہواؤں کے سپرد کر کے

سکون کی نیند سونا چاہتا ہے

اندھیرا کسی کے درد کو بیان کرتا ہے

اپنی گہرائیوں میں جیسے کئی راز دفن کئے ہوئے ہے

کسی کی تڑپ کا راز

کسی کی چھپتی ہوئی آہوں کا راز

تو کسی کے رِستے ہوئے زخموں کا راز

خوف سے لپٹا ہوا اندھیرا

سوچ میں موجود سناٹا عجب قصہ سنا رہا ہے

وہ قصہ جس میں کچھ بننے کی تڑپ ہے

ٹوٹتی ہوئی خواہشوں کا غم ہے

مفلسی و غربت کی دہائی ہے

خالی ہاتھوں میں موجود لکیروں کی خالی گہرائی ہے

ناراض ہوئی خوشیوں کی سچائی ہے

سوچ سناٹے میں گم ہو گئی

مسکان میں جعلی پن عیاں ہے

خوشی پیسوں سے نہیں خریدی جا سکتی

جھونپڑی کے باہر بھوکی بچی کو جب اچانک کھانا ملتا ہے

اک مسکان اس کے چہرے سے کرنیں بکھیرتی ظاہر ہوتی ہے

دل سے براہ راست نکلتی اصلی مسکان

دیکھا کرو سچائی بکھیرتی مسکانوں کو کسی غریب کے چہرے پر

وہ چہرہ جو کئی دنوں کے فاقوں کے باوجود صبر کا دامن تھامے خدا کی رضا میں راضی ہے"

م۔ع۔پ نامعلوم

کبیر نے جیسے ہی گاڑی کا دروازہ کھولا نار من نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کی تھیں۔

'تو تم واقعی جا رہی ہو۔۔۔۔۔

گاڑی گیٹ باہر نکلی۔

'ہمممم۔

وہ بول نہیں سکی تھی۔وہ کار کی کھڑکی سے پار شہر کو جی بھر کے دیکھنا چاہتی تھی۔یوں جیسے موت سے پہلے کے منظر۔

'نار من۔۔۔۔۔۔

نار من نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

'جلدی آنا۔

کبیر کا لہجہ افسردہ سا تھا مگر اس کی نگاہیں سامنے سڑک پر جمی تھیں۔

'اگر میں نے اپنا مقصد پورا کر لیا تو کیا آپ آئیں گے وہاں۔

'تمہارا مقصد بہت جلد پورا ہو جائے گا نار من۔ مگر تم آؤ گی خود یہاں۔۔۔۔۔۔

'آپ نہیں آسکتے کیا۔

وہ غصہ ہوئی۔

'نہیں جیسے جا رہی ہو ویسے ہی آنا بھی پڑے گا۔ مگر ٹرسٹ می تم واپس آکر پھر کبھی اداس نہیں ہو گی۔

'میں سمجھی نہیں۔

'وقت پہ چھوڑ دو۔اپنے چھوٹے سے دماغ پر زیادہ زور مت ڈالو۔میں نے وہاں بات کی ہے میرا دوست ہے تمہیں پک کر لے گا۔انکے گھر میں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔

'مگر میں ان پہ بوجھ۔۔۔۔۔۔

'بوجھ نہیں تم انکی فیملی بن کے رہو گی۔وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔

'ہمم۔۔اور اپنا بہت خیال رکھنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔میں سب سنبھال لوں گا۔

'کیا آپ مجھے مس کریں گے۔

وہ اس کی تمام ہدایات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

کیبر نے ایک نظر رک کے اسے دیکھا تھا۔

'نہیں۔ کیونکہ میں آزاد جو ہو جاؤں گا۔ ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا کہ کب کہاں سے کوئی حملہ نہ ہو جائے۔

'تو میں بوجھ تھی آپ پہ۔

"بات تو کچھ ایسی ہی ہے مگر ہم اچھے لفظوں میں اس بوجھ کو ذمہ داری کہہ سکتے ہیں۔

وہ مسکرایا تھا۔ اس کے ڈمپلز گہرے ہوئے تھے۔

اسے اچانک دانین یاد آی۔کبیر اور دانین کو یہ ڈمپلز سے ترکے میں ملے تھے۔وراثت

'کیا دانین مجھ سے ہمیشہ یوں ہی نفرت کرے گی۔

نار من کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔

'نفرت کرنے والے آخر میں پچھتاوے کی زد میں آجاتے ہوتے ہیں۔حقیقت تلخ ہوتی ہے۔

گاڑی سگنل پہ رکی۔ایک عورت اپنی چھوٹی بچی کی انگلی تھامے سامنے زیبرا کراسنگ پہ سڑک پار کر رہی تھی۔

نار من کو اچانک ماں یاد آئی۔ وہ صبح ہی تو ماں سے مل کر آئی تھی۔

'میں اپنے سب رشتوں کو چھوڑ کر اس رشتے کے پیچھے بھاگ رہی ہے جو دنیا میں ہے ہی نہیں اب۔ کیا میں کوئی بیوقوفی کرنے جا رہی ہوں۔

وہ نم انکھوں سے بولی۔

'نہیں تم اس شخص کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہو جو تمام تر تکلیف کی وجہ بنا۔ اور یہ سہی بھی ہے ایک طرح سے۔

کم از کم انسان میں اتنا دم خم تو ہو کہ وہ اپنے ڈسنے والوں کی رگوں سے زہر تک نچوڑ ڈالے۔

سڑک پر ائیر پورت سائن نظر آرہا تھا۔وہ پانچ منٹ میں ایئر پورٹ پہنچنے والے تھے۔

'میں بس اس انسان کی ہمت دیکھنا چاہتی ہوں جو اتنی زندگیاں برباد کر کے بھی خوش اور مطمئن گھوم رہا ہے۔

'وہ خوش نہیں ہے۔وہ ایک پل صراط پر کھڑا ہے نہ آگے جا سکتا ہے نہ پیچھے مڑ سکتا ہے۔اور بہت جلد میں اس کو کھڑا رہنے کے بھی قابل نہیں چھوڑوں گا۔

کیبر کا یہ لہجہ اکثر نارمن کو تشویش میں مبتلا کر دیتا تھا۔

'تم بس یہ سمجھو کہ تم ایک ٹرپ پر جا رہی ہو۔ تم بس اپنے بابا کی فیملی سے اجنبی بن کر ملو گی۔ مگر ان کو اپنی اصلیت کبھی نہیں بتاؤ گی جب تک اصلی مجرم پکڑا نہ جائے۔ یاد رکھنا ہم میں یہ سب باتیں طے ہوئی تھیں۔

'جی مجھے یاد ہے۔

'اور اگر مجرم پکڑا جاتا ہے تو تم خود سے کوئی ایکشن نہیں لو گی بلکہ مجھے بتاؤ گی۔ اسکا انجام میں خود طے کروں گا۔

'ٹھیک ہے۔

وہ ایئرپورٹ کی پارکنگ میں گاڑی پارک کر رہا تھا۔

اس نے بیلٹ اتاراڈ گی اوپن کرنے کے لیے کی پرس کی۔ مگر نار من ہنوز بیٹھی تھی۔

'ہم پہنچ گئے۔

'ہممم۔۔۔ایک منٹ۔

نار من نے ایک سیاہ کور والی ڈائری بیگ سے نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

'میں چاہتی ہوں۔ آپ جب جب مجھے یاد کرو اس ڈایئری میں لکھو۔ اور جب میں واپس آؤں تو یہی ڈائری میرا ویلکم گفٹ ہو۔

'یہ کیسا فیئر ویل گفٹ ہوا بھلا۔ جو واپس بھی مانگ لیا۔

کبیر ڈائری کو اتھل پتل کر دیکھ رہا تھا۔

'پلیز آپ لکھیں گے نا۔

وہ معصوم سے بچے کی طرح بولی۔

'تم جانتی ہو میں نے کبھی ڈائری نہیں لکھی۔

'تو میری یاد میں کیا اتنا بھی نہیں کر سکتے۔

وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

'ٹھیک ہے۔کوشش کروں گا۔

اس نے ڈائیری بات احتیاط سے سامنے ڈیش بورڈ پر رکھی۔

'چلو اب ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔

اس سے پہلے کہ کبیر گاڑی سے اترتا۔نار من نے اس کے بازو کو کہنی سے اوپر چھوا۔

'آپ بس یہی تک آسکتے تھے۔اس آگے مجھے اکیلے جانا ہو گا ورنہ میں شاید کبھی نہیں جا سکوں گی۔

'یہ اب کیسی شرط ہوئی بھلا۔

'مجھے الوداع کہنا نہیں آتا کبیر۔اور نہ ہی میں اپنے سفر پر رو کے آنسو بہا کے جانا چاہتی ہوں۔آپ آؤ گے تو میری ہمت ٹوٹ جائے گی میں آپکو الوداع کہتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔

اسکی انکھیں بھیگ گئی تھیں۔

'ٹھیک ہے میں نہیں آتا۔

وہ جیسے برا مان گیا تھا۔

'مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے میں کسی خلا میں جا رہی ہوں۔ وہاں نہ آپکی آواز ہو گی نہ ماں کا چہرہ۔

نار من نے کبیر کے کندھے پر سر اٹکایا تھا۔

'اور مجھے لگ رہا ہے کہ شاید جب تک تم لوٹو گی میں بولنا بھول چکا ہوں گا۔

'کبیر آپ مجھے بھول تو نہیں جائیں گے۔

انکی محبت کبھی الفاظ کے اعتراف کی محتاج نہیں رہی تھی۔

'کبھی نہیں۔ کچھ رشتے تو انسان کو قبر میں بھی یاد آتے ہوں گے۔

'پلیز ایسی باتیں مت کریں۔اب کوئ قبر میں نہیں جائے گا۔

'ہاں اب میں ہم تینوں میں سے کسی کو مرنے نہیں دوں گا۔

وہ اب تک اس کے کندھے سے سر ٹکائے بیٹھی تھی۔

'ہم تینوں اپنی خوشیاں ایک ساتھ دیکھیں گے۔

وہ امید سے بولی تھی۔

'ہاں کیونکہ ہم تینوں ہمیشہ ایک ساتھ ہی رہیں گے۔

نار من اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ وقت شاید تھم گیا تھا۔ کبیر ایک پلک بھی نہ جھپک سکا تھا۔

ایک آنسو نہ جانے کہاں سے نار من کی گال پر آ گرا۔

کیبر نے فوراً اپنی انگی کی پور سے اس آنسو کو چنا اور اپنے وجود مین جذب ہونے دیا۔

'اب کبھی مت رونا۔ نار من ورنہ کبیر کے اندر کی تمام انا سارے بھرم ٹوٹ جائیں گے۔

'میں کبھی نہیں روگی۔

وہ فوراً کسی ننھے بچے کی طرح اس کی بات مان گئی تھی۔

کبیر نے نرمی سے اس کے بالوں کو چھوا تھا۔

نار من نے قربت کے لمس سے آنکھیں موندلی تھیں۔

آیان نے اپنا آفس سیٹ کر لیا تھا۔ سامنے کی مکمل دیوار پہ ابسٹریکٹ آرٹ والی آڑھی ترچھ لکیریں تھیں۔

باقی دیواریں سفید۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلی نظر ایک بڑے سائیز کے گرے کلر کے میز پر پڑھتی جس کے سامنے ریوالونگ چیئر تھی۔ اسکے پیچھے چھوٹے بڑے خانوں والا لکڑی کا ریک۔

بائیں طرف کی دیوار میں بڑی سی گلاس ونڈو جس میں آفس کا ہال اور تین چھوٹے چھوٹے کبین نظر آتے تھے۔

ہال کے درمیان میں بہت سارے کمپیوٹر موجود تھے۔

اسی ہال کو کراس کر کے دو بڑے کمرے تھے۔ جہاں مختلف ایڈز کے لیے سیٹ ڈیزائن ہونے تھے۔

انٹرویوز مکمل کر کے آیان کو کچھ سپانسرز سے میٹنگ کرنی تھی۔

زیان اسکی ہر طرح سے مدد کر رہا تھا۔ وہ دونوں کسی فائل میں سر کھپا رہے تھے جب نوال اور سمیع لنچ باکس پکڑے سڑھیاں عبور کر کے اوپر آئے۔

'لنچ ٹائم۔

نوال خوش دلی سے بولی۔ سمیع کچن کی طرف پلیٹس لینے کے لیے بڑھا۔

'شکریہ نائن سی۔بس ایک تم ہی ہو یہاں کام والی۔۔۔۔۔۔

وہ باکس کھول کھول کر چیک کر رہا تھا۔زیان ابھی تک فائل میں مصروف تھا۔سیاہ کوٹ ساتھ والی کرسی پہ ٹانگ رکھا تھا۔سفید شرٹ کے کف کہنی تک موڑے ہوئے تھے۔

'تم مجھے ماسی کہہ رہے ہو۔

'ارے میرا مطلب یہاں سب سے زیادہ ٹیلینٹڈ ہو۔

'بس کرو۔اور اگر تم نے مجھے آئیندہ نائن سی کہاناتو میں تمہارے کھانے میں زہر ملادوں گی۔

اس نے پلیٹ میں سی فوڈ سجایااور زیان کے سامنے پیش کیا۔

'ویسے کیا مطلب ہے سکانائن سی کا۔۔

سمیع نے آہستہ سے آیان کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

'تم اپنے کام سے کام رکھو۔

نوال کانٹایاتھ میں پکڑے سمیع کی طرف بڑھی۔

'ھاھاھاھازیان تمہیں تویاد ہے نااسکانویں کلاس میں سی گریڈ تھا۔چلی تھی میرے سے مقابلہ کرنے ہاہاہا۔

زیان نے آیان کوغصے سے دیکھا۔

نوال کی آنکھوں میں بے شمار پانی بھر آیا۔

وہ سب کچھ وہی چھوڑ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

سنو نائن سی۔۔۔نوال میں تو مڑ اق کر رہا تھا۔

آیان گرل پہ ہاتھ رکھے اس نیچے کسی کمرے میں گم ہوتے دیکھ رہا تھا۔

'تم کب سدھرو گے۔

آیان مڑ کے پیچھے سمیع اور زیان کو دیکھنے لگا۔جبکہ زیان نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

'میں لاتا ہوں اسے منا کر۔

نیچے والا پورشن میں تمام سٹاف اپنی اپنی کرسیوں پر برجمان کام کرنے میں مصروف تھا۔

وہ نوال کے کیبن کی طرف گیا مگر وہ وہاں نہین تھی۔

آیان نے دونوں ہاتھ کمر کی اطارف اٹکائے اور چاروں اور دیکھنے لگا۔

ایک براؤن والوں والی لڑکی ہاتھ میں کچھ کاغز پکڑے اسکی طرف ہی آرہی تھی۔

'ایکسکیوزمی۔ آپ نے مس نوال کو دیکھا ہے؟

'جی وہ واش روم کی طرف گی تھیں۔

'شکریہ۔

آیان واش روم کی طرف بھاگا۔ لڑکی نے اسے حیرانی سے دیکھا تھا۔

اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے ویزیٹنگ ایریا میں لوگ غم اور خوشی کا ایک ساتھ تاثر لیے بیٹھے تھے۔

خوش آمدید کہنے والوں کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے جبکہ الوداع کہنے والوں کی آنکھیں انسوؤں سے چمک رہی تھیں۔

انہی کے درمیان بیٹھے حسن ولید کیا چہرہ خوشی اور غم کے کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔

ساتھ والی خالی کرسی پر ایک کارڈ پڑا تھا جس پر بڑے بڑے حروف میں نار من لکھا تھا۔

وہ چہرے سے ہی تھکا ہارا سا لگ رہا تھا۔

اس سے پہلے کے وہ اپنی تمام تر اداسی کے ساتھ وہاں سے اٹھ جاتا اسے ایک شناسا سا چہرہ نظر آیا۔

'نار من۔

وہ جو بیگ گھسیٹ دی ادھر ادھر دیکھتی احتیاط سے قدم رکھ رہی تھی اپنا نام سننے پر ایک دفعہ جم گئ تھی۔

'میں ولید حسن ہوں۔اُمِ حانم کا بیٹا۔

نار من اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی تھی۔

وہ عورت جس نے اسکی تربیت کی اسکو پالا آج اسے وہ یوں مل جائے گی۔

آیان بار بار واش روم کا دروازہ بجا رہا تھا

جب اچانک سے دروازہ دھڑام سے کھلا اور باہر آنے والی چالیس بیالیس سالہ عورت لال بھوکے چہرے کے ساتھ اس کی عزت افزائی کو تیار تھی۔

'آپ کو شرم آنی چاہیے لیڈیز واش روم میں گھستے ہوئے۔ کون ہیں آپ۔ میں نہیں جانتی مگر میں اتنا جان گئی ہیں کہ اپ ایک مینر لیس اور انتہائی بے شرم انسان ہیں۔

'سوری میم وہ میں۔۔۔۔

وہ صحیح معنوں میں خجل ہوا تھا۔ وہ عورت واش بیسن پہ جلدی جلدی ہاتھ دھوتی اسکو صلواتیں سنا رہی تھی۔

'کیا سوری۔ معافی غلطی کی ہوتی ہے اور بے شرمی کی سزا ہوتی ہے اور میں ابھی اونر سے بات کرتی ہوں۔

کیسے کیسے ال مینرڈ اور جاہل لوگ موجود ہیں اس بلڈنگ میں۔

اچانک ساتھ والے واشروم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

نوال اپنی ہنسی کنٹرول کرتی اس عورت کے سامنے آئی۔

'ہائے کیسی ہیں آپ۔ سوری یہ نیا سٹاف ہے اس پہ بہت محنت کرنی پڑے گی۔ آپکو پتہ ہے اجکل اچھے ملازم کہاں ملتے ہیں۔ خود ہی دیکھ لیں واش روم بھی اچھے سے صاف نہیں ہیں نا۔

نوال معصوم بنے اپنی کمپنی کی ریپو بچا رہی تھی۔ جبکہ آیان اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

'آیئے ہم آفس میں بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔ آپ آنے والی تھیں بتایا ہی نہیں۔

وہ دونوں بچھڑی سہیلیوں کی طرح باتیں کرتی واش روم سے نکلی جبکہ نوال نے گردن پیچھے گھما کر تھمبز ڈاؤن کیا تھا لوزر۔۔۔۔۔۔لوزر لورز۔۔۔۔

'تمہیں تو میں نہیں چھوڑو گا نائن سی اب دیکھو تم آیان سفیر راجپوت سے پنگا لینا کسی سوئے ہوئے پر برف پھینکنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

وہ اپنی بات پر خود ہی مسکرا دیا تھا۔

'آیان اور اسکے جوکس۔

اگر تم سٹینڈ بائی کمیڈین ہوتے تو بہت پیسے کماتے۔

اچانک سے بیلا کی آواز کہیں سے گونجی تھی۔

اسنے سامنے دیوار پر لگے شیشے میں خود کو دیکھا۔اسکا چہرہ پھر سے بدل رہا تھا۔

'میری بیٹی میں قربان میں صدقے۔

آپا جی نار من کے بار بار ہاتھ منہ چوم رہی تھیں۔

مگر وہ گم سی بیٹھی در و دیوار کو دیکھ رہی تھی۔

'ریحان کہاں ہے نظر نہیں آرہا۔

اسے آپا جی کے یوں پیار نشاور کرنے پر شرم سی محسوس ہو رہی تھی۔

'اسکی تو نہ پوچھو۔ پڑھ لکھ کر افسر بن گیا ہے۔ اسے ماں اور گھر دونوں کم ہی یاد آتے ہیں۔

'اماں ایسے تو نہ کہیں۔نار من برا مان جائے گی۔ آخر وہ اسکا بچپن کا دوست ہے۔ ایک ہی عم ہے نا دونوں کی؟

'ہاں بیٹا۔ تم میرے خیال میں کبیر کے ہم عمر ہو گے۔

آپا جی نے نار من کی پلیٹ میں دوسری بار پلاؤ ڈالا۔ جسے وہ منع کرتی ہی رہ گئ تھی۔

'تمہیں پتہ ہے تم سب کتنا شور مچاتے تھے مل کر۔ اقبال صاحب تو کمرہ بند کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ مگر فراز صاحب کو بچے بہت پسند تھے۔ بہت محبت کرتے تھے وہ عابی بی بی سے اور نار من سے۔

نار من کی آنکھون میں نمی اتر رہی تھی۔

'کاش وہ سب نہ ہوتا تو آج حالات مختلف ہوتے۔ تم سب بچپن سے پہلے بڑے نہ ہوتے کاش۔ آج تم اپنی فیملی کو یوں ڈھونڈ نہ رہی ہوتی۔

آپا جی نے نار من کو نرمی سے دیکھا تھا۔

'کیا آپ جانتی ہیں انکو۔ وہ بھی اسی شہر میں ہیں نا۔

'یہ جگہ انکی ہی ہے۔ انکی وجہ سے بہت سی بچیاں یہاں مفت پعلیم حاصل کر رہی ہین۔ سعیدہ بہن بہت اچھی خاتون ہیں۔ سفیر صاحب کے بعد انہوں نے اپنے بیٹون کو باپ بن کر پالا ہے۔

'کیا آپکو کبھی شک ہوا کی سفیر بابا کوئ سازش کر سکتے تھے ایسی ویسی۔

'توبہ کرو بیٹا وہ انسان تو فجر وقت کے نام لینے نالے تھے۔ تمہارے دادا کے بعد سفیر صاحب نے ہی فراز صاحب کا خیال رکھا۔ پڑھایا لکھایا۔

'مگر افسوس تم انکو بتا بھی نہیں سکتی کہ تم ان کے لیے اتنی دور سے یہاں آئی ہو۔ کبیر بھی پتہ نہیں کیا سوچتا ہے۔

'ماں جی اب مہمان کو آرام کرنے دیں۔ باقی باتیں کل کے لیے رکھ لیں۔ تھکی آئی ہے۔

ولید حسن نے ماں کو نرمی سے سمجھایا مبادا وہ تمام راز ابھی ہی نہ کھول دیں۔

وہ اب مزید فائلز میں سر نہیں کھپا سکتا تھا۔ سامنے صوفے پہ بیٹھے اپنے اسٹنٹ کو اس نے بریک کے لیے بولا۔

اور خود سامنے لگے ایل ای ڈی پر دی کبیر آرچرڈ میں ہونے والی تمام سرگرمیوں کا جائزہ لینے لگا۔ مگر اب دل جیسے ہر چیز سے اکتا گیا تھا۔

اس نے بلیو ٹائی کی گرہ ڈھیلی کی۔ ہم رنگ شرٹ کے لف کھول کر کہنی تک فولڈ کیے۔ کوٹ پہلے ہی کونے میں رکھے سٹینڈ پر ٹنگا ہوا تھا۔

وہ اٹھا اور ونڈو کے پاس آ کھڑا ہوا۔ یہ کھڑکی باہر سڑک کی طرف کھلتی تھی۔ ساتویں فلور کی کھڑکی سے باکو شہر کافی پر رونق نظر آ رہا تھا۔

کبیر نے کھڑکی کے پٹ کھولے۔ اور ہوا کے جھونکوں کو اپنے اندر اتارا۔ جیسے کوئی خلا پُر کر رہا ہو۔

وہ سینے پر ہاتھ باندھے کچھ سمے تک وہیں ٹکا رہا۔ جب اس کی نظر سامنے میز پر پڑے سیاہ ان ویلپ کی ڈائری پر پڑی۔

وہ بے اختیار آگے بڑھا اور ڈائیری اٹھائی۔

وہ خالی تھی بالکل کورے کاغذ مگر وہ ان میں بھی نار من کا مسکراتا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔

وہ کرسی پر بیٹھا۔ پنسل ہولڈر سے پین نکالا اور ڈائیری کے پہلے صفحے پر لکھنا شروع کیا۔

"آخر کو تم چلی گئ۔ تمہیں گئے سترہ گھنٹے 45 منٹ اور باون سیکنڈ ہو چکے ہیں۔ مگر میں اسی لمحے میں قید ہوں جب تم نے کہا تھا کہ تم مجھے الوداع کہتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ میں ڈر گیا ہوں تب سے۔ تم میری اور میں تمہاری وہ عادت بن چکے ہیں جسے لوگ محبت کہتے ہیں۔ میں یہ سوچ کر بھی ڈر جاتا ہوں اگر تم مجھ سے محبت کرو گی تو میں خود کو کیسے روکوں گا تمہیں چاہنے سے۔ ہم دونوں میں نظر نہ آنے والے دوریوں کے پہاڑ ہیں۔ تم پہلا قدم بڑھاؤ گی مگر میں سارے کا سارا کسی تودے کی زد میں کچلا جاؤں گا۔۔۔۔۔

کیونکہ تم آسمان ہو اور میں زمین دونوں ملنے پہ آئیں تو قیامت برپا کر دیں۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کے وہ مزید لکھتا کاغذ پر ایک پانی کا قطرہ آ گرا۔ جو کبیر ملک کی محبت اور اسکی تڑپ کی حدت سے آنسو بن کے بہا تھا۔

اس نے اسی ڈائیری پر سر اٹکا دیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'چلو یار شکر ہے۔ یہ کام تو فائینل ہوا۔ اب بس پبلیسٹی کرنی ہے جی لگا کر۔

آیان اپنی کمپنی کے بینر دیکھتے ہوئے کافی پر جوش نظر آ رہا تھا۔

وہ رات دیر تک کام کرتے تھے۔ آفس کا باقی سٹاف جا چکا تھا۔ زیان آیان نوال اور سمیع اور دو ایک ورکرز دیر تک رکتے تھے۔

اوپر والا پورشن ابھی بھی بکھرا ہوا ہی تھا۔ کہیں کیبلز کہیں فائلز کے ڈھیر کہیں کچھ ڈبے اور کہیں پیک شدہ مشینری۔

'اچھا ہے نا۔

آیان نے بئینر کے حوالے سے نوال کی رائے مانگی۔

'ہاں اچھا ہے۔ مگر اس نام کے پیچھے کی لاجک تو بتاؤ۔

"سپارک تھری ڈی" ہم سنو میں چاہتا ہوں میرا ہر ایڈ ہر نیوز دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلے۔ ایک چنگاری جو تہلکہ مچادے۔

اس لیے تو میری کمپنی کا موٹو ہے

"میک یور سیلف میجیکل"

نوال بہت توجہ سے اسکو سن رہی تھی جب اچانک سے لائٹ چلی گئ۔

'جادوئی دنیا میں سواگت ہے۔

آیان نے موبائل ٹارچ آن کر کے اپنے چہرے پر روشنی کی جسے دیکھ کر نوال کی چیخیں پوری عمارت میں سنائی دیں۔

آیان آنکھوں کی جھلیاں الٹائے اسکے سامنے انگلیاں لہرا رہا تھا۔وہ بھوت بنا اس کے برگنڈی کلر کے ڈائی بال نوچنے لگا تھا۔

بس ایک منٹ لگا اور بجلی واپس آ گئی۔جنریٹر آن ہو گئے تھے۔

'اوہ آیان ڈرا دیا تم نے مجھے۔ کبھی تو انسانوں والی حرکتیں تم بھی کیا کرو۔

وہ دل پر ہاتھ رکھے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔

'انسانوں والی حرکتیں تو وہ کرے جو انسانوں میں رہا ہو یہ تو افریقہ کے جنگلوں سے رہا ہو کر آیا ہے۔

زیان نوال کی چیخیں سن کر سپارک پورشن کی طرف بھاگا تھا۔

'جی بد قسمتی دیکھیں میری وہاں سے جان جھڑا کر بھاگا تو یہاں چڑیا گھر میں قید ہو گیا وہ بھی ایک بندریا اور گھوریلے کے ساتھ۔

'یاد رکھ یہ گھوریلا تمہاری حرکتیں مزید برداشت نہیں کرے گا اور بہت جلد تم پر اٹیک کر دے گا۔

'اور یہ بندریا بھی تمہاری جان لینے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگائے گی۔

زیان اور نوال یکے بعد دیگرے بولے۔

'اوہ یعنی کہ تم دونوں مانتے ہو کہ میں یہاں چڑیا گھر میں جانوروں میں پھنس گیا ہوں۔

وہ آیان تھا کبھی نہ ہار ماننے والا۔

'اب تم سچ میں پھنسنے والے ہو۔

زیان نے موبائل پہ ایک فائل کھول کے اسے دکھائی۔

'یہ کیا ہے؟

'کنٹریکٹ ہے۔ میں نے جتنا بجٹ لگایا ہے اس اس حساب سے مجھے سپارک میں پنتیس فیصد شئیرز چاہیں۔

'کیا؟

آیان شاک ہوا تھا۔ نوال بھی حیران ہوئی تھی۔

'آپ میرے ساتھ بزنس کریں گے۔ ہم بھائی ہیں فیملی۔

آیان معصومیت سے بولا۔

'بزنس از بزنس نو ریلیشن نو ایموشن۔۔۔۔۔

منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ جتنی رقم میں انویسٹ کر چکا ہوں تم مجھے 10 پرسنٹ پرافٹ کے ساتھ ایک سال کے اندر اندر ادا کر دو سمپل۔

آیان کو حیرت کا دوسرا دورہ پڑا تھا۔

'زیان آر یو سئیریس؟

'ہنڈرڈ اینڈ ٹین پرسنٹ۔

زیان پر اعتماد لہجے سے بولا۔

آیان کی سٹی گم ہو گئی تھی۔

'اوکے تم سوچ لو میں چلتا ہوں مجھے لینڈ مارک کو بھی مینج کرنا ہوتا ہے ساتھ۔ اگر ہمارے ڈیل ہو جاتی ہے تو ہم آگے کی منصوبہ بندی کل مل کر کریں گے۔ آپ میری سیکرٹری جو آج کل کام پر بالکل بھی توجہ نہیں دے رہی ان سے میرا سکیجوئل مینج کر کے میٹنگ فکس کر سکتے ہیں۔ اینڈ ون مور تھنگ کل انویسٹرز کے ساتھ بھی فائینل سیٹینگ ہے ریمیمبر۔۔۔۔

وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے فخریہ انداز سے سیڑھیوں کی طرح بڑھا۔

جبکہ نوال نے آیان کو تشویش ناک نظروں سے دیکھا جیسے کہنا چاہ رہی ہو۔

'ہی از یور سٹیپ بردر رائٹ۔۔۔!

برسوں بعد وہ گاؤں لوٹا ہے

سب کے چہرے تھے رنجیدہ

جیسے ایک مان سا ٹوٹا ہے۔

نہ کچی سڑک نہ پیپل کے پیڑ

اور نہ دکھار سی سے لٹکتا جھولا

نہ کھڑکی کے پار کسی یار کا ہیولا

دیمک زدہ دروازے پہ اداسی کا راج تھا

ذہن پر سوار یادوں کا تاج تھا۔

میلے سے کاغز تھے سیاہ جلد میں لپٹے

کسی دلگیر چاہ کے ہجر میں سمٹے

خوں بن کر کسی کی آنکھ سے ٹپکے

ابھی بھی وہ آخری ملاقات یاد ہے

ابھی بھی وہ آخری فریاد یاد ہے

مت جاؤ، رک جاؤ، لوٹ آؤ

اور وہ آخری سسکی

جو دل میں چبھی تھی

وہ اب تک چین نہیں دیتی ہے۔

آنسو چنتے ہاتھ اب کانپ رہے تھے

کورے کاغز پھر سے بھیگ رہے تھے

مگر اب نہ کوئی پرانی کھڑکی تھی

نا کوئی ہاتھ پکڑ کے روکنے والا

زمانہ تو کب کا بیت گیا تھا شاید۔

مگر دل وہی رہ گیا تھا شاید

اسی پرانی کھڑکی کے پاس

کسی کی چاہ میں

کسی کی آہٗ میں

دل اب بھی روتا ہے

ٹھہرو کہ کوئی خواب نہیں باقی اب

مگر عشق اب کچی نیند سوتا ہے۔

ص ف ا

وہ ساری رات سو نہیں سکی تھی۔ تین بجے کے بعد اسکی آنکھ لگی مگر پانچ بجے کے قریب اسے نرم گرم سی سرگوشیاں سنائی دی وہ آنکھیں ملتی اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

ہال میں ابھی تک اندھیرا تھا گھر مین مکمل طور پر خاموشی تھی مگر اسے آوازیں دیوار پار سے محسوس ہو رہی تھیں۔

اس نے لاشعوری انداز میں اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھائے۔ وہ جیسے جیسے قریب ہو رہی تھی۔ وہ سرگوشیاں بچوں کے قران پاک پڑھنے کی تھیں۔ وہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی۔

آپ جی سامنے بڑی سی ریل پر قرآنِ پاک رکھے خود بھی قران پاک کے تلاوت میں مصروف تھیں۔

نار من نے ایسی پر سکون سرگوشیاں کبھی نہیں سنی تھیں۔

'کبیر یہاں ہوتے تو کہتے نینی حانم نے آخر اپنا پسندیدہ مشغلہ ڈھونڈ ہی لیا۔

وہ بے اختیار اپنے کمرے میں واپس آئی موبائل سے کبیر کا نمبر ڈائل کیا مگر وہاں وقت میں دو گھنٹے کے فرق کا خیال آیا تو وہ مایوس ہی بیڈ پر بیٹھی

پھر جیسے اچانک کچھ یاد آیا اس نے بیگ سے ڈائری نکالی سیاہ کور والی ڈائیری جس کے کور پر گولڈن کلر کے چھوٹے سے تالے کا سکیچ تھا۔

اس نے یہ کیپل ڈائیریز خریدی تھیں۔کبیر والی ڈائری کے کور پر گولڈن کلر کی چابی کا سکیچ تھا۔

اس نے ہینڈ بیگ سے پنسل نکالی اور کورے کاغز پر لکھنا شروع کیا۔

'مجھے آپ سے بچھڑے ایک دن بیت گیا۔پتہ ہی نہیں چلا کہ مجھے کب آپ کی اتنی عادت ہو گئی۔

میں اب تک نہیں سمجھ سکی ہوں کہ یہ میری عادت محض آپ کا مجھے سہارا دینے کی وجہ سے ہے یا میں واقعی آپ کے سہارے کے بغیر کچھ نہیں ہوں۔

مجھے نہیں پتہ کہ جب اپ یہ ڈائری پڑھیں گے تو کیا میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔مگر میں روز یہ ڈائری لکھا کروں گی تا کہ میں یہاں بیتا اپنا ایک ایک لمحہ اپ کے ساتھ شیئر کر سکوں۔

زندگی سے گلا کچھ بھی نہیں

ہم جی رہے ہیں ایسے

جیسے ہوا کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔

نہ رقص جنوں ہے

نہ کوئی ست رنگی سی شام ہے

جیسے بدلے سے موسم کا اثر

ہوا کچھ بھی نہیں۔۔۔۔

اِدھر انچل سیاہ ہے

اُدھر بھی کرتا میلا سا ہے

جیسے یہ دنیا کی زبائش

کچھ بھی نہیں۔۔۔

ہر جگہ غبار سا نظر اتا ہے

انسان اندر سے سلگتا جاتا ہے

جیسے اس پوری دنیا میں

مکمل انسان کچھ بھی نہیں۔۔۔۔

ص ف ا

'نار من۔

اس نے دروازے کی دستک پر گردن گھما کر دیکھا تو آپا جی سامنے شلوار قمیض کے ساتھ جو گرز پہنے کھڑی تھیں۔ سر پہ دوپٹہ ابھی بھی اچھے سے اڑاہوا تھا دائیں ہاتھ میں تسبیح پکڑے وہ اس سے مخاطب ہوئیں۔

'بچے تم نے کہا تھا کہ تم واک پر جایا کرو گی روز میرے ساتھ۔ کیا ہم چلیں۔

'جی جی نینی حانم۔ چلیں میں جوتے پہن لوں۔

وہ لانگ سائیز سفید ٹی شرٹ جس پر کسی کارٹون کا سکیچ بنا ہوا تھا اور سیاہ کھلا سا ٹراؤزر جس کے بارڈر پہ اسکا برینڈ اٹیلک لیٹر میں لکھا ہوا تھا۔ وہ سفید جوگرز کے تسمے تیزی تیزی سے بند کر رہی تھی۔

'اگر وہ آج نہ آئیں تو۔

آپا جی اسکی جلدی دیکھ کر سنجیدگی کے ساتھ بولیں۔

'نینی حانم میں جب تک ان سے مل نہیں لیتی میں ہر وہ جگہ جاؤں گی جہاں وہ آتی جاتی ہیں۔

'اللہ تمہیں سرخرو کرے بیٹی۔

نار من نے بہت عقیدت سے دل میں آمین کہا۔

'امی آپ کو یاد ہے ناکبیر نے بتایا تھا ان پر اکثر وہاں جان لیوا حملے ہوتے تھے۔ آپ احتیاط سے جایئے گا پلیز۔

بلکہ رکیں میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔

حسن ولید مہمان نواز تھا یا نہیں مگر وہ لڑکی اب اس کی حفاظت میں تھی۔

'ارے بیٹا ہمارے کالونی بہت محفوظ ہے یہاں کوئی بھی بنا اجازت نہیں گھس سکتا تم جانتے ہو۔ ویسے بھی تمہاری پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ورنہ اس ٹائم صبح چھ بجے تم کہاں گھر آتے ہو۔

جاؤ میرا بیٹا سو جاؤ جا کر تم۔ ہم جلدی آ جائیں گے۔

آپا جی نے بیٹے کو نرمی سے سمجھایا تھا۔

'جی امی ٹھیک ہے۔ نار من بہن ویسے اپ کے سمے میں نے تمام ضروری نمبر فیڈ کر دیے ہیں۔ ضرورت پڑی تو پہلے مجھے اور پھر ون فائیو پر کال کریں گی آپ۔ اور۔۔۔۔۔

'آپ مجھے نار من کہیں گے تو مجھے اچھا لگے گا۔ میں جانتی ہوں کہ اپ مجھے بہن سمجھتے ہیں۔ مگر پلیز اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں وہی بچپن والی نار من ہوں۔ آپ لوگوں کی کتابیں خراب کر دینے والی اپ لوگوں کے کھلونے پول میں پھینک دینے والی۔ یاد ہے نا۔

نار من نے اس کو مزید بات کرنے سے روکا تھا۔ وہ پہلے ہی دن پریشان ہو کر اپنے مشن پہ نہیں نکل سکتی تھی۔

'جانتا ہوں۔ کچھ رشتے خون کے نہ بھی ہوں پھر بھی ہمیشہ دل میں رہتے ہیں۔ ہمارا بچپن ایک ساتھ ایک گھر میں گزرا ہے کبیر بھائی ہے میرا۔

'اچھا اب بس کرو تم دونوں باقی باتیں آ کر لینا ایسا نہ ہو کہ ہمیں ایسے ہی واپس آنا پڑے۔

'جی جی نینی ہم حانم ہم چلتے ہیں۔

نار من کے لہجے میں ان کے لیے اب پرانی تلخی نہیں تھی۔ وہ اب ان کو آنٹی کہنے کی بجائے بچپن کی طرح نینی حانم کہہ رہی تھی۔

کبیر جیسے ہی سو کر اٹھا۔

اس نے سب سے پہلے اپنا موبائل فون چیک کیا۔ مگر نار من کی نہ تو کوئی کال تھی نہ ہی کوئی میسج۔

'کیا وہ 24 گھنٹے میں بھول گئی مجھے۔

اس نے اپنے خیالات ایک طرف کرتے ہوئے نار من کا نمبر ڈائل کیا۔

بیل جاتی رہی ایک سے دو دو سے تین تین سے چار مگر ایک دفعہ بھی کال ریسیو نہ ہوئی۔

اس نے اکتا کر فون پرے بیڈ پر پھینکا۔

وہ رائل بلیو کمفرٹر میں ابھی تک چھپا ہوا تھا۔ بال سونے کی وجہ سے بکھرے ہوئے تھے۔

اچانک اس نے ایک خیال کے تحت لمبا بازو کر کے فون اٹھایا اور حسن ولید کا نمبر ڈائل کیا۔

مگر وہی پھر سے صورتحال ہوئی بیل جاتی رہی اور کسی نے فون ریسیو نہ کیا۔

اب کبیر کی سانس اٹکنے لگی تھی۔وہ فوراً کمفرٹر سے باہر نکلا۔

'یا اللہ کیا اس کے ساتھ وہاں کچھ انہونی تو نہیں ہو گی۔یا پھر سے کوئی حملہ۔

نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔میری ہی غلطی ہے مجھے اس کی بات نہیں ماننی چاہیے تھی۔دنیا کا سب سے بڑا الو کا پٹھا میں ہی ہوں۔

اس نے مٹھی سے اپنے ماتھے کو مضبوطی سے مسلا۔

'اور ایک نمبر پھر سے ڈائل کیا ہے۔

'میں تمہیں ایک نمبر سینڈ کر رہا ہوں اس کی لوکیشن بتاؤ مجھے ابھی۔ اور وہاں کیا ہو رہا ہے یہ بھی

دوٹوک بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کیا۔

اور بیڈ پہ بیٹھا۔

مگر اس کے چہرے پر اضطراب پریشانی کے تاثر صاف نظر آرہے تھے۔

نار من اور آپا جی نے پہلا چکر مکمل کیا ہی تھا جب آپا نے نار من کو کسی کی طرف اشارہ کر کے متوجہ کیا۔

اس نے صبح کی سردی سے بچنے کے لیے ایک سادہ سی براؤن شال خود کے گرد لپیٹی ہوئی تھی۔

نار من بناپلک جھپکے سامنے سنگی بینچ پہ بیٹھی ایک بنتالیس ستالیس سالہ عورت کو دیکھ رہی تھی۔وہ چہری وہی تاثر وہ اداس آنکھیں۔

نار من کو فوراً فوٹو البم میں لگی ہو بہو تصویر جیسی نظر آئیں۔

آپاجی مسکرا کے مسز سفیر کی طرف بڑھیں۔نار من کسی ٹرانس کی کیفیت کے تحت پیچھے پیچھے قدم اٹھاتی چلتی رہی۔

'آپا جی کیسی ہیں آپ۔ آج آپ لیٹ ہو گئیں۔

'جی بہن بس یہ میری بھانجی آئی ہوئی ہے باہر سے یہ کہنے لگے کہ اسے بھی ساتھ چلنا ہے۔اس لیے دیر ہو گئی۔

نار من کنفوز سے کھڑی سنگی بینچ پر بیٹھی دونوں عورتوں کو دیکھ رہی تھی۔

'اچھا اچھا۔ماشاءاللہ بہت پیاری بیٹی ہے کیا نام ہے۔

'آویزہ ملک۔۔۔۔۔

اس سے پہلے نار من اپنا نام بتاتی اسے اپنے پیچھے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

زیان سیاہ ٹریک سوٹ پہنے عین اس کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔ اسکے چہرے پر صاف صاف سرپرائز لکھا نظر آ رہا تھا۔ شاک دینے والا سرپرائیز۔ ویزہ اسے یوں یہاں اس طرح مل جائے گی اس نے اپوی ایسی خوش بختی تو کبھی نہیں سوچی تھی۔

نار من نے گھبرا کر آپا جی کو دیکھا۔

'ارے بیٹا تم میری بھتیجی کو کیسے جانتے ہو۔

'میں ان سے ائیر پورٹ پہ ملا تھا۔ آنٹی شاید یہ تب دبئی جا رہی تھیں۔ اور مجھے قتل کرنے کا مکمل منصوبہ بھی تیار کر چکی تھیں۔

وہ سینے پر ہاتھ باندھے مسکرا رہا تھا۔

'آپکو ابھی تک یاد ہے مسٹر زیان۔

نار من سہمے ہوئے انداز میں بولی۔ مسز سفیر حیرت سے کبھی اپنے بیٹے اور کبھی اس لڑکی کو دیکھتیں۔

'بھولی تو آپ بھی نہیں۔ دیکھیں آپ کو میرا نام ابھی تک یاد ہے۔

'کیا مطلب ہے قتل۔ بیٹا کیا ہوا تھا۔ ہم دونوں کے ساتھ۔

آپا جی تشویش سے بولی۔ آس پاس آتی جاتی عورتیں بالخصوص نار من کو غور سے دیکھ کر گزرتیں۔

'ارے نہیں آنٹی بس وہاں کولڈ ڈرنکس والے فریزر میں کرنٹ تھا ان کو پانی چاہیے تھا تو انہوں نے مجھے بالی کا بکرا بنا کر فریزر کے آگے پیش کر دیا بس۔

'کیا اس میں سچ میں کرنٹ تھا۔

مسز سفیر اب صحیح معنوں میں پریشان ہوئی تھیں۔

'نہیں۔وہ مجھے بس وہاں ایک بچے نے ڈرا دیا تھا۔

وہ شرمندہ شرمندہ سے بولی۔

زیان جو اس سے چار دن سے رابطہ نہ کرنے پر شدید ناراض تھا اب اس کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ کر خوب مزے لے کر مسکرا رہا تھا۔

مسز سفیر بیٹے کے اس رویے پر حیرت زدہ ہوئی تھیں۔وہ جو کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ آج وہ اس لڑکی کو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ خود نار من کو اب غور غور سے جج کرنے میں مصروف تھیں۔ جیسے ان میں اچانک ایک دم سے کپتی ساس والی روح آگئی ہو۔

اچانک نار من کی نظر درختوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے کسی ہیولے سے پر پڑی۔ وہ چہرے پر ماسک لیے اپنے موبائل پر شاید ان کی پکچرز لے چکا تھا۔

جیسے ہی نار من کی نظر پڑی وہ ایک سیکنڈ میں غائب ہوا تھا۔

نار من کے چہرے کا رنگ ایک دم سے بدلا۔

زیان نے فورا نار من کی نظروں ک تعاقب میں دیکھا مگر

وہاں کچھ نہیں تھا۔

اس نے آبرو اچکا کر اشارے سے پوچھا کیا ہوا۔

نار من نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ زیان اس کے چہرے کا ہر ایک تاثر پڑھ سکتا ہے۔

زیان نے پھر سے ان درختوں کی طرف دیکھا مگر وہاں اب بھی کچھ نہیں تھا۔

نار من مسکرا کر دو خواتین کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی۔

'سر مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے۔

کبیر نے واٹس ایپ پر وائس میسج سنا۔

'اچھا ہے ان محترمہ کو بھی پتہ چلے۔ڈر گئی ہو گی ویسے تو اچھا ہے خود تو پارک میں واک کرنے کے مزے لیے جا رہے ہیں اور میرا تب سے سانس اٹکا کر رکھا ہوا ہے۔ایک کال پک نہیں کی میری۔

کبیر کا غصہ سوا نیزے پر تھا۔

'او کے آئندہ دھیان رکھنا۔غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔

اس نے میسج ٹائپ کر کے سینڈ کیا اور خود ٹائی کی گرہ باندھنے لگا۔ وہ ہوٹل کے لیے گھنٹہ پہلے ہی لیٹ ہو چکا تھا۔

نار من جان چکی تھی کہ اس کے پیچھے جو بھی ہے اس کے ہاتھ اس کی سوچ سے بھی زیادہ لمبے ہیں۔ یہاں اسے خود محتاط ہونا پڑے گا کیونکہ یہاں اس کے ساتھ کبیر ملک نہیں ہے۔ وہ بار بار ادھر ادھر بہت احتیاط سے آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

جبکہ زیان اسکی بیقراری سمجھنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

سپارک پورشن پہ تمام سٹاف براؤنیز کے مزے لے رہا تھا۔ یہ ٹریٹ سی ای او آیان سفیر کی طرف سے تھی۔ انکو انکا پہلا پراجیکٹ مل چکا تھا۔

آیان براؤنیز باکس ہاتھ میں پکڑے زیان کے آفس میں داخل ہوا۔ زیان کے کنٹریکٹ والی بات کے بعد کچھ دنوں سے ان میں ذرا کشیدگی سے چل رہی تھی۔

وہ نوال کو میٹنگ سیٹ کرنے کی ہدایات دے رہا تھا۔ جب آیان آفس میں داخل ہوا۔

سپارک نے پہلا پراجیکٹ ساین کیا ہے اس خوشی میں۔

'بہت بہت مبارک ہو بھائی۔زیان واقعی بہت خوش ہوا تھا۔

'ارے واہ ہمارا ننھا منھا سپارک اب بزنس کی دوڑ شروع کرنے والا ہے۔کیا بات ہے آیان مبارک ہو

نوال بھی خوش دلی سے مسکرائی تھی۔

'تم مجھ سے کانٹریکٹ سائن کروانا چاہتے تھے۔لاؤ وہ فائل یہ کام بھی ختم کرتے ہیں ابھی۔

آیان کے چہرے میں پہلے جیسے شرارتیں نہیں تھیں۔

'گریٹ۔اس نے آفس ٹیبل کے ریک سے فائز نکالی اور آیان کے سامنے میز پر رکھی۔

آیان نے ایک نظر اپنے بھائی کو دیکھا اور بجھے سے رویے کے ساتھ کانٹریکٹ سائن کیا۔

نوال آیان کی اداسی محسوس کر رہی تھی۔

'اب ہم بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ بزنس پارٹنرز بھی بن گئے۔

زیان نے آیان کو گلے لگایا۔

'آپ بھول گئے ہیں شاید بزنس میں نور ریلیشنز نو ایموشنز۔

وہ مزید رک نہیں سکا تھا۔

جبکہ زیان اور نوال دونوں حیرت سے آیان کو افس سے باہر جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

'آپ کو اپنے بھائی کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے بزنس از بزنس مگر پنتیس پر سنٹ بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

نوال دبے دبے سے لہجے میں بولی۔

'تو نہ کر تا ڈیل میری رقم مجھے واپس کر دیتا دس پر سنٹ پر افٹ پے۔

وہ بظاہر پُر اعتماد سا نظر آ رہا تھا۔

'آپ اپنے بھائی سے سودے بازی کر رہے ہیں۔

'نہیں میں جانتا ہوں میں کیا کر رہا ہوں اور میں اس سے کہاں کہاں سے بچا رہا ہوں۔ تم دونوں وہ نہیں دیکھ سکتے جو میں دیکھ رہا ہوں۔

'ہمممم۔ چلتی ہوں میں۔

نوال بجھے سے چہرہ لیے آفس سے نکلی اور کینٹین کی طرف بڑھ گئی۔

'آیان کینٹین میں بالکل الگ تھلگ سا بیٹھا تھا۔ ویٹر نے اسے کافی کا کپ پیش کیا۔

مگر وہ ہنوز ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

کیونکہ ورکنگ آورز تھے اس لیے وہاں اکا دکا لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔

نوال کی آمد پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

'مجھے اچھا نہیں لگ رہا جو تمہارے بھائی کر رہے ہیں۔

نوال نے اسے چپ چاپ دیکھ کر بات شروع کی۔

'میں نے انویسٹر ڈھونڈ لیا تھا۔ میری اس کے ساتھ بات ہو چکی تھی۔ مگر میں نے زیان کی وجہ سے اس سے ڈیل ختم کی۔ میں زیان کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ مگر اسکے لیے پیسہ اور بزنس ہمارے رشتے سے زیادہ بڑھ کے ہے۔

'وہ میرے بزنس آئیڈیل تھے۔ مگر وہ اس بزنس کی دوڑ میں اتنی آگے نکل جائیں گے کہ اپنے سگے رشتوں سے ہی بزنس کرنے لگیں گے میں نے سوچا نہیں تھا۔

نوال بھی افسردہ سی تھی۔

'خیر۔اچھا ہے پہلے ہی سب کچھ کلیئر ہو جانا چاہیے۔اگے جا کر مسئلے نہیں ہوتے۔

آیان نے لمبی سانس لی اور کافی کا مگ میز سے اٹھایا۔

'تم کچھ لو گی چائے کافی۔

'نہیں۔میں چلتی ہوں۔اپنا اپنا خیال رکھو۔دیکھنا تمہاری کمپنی ایک دن دنیا کی نمبر ون کمپنی ہو گی۔انشاللہ۔

'اللہ کرے۔

آیان رنجیدہ سا مسکرایا تھا۔

84

بہزاد صاحب کے ماتھے کی شکنیں دور سے ہی واضح نظر آ رہی تھیں۔ وہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی گر جانے کے انداز میں صوفے پر بیٹھے تھے۔ گلے میں جھولتی ٹائی کو مزید ڈھیلا کیا اور ادھر ادھر کسی ملازم کی تلاش میں نظریں گھمائیں۔

سامنے ہی دانین سیڑھیاں اترتی نظر آرہی تھی۔وہ پھر سے کہیں پارٹی میں جانے کے لیے تیار تھی۔سرخ فراک نما فراک جو گھٹنوں سے ذرا سے نیچے تک تھی۔اسکی سفید پنڈلیاں لمبی ہیل والے جوتے سے نکلتے لمبے تسموں کی قید لپٹی ہوئی تھیں۔

وہ بالوں کو اک ادا سے جھٹکتی موبائل کان پہ لگائے کسی کو اپنی امد کی اطلاع دے رہی تھی۔

'دانین۔

بیزار صاحب کی اواز پر اس کے بڑھتے ہوئے قدم رکے۔

'تم کبھی کوئی ڈھنگ کا لباس نہیں پہن سکتی۔

'بابا میں اب یہاں آپ کے ملک کی طرح لمبے لمبے دوپٹے لینے سے تو رہی۔

دانین کے لہجے میں نہ باپ کے لیے احترام تھا نہ انکھوں میں ادب

'کاش تم نے نار من سے ہی کچھ سیکھ لیا ہوتا۔

'بس کریں ڈیڈ۔ ہر وقت نار مین نار من نار من۔ اتر گئی ہے ناوہ بلا میرے سر سے اب اس کا ذکر بار بار مت کیا کریں۔

'تمیز سے بات کرو۔ اس کا نہیں تو کم از کم اپنے باپ کی عزت تو کر ہی سکتی ہو نا تم

'سوری ڈیڈ مگر مجھ سے یہ سب فضول کے دکھاوے نہیں ہوتے۔میں جیسی ہوں میں ویسے ہی نظر اتی ہوں۔ ویسے بھی میں کیوں کسی بات میں شرم محسوس کروں میں نے کون سا کسی کی جائیداد پر قبضہ کر رکھا ہے۔

'کیا بکواس کی ہے تم نے۔

بہزاد صاحب صوفے سے اٹھ کر اسکے عین سامنے کھڑے ہوئے۔

'لیٹ ہو رہا ہے مجھے جلدی ہوں میں۔بائے

'میری بات سونو۔ تم۔۔۔۔۔۔۔

مگر دانین نے ایک بار بھی پلٹ کر واپس نہیں دیکھا تھا۔

بہزاد صاحب اپنے ماتھے کو مسلتے ہوئے دوبارہ صوفے پر بیٹھے تھے۔

ضروری نہیں انسان کے اعمال ہی مکافات ہوں انسان کے الفاظ بھی اسکا پیچھا کر کے اس پر پلٹ سکتے ہیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'زیان مجھے لگتا ہے جیسے آیان کسی بات پر ناراض سا ہے۔

مسز سفیر نماز کی طرز کا دوپٹہ اوڑھے ہاتھ میں تسبیح لیے زیان کے کمرے میں آئیں تھیں۔

زیان جو موبائل پر مصروف تھاماں کو دیکھتے ہی اوتو من سے پیر نیچے رکھے اور صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

'نہیں امی آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں نیا نیا بزنس سیٹ کر رہا ہے کچھ مسائل تو ہوتے ہی ہیں۔

'مگر وہ بہت چپ ہو گیا ہے۔اب تو تم سے بھی لڑائی جھگڑا نہیں کرتا۔

'اصل میں امی سارا دن بول بول کر اس کی چارجنگ ختم ہو جاتی ہے یہ سمجھیں وہ اس وقت چارجنگ موڈ پر ہوتا ہے۔اس بہانے میرے کانوں کو بھی ذرا کچھ سکون مل جاتا ہے۔

زیان بظاہر ماں کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔مگر وہ جانتا تھا کہ آیان سچ میں اس سے ناراض ہے۔

'اللہ میرے دونوں بیٹوں کو سلامت رکھے۔برے وقت سے بچائے۔

'آمین۔اب آپ جائیں سو جائیں دیکھیں دس بج رہے ہیں۔

'ہاں بس میں سونے ہی جا رہی تھی بس ایان کا انتظار کر رہی تھی۔

ماں کے جاتے ہی زیان کسی گہری سوچ میں چلا گیا تھا۔جب موبائل پہ میسج ٹیون سنائی دی۔

'کیا آپ کے ہاں مہمان کو چائے پانی نہیں پوچھا جاتا۔

آویزہ کا میسج دیکھتے ہی زیان کے ہونٹوں پر میٹھے سے مسکراہٹ آئی تھی۔

'چائے پانی کے ساتھ ساتھ ہم تو آپ کی رہائش کا بھی بندوبست کرنے کو تیار تھے۔ مگر آپ ہی چھپ چھپ کر بغیر اطلاع دیے آگئیں۔

'اچھا۔ اب تو اپ کو پتہ چل گیا نا کہ میں آگئی ہوں۔

'جی پتہ چل گیا بائی لک کہہ لیں یا بائی چانس۔

'ارے میں تو اپ کو سرپرائز دینا چاہ رہی تھی۔

'سرپرائز تو دیا ہے وہ بھی 5000 واٹ کے شاک کے ساتھ۔

'ہاہاہاہاہا۔ ویسے مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ اگر میں پاکستان آؤں تو وہ مجھے اپنا ملک دکھائیں گے۔

'بندہ حاضر ہے میڈیم 24 گھنٹے کی سروس کے ساتھ۔ حکم کریں۔

اگر زیان کا یہ انداز اس کا کوئی سٹاف ممبر دیکھ لیتا تو شاید وہ اب تک عالم شاک میں ہوتا۔ ناک پہ غصہ چڑھائے رکھنے والا زیان آج کسی کے عشق میں مجنوں بن چکا تھا۔

'ٹھیک ہے۔ صبح پارک میں تو آ ہی رہے ہیں آپ پھر ڈیسائڈ کریں گے نیکسٹ۔

'ٹھیک ہے۔ میم ملتے ہیں۔

زیان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔

'اچھا سنو۔ تم جانتی ہو کہ میں تم سے ناراض تھا کہ تم نے اتنے دن مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ مجھے لگا کہ میری محبت تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مگر تمہیں یوں اپنے سامنے دیکھ کر میرے تمام نے غصہ نے میرے عشق کی شدت کو بڑھا دیا ہے۔ تم دور تھی تو تمہیں اپنے قریب لانے کی جلدی تھی۔ اب تم پاس

ہو تم تمہیں اپنانے کی جلدی ہے۔ میرا نصیب ہی تمہیں ایک دن میرے عشق کی گواہی دے گا جب تمہیں اپنے ارد گرد بس میری محبت کے رنگ دکھائی دیں گے۔

وہ نا جانے کیا کچھ لکھتا جاتا مگر لو موبائل چارجنگ کا نوٹیفیکیشن دیکھ کر وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔ فوراً سے سارا میسج ڈیلیٹ کیا اور موبائل کو چارجنگ پہ لگایا۔ اور خود ائینے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے وہ خود کو دیکھ رہا تھا۔

'پاگل ہو گئے ہو زیان سفیر تم ایک لڑکی نے تمہیں مجنوں آوارہ بنا دیا ہے۔ اور دیکھو تمہیں اپنی اس آوارگی پر ذرا افسوس بھی نہیں۔ بلکہ تم خوش ہو عشق کا جادو چل گیا ہے تم پر۔

وہ آئینے میں خود کا عکس دیکھ کر خود ہی مسکرا رہا تھا۔ جانے کب صبح ہوتی اور وہ جانِ جاناں کا دیدار کر کے آنکھوں کو رزق دیتا۔

کبیر کے قدم اپنے کمرے کی طرف جاتے اچانک سے رک گئے تھے نار من کے کمرے کا بند دروازہ دیکھ کر اسکا دل ایک دم سے دھڑکا تھا۔

'کیا اپ کو اس گھر سے کوئی مسئلہ ہے۔ یا آپ کا دل کہیں اور اٹکا ہوا ہے۔ کبھی جو آپ وقت سے گھر آئیں۔

'اور کبھی جو تم مجھے ڈانٹے بغیر سوئی ہو۔

'ہاں تو آپکو نہیں پتہ کوئی آپکا انتظار کر رہا ہو گا۔ لگتا ہے آپ کے پیچھے کوئی جاسوس لگانا ہی پڑے گا۔ دیر سے گھر یا تو چور ڈاکو آتے ہیں یا۔۔۔۔۔۔

وہ بات کرتے کرتے اچانک سے رکی تھی۔

'یا۔۔۔۔۔کیا۔

وہ اس کے قریب ہو کر اس کی انکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

'یا جن بھوت۔۔۔۔۔۔

وہ کھکھلا کر ہنس رہی تھی۔

کبیر کو اچانک سے نار من یاد آئی تھی جیسے اس کی ہنسی ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہی ہو۔وہ ایسے ہی کھڑی ہو کر اس کا انتظار کیا کرتی تھی اور وہ بھی میٹھی میٹھی سی ڈانٹ سن کر خوش ہوا کرتا تھا۔

یہی احساس بہت تھا کہ کم از کم کوئی اس کا انتظار کرنے والا تو ہے۔کوئی تو تھا جو اس کی راہ تکتا تھا۔

مگر آج وہ دروازہ بند تھا۔ جسکی کھڑکی پردے پلنگ صوفہ حتیٰ کہ ایک ایک چیز کبیر کو اپنائیت کا احساس دلاتی تھی۔ آج نہ تو وہاں کوئی اپنائیت تھی نہ کوئی روکنے ٹوکنے والا۔

وہ سر جھکائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

85

صبح پانچ بجے الارم کلاک نے پورے کمرے میں شور مچار کھا تھا۔ زیان کمفرٹر میں الٹا سویا ہوا تھا۔ ایک کندھا کمفرٹر سے باہر تکیے کے نیچے تھا۔ وہ الارم کلاک کی اواز سے اکتا کر اٹھا الارم بند کیا اور دوبارہ سو گیا۔

دو سیکنڈ بعد ہی وہ دوبارہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ کلاک پانچ بج کر دس منٹ کا عندیہ دے رہا تھا۔

زیان واش روم کی طرف بھاگا۔

پورے بیس منٹ بعد وہ گرے اور سفید ٹریک سوٹ میں ملبوس پارک میں موجود تھا۔

اسلام اباد میں اچھی خاصی سردی پڑھ رہی تھی۔ پارک میں اکا دکا لوگ ہی موجود تھے۔ سموگ کا راج چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ اس نے کلائی پر بندھی ڈیجیٹل واچ دیکھی شاید وہ جلدی آگیا تھا۔

نار من کی آنکھ آج بھی بچوں کی تلاوت کی اواز پر کھلی۔ فریش ہو کر وہ باہر آئی تو اسکی نینی حانم کچن میں ولید حسن کے لیے کسی قسم کا قہوہ بنانے میں مصروف تھیں۔

'نینی حانم آپ کیا آج واک پہ نہیں جائیں گی؟

آپا جی نے اسے غور سے دیکھا آج بھی پنک کلر کے ٹریک سوٹ میں ملبوس تھی البتہ ابھی تک اس نے ہڈی کی کیپ سر پہ نہیں پہنی تھی۔

'ہاں ہاں بس چلو میں ولید کے لیے قہوہ بنا رہی تھی کل رات اس نے پورے چار گھنٹے محفل کی ہے تو اس کی آواز بند ہو رہی تھی۔

آپا جی نے قہوہ بڑے سے مگ میں ڈالا اور ڈھک دیا۔

'نینی حانم محفل کرنا کیا دکھاوے کی عبادت میں نہیں آتا۔ مطلب مجھے لگتا ہے کہ اللہ کے ساتھ جو بھی باتیں ہوں وہ انسان کی انتہائی پرسنل تنگ ہونی چاہیے نا کہ وہ سب کو سر عام بتائے کہ وہ اللہ کا پیروکار ہے۔ عبادت محبت عقیدت یہ سب تو عزت اور احترام کے کام ہیں اگر کوئی چیخ چیخ کر بتائے کہ محبت ہے محبت ہے تو ہی محبت تو نہ ہوئی نا۔

نینی حانم چپ چاپ اسے سن رہی تھیں۔

'مطلب شاید میں اپنی بات آپ کو صحیح سے سمجھا نہیں پا رہی میں کہنا چاہتی ہوں کہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کوئی تیسرا نہیں آنا چاہیے۔

'تمہیں پتہ ہے بیٹی جب بہت سارے لوگوں کو قران پاک نہیں پڑھنا آتا تھا تو وہ لوگ حفاظِ قرآن کو گھر بلاتے اور قران پاک کی تلاوت سنتے۔ اس طرح دیکھا دیکھی بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے گھروں میں محفل کا انعقاد شروع کیا۔

'اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب انسان آپس میں بیٹھ کر اللہ کی باتیں کرتے ہیں تو اللہ پاک فرشتوں میں بیٹھ کر ایسے انسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تو سوچو کیا ہی خوش نصیب انسان ہو گا جس کا ذکر خود رب تعالی کی ذات کرے۔

عالم ارواح میں بھی لوگ ایسے ہی اکٹھے بیٹھتے ہوں گے ایسے ہی رب تعالی کا ذکر کرتے ہوں گے کیونکہ انسان اس دنیا میں صرف انہی لوگوں سے ملتا ہے جن کے ساتھ اس عالم ارواح میں اس نے زندگی گزاری ہوتی ہے۔اس دنیا میں انے سے پہلے کی زندگی۔روحوں کے کھیل،روح کے رشتے انسان بھول جاتا ہے مگر وہ چہرے ہمارے آس پاس ہی ہوتے ہیں۔

اس لیے تو فرمان ہے کہ انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہو گا۔

'مطلب میں کبیر کے ساتھ دوبارہ زندہ کی جاؤں گی۔

نار من خود سے ہی بڑبڑا کر خوش ہو رہی تھی۔آپا جی نے مزید کیا سمجھایا وہ نہیں سن پائی تھی۔

پارک کے درمیان میں پہنچی تو سامنے زیان جاگنگ کرتا ان ہی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

'السلام علیکم آپا جی۔

زیان نے جھک کر کر آپا جی سے پیار لیا۔اور چوری چوری نار من کو دیکھا۔وہ اسے خود کو یوں چھپ کر دیکھتا دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

'شکر ہے تم آ گئے بچے ورنہ میں اب اس عمر میں اس کے ساتھ اتنی زیادہ واک تو نہیں کر سکتی۔چلو اب مجھے فکر نہیں ہو گی کہ یہ اکیلی ہے۔

زیان دھیرے سے مسکرایا دیا تھا۔

'میں وہاں ادھر سامنے بینچ پر بیٹھی ہوں جب فری ہو جاؤ تو یہی آ جانا۔

'آپا جی آپ فکر نہیں کریں۔ ویسے آپکو کم از کم ایک چکر تو مکمل کرنا ہی چاہیے لگتا ہے آپکے ڈاکٹر کو شکایت لگانی پڑے گی آپ کی۔

'ان ڈاکٹروں سے تو اللہ ہی بچائے۔ اگر مجھے ولید باقاعدگی سے نہ لے کر جائے تو میں کبھی ڈاکٹر کی شکل بھی نہ دیکھوں۔

آپا جی زیان کی بات کو خاطر میں نہ لاتی بینچ پر بیٹھ چکی تھی۔

'اچھا تو مس آویزہ بتائیں پھر آپ کہاں سے شروع کریں گی پاکستان ایکسپلور کرنا۔

اب وہ دونوں ساتھ ساتھ واک کر رہے تھے۔وہ شاید پاکستانی کلچر سے اچھی طرح واقف تھی اس لیے آج بھی اس نے کندھوں پہ مخصوص شال اوڑھی ہوئی تھی۔

'جہاں آپ چاہیں۔

وہ دھیرے سے بولی

'چلو پھر ایسا کرتے ہیں میرے گھر سے ہی شروع کرتے ہیں۔

"کیا مطلب۔

'مطلب۔کہ آپ اج رات کا ڈنر ہمارے ساتھ کریں۔امی کو آپ کافی اچھی لگی ہیں۔وہ وہ بھی کہہ رہی تھی کہ مہمان کو گھر کھانے پہ بلانا چاہیے۔

'اچھا ٹھیک ہے۔ ویسے آنٹی خود بہت سویٹ ہیں۔

'اور آنٹی کا بیٹا؟

زیان اب اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسکے سامنے الٹا چل رہا تھا۔

'ہمم وہ کون ہے کیا میں اس کو جانتی ہوں۔

وہ معصوم سی بچی کی طرح بولی۔

'آپ ہماری ریاست میں آکر بھی سلطان کو نہیں پہچانتی۔ چچ چچ بہت غلط بات ہے۔ پھر تو آپ میری ریاست کے قانون سے بھی واقف نہیں ہوں گی۔

'اچھا ویسے اس ریاست کا نام کیا ہے۔

'آپ کے بادشاہ کے سامنے اس کی ریاست کا مذاق اڑا رہی ہیں۔ محترمہ۔

'ارے میں سچ میں نہیں جانتی میں تو اپنے بستر پہ ارام سے سو رہی تھی اگلی صبح انکھ کھلی تو میں نے خود کو یہاں دیکھا۔ لگتا ہے کسی نے مجھے جادوگر کے یہاں بلایا ہے

نارمن نے اپنی انگلیوں کو ہوا میں لہرایا۔ اسکی پتلی پتلی سفید انگلیوں کو زیان نے غور سے دیکھا تھا

'ہممم یہ یقیناً انکل فیسٹر کا کام ہے۔انکو بہت شوق ہے لوگوں پر جادو کرنا۔

'اچھا تو آپکا نام کیا ہے؟

وہ دونوں ویڈ نیسڈے مووی کے کریکٹرز بنے خود کو اصلی جادوگر سمجھ رہے تھے۔

'میں زیوئیر تھورپ ہوں۔اور اپ یقیناوینزڈے ایڈمز ہوں گی۔

'صحیح پہچانا۔بس میرے پاس ابھی تھنگ نہیں ہے۔

'پتہ ہے وہ کہاں ہے ادھر اؤ۔

زیان دو قدم اس کے قریب ہوا۔ اس کے بالوں سے آتی وہی سٹرابری جیسی خوشبو زیان کو پھر سے مدہوش کر رہی تھی۔ اس نے لاشعوری انداز میں اپنی انکھیں بند کی اور اپنے دل کی تیز دھڑکن کو محسوس کیا۔

'میں نے تھنک کو ٹائلر کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

نار من بہت دھیرے سے بولی جیسے کوئی راز کی بات بتا رہی ہوں۔

وہ دونوں اب کھل کر مسکرا رہے تھے۔ جبکہ آس پاس کے لوگ ان دونوں کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔

'ویسے کیا پلین ہے سٹڈی یا جاب۔

وہ دونوں پارک کا دوسرا چکر شروع کر چکے تھے۔

'ارادہ تو جاب کرنے کا ہے۔ مگر ابھی تک کوئی آفر نہیں ہے میرے پاس لیکن فلحال میرے پاس کوئی آپشن نہیں ہے۔

وہ اداسی سے بولی۔

اسکے کھلے بال بارؤن کلر کی شال میں چھپے ہوئے تھے۔ کندھوں سے کچھ بال سامنے کی طرف تھے۔ اور چہرے پہ دو چار لٹیں اس کے حسن قا طواف کر رہی تھیں۔

'ارے ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے میری کمپنی ہے نا۔ اور اتفاق سے ہم دونوں کی سپیشلٹی بھی ایک جیسی ہے۔ افٹر ال ہم دونوں آرکیٹیکٹ ہیں۔

وہ پھر سے چلتے چلتے ایک دم اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

'نہیں۔ میں میرٹ کو زیادہ پریفر کرتی ہوں۔ کیونکہ میرے خیال میں چور راستے ڈھونڈنے والے راستے میں ہی کہیں گم ہو جاتے ہیں۔ منزل پر پہنچنا تو ناممکن۔

'افففف یار ایک تو تم یہ کتابی باتیں بہت کرتی ہو۔ مجھے ضرورت ہے سٹاف کی۔ ایڈ بھی دی ہوئی ہے۔ چاہے تو ایڈ کے تھرو اپلائی کر لینا۔

'کتابیں پڑھنے والوں کے ذہن عام انسان سے کہیں زیادہ پختہ ہوتے ہیں۔ کتابی لوگوں کی چھٹی حس عام لوگوں سے زیادہ شارپ ہوتی ہے۔

'نہیں میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ تم ابھی تک یہ نہیں سمجھ پائی کہ میرے ذہن میں کیا چل رہا ہے۔

بے ساختہ زیان کی زبان پھسلی تھی۔ اب وہ گھبرا رہا تھا۔ اس نے نار من سے نظریں چرا لیں تھیں۔

'ضروری نہیں ہوتا کہ آپ ہر سوال کا جواب دیں۔ کچھ چیزیں پس پردہ ہی اچھی لگتی ہیں۔

وہ مسکرا کے بولی تھی۔

مگر زیان اپنی گھبراہٹ میں مزید کچھ نہیں بول سکا تھا۔

سامنے ہی سعیدہ اور امِ حانم صاحبہ بینچ پہ بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

'یہ اچھا ہے۔ واک کی تو خیر ہے مگر اس بینچ سے محبت زیادہ ہے آپ دونوں کو۔

نار من چپ سی کھڑی تھی جبکہ زیان پھر سے باتوں میں مشغول ہو گیا تھا آجکل وہ زیادہ بولنے لگا تھا۔

محبت کی علامات پہلے نظر آجاتی ہیں انسان کو ہی اپنے احساسات کا ادراک بہت بعد میں ہوتا ہے۔اس لیے کہتے ہیں عشق اور مشک چھپائے نہ چھپے

86

'نار من کیسی ہے۔

آذر بیجائی میں ملک فیملی بہت دنوں بعد ایک ساتھ ناشتہ کر رہے تھے۔اور اتفاق سے دانین بھی آج گھر پہ ہی تھی۔

بہزاد صاحب کے اچانک نارمن کے ذکر پر دانین نے چڑ کے باپ کو دیکھا تھا۔

'ٹھیک ہے۔فی الحال تو گھوم پھر ہی رہی ہے۔

اچانک صبح موصول ہونے والی ویڈیو پھر سے کبیر کو یاد آگئ تھی۔

وہ زیان کے ساتھ واک کر رہی تھی۔باتوں سے دونوں میں کافی بے تکلفی محسوس ہو رہی تھی۔کبیر کا تب سے ہی موڈ آف ہوا ہوا تھا۔

'آگے کا کیا ارادہ ہے اس کا کیا پڑھنا چاہتی ہے۔

بہزاد صاحب نے کبیر کا بدلا ہوا لہجہ نوٹ کیا تھا۔

'پتہ نہیں کیا کرنا چاہتی ہے میں نے پوچھا نہیں۔

وہ پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

'بات کرو اس سے پوچھو کیا ارادہ ہے۔ آخر کیا چاہ رہی ہے وہ۔ اس کے ماں باپ نے اس کے ذمہ داری مجھے دی ہے۔ تم دونو مانو یا نہ مانو مگر میں تم دونوں کا سرپرست ہوں۔

'آپ خود کیوں نہیں پوچھ لیتے اس سے۔ بقول آپ کے ہم ذمہ داری ہیں آپ کی۔

اس نے نیو کن سے منہ صاف کیا۔ بہت محدب انداز سے کرسی پیچھے گھسیٹی اٹھا کرسی واپس میز کے ساتھ سیٹ کی اور اپنے کمرے کی طرف بھڑ گیا۔

جبکہ بہزاد صاحب اس کے رویے پر اندر ہی اندر سہم گئے تھے۔وہ 11 12 سال کا کبیر نہیں تھا۔

وہ ایک مکمل مرد تھا۔ایک بہادر مرد جو اپنی ذمہ داریوں سے کبھی نہیں بھاگتا۔

مگر وہ نہیں جانتے تھے انسان پیار میں ہو تو موڈ حالات کے مطابق نہیں بدلتا بلکہ محبوب کے مطابق بدلتا ہے۔

'ڈیڈ آپ کیوں بار بار نار من کا ذکر کرتے ہیں۔

دانین صبر کی حد پار کرتے ہوئے بولی

'تم بار بار اس کے نام سے چڑ کیوں جاتی ہو۔میں نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ اس نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو گی۔

'ابھی زیادتی نہیں کی۔ ہر چیز میں تو برابر حصہ ہوتا ہے اس کا۔ کھانے پینے سے لے کر کپڑے جوتوں تک اس کو برابر حیثیت ملتی ہے۔ کبھی یتیم ہونے کے نام پر اسے ہمدردی ملتی ہے تو کبھی لائک فائق ہونے کی وجہ سے سب اس کی تعریفیں کرنے لگتی ہیں۔

ہر وقت نار من یہ نار من وہ۔ میں تنگ آگئی ہوں اس نام سے۔

'تو تم جیلس ہونے کی بجائے اگر اس جتنی محنت کرتی۔ تو آج تم اس کی جگہ پر ہوتی۔

'کیوں ہوں میں اس کی جگہ پر۔ ہر انسان کی اپنی جگہ ہوتی ہے۔ زندگی کوئی پزل باکس نہیں ہے کہ کوئی انسان کہیں بھی اٹھا کر کہیں بھی سیٹ کر دیا جائے۔ میں دانین ملک ہوں نار من فراز نہیں۔ آئیندہ میرے سامنے اس آسیب کا ذکر بھی مت کیجئے گا۔

وہ چھری کانٹے کو پلیٹ پہ پٹکتی کرسی سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اور آج پہلے دن بہزاد صاحب کو احساس ہوا تھا کہ دانین کی تربیت میں کمی نہیں خلا ہے۔جو شاید اب کبھی پر نہیں ہو سکتا تھا۔

کبیر کمرے میں آیا اس نے آفس جانے کے لیے اپنی فائلز اور کچھ ضروری کاغذات سمیٹے۔کلائی پر بندی کھڑی دیکھی تو 15 منٹ باقی تھے۔اسے 45 منٹ تک ایک ہوٹل میں میٹنگ کے لیے پہنچنا تھا۔

اچانک اس کی نظر کاغذات کے ساتھ بڑی سیاہ ڈائری پر گئ۔

اس نے سٹڈی ٹیبل کی کرسی گھسیٹی اور سیاہ ڈائری پر لکھنا شروع کیا۔

'نار من اج پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ تم مجھ سے دور ہو۔ یا میرا کوئی نیم البدل بھی ہو سکتا ہے تمہاری زندگی میں۔ کانٹا سا چبا ہے دل میں درد ہوا۔ مگر مجھے خوشی ہوئی کہ میرے بعد تم اس دنیا میں تنہا نہیں ہو گی۔ کوئی ہو گا تمہاری حفاظت کرنے والا۔

مگر مجھے اس دن سے ڈر لگتا ہے جس دن تمہیں اصلیت پتہ چلی۔ زیان میرا یونیورسٹی فیلو ہے ہم نے پیرس میں ایک ساتھ ارکیٹیکچر پڑھا ہے۔ یہ سراسر اتفاق تھا کہ ہم دونوں کلاس فیلو تھے۔

کچھ سال پہلے پیرس میں۔

زیان ایڈی کیس کے بعد وہاں موجود ہر طالب علم کا ائیڈیل بن چکا تھا۔ ہر کوئی اس کے مذہب کو جانے کی کوشش کر رہا تھا آخر ایسا بھی کیا ہے اس مذہب میں جس کی وجہ سے کوئی انسان اپنا کریئر داؤ پر لگا دے۔

ایڈی گروپ زیان کے چیلنج کو پورا کرنے کے لیے اسلام پڑھنے لگے تھے۔

'تم نے کہا تھا تمہارا مذہب ہر طرح سے مکمل ہے۔ اور اگر میں اس میں کوئی غلطی ڈھونڈ دوں تو تم اپنا کریئر اور یہ یونیورسٹی چھوڑ دو گے۔

زیان کینٹین میں لنچ کرنے میں مصروف تھا۔ جب ایڈی اپنے دوستوں کے ہمراہ اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔ میز پر موجود تمام لوگوں نے اپنا کھانا چھوڑ کر ان کو دیکھا تھا۔ ساتھ والی میز پر ہی کبیر ملک بیٹھا تھا۔ جو فل وقت ایک دوسرے سے انجان تھے۔

'ہاں مجھے یاد ہے۔ مسلمان اپنی زبان کا پکا ہوتا ہے۔

زیان اسے نظر انداز کرنے والے انداز میں بولا۔

'ٹھیک ہے اس ویک اینڈ پر لائبریری کے پچھلے گارڈن میں ملتے ہیں۔ وہاں اگر تم مجھے میرے سوالات کے جواب دے دو گے تو میرا تمہارا معاملہ ختم ہو جائے گا۔

'ٹھیک ہے۔ مگر یاد رکھنا انسان اور حیوان میں فرق بس زبان کا ہی ہوتا ہے۔ امید ہے تم اپنی زبان پر پورے اترو گے۔

زیان ایڈی کا کندھا تھپتھپاتا ہے وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبکہ پیچھے بیٹھے تمام لوگ سرگوشیوں میں مگن ہو گئے تھے۔

87

موجودہ دن۔

زیان سے تمہارا رشتہ خون کا ہے۔ وہی خون جو تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے نار من۔ اور وہی خون جو با کو شہر میں بہا۔ دونوں خون بھلے ایک جیسے ہیں۔ مگر وقت نے اب ملاوٹ کر دی ہے۔ تمہارے خون میں ملک خاندان سے تربیت میں ملی نفرت اور زیان کے خون میں اپنی ماں کی طرف سے تربیت میں ملی محبت ہے۔

اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر زیان کی محبت جیت گئی میں تو بلاوجہ ہی مارا جاؤں گا۔

کبیر نے لمبی سانس لی اور پاس میز پر ہی پڑے فون پہ ایک نظر ڈالی۔ وقت بڑھ گیا تھا۔ اور ساتھ ہی کبیر ملک کا پارا بھی۔

"مجھے تو لگا تھا آپ کے بھائی نے گل خان سے ہاتھ ملا لیا ہے۔ مگر شکر کرو بچ گئے آپ لوگ۔ دیکھو میرا کروڑوں کا نقصان کر کے اس خبیث نے ڈکار تک نہیں ماری ہو گی۔

سپارک پورشن کے میٹنگ روم میں شئیر ہولڈرز کی میٹنگ جاری تھی۔

نوال زیان کی اسسٹنٹ ہونے کے ناطے وہاں موجود تھی۔ سامنے کی کرسی خالی تھی۔ آیان سربراہی کرسی پر نہیں بیٹھا تھا۔

سامنے بڑی ایل ای ڈی پر کوئی پراجیکٹ کی سلائیڈز نظر آ رہی تھیں۔ میٹنگ روم کی دیواریں سفید تھیں۔ جن پر آیان کے ہی بنائی گئی تصویریں لٹکا رکھی تھیں۔

'کیا مطلب میں سمجھا نہیں کچھ گل خان سے آپکا معاملہ کیا ہے۔

آیان نے ایک نظر سامنے زیان اور نوال کو دیکھا اور تجسس میں اپنے مقابل بیٹھے وہاب صاحب سے پوچھا۔

'ارے آپ نہیں جانتے۔ آپ ابھی اس ملک میں نئے ہو۔ اس لیے ایک نصیحت کروں گا اگر کتاب کے کور پر فرشتوں کی ٹیگ لگے ہو تو یہ مت سمجھنا کہ اس میں کسی شیطان کا کردار نہیں ہو گا۔

زیان تھوڑی تلے ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔

'آپ کھل کر بات کریں گے پلیز۔

آیان اب کی بار بھی سمجھ نہیں پایا تھا

'گل خان ایک فراڈ انسان ہے وہ لوگوں کو انویسٹمنٹ کے نام پر سود پہ رقم دیتا ہے۔ اور مہلت پوری ہونے پر تیس دن کے ساتھ اسکے سود کی رقم بھی تیس پرسنٹ بڑھ جاتی ہے۔

میں دھوکا کھا چکا ہوں اس سے۔ اپ کی تو کوئی نیکی اڑے اگئی اور آپ بچ گئے۔ میرا تو کروڑوں کا نقصان ہو گیا۔ اگر زیان نہ ہوتا تو میں کبھی پھر سے نہ اٹھ سکتا۔

آیان جو اتنے دنوں سے اپنے بھائی سے انجانا سا ہو گیا تھا اب سچ سامنے آنے پر بھائی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں تھا۔

'بہت شکریہ وہاب صاحب۔ مجھے امید ہے اس بار بھی ہم اپ کی امیدوں پر پورا اتریں گے۔ سپارک بھی آپکن مولینڈ مارک کی طرح مایوس ہر گز نہیں کرے گا۔

زیان ستائشی نظروں سے بولا۔ جبکہ آیان اور نوال کو چپ لگ گئی تھی۔

ویسے آیان آپ کو اپنی کرسی پر بیٹھنا چاہیے تھا یہاں سامنے۔

وہاب صاحب سربراہی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

'میں نے ابھی تک کچھ اچیو نہیں کیا ہے اس لیے شاید میں بھی اس کا حقدار نہیں ہوں۔

آیان دھیرے سے بولا۔

'برخوردار یہ دنیا ہے ایچیو کرنا بھی سکھا دیتی ہے اور آستین میں چھپے سانپ بھی دکھا دیتی ہے۔ خیز سیکھ جاؤ گے آپ بھی بچے۔ چلتا ہوں میں اب۔

زیان اور نوال وہاب صاحب کے ساتھ ہی میٹنگ روم سے نکلے تھے۔

آیان سیاہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے گلاس ونڈو کے پاس آیا۔ اور اپنے بھائی کو دور تک دیکھا۔

'کیا میں ابھی تک اپنے بھائی کو پہچان نہیں سکا ہوں۔ یا وہ مجھے نہیں سمجھتا۔ ہم میں تو کبھی کچھ ڈھکا چھپا نہیں تھا پھر یہ خلا ہم دونوں میں کیسے آ گیا۔

اسنے خود سے سوال کیا اور تیزی سے لینڈ مارک پورشن کی سیڑھیاں عبور کیں۔

آیان بنا دستک یہ زیان کے کمرے میں داخل ہوا۔

'تم بتا نہیں سکتے تھے سچ۔

نوال جو اسے لیپ ٹاپ پر کچھ دکھانے میں مصروف تھی اس طرح اچانک آیان کی امد پر بکھلا گئی

'تم یقین نہیں کرتے۔

زیان بظاہر لیپ ٹاپ پہ نظریں جمائے مصروف انداز میں بولا

'کیوں یقین نہیں کرتا یہ تمہاری سٹریٹجی ہے بزنس میں نو ایموشن نو ریلیشن۔ میں ایسا نہیں سوچتا۔

اسکی بات سن کر زیان نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹائیں اور کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

ایک دفعہ۔۔۔۔۔

زیان نے دھیرے سے بات شروع کی۔

"ایک ڈاکو کچھ نیک لوگوں کی صحبت اور تبلیغ کی وجہ سے ڈاکے مارنے سے تائب ہو گیا مگر پھر وقت کچھ ایسا آیا کہ بیروزگاری اور غربت کی وجہ سے گھر میں نوبت فاقوں تک آن پہنچی۔ ایک وہ دن ایک بڑے ولی کے مزار پر گیا اور دعا مانگنے کے بعد دن دیہاڑے وہاں چھت پر لٹکتا انتہائی قیمتی فانوس اتار لایا۔ مزار پر بیٹھے

مجاور اُسے جانتے تھے کہ بہت بہادر لڑاکا اور جنگجو ہے، سو اُسے کچھ کہنے یا مزاحمت کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ ڈاکو نے وہ فانوس بیچ دیا۔ مزار کے گدی نشین اور مجاوروں نے ڈکیتی کا پرچہ کرا دیا اور کیس عدالت میں چلا گیا۔ جج نے ڈاکو کو عدالت میں طلب کیا۔ یہ واقعہ حیدر آباد سندھ کے ایک مشہور مزار کا ہے۔ جج نے ڈاکو سے پوچھا: تم نے مزار سے فانوس اتارا ہے؟

ڈاکو: جی اتارا ہے۔

جج: کیوں اتارا ہے؟

ڈاکو: گھر میں نوبت فاقوں تک آ گئی تھی۔ میں صاحبِ مزار کے پاس حاضر ہوا کہ میری حاجت روائی فرمائیں۔ اُنھوں نے قبر کے اندر سے فرمایا کہ یہ فانوس تیرا ہوا۔ بیچ کر ضرورت پوری کر کے۔ سو میں نے فانوس اتار کر بیچ دیا اور اپنی ضرورت پوری کر لی۔

جج نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر توقف کے بعد گدی نشین اور مجاوروں سے کہا کہ یا تو اپنا عقیدہ بدل لو اور لکھ کر دے دو کہ ولی قبروں میں نہ سنتے ہیں اور نہ حاجت روائی کرتے ہیں، تو کیس آگے چلاتے ہیں۔ یا پھر ہم آپ کے عقیدے کے مطابق مان لیتے ہیں کہ ڈاکو ٹھیک کہتا ہے۔

مجاوروں نے کچھ دیر صلاح مشورے کے بعد اپنا کیس واپس لے لیا"۔(محمود الرشید ندوی)

نوال اور زیان بہت دھیان سے اسے سن رہے تھے۔

اسی طرح ایک طرف تمہاری سوچ تھی کہ بزنس کی دنیا بس محنت کی چکی سے چلتی ہے۔ بلکل جیسے مجاور سوچتے تھے کہ درگاہ میں حقیقتاً کوئی ولی ہے۔ دوسری طرف گل خان وہ ڈاکو ہے جو حالات کو اپنے مطابق بنا کر خود کو بچا سکتا ہے۔ میں تو بس جج ہوں۔ اور میں نے وہاب صاحب کی گواہی میں تم سے پارٹنر شپ کرنے کا فیصلہ کیا۔

زیان کے چپ ہونے پر نوال نے آیان کو دیکھا۔

'مجھے صاف بتا دیتے تو یہ سب نہ ہوتا۔

'تم اپنی کمپنی کو لے کر بہت ایکسائٹڈ تھے۔ میں نے کوشش کی تھی تمہیں سمجھانے کی مگر تم اس وقت خود کو ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اگر میں تمہیں اس وقت روکتا تو تمہیں لگتا کہ میں راستے کی رکاوٹ بن رہا ہوں۔

'تم پاگل ہو۔ میں اپنے بڑے بھائی کو رکاوٹ سمجھوں گا۔

آیان اسکی کرسی کے قریب ہوا۔

زیان کرسی سے اٹھا اور آیان کو گلے لگایا۔

'اچھا اب بس کرو۔ یہ ٹیپیکل عورتوں کی طرح گلے شکوے کرنا۔

'ویسے لگ تو یہ کوئی ماسی صغراں ٹائپ ہی رہا ہے۔

نوال مسکرا کر بولی

'اچھا خود کیا ہو تم شیداں کمیٹیوں والی ماسی رجو پینو مراثن۔وہ بھی جو لوگوں کی کمیٹیاں لے کر بھاگ جاتی ہے۔

زیان اور نوال آیان کو پھر سے پہلے جیسا دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔

کسی خوش بخت لمحے میں جو تم سوچو

کہ محبت ہو گئی تم کو

خنک ہوا میں زرد سے سورج کو دیکھ کر

آگے پیچھے دائیں بائیں اڑتے پنچھی

شام ہوتے ہی اسی راہگزر سے گزریں

اور تم سوچو سب پلٹ آتے ہیں

صبح کے بھولے شام میں لوٹ آتے ہیں

سنو۔۔۔

چندا۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

محبت خام خیالی ہے

بس دو پل کا تو قصہ ہے

افسوس ایک تہائی زندگی پر بھی

کسی خاک نشیں کا حصہ ہے

نارمن بلیو جینز پہ سیاہ شارٹ سا ٹاپ اور لمبا سا کارڈیگن جس پر دھنک کے تقریبا تمام رنگ ہی اترائے تھے پہنے ہوئے لینڈ مارک کی پارکنگ ایریا میں کھڑی اونچی لمبی بلڈنگ پر لینڈمارک جو کہ ایک ٹرائی اینگل شیپ میں لکھا ہوا تھا غور سے دیکھ رہی تھی۔

بلڈنگ تو ایک ہی تھی مگر درمیان سے ربہداری کی وجہ سے دو نظر آتی تھیں۔ دوسری طرف سپارکتھری ڈی بڑے سے 3 کے اوپر کرنٹ سائن بنا کر سپارک لکھا ہوا تھا۔

اسے تھوڑا ہی نیچے کچھ اور بھی لکھا ہوا تھا میک یؤر سیلف میجیکل

شاید کمپنی کا لوگو تھا۔

'لینڈمارک کا لوگو کیا ہو گا؟

نار من نے اچانک سوچا

'خیر مجھے کیا۔ تم بھی نہ نار من اب اس عمارت کو ہی گھوری جاؤ اور اندر والے چاہے تمہیں گھسنے بھی نہ دیں۔ ویسے جس دن ان کو میری اصلیت معلوم ہو گئی نا تو دشمنوں کی لسٹ میں زیان ہی سب سے پہلے کھڑا ملے گا تم کو نار من لکھ لو یہ بات۔

وہ خود سے باتیں کرتی جلدی جلدی مین دروازے کی طرف قدم اٹھا رہی تھی۔

'جیسے ہی وہ دروازہ عبور کر کے بلڈنگ میں داخل ہوئی تو گیراج نما ایریا جس کے دائیں طرف کافی کشادہ سیڑھیاں تھیں۔ سیڑھیوں کی ساتھ والی دیوار مکمل طور پہ گرافٹی کی گئی تھی۔

کہیں کیمرہ کہیں مختلف ایموجیز کہیں بروشرز کہیں پرانے ٹیلی ویژن پینٹ کیے گئے تھے۔

اور ان سب میں بہت بڑے الفاظ میں اس پارک تھری ڈی لکھا ہوا تھا۔

تو یہ سپارک بلڈنگ ہے آیان صاحب کی۔

اسے اچانک ساتھ چھوٹو سا گول مول سا آیان یاد آیا۔ جسے اس نے صرف تصویروں میں دیکھا تھا۔ فراز صاحب کی موت پر وہ پاکستان توائی تھی مگر اس وقت قوت حافظہ اتنا مضبوط نہیں تھا۔

'کیا وہ اب بھی اتنا ہی موٹا ہو گا۔

اس کے ذہن میں اچاوک سے ایک بے حد موٹے لڑکے سکیچ ابھرا جسکے کے پھولے پھولے سے گال بالکل گلابی تھے۔

اس نے مسکرا کر موبائل نکالا اور دیوار کو بیک گراؤنڈ بنا کر سلیفی لی۔

کبیر کو واٹس اپ کرتے ہوئے وہ اپنے دھیان میں لینڈ مارک کی طرف چل رہی تھی جب کسی سے بری طرح ٹکرائی

ہاتھ میں ڈاکومنٹس کی پکڑی فائل نیچے گر گئ تھی۔

اوہ سوری۔

مقابل فوراسے پہلے نیچے بیٹھ کر اس کے کاغذات سمیٹنے لگا۔

وہ ناجانے کیوں گھبرا گئ تھی۔ ٹکرانے والے شخص نے تمام کاغذات سمیٹ کر ایک دفعہ پھر سوری کہا اور لینڈ مارک بلڈنگ میں داخل ہوا۔ وہ شاید سپار پورشن سے آیا تھا۔

نار من نہیں اپنی گھبراہٹ میں اسے شکریہ تک نہ کہا۔ اور دبے دبے سے قدم اٹھاتی اس کے پیچھے لینڈ مارک میں داخل ہوئی۔

'تم کہاں رہ گئے تھے یار۔ چلو اب تمہارے ہٹلر بھائی نے آسمان سر پہ اٹھایا ہوا ہے۔

نوال ایان کو دیکھتے ہی فر بولنے لگی تھی

'یار راستے میں ایک بہت گھمنڈی لڑکی ٹکرا گئی تھی۔

وہ جن جن ایا ہوا سا بولا

'یہ ہمیشہ لڑکیاں ہی تم سے کیوں ٹکراتی ہیں۔ مطلب کیا ہماری بلڈنگز میں صرف لڑکیاں ہی کام کرتی ہیں۔

نوال اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھی

'نہیں وہ مجھے ویسے آفس کی تو نہیں لگ رہی تھی۔ مگر جو بھی تھی بہت اکڑ والی تھی۔

'تمہیں لفٹ نہیں کروائی ہو گی نا اس لیے۔

'شٹ اپ۔ ایک تو میں نے اسے تمام کاغذ سمیٹ کر دیے اور الٹا اس نے شکریہ تک نہیں کہا۔ بس ایٹیٹیوڈ دکھاتی میرے سر پر کھڑی رہی۔

وہ دونوں تیزی تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے زیان کے افس میں داخل ہوئے تھے۔

نار من نے ریسپشن پر پہنچ کر زیان کے آفس کا پوچھا تو اسے پتہ چلا زیان میٹنگ میں مصروف ہے۔ کم از کم پنتالیس منٹ انتظار کرے۔

'افف۔اس نے واپس جانے کے لیے قدم اٹھایا تو اچانک اسے یاد آیا وہ ایک بار زیان کو میسج تو کر ہی سکتی ہے۔

کیا پتہ وہ فری ہو۔اور یہ لڑکے خود سے بہانہ بنا رہی ہو۔

'جانے کیوں اسے اچھا نہیں لگا تھا کہ وہ زیان کا انتظار کرے۔وہ جو اسے وقت پر ریپلائی نہ دے کر تڑپائے رکھتی تھی اب وہ خود اس کا انتظار کرتی۔۔۔۔ناممکن

'کوئی آپ کے آفس میں آئے تو میٹنگ کا بہانہ بنا کر ٹال دینا کیا یہ مہمان نوازی کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے۔

وہ میسج سینڈ کر کے پاس ہی پڑے لکڑی کے بینچ پر بیٹھی تھی۔

'ڈیمو تو بہترین ہے مگر پراڈکٹ لوگو کچھ مزیدار ہونا چاہیے۔ مطلب یہ جوس کا ایڈ ہے اس کو جوس کی طرح ہی تھوڑا کٹا میٹھا محسوس ہونا چاہیے۔

شیرازی صاحب سامنے رکھے کنٹریکٹ پیپر پر سائن کرتے ہوئے بولے۔

'آپ فکر نہ کریں اپ کے اعتماد سے بڑھ کر ملے گا۔ یہ تو بس ایک ڈیمو تھا۔

آیان پر اعتمادی سے بولا۔

'بہترین۔ چلیں اب بجٹ ڈسکس کر لیا جائے۔

'یہ مس ماہ نور ہیں ہماری فائننس مینجمنٹ یہی سنبھالتی ہیں۔ جب تک سپارک کو قابل اور تجربہ کار ورکرز نہیں مل جاتے تب تک لینڈمارک اور سپارک مل کر ہی کام کریں گے۔

زیان بالکل باس لہجے میں بات کرتا مس ماہ نور کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

ماہ نور نے بجٹ فائل شیر ازی صاحب کے سامنے رکھی آیان بغور ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

زیان کو مخصوص میسج ٹیون سنائی دی تو وہ موبائل پر جھپٹا۔ جیسے شکاری اپنے شکار پر جھپٹ دے آیان نوال سمیت شیر ازی صاحب نے بھی اسے نوٹ کیا تھا۔

اس نے جیسے ہی میسج پڑھا وہ فورا اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

'مجھے امید ہے باقی کی ڈسکشن آپ لوگ سنبھال لیں گے۔مجھے بہت ضروری کام ہے مجھے جانا ہو گا ایم سوری۔

وہ بنا جواب کا انتظار کیے میٹنگ روم سے باہر نکلا۔

'لگتا ہے کچھ ایمرجنسی ہو گئی ہے۔ہم میٹنگ جاری رکھتے ہیں۔

آیان نے بات سنبھالی جب کہ اس کی نظریں دروازے پر جمی تھیں۔

زیان نے جیسے ہی اسے بینچ پہ بیٹھے دیکھا۔اس کا دل اچانک سے جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔اس نے کب سوچا تھا کہ اس کی محبت اس کی جان اس کے بالکل یوں سامنے ہو گی وہ بھی اس کی اپنی جگہ پر جہاں اس کا مکمل اختیار چلتا تھا۔

وہ بالکل معصوم بچے کی طرح در و دیوار کو گھور رہی تھی۔

'ہمارے یہاں اچانک آنے والے مہمان کی مہمان نوازی میں ذرا تاخیر ہو جائے تو ہم خود مہمان کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے ہیں۔

نار من زیان کی اواز سنتے ہی کھڑی ہوئی۔

'ہائے۔ ہوپ میں نے ڈسٹرب نہیں کیا۔

'کاش میں بتا پاتا کہ تم نے میرے دل و دماغ میں آندھیاں مچا رکھی ہیں۔

'ارے نہیں نہیں۔ بس ایک فضول سی میٹنگ تھی۔ آؤ میرے آفس میں چلتے ہیں۔

وہ دو منٹ والی میٹنگ پر بھی تیاری کے دو گھنٹے ضائع کرنے والا انسان تھا۔ اور آج وہ انتہائی اہم میٹنگ کو فضول کہہ رہا تھا۔

لگتا ہے غالب نے ایسے ہی کسی انسان کو دیکھ کر نکما کہا ہو گا۔ ورنہ آدمی تو وہ بھی پہلے بڑا کمال کا تھا۔

آفس پہنچتے ہی زیان نے اس سے چائے کافی کا پوچھا ہے۔ پتہ نہیں کیوں اتنا فارمل ہو رہا تھا۔

'ارے نہیں میں تو انٹرویو دینے ائی ہوں یہاں۔

'تمہیں انٹرویو کی کیا ضرورت ہے بھلا تم ویسے ہی اپوائنٹڈ ہو۔

'پلیز نہیں اگر میں میرٹ پر نہیں ہوں تو پھر میں کبھی جاب نہیں کرنا چاہوں گی۔

'اپنوں کے لیے میرٹ نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ اپنوں کا ہاتھ پکڑ کر منزل پہ لے جایا جاتا ہے۔

'اگر منزل پر پہنچانے والا ہی پیچھے رہ جائے تو۔۔۔۔

'میں اپنوں سے دو قدم ہمیشہ پیچھے رہتا ہوں تا کہ بعد میرے آنے والوں کو سنبھال سکوں۔

زیان مسکرا کر بولا تھا۔

'میں اپنوں سے ہمیشہ دو قدم اگے رہتا ہوں تا کہ بعد میں انے والوں کو ویلکم کہہ سکوں

نار من کے ذہن میں اچانک کبیر کے الفاظ گونجے۔

کتنی مماثلت ہے نا ان دونوں میں یوں جیسے ایک وقت انہوں نے ساتھ گزارا ہو۔ اگر وہ حادثہ نہ ہوتا تو ہم اب سب ساتھ ہوتے۔ مکمل رشتے ہوتے اور لامحدود محبتیں۔

'آویزہ کہاں کھو گئی۔

زیان نے اس کی انکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔

آفس بوائے میز پر کافی کے ساتھ مختلف لوازمات سجا رہا تھا

'اچھا چلو اب جب تمہیں پوائنٹ کر لیا ہے تو تمہیں کام بھی سمجھا دیتا ہوں۔ چونکہ تم ابھی ناتجربہ کار ہو اس لیے کیبن تو نہیں مگر تمہیں بہترین آرکیٹیکچر کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملے گا۔ تم اس کے ساتھ اس کا کیبن شیئر کر سکتی ہو۔ کوئی مسئلہ تو نہیں۔

وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

نار من اسکی نظروں کی تپش سمجھتی تھی مگر اس کے پاس نہ تو اقرار تھا نہ کوئی جواز اس لیے چپ ہی بھلی تھی

نوال میری سکیرٹری ہے اور کزن بھی۔ اگر کوئی مسئلہ ہو ویسے تو میں حاضر ہوں یہاں 24 گھنٹے تمہارے لیے۔۔۔۔۔

وہ ذرا سا مسکرایا

اگر مسئلہ ہو تو نواز سے ہیلپ لے سکتی ہو۔

'میں اسے بلاتا ہوں۔ تم دونوں کا تعارف بھی ہو جائے گا۔

نار مین نے مسکراتے ہوئے کافی کا کپ لبوں سے لگایا۔

زیان کے دل نے شدید خواہش کی کہ وہ کاش اس کپ کے پتھر کا بے جان ٹکڑا ہوتا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'سر میٹنگ فکس ہے۔ مگر اس بار مخبری کا ڈر بھی ہے۔ آپ نے اس بار پبلک پلیس کچھ زیادہ ہی کراؤڈڈ چن لی ہے۔

کبیر سیاہ رینج روور میں بیک سیٹ پر نوابی انداز میں برجمان تھا۔

'تم میرے ساتھ کتنے سال سے کام کر رہے ہو؟ شازل۔۔۔۔۔

کبیر نے سیاہ سن گلاسسز اتاری اور ان پر گرد کا جائزہ لینے لگا

'تقریباً چار سال سے۔

شازل ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ساتھ بہت احتیاط سے بولا

'اور پیٹر تم۔۔۔۔۔

'سر دو سال سے۔ مگر سر آپ کو آج کلائنٹ سے خود ڈیل کرتے ہوئے پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں۔

ڈرائیور سامنے والے شیشے میں دیکھتے ہوئے بولا۔

'کسی کو جاننے میں بعض اوقات صدیاں درکار نہیں ہوتیں۔ چھٹی حس چوکنی رکھنے والے صدیوں کے بھید لمحوں میں پالیا کرتے ہیں۔

شازل اور پیٹر نے نہ سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

'وہ سر بہزاد صاحب نے کہا تھا کہ میں لوکیشن تبدیل کروادوں۔

شازل ڈرتے ہوئے بولا

'بہزاد صاحب کا وقت تھا اس لیے جلد گزر گیا۔ میرا زمانہ ہے اور زمانے صدیوں سے شرط لگاتے ہیں۔ گھڑیاں نہیں گنتے۔

وہ شاید آج کسی اور ہی موڈ میں تھا۔

'دراصل سر آپکو وہ لوگ جانتے نہیں ہیں نا اس لیے بہزاد صاحب کہہ رہے تھے کہ آپ کی پہچان پوشیدہ ہی رہے تو بہتر ہے۔

'میرا نام ہی میری پہچان ہے شازل۔ ورنہ میری ذات تو تباہی مچانے کے لیے مشہور ہے۔ اور یہ بات پورا آذر بجان جانتا ہے۔ کیوں پیٹر۔۔۔۔۔۔

'جی جی سر لوگ آپکا چہرہ جانے نا جانیں مگر آپ کا نام تو یہاں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے۔

کبیر تھکے سے انداز میں مسکرایا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'آپ دونوں یہاں چھپ کر کون سی باتیں سننے آئے ہو۔

سمیع کہ اچانک اونچی اواز پر وہ دونوں گھبرا گئے تھے۔

جیسے ہی میٹنگ ختم ہوئی نوال اور آیان نے زیان کے افس کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔

'تمہارے گلے میں کیا کسی نے ڈھول فٹ کیا ہوا ہے وہ بھی پھٹا ہوا۔ تم آہستہ نہیں بول سکتے۔

آیان سمیع کو آہستہ اہستہ آواز میں ڈانٹ رہا تھا جبکہ نوال ابھی تک دروازے سے چپکی ہوئی تھی۔

'سر مگر کسی کی باتیں چھپ کر سننا غلط ہے۔

'سمیع اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو ایک سیکنڈ سے پہلے یہاں سے کٹ لو۔ ورنہ تمہارے ناپ کی بوری تو میں نے پہلے ہی سلوالی تھی

'آیا۔۔۔ن سس سر آپ اچانک باس سے غنڈے بدماش والی لک کیوں دے رہیں مجھے۔میں زیان سر تو سب کچھ بتادوں گا

سمیع کی زبان اچانک سے حق لانے لگی تھی۔

آیان نے سمیع کو پیچھے سے گردن سے دبوچا اور اچانک سے زیان کے دفتر کا دروازہ کھلا اور نوال جو کہ دروازے سے چپکی ہوئی تھی اچانک زیان سے جا ٹکرائی۔نار من حیرت سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں ہی باہر کا منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے تھے۔

'میں پوچھ سکتا ہوں۔تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو۔

زیان کی بارعب سی آوز سنائی دی۔

'اگر پوچھے بغیر گزارا ہوتا ہے تو نہ ہی پوچھیں تو اچھا ہے۔

'سر میں بتاتا ہوں آپکو۔۔۔

سمیع مردہ سی آواز میں بولا۔

سمیع کی گردن ابھی بھی آیان کے ہاتھ میں تھی۔ جبکہ نوال شرمندگی سے اپنا منہ فائل میں چھپا چکی تھی۔

'آیان بی سیریس۔۔۔۔۔

اچانک آیان کی نظر نارمن پر پڑی تو اسکے آبرو تن گئے تھے۔

وہ فوراً سیدھا ہوا۔ سمیع اپنی گردن کے آزاد ہونے پر فوراً وہاں سے بھاگ نکلا

'نار من یہ میرا چھوٹا بھائی ہے آیان اور یہ نوال ہے۔

زیان کے ماتھے پر گھوریاں ابھی بھی واضح تھیں

'ہائے۔

نار من ہچکچاتے ہوئے بولی

'ہیلو کیسی ہیں آپ۔

نوال شرمندہ شرمندہ سی مسکرائی۔

'میں ٹھیک ہوں۔ سر آپ کہیں جا رہے ہیں۔ میرا مطلب آپکے شیڈول میں۔۔۔۔۔۔۔

'یہ میری دوست ہے آویزہ آذر بائجان سے۔ اب سے ہمارے ساتھ یہی کام کریں گی۔ نوال انکو کام سمجھا دینا۔

'اسکے دوست بھی اس کے جیسے ہی ہوتے ہیں نک چڑے

آیان منہ میں بڑبڑایا تھا۔

'ہم لنچ بر جا رہے ہیں۔ کیوں نا اپ دونوں بھی ہمارے ساتھ چلیں۔

نارمن کی اچانک آفر پر آیان اور نوال نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

جبکہ زیان کے ماتھے پر بل اور بھی زیادہ بڑھ گئے تھے۔

وہ راہداری سے چلتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف قدم اٹھا رہے تھے۔ تمام سٹاف بھی لنچ کے لیے کھانے پینے کی تگ و دو میں مصروف تھا۔

زیان اسے بہت نرمی سے تمام آفس دکھا رہا تھا۔ یہ تو وہ زیان ہر گز نہیں تھا جس کو دیکھنے عادی تھیں آفس کی دیواریں۔

نوال اور آیان اس کی ایک ایک حرکت کو بغور نوٹ کر رہے تھے۔

'لگھ لو یہ زیان کی گرل فرینڈ رہی ہو گی کبھی۔

آیان نے نوال کے کان میں کھسر پھسر کی

'فضول۔۔۔۔تم نے دیکھا ہے کبھی زیان بھائی کو کسی لڑکی سے فری ہوتے ہوئے۔

'ایگزیکلی۔۔۔جو انسان پہلے کسی لڑکی کو انکھ اٹھا کر دیکھتا نہیں تھا آج اس لڑکی کے آگے پیچھے لٹو بن کر کیوں گھوم رہا ہے۔

'ہاں ویسے بات تو ٹھیک ہے مگر یہ ان کی گرل فرینڈ کبھی نہیں ہو سکتی۔

'لگاتی ہو شرط۔

وہ دونوں ابھی بھی باتوں میں مصروف تھے۔

'ٹھیک ہے لگی شرط تم مجھے شاپنگ کرواؤ گے اگر میں جیتی۔۔۔۔۔اور اگر میں ہاری تو میں۔
۔۔۔۔۔تمہارے ساتھ کسی کی اچھے سے ریسٹورنٹ میں لنچ کرلوں گی تم بھی کیا یاد کرو گے۔

'اوہ تم کوئی مس ورلڈ نہیں ہو۔آئی بڑی لنچ والی اگر تم ہاری تو تمہیں میرے ساتھ اوور ٹائم کام کرنا پڑے گا
منظور۔۔۔۔۔

'اوکے بٹ ڈنر تمہاری طرف سے ہوا کرے گا۔

'ٹھیک ہے بھکڑ۔

وہ لوگ پارکنگ میں پہنچ چکے تھے

زیان نے اگے بڑھ کر فورانا رمن کے لیے کار کا فرنٹ گیٹ کھولا

'لگتا تم شرط ہار جاؤ گی

آیان خوشی سے مسکرایا تھا

فائیو سٹار ہوٹل میں ان کی سیٹ پہلے سے ہی ریزروڈ تھی یا پھر زیان راجپوت کو دیکھتے ہوئے ہی ویٹرز ایکٹو ہو گئے تھے۔

حال کے کارنر پر بالکل خاموش پر سکون جگہ پر جہاں سامنے ایک چھوٹی سی جھیل اور سرسبز پہاڑوں کی قطار منظر کو اور بھی حسین بنا رہی تھی۔

زیان نے اگے بڑھ کر اس کے لیے کرسی کھینچی وہ مسکراتے ہوئے تھینکس بولتی بیٹھی تھی۔

جبکہ آیان اور نوال نے ایک دوسرے کو انکھوں ہی انکھوں میں اشارہ کیا۔

'واۂ

نار من کرسی سنبھالتے ہی بولی

'پاکستان واقعی میں بہت خوبصورت ہے۔

'ابھی آپ نے پاکستان دیکھا ہی کہاں ہے مس آویزہ۔۔زیان تم انکو پاکستان ٹور پہ کیوں نہیں لے جاتے۔

آیان نے میزی کے نیچے زیان کے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھا تھا

'آیان آویزہ جہاں چاہے خود جا سکتی ہے۔تم اپنی چونچ مت کھولو۔

'اوکے۔میں تو مہمان نوازی کی غرض سے کہہ رہا تھا۔

خیر آپ بتائیں مس آویزہ کیا کھانا چاہیں گی۔

آیان شرارتی سی ہنسی ہنس رہا تھا

'کچھ بھی مگر پاکستانی فوڈ۔۔۔۔۔۔

'اوکے پھر تو بریانی کڑاہی چانپے سندے پلاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'بس بس آج کے لیے بس بریانی اور کڑھائی کر لیتے ہیں۔

نوال نے آیان کو مزید بولنے سے روکا تھا۔

'تم کس خوشی میں بول رہی ہو۔ تمہیں کسی نے بتایا نہیں جب دو سیانے بات کر رہے ہوں تو بیچ میں نہیں بولنا چاہیے

آیان نے اپنے اور نار من کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات کی۔

'آیان تم کسی دن میرے ہاتھ سے ضائع ہو جاؤ گے۔بتا رہی ہوں زیان بھائی میں آپ کو اگر اس انسان نے میرے خلاف ایک اور بات بھی کی تو میں اس کو قتل کر دوں گی

'اوہ سرِ عام قتل دکی دھمکی۔وہ بھی پبلک پلیس پہ۔میں تو ڈر گیا۔

ہہمم آئی بڑی رضیہ سلطانہ

آیان پھر سے مسکرایا تھا۔

'زیان بھائی دیکھیں نا۔

'یہ لاعلاج ہو چکا ہے تم چپ کر کے کھانا آرڈر کرو۔

نار من ان دونوں کو دیکھ کر کھلے دل سے مسکرا رہی تھی

'بریانی چپلی کباب مٹن کڑاہی نان اور تندور کی روٹی اور۔۔۔

'دال مکھنی بھی۔۔۔۔

زیان ویٹر کو آرڈر لکھوا رہا تھا کہ اچانک سے آیان نے ایک اور ڈش ایڈ کر تھی

'آپ کو پتہ ہے مس آویزہ دال مکھلی زیان کی فیورٹ ہے۔

زیان کے ماتھے پر واضح بل ابھرے تھے۔اس نے ٹیبل کے نیچے آیان کے پیر پر اپنا پاؤں رکھا تھا۔

'پھر تو یہ ڈش میں ضرور کھاؤں گی۔

نار من کے بولنے پر باقی تین افراد نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

زیان دال ڈائیجسٹ نہیں کر پاتا تھا دال سے ہمیشہ اس کا معدہ ڈسٹرب ہو جاتا اور وہ بار بار واش روم کے چکر لگاتا۔

آیان اسکی حالت پر خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔

جبکہ نوال پریشان سی زیان کو دیکھ رہی تھی۔

اے مری سوچوں کے تخلیق گر۔۔۔

رات ایک بار پھر اپنی بانہوں میں الم کے جگنو لئے میری منتظر ہے

تیرگی کے گمنام جزیروں پر کہر نے ایسی کمند ڈالی ہے کہ

بے نام آواز کے سناٹوں میں دبی ہچکیاں

گمنام کہانی اپنے اندر سموئے

راہ میں ہی دم توڑ دیتی ہیں

بے رحم ادھوری سوچیں

ہاتھ بڑھاتے میری ہر ابھرتی تحریر کا نقش مٹا دیتی ہیں

میرے ناتواں لڑکھڑاتے قلم کی نوک پر

غزلیں نظمیں ردیف و قافیوں کی بندش سے آزاد ہوتے دم توڑ توڑ جاتی ہیں،

ان کی آزادانہ پرواز

منزل کے ادراک پر

ٹھہرتی سوچ کی ڈور میں الجھی

پھر سے اپنا وجود گنوا بیٹھتی ہیں۔

احساس جو دل کے نہاں خانوں میں چھپا ہے

اس تک کس کی رسائی ممکن ہے بھلا۔۔۔

اس تازہ سر پھری ہوا سے کہہ دو کہ

اپنی صدا سے میری آنکھوں میں

روشن صبح کا اجیالا بکھیر دے کہ

ناشناسا نیند نے رات کی رت ہی بدل ڈالی ہے۔

رنگوں سے کہہ دو اپنے حسن اجاگر نہ کریں،

میرے رنگوں کے کینوس پر

سیاھی کے داغ اتنے گہرے ہو چلے ہیں کہ

شاعری میں اب کوئی رنگ نہیں اتریں گے،

فکر کے متوازی نقوش اب

فن کو نئی تابداری نہیں بخشیں گے۔

ان ٹوٹے پھوٹے لفظوں سے کہہ دو،

خیالوں کے تانے بانے بننا چھوڑ دیں کہ

اماوس راتوں میں دل کے صحیفے پر اب

کوئی خواب نہیں اتریں گے،

اب کوئی غزل کوئی کہانی نہیں لکھی جائے گی جب تک

وقت کا چرخہ کاتتے ذہن کی گرہ نہ کھلے گی۔

میری آواز، میرے لفظ، میرے رنگ

سب ہی ساتھ چھوڑ چلے ہیں۔

یہ تشنہ گام سفر اب اختتام پذیر ہونے کو ہے۔

موسموں کی دھوپ چھاؤں میں

سوچ کا پنچھی قید ہو چلا ہے،

خواب نگری کے باسی گہری اداسی میں گھرتے

بے رحم موسم کی ایک ہی ٹھوکر سے اپنا پیکر گنوا بیٹھے ہیں،

احساس و تصور کو اجاگر کرتے گر،

تخلیق گر شناسائے وقت و مقام بتادے تو شاید

قدر میری ان کہی ادھوری باتوں میں پھر مل جائے کہ

جس کی صحیح معنوں میں قدر و منزلت بڑھ جائے۔

ڈھلتی چھاؤں پھر سے لوٹ آئے۔۔۔

امِ عبداللہ ردا

کبیر ڈائری کے ورق کھولے بیٹھا تھا۔ جہازی سائیڈ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے گھٹنوں تک کمبل اوڑھے اپنے لکھے ہوئے الفاظ خود ہی دہرا رہا تھا۔

بے یقینی سی کیفیت تھی کہ کیا وہ عشق میں اس قدر مبتلا ہو چکا ہے کہ اب وہ سکول جاتے بچوں کی طرح روز کا نصاب روز لکھتا مگر فرق یہ تھا کہ یہ نصاب سکول کا نہیں عشق کا تھا

اور عشق کا نصاب جو یاد کر لے پھر اسے مکتب سے چھٹی نہیں ملتی پھر۔

'جس دن اسے حقیقت معلوم ہوئی وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔

کبیر نے لمبی سی آہ لی اور ڈائری سینے سے لگائی تھی۔

فون کی بیل سنتے ہی وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا نار من کالنگ۔۔۔۔۔۔

دیکھتے ہی اس کے گال پر گھڑا سا ابھرا تھا۔

'تو تمہیں یاد آ ہی گئی میری

'آپ طنز کر رہے ہیں یا ان ڈائریکٹ یہ بتا رہے ہیں کہ آپ مجھے یاد کر رہے تھے۔

'خوش فہمی بری چیز ہے مگر غلط فہمی اس سے بھی بری چیز ہے اور افسوس اپ ان دونوں امراض کا شکار ہیں

مسٹر کبیر ملک

وہ پھر سے مسکرایا تھا۔

'آئی بڑی ڈاکٹر۔اچھا یہ بتاؤ کیسا چل رہا ہے وہاں سب

'ہمم ٹھیک ہے۔سب میں کل زیان اور آیان کے ساتھ لنچ پر گئی تھی ان کی کوئی کزن بھی تھی ساتھ۔

کبیر کے ماتھے پر بل آ گئے تھے

'اچھا پھر کیسے لگے تمہیں تمہارے کزن۔

'وہ اچھے ہیں کبیر انکی ماں بھی بہت اچھی خاتون ہیں۔ پتہ نہیں کیوں مگر مجھے لگتا ہے میں خالی ہاتھ لوٹ آؤں گی۔ یہ لوگ خود حالات کے ستائے ہوئے ہیں۔

آپ کو پتہ ہے زیان نے کیا کہا آج

وہ بات کرتے ہوئے اچانک رکی۔

اچاوک زیان کے الفاظ پھر سے اسکے کانوں میں گونجے تھے۔ آیان کے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا کہ اسکے ماں باپ اس دنیا میں نہیں ہیں اور وہ پاکستان اپنے والدین کی فیمیلی ڈھونڈنے آئی ہے۔ کیونکہ آذربائیجان میں اسکی سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی (اسکی سوتیلی ماں کے پہلے شوہر کی اولاد بقول نارمن) نے اسکی زندگی عذاب کر رکھی تھی۔

'زیان نے کہا تھا۔۔۔۔۔

'یتیمی کا سفر بڑا کٹھن ہوتا ہے خاص کر تب جب اپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی یتیمی کسی انسان کے ظلم کا نتیجہ ہونا کہ رب کی رضا۔

کبیر کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں

'صحیح کہتا ہے میں تم اور وہ دو۔۔۔ ہم ظلم کا ہی تو شکار ہوئے تھے۔ ہمارے اپنوں کا ظلم

'خیر نینی حانم کیسی ہیں۔

وہ نار من کی چپ محسوس کرتا ہوا پھر سے بولا

'ٹھیک ہیں۔وہ بھی اپنے مسئلے میں الجھی ہوئی ہیں۔مجھے بتاتی تو نہیں مگر میں نے محسوس کیا ہے کہ ولید حسن کا کوئی معاملہ ہے۔

'کیا مطلب۔ولید کا کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔

مجھ سے تو ذکر نہیں کیا اس نے

'کوئی لڑکی ہے مدیحہ شاید ان کی کوئی رشتہ دار ہی ہے نینی حانم چاہتی ہیں کہ ولید حسن شادی کر لیں مگر وہ مان نہیں رہے۔

'اوہ اچھا۔میں سمجھا پتہ نہیں کتنی بڑی بات ہے مان جائے گا ویسے بھی وہ محبت ٹائپ بندہ نہیں ہے۔

کبیر نے سیاہ ڈائری بیڈ کے ساتھ منسلک دراز میں رکھی۔ اور تکیے پر سر رکھ کر سیدھا ہو کر لیٹا۔ دایاں ہاتھ سر کے نیچے اٹکایا

'اچھا پھر کیسے ہوتے ہیں محبت ٹائپ بندے

نار من اب اپنے کمرے میں بیڈ پر آ بیٹھی تھی۔

'محبت ٹائپ بندے جوگی ہوتے ہیں صوفی سے مگر وہ تو مولوی بندہ ہے جوگ نہیں لے گا بلکہ چلے کاٹے گا وہ بھی کالے جادو والے

بلیک میجک یونو۔۔۔۔۔

کبیر کھکھلا کر ہنسا تھا۔نار من اس کا قہقہ سن کر ہی دلشاد ہو گئی تھی

'میرے پاس تو اب وہ وقت بھی نہیں رہا کہ میں آپ کو یوں ہنستے ہوئے دیکھتی۔

کاش کسی دن کبیر آپ مجھے خود کہ دیں کہ آپ میرے دل کے ہر جذبے سے واقف ہیں اور آپ کہ دل میں بھی وہی عشق کی لو ہے جس میں میں جلس رہی ہوں۔

'کاش تو میری ہنسی میں چھپے درد کو سمجھ سکتی۔میں جب جب ہنستا ہوں میرا دل مجھے ملامت کرتا ہے کاش میں تمہارے تمام غم اپنی آنکھوں سے بہا سکتا میں تمہیں اپنے دل کی دنیا دکھا سکتا۔۔۔۔۔۔

کبیر کے دل نے نار من کے دل کو جواب دیا تھا۔

محبت میں الہام نہیں ہوتے محبت اندازوں پہ نہیں ہوتی۔یقین سے ہوتی ہے۔وفا پہ یقین رکھنے والے بے وفائی کی موت نہیں مرا کرتے۔

آیان کافی کا مگ ہاتھ میں پکڑے چھت پر وسیع صحن میں ٹہل رہا تھا۔

سیکنڈ پورشن کے اوپر والی چھت جہاں چھوٹی چھوٹی سی باڑ تھی اور سامنے کی جانب گرل

چھت پہ کوئی پرانا سا لکڑی کا چارپائی کی شکل کا بہت بڑا بینچ تھا۔وہ اس چھت کا اکلوتا اور واحد ساز و سامان تھا۔

آیان جب سے پاکستان لوٹا تھا وہ اکثر رات میں چھت پہ اس بینچ پہ لیٹ جاتا اور تین تاروں کو دیکھے جاتا۔

ذہن پھر سے باسکٹ بال کورٹ میں پہنچ جاتا جہاں بیلا اسکے کندھے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔

'آیان کیا انسان کبھی پہلی محبت کے حصار سے نکل سکتا ہے؟

آیان نے رخ موڑ کے دیکھا بیلا ابھی بھی اسکے کندھے پہ سر رکھ کے بیٹھی تھی۔

'نہیں جب تک کہ انسان خود محبت کو چھوڑنہ دے محبت تو انسان کو نہیں چھوڑتی۔

'میں تو چھوڑنا چاہتی ہوں محبت کو۔ مگر دیکھو تمہاری محبت تو مجھے نہیں چھوڑ رہی

'کیونکہ میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اس لیے میری محبت پہ تمہیں نہیں چھوڑے گی۔

'تم بہت برے ہو آیان اپنی محبت سے کہو میرا پیچھا چھوڑ دے۔

بیلا نے اچانک اس کے کندھے سے سر اٹھایا اور برا سا منہ بنا کر بولی

'ٹھیک ہے پھر تم بھی اپنی یاد سے کہو کہ مجھے یوں ستانے نہ آجایا کرے۔

'کیوں میں تو آؤں گی اور میری یاد بھی ائے گی۔روک کر دکھاؤ زرا

وہ مسکرا کر دھوس جمانے والے لہجے میں بولی تھی۔

'اچھا پھر میری محبت پے پابندی کیوں۔ میں تو ایسے ہی محبت کروں گا اور کبھی محبت کرنا نہیں چھوڑوں گا۔

آیان نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونا چاہا مگر وہ شاید ریت کی مورت تھی آیان کے ہاتھ لگاتے ہی بکھر گئی۔

اور وہ دھک سے اٹھ بیٹھا۔ وہ وہ نہ جانے کب تین ستاروں کو دیکھتے ہی سو گیا تھا۔

'تم ٹھیک ہو تم ہمیشہ آتی ہو اور جب بھی آتی ہو مجھے تڑپا جاتی ہو۔

آیان بے بسی سے ستاروں کو دیکھا تھا۔

91

وہ جب سے پاکستان آئی تھی اس کی بات منقشے سے نہیں ہو سکی تھی۔بس حال چال ہوتا مگر آج نار من نے جیسے ہی اسے کال کی وہ شاید رو رہی تھی۔

'منقشے تم ٹھیک ہو۔

اسکی بھاری اواز نہیں نار من کو پریشان کر دیا تھا۔

'ایرک کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔

'کیا۔کب کیسے۔وہ ٹھیک تو ہے نا۔۔۔۔

نارمن کے کچن میں کافی بلینڈ کرتے ہاتھ جم گئے تھے۔

'ہاں وہ ٹھیک ہے مگر کِم kimنے دھمکی دی ہے اگر ایرک نے اس کا کیس نہ چھوڑا تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

'تو ایرک چھوڑ دے نا کیس جان سے بھی بڑھ کے کچھ نہیں ہوتا۔

'شاباش مجھے لگ لگا تھا نارمین کے کم از کم تم اسے ہمت دو گی سمجھاؤ گی مگر تم بھی اس کے ساتھ مل گئی ہو۔

ایرک منقشے کو تو کب سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

'تم نے کبھی کسی اپنے کو کھونے کا غم نہیں جھیلا نا ایرک تم نہیں سمجھو گے جدائی سے بڑی اذیت اس دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتی۔

'وہ کچھ نہیں کر سکتا ہے وہ بھی ہماری طرح انسان ہی نا۔

'ضروری نہیں کہ ہر انسان میں انسانیت بھی ہو ایرک۔ انسانیت سے عاری لوگ آدم خور ہوتے ہیں۔

وہ افسردہ سے لہجے میں بولی۔

'اب تم دونوں مجھے پریشان کر رہی ہو۔

'ٹھیک ہے نار من اگر اسے پرواہ نہیں ہے میری تو ٹھیک ہے میں نے اس کے لیے اپنا باپ اپنی ہر چیز چھوڑ دی اور یہ میرے لیے ایک کیس نہیں چھوڑ سکتا۔

منقشے نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا تھا

'اچھا بابا ٹھیک ہے۔کچھ کرتا ہوں۔اب خوش

منقشے نے مسکرا کر ایرک کو دیکھا تھا۔

جبکہ نار من کسی اور ہی دنیا میں پہنچ چکی تھی۔جب بھی وہ کم کا نام سنتی جانے کیوں اسے یہ نام جانا پہچانا لگتا تھا۔

زیان کب سے موبائل ہاتھ میں پکڑے بیٹھا تھا۔نہ تو وہاں سے کوئی فون آرہا تھا نہ ہی وہ خود کوئی بہانہ ڈھونڈ پا رہا تھا کہ کسی طرح اویزہ سے بات کر سکے۔

'یہ کیسا جنون ہے وہ سارا دن تو میرے ساتھ رہی ہے آفس میں میں پھر بھی اس سے بات کرنے کے لیے ہر وقت بے چین کیوں رہتا ہوں۔

زیان دل ہی دل میں بڑبڑایا تھا

وہ بالکنی کی گرل پہ دونوں ہاتھ اٹکائے کھڑا تھا۔جب آیان نے اسکے کندھے کو تھپتھپایا

'کیوں ادس پھرتے ہو سردیوں کی شاموں میں اس طرح تو ہوتا ہے پھر اس طرح کے کاموں میں۔۔۔۔۔

آیان اس سے پہلے کہ کچھ اور بات کرتا زیان نے اسے ٹوکا۔

'خبردار اگر تم نے ایک اور فضول بات کی تو۔

'بھئی اگر وہ تمہیں گھاس نہیں ڈال رہی تو اس کا غصہ تم مجھ غریب پر کیسے نکال سکتے ہو۔

'تمیز کرو بڑا بھائی ہوں تمہارا۔

'ایک سال کا فرق ہے ویسے تو ہم جڑواں بھائی ہی ہیں۔

زیان نہیں اسے گھور کے دیکھا جو اسکی حالت پر بھرپور لطف اٹھا رہا تھا

'اچھا سوری۔ سیریسلی ایک بات بتاتا ہوں اسے بتا دو اپنے دل کا حال۔ خوبصورت لڑکیاں زیادہ دیر سنگل نہیں رہا کرتیں۔

آیان پیچھے پڑی کرسی پر بیٹھا اور پیر سامنے میز پر رکھے

'اب اس بکواس میں کیا لاجک ہے۔

زیان اسکے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔

'وہ پڑھی لکھی ہے سمارٹ ہے کیریر اورنیٹڈ ہے کون بے وقوف ایسی لڑکی کو اپروچ نہیں کرے گا۔اور وہ بھی کب تک سنگل بیٹھی رہے گی۔ہو سکتا ہے وہ پاکستان شادی کرنے ہی آئی ہو۔

آجکل لڑکے بھی یہی کر رہے ہیں ناپوری دنیا گھوم لیتے ہیں مگر شادی پیور شد پاکستانی لڑکی سے ہی کریں گے۔

'شاید تم صحیح کہہ رہے ہو مجھے اس سے بات کر لینی چاہیے اب۔

وہ اسکے پاس کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا

شاباش۔

آیان نے کسی ماسٹر کی طرح اس کے کندھے پر شاباشی دی تھی

'اچھا وہ تمہارے پراجیکٹ کا کیا بنا۔وہ شیمپو والا ایڈ

'ہاں سب فائینل ہے ایکٹرس سے بھی بات ہو چکی ہے بس شوٹ کرنا ہے۔

'لوگو کیا ہے۔

'یار ابھی کچھ فائنل نہیں ہے۔ سلکی بال ملکی گال ہاہاہاہا

وہ اپنی بے تکی بات پر خود ہی مسکرا دیا تھا

'پاگل ہو تم۔

زیان بھی زرا سا مسکرایا تھا

'کوئی نئی بات بتاؤ۔

آیان کہاں چپ رہنے والا تھا

'پاگل عاشق جو اپنا غم ہنسی میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیان کے چہرے کا رنگ بدلا تھا

'ایسا کچھ نہیں ہے۔

'جس دن تمہیں لگے کہ تم مزید اپنے دل پر یہ بوجھ نہیں اٹھا سکو گے تو مجھے بتانا میں غم بانٹنے میں بہت اچھا ہوں۔

زیان نے آیان کا کندھا تھپتھپایا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ آیان کی نظر سامنے آسمان پر تین ستاروں پہ تھی۔

92

نار من جیسے ہی کچن سے نکلی تو اس کی نظر باہر صحن پر پڑی مجھے موسم میں بھی سردی کا پہلو کچھ زیادہ ہی تھا۔

'اتنی سردی میں بھائی حسن باہر کیوں بیٹھے ہیں.

وہ خود سے ہی بڑبڑائی تھی۔

وہ بنا سوچے سمجھے باہر لان کی طرف بڑھی۔

حسن نے جیسے ہی کوئی آہٹ محسوس کی اس نے اپنے موبائل سکرین ایک جھٹکے سے بند کی اور موبائل سائیڈ پہ رکھا مانو اس کی تو کوئی چوری ہی پکڑی گئی ہو۔

'خیریت ہے آپ یہاں اس وقت سردی میں کیوں بیٹھے ہیں؟

'کچھ نہیں مانو ویسے ہی۔ بس ویسے ہی کھلی ہوا میں اچھا لگ رہا تھا سناؤ کیسی ہو نوکری کیسی چل رہی ہے۔

'میں تو بالکل ٹھیک ہوں مگر اپ ٹھیک نہیں لگ رہے۔ کیا کوئی پریشانی ہے تو اپ مجھ سے شیئر کر سکتے ہیں۔

وہ اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھی۔

'اس وقت میرے سامنے دو راستے ہیں مجھے سمجھ نہیں ارہا فل وقت کہ میں دائیں جاؤں یا بائیں۔

وہ اپنی خالی ہتھیلیوں کو دیکھتا ہوا اداسی سے بولا۔

'بعض اوقات دائیں بائیں کی بجائے سیدھا چلنا بھی بہترین ہوتا ہے۔ویسے بھی بیچ کا راستہ تو ہوتا ہی مفاہمت کا ہے۔

'مگر میں مفاہمت نہیں چاہتا میں بس سب کی خوشی چاہتا ہوں۔

'تو پھر ٹھیک ہے یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا اپ اپنی امی کی خوشی کی خاطر کر لیں شادی۔

نار من کو اب سردی لگنے لگی تھی اس نے اپنے اوپر لی شور اچھے سے لپیٹی تھی۔ گرم کافی کا مگ اس کے ہاتھوں کو گرماہٹ دے رہا تھا۔

'اگر ایسا ہوتا تو شاید میں کبھی یوں ایسے تنہا نہ بیٹھا ہوتا۔ اس میں مدیحہ خوش نہیں ہے۔

'کیا مطلب وہ اپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔

'وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے شاید۔

وہ تھکے سے لہجے میں بولا تھا

'ایک منٹ محبت یا تو ہوتی ہے یا نہیں ہوتی یہ شاید کیا ہوتا ہے؟

وہ شہادت کی انگلی سے ایک منٹ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی تھی۔ حسن نے اس کے اس انداز کو غور سے دیکھا تھا۔

'مطلب کہ میرا خیال ہے وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔

حسن کا لہجہ اب پہلے سے اور بھی دھیما ہو گیا تھا۔

'شاباش حسن بھائی شاباش سلیوٹ ہے آپ کو۔ ایسے تو میرا بھی خیال ہے کہ میں آپ کے پاکستان کی ٹاپ ار کیٹکٹ ہوں۔

وہ اس سے باتیں کرتے ہوئے پہلی بار مسکرائی تھی۔ حسن کو اس کی مسکراہٹ میں ایک امید دِکھی تھی۔

'کیا مطلب۔۔۔۔۔

'اف ایک تو آپ بھی نا۔ اپ اپنی گولڈن تھاٹس کو ایک طرف رکھیں اور ان محترمہ سے بات کریں۔ یہاں سردی میں بیٹھ کر آپ نمونیا کروا کر ہسپتال تو پہنچ سکتے ہیں مگر مدیحہ صاحبہ کے دل تک پہنچنے کے لیے اپ کو اس سے بات کرنی پڑے گی۔

'ممم۔ میں کیسے بات کر سکتا ہوں اس سے۔

حسن کی تو جیسے اچانک ہی بولتی بند ہو گئی ہو۔

'افف اشاروں سے بات کر لیں۔ بلکہ ایسا کریں اپ اسے لو لیٹر ہی لکھ ڈالیں۔

وہ ٹھیک ٹھاک جذباتی انداز میں بولی تھی۔

'کیا تمہیں یقین ہے۔

حسن کو لگا وہ کم از کم اس کے ساتھ اس صورتحال میں تو مذاق نہیں کر سکتی۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

'یا اللہ مجھے صبر دے۔ اپنا موبائل ادھر کریں۔

'کک۔۔کیوں؟

'اس سے فون کر کے بات کریں اب محبت میں سارے خواری اٹھانے کا ذمہ آپ کے سر پر ہی تھوڑی ہے۔

'مگر میرے پاس تو اس کا نمبر ہی نہیں ہے۔

حسن کسی معصوم سے بچے کی طرح بولا تھا۔

'مجھے یقین نہیں ارہا کہ تین تین گھنٹے محفل کرنے والا لوگوں کو موٹیویٹ کرنے والا اندر سے ایک چار سال کے بچے جتنا معصوم ہو گا۔

'نار من۔ تم تب سے بس مجھے باتیں ہی سنائی جارہی ہو تمہیں کچھ پتہ ہے نہیں۔

اب شاید اس ناراض ہو گیا تھا

'اچھا سوری سوری پہلے تو ہمیں اس کا نمبر معلوم کرنا ہو گا۔ یا پھر اسے کہیں باہر بھی بلایا جا سکتا ہے۔

'نہیں وہ باہر نہیں آسکتے کسی صورت۔ مطلب اس کے گھر کا ماحول ایسا نہیں ہے کہ لڑکیاں اکیلے باہر نکلیں۔

'اوہ۔ پھر پہلا آپشن ہی ڈن کرتے ہیں۔ نمبر ڈھونڈنا پڑے گا اس کا۔

وہ اپنی تھوڑی کھجاتی ہوئی بولی

'مگر میں بات نہیں کروں گا اس سے۔

'ٹھیک ہے پھر آپ یہاں سردی میں بیٹھ کر اس کی تصویریں دیکھ دیکھ کر آہیں بھریں۔ میں تو جا رہی ہوں۔

وہ برا سا منہ بناتی ہوا اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی

'ٹھیک ہے۔ میں نے کب مدد مانگی تھی۔ خود ہی آئی اتنی باتیں سنائی اور خود ہی اب ناراض ہو کر جا بھی رہی ہو۔

'ہاں جا رہی ہوں۔ گڈ نائٹ

وہ بنا پیچھے دیکھے پیر پٹکتی اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

'یار میں نے اسے بھلا کیا کہا ہے؟

کوئی اتنا معصوم کیسے ہو سکتا ہے۔

'تم ہمیشہ سے میری ہو اور میری دسترس میں بھی ہو۔ میں ہاتھ بڑھا کر تمہیں اپنی باہوں میں سمیٹ بھی سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں تمہارے تمام اختیار میرے پاس ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا دل میرے لیے اتنی ہی شدت سے دھڑکتا ہے مگر کاش تم سمجھ سکو کہ ہم دونوں میں کتنی دوریاں ہیں۔ سات کوہ جتنی۔ سات سمندر جتنی۔ زمین کی سات تیہوں جتنی اور ساتھ آسمانوں جتنی۔

کبیر ڈائری پر اپنے دل کے الفاظ اتار رہا تھا۔ اچانک ڈائری پر گرنے والے قطرے نے کبیر کو ہوش کی دنیا میں واپس کھینچا۔

وہ جب سے ایم ایچ آئی سینٹر سے واپس آیا تھا۔ اسے نار من شدت سے یاد آ رہی تھی۔ اس کی ماں اگرچہ ہوش کی دنیا سے بیگانہ تھی۔ مگر کبیر آج بھی اس عورت کی ممتا کو یوں ہی محسوس کرتا تھا جیسے وہ بچپن میں کیا کرتا تھا۔

وہ ڈائری کو احتیاط سے دراز میں رکھتا بالکونی میں آیا۔ نار من کے کمرے کی کھڑکی کھولتے ہوئے ایک بار پھر بہت سارا پانی اس کی آنکھوں میں بھر آیا تھا۔

وہ مضبوط عصاب کا مرد تھا مگر آج جانے نہ جانے کیوں اس کو اپنی زندگی کے گزارے ہوئے تمام دکھ شدت سے یاد آرہے تھے۔اس کے ماں باپ کی موت۔ مسز ابیش کا ہاسپٹل میں داخل ہونا۔ بہزاد صاحب کا اسے اپنے ساتھ بزنس میں شامل کرنا۔نارمن کا کا پاکستان جانا۔

وہ نارمن کے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھا۔بازو اور ٹانگیں پھیلا کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائی تھی۔ سفید شرٹ کے بازو کہونیوں تک موڑے ہوئے تھے سیاہ پینٹ بیلٹ کے بغیر تھی۔

بڑی سی کھڑکی پر ابھی بھی پردے ویسے ہی لٹک رہے تھے۔اسے اب بھی اس کمرے سے نارمن کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔

سب کچھ ابھی بھی ویسا ہی تھا مگر صرف ایک وہ نہیں تھی۔

بولتا تو وہ پہلے ہی صرف گنے چنے لوگوں سے تھا مگر نار من سے بات کرتے ہوئے اسے کبھی بھی سوچنا نہیں پڑتا تھا۔

کاش میں تمہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھ سکتا۔

سامنے دیوار پر وہ اس کی تصویر دیکھتے ہوئے بولا۔یوں جیسے وہ اس کے بالکل سامنے بیٹھی ہو۔

نار من تم نے مجھے کیوں احساس دلایا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔میرے جیسا ظالم انسان تو کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔پھر تم نے مجھے کیسے اپنی محبت میں قید کیا۔لوگ مجھے ظالم کہتے ہیں مگر حقیقت میں تم مجھ سے بڑی ظالم ہو۔تم نے جاتے ہوے مجھ پر ایک بار بھی رحم نہ کیا۔

'نار من یا تو تم واپس آ جاؤ یا پھر تم مجھے اپنی محبت کی اس قید سے آزاد کر دو۔ میں اب اور اندر ہی اندر سے مر نہیں سکتا۔ سنا تم نے۔۔۔۔۔۔۔۔

پاکستان میں کلاک نے دو کا ہندسہ پار کیا تھا۔

نار من اچانک نیند سے ایک جھٹکے میں اٹھ بیٹھی تھی۔

اس نے ابھی کبیر کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اس کے کمرے میں بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا۔

محبت میں وہم نہیں ہوتے الہام ہوتے ہیں۔ خدشات وحی کی طرح نازل ہوتے ہیں بالکل سچ بنا کسی ہیر پھیر کے۔

محبوب کی آمد سے پہلے محبت کی آہٹ پا لینے والے پل میں ہی صدیوں کا سفر طے کر لیتے ہیں۔

اور پھر ہجر کاٹنے والے تو وصل کی آس میں جیتے ہیں۔

کبیر کو موبائل فون کی رنگ سنائی دی۔ اس نے اکتا کر جیب سے موبائل نکالا۔

نار من کالنگ دیکھ کر اس کا دھڑکتا دل ایک بار پھر سے تھم گیا تھا۔

اس نے ایک سیکنڈ کی دیر کیے بغیر فون کان سے لگایا تھا۔

'تم ٹھیک ہو نا نار من۔

'ہاں میں تو ٹھیک ہوں آپ ٹھیک ہیں نا میں نے ابھی بہت برا خواب دیکھا۔ آپ میرے کمرے میں بیٹھ کر رو رہے ہیں مجھے آوازیں دے رہے ہیں۔

وہ بنا سانس لیے تیز تیز بول رہی تھی۔

کبیر نے گردن گھما کر کمرے میں چاروں اور دیکھا اسکو لگا کہ شاید نار من جاتے ہوئے اس کمرے میں سی سی ٹی وی کیمرا لگا گئی ہے۔

'پاگل ہو تم میں کیوں تمہارے کمرے میں بیٹھ کر رونے لگا۔ ویسے بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں رونے والوں میں سے ہوں۔

وہ بھاری آواز میں بولا۔

'آپ کی آواز کو کیا ہوا ہے۔

وہ شاید اس کی بات نہیں سن رہی تھی۔

'میں سویا ہوا تھا یار اور شریف لوگ اس ٹائم پر سوتے ہی ہیں۔

وہ گلا کھنگالتے ہوئے بولا۔

'سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا۔ آپ سو جائیں میں تو بس ویسے ہی ڈر گئی تھی۔

'اوکے۔

کبیر نے فوراً کال ڈس کنیکٹ کی تھی

'ان کو کیا ہوا ہے آج۔ اتنی جلدی فون کاٹ دیا لگتا ہے بہت گہری نیند میں تھے۔ تم بھی نہ نار من بچوں کی طرح کرتی ہو صبح کر لیتی بات۔ حد ہے۔ ایک تو وہ پہلے ہی اپنی نیند پوری نہیں کرتے اور اوپر سے تم نے انہیں جگا دیا۔

وہ خود کو ڈپٹتی دوبارہ کمفرٹر میں گھس گئی تھی۔

'کتنی دلچسپ بات ہے نا کہ میں یہاں تڑپتا ہوں اور تم وہاں گہری نیند سے جاگ جاتی ہو۔

'واہ ری محبت تیرے الہام کے صدقے تیری چاہ کے واری۔

94

94

'ہائے گرلز۔۔۔۔۔

آیان نوال کے بال کھینچے تو وہ بری طرح تلملائی تھی۔

نوال اور آویزہ کینٹین پر بیٹھی لنچ کا مزہ اٹھا رہی تھیں۔جب آیان نے انٹری ماری۔

'نائن سی جب بھی دیکھو تم کچھ نہ کچھ کھا رہی ہوتی ہو۔میں تو ڈرتا ہوں اس وقت سے کہ کہیں تم پھٹ ہی نہ جاؤ۔اور سوچو اگلے دن مجھے ہی نیوز ریلیز کرنی پڑے کہ ایٹم بم نہیں نائن سی پھٹی تھی۔

آیان نوال کے سامنے سے فروٹ چاٹ کا باؤل کھینچتا ہوا بولا۔

اس لیے سابق ہی کینٹین میں لنچ کا مزہ اس لیے سابق ہی کینٹین میں موجود تھے۔

'آیان کبھی تو تم بھی تمیز سے بات کیا کرو۔ مجال جو تمہاری فضول حرکتیں کبھی کم ہو جائیں۔

سو منہ پھلاتی دوبارہ سے ارڈر دینے کے لیے کرسی سے اٹھی تھی۔

وہاں کی کنٹین میں سیلف سروس تھی مطلب کہ اپ کو اپنا آرڈر خود ہی ٹیبل سے کلیکٹ کرنا پڑتا تھا۔

'اور سنائیں آپ مس آویزہ کیسا لگ رہا ہے اپ کو پاکستان۔

وہ نوال کی فروٹ چاٹ سے بھرپور انصاف کرتا ہوا آویزہ کی طرف متوجہ ہوا۔

'میری امیدوں سے تو کم از کم بہت مختلف ہے۔

وہ ان دونوں کی نوک جھوک کو خوب انجوائے کیا کرتی تھی۔

'اچھا تو کیا تھی آپ کی امیدیں؟

مجھے لگتا تھا یہاں پہ لوگ ہی ہیں مطلب کہ۔۔۔۔۔

اس کے بعد شاید اپنی بات سمجھانے کے لیے صحیح الفاظ نہیں تھے۔ اردو تو ویسے ہی اس کی پہلے دن سے ٹوٹی پھوٹی سی تھی۔

'ام سوری مگر مجھے لگتا تھا کہ یہاں لوگ بد تہذیب ہوتے ہوں گے۔ال مینیر ڈڈ سپلن لیس ٹائپ

'اوہ تو آپ آج تک ہمارے بارے میں اتنا برا سوچتی رہی ہیں۔

آیان نہیں مصنوعی سا غصہ دکھانے کی ایکٹنگ کی تھی۔

نوال جو ایک اور فروٹ چاٹ کا باول اٹھائے اپنی کرسی پر اکر بیٹھی تو ماحول کی کشیدگی کو محسوس کر کے حیرانی سے آویزا کی طرف دیکھا۔

وہ شاید گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

'ائی ایم سوری مگر میں پہلے ایسا سوچتی تھی اب ایسا نہیں لگتا۔

'اچھا تو پھر اب کیسا لگتا ہے؟

آیان کے چہرے پر ابھی بھی بناوٹی سا غصہ موجود تھا۔

'یہاں کے لوگ بہت کیرنگ ہیں دوسروں کا خیال کرنے والے۔

'نہ نہ اب تو یہ آپ محض فارمیلٹی میں کہہ رہی ہیں۔

'ارے نہیں سچ میں ایسا ہی ہے۔

آویزہ نے مدد طلب نظروں سے نوال کو دیکھا۔

مگر نوال کو کچھ پتہ ہوتا تو وہ مدد کرنے آتی۔

'لک۔ آیان اپ زیادہ ہی پ ہو رہے ہیں۔ اپ نے پوچھا تو میں نے بتا دیا بس میں جھوٹ نہیں بولتی۔

ائی تھنک اب مجھے چلنا چاہیے۔

وہ میز پر سے اپنا موبائل اٹھاتی کھڑی ہوئی۔

'میں حیران ہوں ویسے کہ آپ جیسی لڑکی نے میرے ہٹلر بھائی سے دوستی کیسے کر لی۔

'جی؟

'آیان تم کیا بول رہے ہو۔بکواس باتیں بند کرو۔

نوال نے ایان کو کہنی ماری مگر اس پر مجال ہے جو کوئی اثر ہوا ہوتا۔

'مطلب اس کا سینس اف ہیومر اتنا ویرڈ تو نہیں ہے۔وہ مزاق سمجھ لیتا ہے کم از کم۔

آیان کرسی سے اٹھتا ہوا بولا

'ام سوری۔میں بس آپ کو تنگ کر رہا تھا۔آپ تو ڈر گئیں۔ٹھیک ہے ہر انسان کو اپنے ملک سے محبت ہوتی ہے۔مگر میں اتنا بھی کنزرویٹو نہیں ہوں کہ ہر چھوٹی چھوٹی بات پہ لڑنا شروع کر دوں۔

'اوہ۔۔۔میں بھی آپ سے یہی سننا چاہتی تھی۔

آویزہ کے چہرے پر اب پہلے کی طرح کوئی ڈر نہیں تھا۔ بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ پر اعتماد لگ رہی تھی۔

'میں دیکھنا چاہتی تھی کہ ہمیشہ دوسروں کی ٹانگ کھینچنے والے کی چال جب خود اس پر ہی الٹی پڑ جائے تو وہ کیا کرتا ہے۔ مجھے تو لگا تھا گیم لمبی چلے گی۔ مگر آپ نہیں تو بہت جلد ہار مان لی۔

'ایک منٹ۔ کوئی مجھے کچھ بتائے گا کہ ہوا کیا ہے۔

نوال اچانک سے اپنا کھانا چھوڑ کر ان دونوں کے درمیان اکھڑی ہوئی تھی۔

میں بتاتی ہوں۔انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ پاکستان کیسا لگ رہا ہے۔مجھے جیسا لگتا تھا میں نے سچ بتا دیا تو ان صاحب کو غصہ آ گیا۔تو بدلے میں میں نے بھی ان کو ایٹیٹیوڈ دکھایا اور یہ صاف فوراسے ٹریک پر واپس آ گئے۔اور معافی مانگنے لگے۔کیوں مسٹر آیان صحیح کہہ رہی ہوں نا۔

ہاہاہاہا۔وہ دونوں اب ہاتھ پہ ہاتھ مار کر خوب اونچا اونچا ہنس رہی تھیں۔اس پاس کے لوگ ان تینوں کو حیرانی سے دیکھتے اپنے کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔

'خبر دار جو آئندہ اپ نے میری بہن کو تنگ کیا۔

آویزہ نے نوال کے کندھے پر بازو اٹکایا تھا۔

'اوہ اچھا تو یہ بات ہے۔ ٹیم ورک ہاں۔

'اب دیکھو۔

آیان نہیں میز پر پڑا آویزہ کا جوس نوال کی فروٹ چاٹ میں انڈے دیا تھا۔

'آیان میں تمہاری جان نکال دوں گی۔واپس آؤ۔

آویزہ پھر سے اونچا اونچا ہنسنے لگی تھی۔باقی کا سٹاف ایک بار پھر اپنا کھانا چھوڑ کر ان ان تینوں کو دیکھ نہیں لگا تھا۔

'نوال۔۔۔۔نوال رکو ہم اس سے بدلہ لے لیں گے۔

نوال جو اس کے پیچھے بھاگنے کا ارادہ رکھتی تھی آویزہ نے اس کا بازو پکڑا تھا۔

'نہ بہن مجھے معاف کرو میں نہیں لڑ سکتی اس شیطان کی خالہ سے اس کا ذہن نہیں ہے شیطان کا سکیمنگ سینٹر ہے۔

پتہ نہیں کہاں سے اس کے دماغ میں الٹی سیدھی سکیمز آتی رہتی ہیں۔

نوال ٹشو پیپر سے ٹیبل صاف کرتے ہوئے بولی۔

'وہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے۔الٹی سیدھی حرکتیں کر کے دوسروں کو تنگ کرتا رہتا ہے۔مگر دل کا بہت اچھا ہے بنا کہے ہی سب سمجھ لیتا ہے۔

نوال نہ جانے کیا سوچ کر میٹھا میٹھا سا مسکرا رہی تھی۔

'اچھا اتنا ہی سمجھدار ہے تو پھر آج تک تمہارے دل کی بات کیوں نہیں سمجھ سکا۔

نوال کہ میز صاف کرتے ہاتھ اچانک سے رک گئے تھے۔اس نے حیران نظروں سے آویزہ کو دیکھا۔

'آویزہ۔۔۔۔۔

'وہ اچھا انسان ہے مجھے لگتا ہے تمہیں اس سے بات کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔جیسے وقت کسی کے لیے نہیں رکتا۔بالکل ویسے ہی انسان بھی ایک جگہ نہیں رکتے۔

آویزہ بات مکمل کرتی کینٹین کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

جبکہ نوال حیران سی اسی کرسی پر پھر سے بیٹھ گئی تھی۔

کیسپین لیگل سینٹرل لا فرم کے تیسرے فلور پر ایک آفس میں ایرک ایک میٹنگ میں مصروف تھا۔

'سر مجھے لگتا ہے کہ وہ کوئی کورین نہیں ہے۔ وہ ہماری لینگویج بہت اچھے سے بول رہا تھا۔

لینگویج سیکھ لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے مسٹر ایرک۔۔۔۔۔۔

کیپیین لیگل سینٹرل لا فرم کے تیسرے فلور پر ایک آفس میں ایرک ایک میٹنگ میں مصروف تھا۔

'سر مجھے لگتا ہے کہ وہ کوئی کورین نہیں ہے۔ وہ ہماری لینگویج بہت اچھے سے بول رہا تھا۔

لینگویج سیکھ لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے مسٹر ایرک۔۔۔!

'مگر سر۔ اسکی آواز بات کرنے اسٹائل۔

'اگر ہم اس کی یہ آواز سوشل میڈیا پر ڈال دیں تو ہو سکتا ہے کوئی پہچان لے۔

'نہیں سر ہم یہ نہیں کر سکتے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

سٹاف میں سے کسی کولیگ کے مشورے پر ایرک پریشانی سے بولا۔

'اوکے۔ویسے بھی یہ لیگل ایتھکس کے خلاف ہے۔

'فرم کے سی ای او۔نے ایرک کو نرمی سے سمجھایا تھا۔

"ہمیں جو بھی کرنا ہو گا محتاط رہ کے کرنا ہو گا۔ ہمارے ہر ایکشن پر اس کی نظر ہے۔ ہمیں سولڈ پلان بنانا ہو گا۔

ایرک کی بات پر سب متفق ہوئے تھے۔

مگر وہ سب اس بات سے انجان تھے کہ ان کا ایک ایک لفظ انہی کے دشمن کے کانوں تک براہ راست پہنچ رہا ہے۔

میز کے نیچے چھوٹی سی چپ سے وہ بالکل بے خبر تھے۔

زیان اپنے افس میں بیٹھا اپیل سکرین پر افس کے سی سی ٹی وی کیمرا سے سٹاف کا جائزہ لینے میں مصروف تھا جب اس کی نظر آویزہ پر پڑی وہ بڑے انہماک سے کوئی ڈرائنگ بنانے میں مصروف تھی۔

وہ بہترین لینڈ سکیپ آرکیٹیکٹ تھی۔زیان اس کی مہارت سے آگاہ تھا۔

وہ ڈرائنگ بناتی بار بار چہرے پہ آنے والے بالوں کو ناپسندیدگی سے پیچھے جھٹکتی اور پھر سے ڈرائنگ بنانے میں مصروف ہو جاتی۔

کچھ آوارہ سی زلفیں پھر سے اس کے چہرے پر امڈ آتیں۔ آخر اس نے بالوں کا راف سا جڑا بنایا اور ایک پینسل جوڑے میں اڑس دی۔ اب ریشمی بال پینسل کی قید میں تھے۔ اور وہ پر سکون سی اپنے کام پہ متوجہ تھی۔

نوال روٹین کا سکیجول لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔ تو زیا نے فورا سے منی سکرین کی۔ جسے وہ بار بار چور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ نوال نے اپنے باس کی اس حرکت کو باقاعدہ نوٹ کیا تھا۔

وہ جلدی سے فائل سائن کر تا نوال کو بھگانے کے چکر میں تھا۔ نوال بھی بار بار آگے ہو کر سکرین پر کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

جبکہ دروازے پر پھر سے دستک ہوئی اور سمیع ہاتھ میں کوئی اور فائل لیے اس کے سامنے پیش ہوا۔

'نہیں یار۔ اب اسے بھی ابھی آنا تھا۔

'جی سر آپ نے مجھے کچھ کہا۔

سمیع اس کی بڑبڑاہٹ سنتے ہوئے بولا۔

'نہیں یار کچھ نہیں کہا تم بولو کیا کام ہے۔

زیان چڑ کے بولا تھا۔

'سر آج کی میٹنگ کے لیے۔۔۔۔۔

'کینسل کر دو

زیان نے سمیع کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی حکم جاری کر دیا تھا۔

'سر مگر۔۔۔۔

'کل کے لیے میٹنگ فکس کر دو۔ بلکہ کل بابا کی انیور سری ہے دو دن بعد کی کر دو۔ میں ذرا بزی ہوں اگر اور کوئی کام ہے تو بتاؤ۔

'نہیں سر ٹھیک ہے میں دو دن بعد کی ہی ارینج کر دیتا ہوں۔

نوال ابھی بھی سکرین پر نظریں گاڑنے کی کوشش میں مبتلا تھی۔

سمیع واپس دروازے کی طرف بڑھا جب کہ نوار ابھی بھی وہیں کھڑی تھی۔

'آپ کو کچھ اور کہنا ہے مس نوال۔

'نن۔۔۔ نہیں زیان بھائی۔۔۔۔۔۔۔۔ مطلب سر

'اوکے۔

ذیان نے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو نوال فوراً سے واپس پلٹی تھی۔

زیان سکرین کی طرف متوجہ ہوا مگر اسے وہاں اب آویزا نظر نہیں آرہی تھی۔

اسکے باریک سے قدرتی طور پر تراشے گئے آئی بروز کے ٹھیک درمیان میں پر بل ابھر آئے تھے۔

جب اچانک سے دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔

آویزہ دروازہ ناک کرتی زیان کے آفس میں داخل ہوئی۔

زیان اسے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا تھا۔

'یہ میں نے ڈرائنگ مکمل کرلی ہے آپ دیکھ لیں۔

'ہاں ٹھیک ہے میں دیکھ چکا ہوں ڈن کرتے ہیں۔

'مگر۔۔۔۔۔کیسے دیکھی میں نے تو ابھی کمپلیٹ کی ہے۔

آویزہ نے گھبرا کر اسے دیکھا

اب وہ کیا بتاتا وہ صبح سے اسے ہی تو دیکھ رہا تھا۔

'وہ۔ میں تب گزرا تھا نا تمہارے ڈیکس کے پاس سے تو تب دیکھا تھا۔

اس نے دو سیکنڈ کے اندر اندر بہانہ تلاش کیا تھا۔

'اوہ تب تو کمپلیٹ نہیں تھی اب کمپلیٹ ہے اب دیکھ لو۔

'اوکے۔ اس سے بعد میں دیکھ لیں گے فلحال آو ہم کہیں باہر چلتے ہیں۔

وہ اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ اور سامنے کونے میں رکھے لکڑی کے ہینگر سٹینڈ سے اپنا کوٹ اتارنے لگا۔

'مگر کہاں؟

'پاکستان گھومنا ہے یا نہیں۔

آویزہ نہیں معصوم بچے کی طرح اثبات میں سر ہلایا

'اوکے تو پھر ٹھیک ہے چلو۔

'ٹن ٹنا۔۔۔۔۔۔۔

دیکھو میں کیا لائی ہوں۔

نوال لنچ باکس ساتھ میں پکڑے آیان کے افس میں داخل ہوئی۔

'یار میں پہلے ہی بہت ٹینشن میں ہوں۔

وہ ٹیبل پر بہت سے فائلز بکھیرے بیٹھا تھا۔ فرش پر بہت سے کاغذ مروڑ تروڑ کر پھینکے گئے تھے۔

'ارے ہوا کیا ہے تم تو واقعی بہت ڈسٹرب لگ رہے ہو۔

وہ اس کے آفس کا حال دیکھتے ہوئے بولی۔

'صبح شوٹنگ کی ڈیڈ لائن ہے ابھی تک ماڈل بھی فائنل نہیں ہے اور کوئی لوگو بھی تیار نہیں ہے۔

'اوہ مجھے لگا کہ پتہ نہیں کتنی بڑی پرابلم ہے۔

خیر اس کو چھوڑو یہ پہلے تم پاستہ کھاؤ میں سپیشل خود بنا کے لائی ہوں۔

وہ ٹیبلز پہ سے فائلز ایک طرف کرتے ہوئے باکس میں سے پاستہ نکال کر پلیٹ میں ڈال رہی تھی۔

نفاست سے چمچ پلیٹ میں رکھا اور پلیٹ آیان کی طرف بڑھائی۔

'ویسے سچ پوچھو تو یار اس وقت میرے پیٹ میں موجود چوہے بلیوں کو بھی اب بھوک لگ چکی تھی۔

'آیان تم پرفیوم کا ایڈ بنا رہے ہو نا۔

ہمم۔۔۔۔

وہ کھانا کھانے میں مصروف نظر آ رہا تھا۔

'تم کوئی رومینٹک تھیم کیوں نہیں رکھتے۔ جیسے کوئی کسی کی خوشبو سے پیار کرے وہ بھی بنا دیکھے۔

'ڈفرائیڈ شوٹ کرنا ہے فلم نہیں۔

وہ رکھائی سے بولا تھا۔

'اوکے بھاڑ میں جاؤ پھر تم بھی اور تمہارا پرفیوم بھی جا رہی ہوں میں۔

وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔

'ایزیو وش۔

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔اس سب میں بھی وہ پاستہ سے انصاف کرنا نہیں بھولا تھا۔

نوال اسے گھوریاں ڈالتی دروازہ دھڑام سے بجاتی اس کے آفس سے نکلی تھی۔

'ہمیں ایک بہترین ایڈ ایڈیا مل چکا ہے۔پانچ منٹ میں سب میٹنگ روم میں موجود ہونے چاہیے۔

اس کے جاتے ہی آیان نے اپنی سیکرٹری کے لیے ایک شرارتی سی مسکراہٹ کے ساتھ وائس نوٹ چھوڑا تھا۔

'اور وہ کہتی ہے کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔کاش آویزہ میں تمہیں بتا سکتی کہ وہ محبت کے قابل ہے ہی نہیں۔

نوال سپارک کی سیڑھیاں اترتی خود ہی بڑبڑاتی جا رہی تھی۔

ایک سیاہ بی ایم ڈبلیو ایک بڑے سے سفید میشن کے گیٹ کو عبور کرتی نظر آئی۔

یہ سفید مینشن اٹیلین طرز کی بلڈ نگز کی ایک ایسی کر رہا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا بنگلہ تھا۔ وسیع سر سبز اور فواروں سے گھرے ہوئے لان۔ سیب انار املوک خوبانی آلو بخارے جیسے درخت۔

یہ مینشن نہیں حقیقت میں ایک بڑا محل تھا۔ سیاہ گاڑی جیسے ہی پارکنگ لاٹ میں رکی ڈرائیونگ سیٹ سے زیان گاڑی سے اترا اور اس کے ساتھ آویزا حیرانی سے ادھر ادھر کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھی۔

'ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔

آویزہ اور چپ نہیں رہ سکتی تھی۔

'کیونکہ میں ایک آرکیٹیک ہوں۔

وہ سن گلاسز اتارتے ہوئے بولا۔

دسمبر کی دھند میں بھی اسکی پرکشش شخصیت نکھری نکھری سی نظر آتی تھی۔

'ویری فنی۔۔۔۔۔۔میں ایک سائکیٹرک ہوں مگر آپ کا دماغ لاعلاج ہے۔

زیان نے اسے گھور کر دیکھا۔

'کیا۔۔۔۔جیسا سوال ویسا جواب۔

وہ نزاکت سے کندھے اچکا کر بولی۔

نیلی جینز پر سفید ٹاپ لمبا سا میرون کوٹ کھلے بال میرون کولڈ شوز پہنے وہ خود میں ہی ایک پر اعتماد لڑکی تھی۔

داخلی دروازے پر آٹھ سے نو عدد سیڑھیاں عبور کر کے ایک بڑا سا ہال دائیں جانب ڈائننگ ٹیبل چھت پر لٹکتے فانوس، دیواروں پر مشہور مصوروں کی کاریگری نظر آتی تھی۔

'زیان اب مجھے غصہ آ رہا ہے۔

وہ آتش دان کے سامنے کھڑا اپنے ہاتھ سیک رہا تھا۔

آویزہ نے بھی ہاتھ سیکنے کے لیے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے۔

زیان اپنے ہاتھوں کے برابر اس کے ہاتھ دیکھ کر شاید کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گیا تھا۔

'کیا میں کبھی ان ہاتھوں کو تھام سکوں گا۔ کیا میں کبھی اقرار جیسے لمحوں سے گزر کر تمہیں اپنی باہوں میں سمیٹ سکوں گا۔

زیان کے دل نے چپکے سے سرگوشی کی تھی۔

'زیان اریو اوکے۔

وہ زیان کو گم سم دیکھ کر بولی

'ہاں مم۔۔میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ یہ مینشن تمہیں گفٹ کر دوں۔جب سے تم پاکستان ائی ہو میں نے تمہیں کوئی گفٹ نہیں دیا ہے۔

'یو آر کڈنگ۔

'نو ڈیئر۔ایم ناٹ۔کیوں تمہیں پسند نہیں آیا کیا۔

'نہیں ایسی بات نہیں ہے مگر میں اتنا ایکسپینسو گفٹ۔۔۔۔۔۔۔

'ہاہاہاہاہاہا۔۔۔تم سیریس ہو گئی نا۔ایک تو میں غریب اوپر سے مسکین۔رحم کھاؤ میری جوانی پر لڑکی۔

وہ کھڑکی سے باہر سمینگ پول پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بولا

'زیان تم نا۔۔۔۔۔

'کیا میں۔۔۔۔۔آویزہ

وہ اس کے بالکل سامنے اس کے قریب کھڑا ہو کر بولا۔

وہ اس کے بالوں سے اڑتی سٹرابری فریگرنس محسوس کر سکتا تھا۔

"کک۔۔۔۔۔کچھ نہیں۔

وہ اس کے یوں قریب انے سے ذرا الجھ سی گئی تھی۔جلدی سے دو قدم اس سے دور ہوئی۔

"تم لینڈ سکیپ ارکیٹیکٹ ہو یہ پروجیکٹ تمہارے لیے بہترین ہو سکتا ہے۔اس نے تمہیں اپنے ساتھ لایا ہوں تاکہ تم اپنے آئیڈیاز بھی ہمارے ساتھ شیئر کر سکو۔

"ہمم۔۔۔۔اچھا۔

میں آج سے اس پر کام شروع کرتی ہوں۔

وہ اپنے موبائل کیمرے سے اس مینشن کر تصاویر بنا رہی تھی۔

جبکہ زیان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بے باک اور بے اختیار دھڑکنیں زیان کو مجبور کر رہی تھیں کہ وہ اپنی محبت کا اقرار کرے۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا یا کرتا سیکنڈ فلور سے شاید اس مینشن کا آونر مسکرا مسکرا کر زیان کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

زیان اس سے باتوں میں مصروف تھا جب آویزہ نے اپنے موبائل پر ایک میسج ٹائپ کیا

'ناؤوی آر ریڈی ٹو موو آن پلان بی۔

میسج سینڈ کرتے ہی وہ اسی پر اعتماد رویے کے ساتھ زیان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

'ریحان جو تمہیں لسٹ دی تھی وہ تمام چیزیں نار من تک پہنچادو۔ ہو سکے تو کچھ دن کی چھٹیاں لے لو۔ شاید نینی حانم تمہیں مس کرتی ہوں گی۔

'ایسا کیوں نہیں کہتے کبیر کہ تم نار من کو زیان کے ساتھ دیکھ کر جیلس ہوتے ہو۔

'ریحان۔ میں کبیر ملک ہوں۔ میں لوگوں سے جیلس نہیں ہوتا مجھے جو بھی چاہیے ہوتا ہے میں چھین لیتا ہوں۔ اور یہ بات تم سے بہتر کون جانتا ہو گا۔

'ہاں یہ تو ہے۔ ویسے تو مجھے کل صبح کی فلائٹ سے دبئی جانا ہے پرسوں شام جاوں گا میں پاکستان کیونکہ میری ماں مجھے بہت یاد کرتی ہے۔

ریحان نے لفظ میری ماں پر زور دے کر بولا تو کبیر مسکرا دیا تھا۔

دی کبیر آرچرڈ کے گیارویں فلور پر کبیر اور ریحان روم نمبر 222 میں موجود تھے۔ ریحان کب باکو پہنچا۔ وہ کب دبئی گیا۔ یہ بات تو اس کی ماں اُم ہانم بھی نہیں جانتی تھی۔

'حسن بھائی۔ اپنا موبائل دیجئے گا میرے موبائل میں چارج نہیں ہے مجھے ارجنٹ کال کرنی ہے اپنے آفس۔

حسن مغرب کی نماز پڑھا کر جیسے ہی گھر پہنچا تو نار من شاید اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

حسن نے بنا کچھ پوچھے اپنا موبائل اسے تھمایا اور لاؤنج میں پڑے صوفے پر بیٹھا۔

نار من نے نمبر ڈائل کیا۔

جیسے ہی بیل گئی اس نے موبائل فورا سے حسن کی طرف بڑھایا۔

'کیا۔

'بات کریں نامدیحہ کا فون ہے۔

کیا کہہ رہی ہو۔

حسن کو شاید کرنٹ لگ گیا تھا

بات کریں اس سے پہلے کو فون کاٹ دے۔

فون کے سپیکر سے مدیحہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

ہیلو ہیلو۔۔۔۔۔۔

'ہاں ہاں میں بات کر رہا ہوں حسن۔

'آپ۔

جی میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔

'جی۔

مدیحہ بھی شاید حسن کی یوں اچانک آواز سن کر گھبرا گئی تھی۔

'میں کہہ رہا تھا کہ۔۔۔۔۔۔

'کیا کہوں میں۔

وہ الجھے سے انداز میں نار من سے مخاطب ہوا

'افف۔۔یا اللہ مجھے صبر دے۔اس کو بتائیں کہ آپ دونوں کے رشتوں کی بات چل رہی ہے کیا وہ راضی ہے۔

وہ چڑ کر بولی تھی۔

'وہ میں۔اصل میں امی مجھے تمہارے رشتے کے لیے کہہ رہی تھیں۔مطلب ہم دونوں کی شادی۔میں آپ سے آپ کی مرضی جاننا چاہتا تھا۔

'میں کیا کہوں جیسے آپ کی مرضی۔

'اس کا مطلب تم خوش نہیں ہو۔

'نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں خوش ہوں۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ شاید آپ خوش نہیں ہیں۔

'میں۔۔۔۔ میں تو بالکل راضی ہوں۔

حسن کا رویہ پر جوش سا ہوا تھا۔ نار من اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر اس کو پرائیویسی دینے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

ہمارے الفاظ بھی ہماری منزل کا تعین کر سکتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہماری چپ ہمارا نصیب سیاہ کر دیتی ہے۔

'تم آجکل تارے بہت دیکھتے ہو۔ کیا آسمان پہ کچھ کھو گیا ہے۔

آج زیان نہ جانے کہاں سے چھت پر آ ٹپکا تھا۔ آیان کب سے لکڑی کے میز پر لیٹا تاروں میں نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔

زیان کو دیکھتے ہی وہ سیدھا ہو کر بیٹھا

'جو زمین پر کھو جائیں وہ آسمانوں پر بھی نہیں ملا کرتے آیان سفیر۔

تم آج اپنی فیورٹ ٹیرس کو چھوڑ کر یہاں پر کیسے آ گئے۔

بس میں نے سوچا تمہاری تارے گننے میں مدد کر دوں۔ ویسے کیا نظر آتا ہے تمہیں تاروں میں۔

وہ کافی کا بڑا سا مگ آیان کو تھماتے ہوئے بولا۔

آیان اج پہلے کی نسبت چپ چپ سا تھا۔

'سوچ رہا ہوں ایسٹرالوجی کر لوں۔ماہر فلکیات بن جاؤں۔

'کیوں۔پیرس میں تم آسمان پہ رہتے تھے کیا۔

'آسمان تھا یا قوس قزاح پتہ نہیں مگر وہ تھا بہت خوبصورت۔

آیان سنجیدگی سے بولا۔

دیکھا میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم پاکستان اکیلے اے ہو دل تو تمہارا کہیں پیرس میں ہی رُل رہا ہے۔

سستے نشے چھوڑ دو پتہ نہیں کیا بول رہے ہو۔

آیان کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

سستا تو میں نے کبھی رومال بھی نہیں رکھا مگر البتہ سنا ہے تمہارے پاس ایک رومال ہے لپسٹک کے نشان

والا۔

آیان اچانک سے پیرس اپنی یونیورسٹی کی کسی کلاس میں پہنچ گیا تھا۔کلاس میں ہر کوئی کسی نہ کسی ٹاپک کو رٹے مارنے میں مصروف تھا۔فائینل پریزنٹیشن نے پوری کلاس کا چھکے چھڑا رکھے تھے

'کیسی تیاری ہے پریزنٹیشن کی۔

بیلا اطمینان سے ببل چباتی موبائل پہ مصروف تھی جب آیان اس کے ساتھ بیٹھا۔

'واٹ۔۔۔۔پریزنٹیشن یار میں تو بھول ہی گئی۔میرے بابا تو مجھے مار ڈالیں گے۔

ہاہاہاہاہا۔کاش میں تمہیں نہ یاد کرواتا تو تمہاری کمبختی دیکھتا مائی بیڈ میں نے موقع ضائع کر دیا۔

'تو میرے کمپیٹیٹر نہیں میرے دشمن ہوئے آیان سفیر۔

اٹس مائی اونر یور ہائنس۔

وہ مسکرا کر بولا تھا۔

مگر میں بھی بیلا ہوں۔ اور میں اپنی فیورٹ ہوں۔ تم دیکھو ذرا میں کیا کرتی ہوں۔

اس نے جلدی سے اپنے بیگ سے ٹشو اور میک اپ ریمور نکالا۔ وائبز سے اچھے سے میک اپ صاف کیا اور ٹشو اپنے دونوں ہونٹوں کے درمیان رکھا اور نزاکت سے مسل دیا۔

آیان کو پہلی بار اس بے جان سی چیز سے جیلسی محسوس ہوئی تھی۔

آیان نے بیلا سے آنکھ بچا کر وہ ٹشو اپنی جینز کی پاکٹ میں رکھا تھا۔

'اب دیکھو لگ رہا ہے نا کہ میں صدیوں سے بیمار ہوں۔

ہمممم۔

آیان شاید بولنا بھول چکا تھا۔

اب مجھے پریزنٹیشن کے لیے وقت مل جائے گا۔اور تمہارے خواب ادھورے ہی رہ جائیں گے آیان سفیر۔

'تم نے صحیح کہا تھا میرے خواب ادھورے ہی رہ جائیں گے۔

آیان اندھیرے میں خود سے ہی بڑبڑایا تھا۔

'کیا تم مجھے اپنی طرف کی کہانی کبھی نہیں سناؤ گے۔

زیان اسے گم سم ہوتا دیکھتے بولا۔

'میری کوئی کہانی نہیں ہے۔

آیان میز پر سے اٹھا اور سامنے گرل پہ ہاتھ اٹکا کر کھڑا ہوا۔

کہانی ہر کسی کی ہوتی ہے۔بس فرق اتنا ہے کہ کسی نے کہانی کو جیا ہوتا ہے اور کسی پر کہانی بیتی ہوتی ہے۔

اب زیان بھی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔

'تم بتاؤ تم پر کہانی بیتی ہے یا تم نے کہانی کو جیا ہے۔

'میں تو ابھی کہانی کو جی رہا ہوں۔ یا یوں سمجھ لو کہ میں کہانی کو اپنے انداز میں لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم اپنی سناؤ۔

زیان کی آنکھوں میں اچانک سے آویزہ کا عکس نظر آیا تھا۔

پہلے تم بتاؤ کہ تم نے میرے پیچھے کیا کوئی جاسوس چھوڑ رکھا تھا۔

آیان نے اسے گھور کر دیکھا۔

'تو اور کیا میں اپنے چھوٹے بھائی کو ایک بیگانے دیس میں اکیلا چھوڑ دیتا۔

'رالف تو مل مجھے کہیں بس۔

دوست کی دوستی تب ثابت ہوتی ہے جب آپ کی عزت دہلیز پہ پڑی ہو اور آپ کا دوست کان کا کچا اور پیٹ کا ہلکا نکل آے۔

زیان رالف سے تمام کہانی سن چکا تھا۔ اسے اپنے بھائی پر ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔ اس کے بھائی نے محبت چھوڑ دی تھی۔ اپنی روایتوں کو چن لیا تھا۔

زیان کی نظر میں آیان آج اچانک سے بڑا ہو گیا تھا۔

میرا مسئلہ تم نہیں تھے۔

میرا مسئلہ تو تم سے لگای گئی ان گنت امیدیں تھیں۔

میرا مسئلہ تیرا لہجہ نہیں تھا۔

اصل مسئلہ تو میرے دماغ کا تھا جو تیرے چہرے کا ایک ایک زاویہ سمجھتا تھا۔

میرا مسئلہ حالات نہیں تھے

میرا مسئلہ تو تیری چاہ تھی

میرا ہجر تیری ہی راہ تھی۔

یہ سیاہ حلقے نہیں تیرا غم ہے

اس عشق کی کہانی کو اب نہ دھرا۔

کہ یہاں عبرت کا نشاں ہم ہیں۔

ص ف ا

محبت اگر خود کو منوانے کی ضد لگا لے تو جوانیوں پر رحم نہیں کھایا کرتی۔

اور مجھے لگتا ہے کہ اب محبت نے مجھے آڑے ہاتھوں لے لیا ہے۔ وہ خود کو منوانے کی ضد پر ہے اور میں بھی اپنے بنجر دل کو محبت سے بھرنا چاہتا ہوں مگر نہ وقت اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ماضی کبھی میری جان چھوڑے گا۔

تم جس دن حقیقت جان جاؤ گی مجھ سے نفرت کرو گی۔ میں روز کوشش کرتا ہوں کہ تم ہی حقیقت بتاؤں مگر مگر محبت میرے الفاظ کو مار دیتی ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔ جانتا ہوں کہ میرا ساتھ تمہیں خوشی دیتا ہے مگر میں چاہتا ہوں تو میرے بعد بھی خوش رہو۔

زیان بہت اچھا ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ ایک بہترین ہم سفر بننے کے لائق ہے۔ تم جانتی ہو یونیورسٹی میں زیان کے کمپیٹیٹیو ایڈی گروپ نے اسے مات دینے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ مگر وہ کبھی نہیں جھکا کیونکہ اسے اللہ پر اتنا ہی بھروسہ تھا جتنا کہ اس سے خود کے زندہ ہونے پر۔

کچھ سال پہلے پیرس میں

زیان جب بھی رات کا کھانا کھاتا تو واک کرنے کی غرض سے یونیورسٹی کا ایک ادھ راؤنڈ لگا لیتا۔

وہ ابھی یونیورسٹی کے ایک پرانے بلاک کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ یہ ہمارا تو چونکہ کافی پرانی ہو چکی تھی اس لیے وہاں سے طلبہ کو دوسری بلاکس کی طرف منتقل کر دیا گیا تھا۔ اب یہ بلاک اکثر خالی ہی نظر آتا تھا۔

زیان جیسے ہی بلاک کے داخلی دروازے کے سامنے سے گزرا تو اسے نسوانی چیخیں سنائی دیں۔

زیان بنا سوچے سمجھے عمارت میں داخل ہوا۔ کچھ لڑکے ایک لڑکی کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لڑکی مدد کے لیے چلا رہی تھی۔

عمارت میں کافی حد تک اندھیرا تھا۔ ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے باہر کی روشنی عمارت کو کچھ روشن کر رہی تھی۔

زیان جیسے ہی ان کی طرف بڑھا وہ لڑکی لپک کر زیان کی طرف بڑھی۔ اس کا فورا سے ماتھا ٹھنکا۔ وہ جیسے ہی لڑکی کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے باہر کی سمت بھاگتا عمارت میں چکا چاند روشنی چھا گئی۔

کچھ طلبہ دوست سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ عمارت میں داخل ہوئے۔

لڑکی سہمی ہوئی دیوار کے ساتھ کھڑی ہوی اور اسی گروپ میں سے ایک لڑکا اسے تسلی دینے کے انداز میں اس کے قریب ہوا۔

تمام مدعا زیان پر ڈال دیا گیا۔وہ سچائی ثابت کرنے کے لیے چیختا رہا مگر سیکیورٹی افیسرز اسے ایڈمن میں لے گے۔

چونکہ رات کا وقت تھا اس لیے فیصلہ صبح پر چھوڑا گیا اور زیان کو یونیورسٹی نہ چھوڑنے کی وارننگ دے کر ہاسٹل بھیج دیا گیا۔

وہ رات زیان نے کیسے گزاری صرف وہی جانتا تھا۔رالف اسے ہر طرح سے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا مگر کردار پے بات آجائے تو دلاسے بھی مصنوعی سے لگتے ہیں۔

البتہ مائیکل پوری کہانی سننے کے بعد نہ جانے غصے میں کس کھوج پہ نکل پڑا تھا۔

'زی۔ تم فکر نہیں کرو اس دفعہ بھی ایڈی گروپ اپنے منہ کی کھائے گا۔یقیناً ہمارے ہاتھ کوئی نہ کوئی سراغ تو لگ ہی جائے گا۔ تمہاری ریپو اچھی ہے تم ایک بریلینٹ سٹوڈنٹ ہو۔

زیان تو جیسے کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔ وہ اس چھوٹے سے کمرے میں ادھر سے اُدھر بار بار چکر لگا رہا تھا۔

مجھے پتہ ہے مجھے کیا کرنا چاہیے۔

وہ اچانک رکا۔ اور واشروم کی طرف بڑھا

رالف بھی اسکے پیچھے لپکا۔

زیان نے وضو کیا اور نفل پڑھنے کی غرض سے جائے نماز بچھایا

رالف اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

وہ اب پر سکون دکھائی دے رہا تھا۔

یہ کیسا اعتقاد تھا۔ اسکی عزت داؤ پہ لگی تھی اور وہ رب کی رضا ڈھونڈنے میں لگا تھا۔

رات صدی بن چکی تھی۔ مگر بلآخر گزر گئی۔

صبح ہوتے ہی تمام یونیورسٹیز سٹوڈنٹ افئر کورٹ میں موجود تھی۔ راتوں رات یہ واقعہ یونیورسٹی ویب سائٹ پر ٹرینڈ کر رہا تھا۔

'سر میں وہاں صرف مدد کرنے کی غرض سے گیا تھا۔ ورنہ اپ سے سی ٹی وی کوریج چیک کر سکتے ہیں واک کرنا میرا روز کا معمول ہے۔

جہاں بہت سے طلبہ اس کے حامی تھے۔بہت سے طلبہ اس کے مخالف بھی تھے۔ہر کوئی اپنی اپنی بولی بول رہا تھا۔آفیسر کے بار بار چپ کروانے پر بھی سرگوشیاں تھم نہیں رہی تھیں۔

'کمال ہو ایڈی یار تم بھی۔ایک مہمان پہ بار بار وار کرتے ہو۔کبھی میرے جیسے اپنی ٹکر والے انسان سے مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔آؤ نا میدان میں مزہ کریں گے دونوں بھائی مل کر۔

ایڈی کا رنگ فق ہوا تھا۔کچھ تھا مائیکل کی پرسنلٹی میں وہ ہمیشہ غصہ ناک پر سجائے رکھتا تھا مگر کبھی بھی کوئی اس سے پنگا نہیں لیتا تھا۔

'یقین کرو ایڈی تم میرے ساتھ محفل لگاؤ گے تو معاملہ یہاں کورٹ تک بھی نہیں پہنچے گا۔اور تمہارا مک مکا تو وہیں اسی لمحے کر دوں گا میں۔

مائیکل شیطانی ہنسی ہستا سرگوشی میں بات کرتا آفیسر تک پہنچا۔

'سر آپ کے لیے ایک مشورہ ہے مجھے ڈیٹیکٹور رکھ لیں ہر دفعہ انویسٹیگیشن سے لے کر ثبوت ڈھونڈنے تک مجھے ہی اپنا خون پسینہ بہانا پڑتا ہے وہ بھی فری میں۔

وہ فلیش ڈسک آفیسر کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ جبکہ آفیسر نے اسے کڑی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ جانے کہاں سے وہ گڑے مڑتے اکھاڑ لاتا تھا۔

آفیسر نے فلیش لیپ ٹاپ کے ساتھ کنیکٹ کی اور ویڈیو پلے کی۔ سب سے پہلے ایڈی گروپ اس لڑکی کے ساتھ بلڈنگ میں گئے تھے۔ پھر تین لوگ اور بلڈنگ میں داخل ہوئے اور لڑکی کے ساتھ زبردستی کرنے لگے اسی لمحے زیان وہاں پہنچا اور تمام معاملہ زیان پر پلٹ دیا گیا۔

ویڈیو دیکھنے کے بعد ایڈی گروپ کو یہ سب پلین کرنے کے جرم میں یونیورسٹی سے ریسٹیگیٹ کر دیا گیا۔

اور جب زیان کو اپنی طرف کا بیان دینے کے لیے کہا گیا تو بدلے میں اس نے وہاں غیر مذہب کے لوگوں کے ہجوم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سورہ یوسف کی تفسیر سے حضرت یوسف کا واقعہ سنایا۔ انہوں نے خود کو کیسے تہمت سے بچایا تھا۔ اور اللہ نے ان کو کیا خوب اجر سے نوازا تھا۔

وہ کوی عالم فاضل نہیں تھا۔ حافظ بھی نہیں تھا۔ وہ اللہ کی ماننے والا تھا اور اللہ کو بھی مانتا تھا۔ ہر طرف غیر مذہب غیر برادری کے لوگوں کا ہجوم تھا اور وہ وہاں اکیلا توحید کا نعرہ لگانے والا تھا۔ اسکا ایک ایک لفظ سحر طاری کر رہا تھا۔ گویا ہر طرف ہو کا عالم تھا۔

"یقینا یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ سورہ نمبر 12 آیت نمبر سات۔

کبیر نے لمبی سانس بھری اور سیاہ ڈائری بند کر کے دراز میں رکھی۔

'اب تم بتانا نار من کہ کوئی ایسے شخص کی محبت سے خود کو کیسے بچائے۔

آہ نار من آہ۔۔۔بہت جلد تم مجھے بھول جاؤ گی۔

اس نے بے بسی سے اپنا سر اسی میز کی سطح پر اٹکا دیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نار من آدھا گھنٹہ پہلے ہی گھر پہنچی تھی۔امِ حانم آپا جی کا دوسرا بیٹا ریحان پہلے سے ہی گھر میں موجود تھا۔آپا جی صدقے واری ہوتی نہ تھکتی تھیں۔دوپہر کا کھانا اس نے ریحان اور آپا جی کے ساتھ کھایا۔ابھی اپنے کمرے می آئے اسے آدھا گھنٹہ ہوا تھا جب دروازے پر دستک سنائی دی

اس نے گردن گھما کر دیکھا تو ریحان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

'ارے آپ۔۔۔۔اندر آئیں نا۔

وہ خوش دلی سے مسکرائی تھی۔

'اندر تو میں آ چکا ہوں مگر آپ مجھے تم کہتیں تو زیادہ اچھا لگتا۔

وہ ہاتھ میں پکڑا ہوا سیاہ بیگ بیڈ پر رکھتے ہوئے بولا۔

'پھر تو اسی حساب سے تمہیں بھی مجھے تم کہنا چاہیے۔

وہ کرسی سے اٹھتی دو قدم چل کر سیاہ بیگ کے قریب آئی۔

'خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے اشتہاری دو۔

ریحان خوش دلی سے مسکرایا تھا۔

'کیا۔۔۔۔۔

وہ شاید ابھی اردو سمجھنے میں اتنی شارپ نہیں ہوئی تھی۔

'کچھ نہیں محترمہ آپ اپنا سامان چیک کر لیں پہلے۔ باحکم کبیر باس اگر کچھ اور بھی چاہیے ہو تو بندہ حاضر ہے۔

وہ بہت احترام سے سر کو خم دیتے ہوئے بولا۔

نہیں۔ بس آپ مجھے ان کا استعمال بتا دیں ایک بار۔

وہ بیگ میں سے تمام چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

'اچھا ہاں جلدی کرو امی ابھی مدرسے میں ہیں اس سے پہلے وہ آ کر اپنے سوالوں کی برسات کریں۔

یہ دیکھو یہ خفیہ کیمرہ ہے تم اسے اپنے موبائل سے کنیکٹ کر سکتی ہو۔اور تم اس سے آڈیو بھی ریکارڈ کر سکتی ہو۔

ہے نا امیزنگ۔۔۔۔۔۔۔

وہ باری باری اسے ان چھوٹے چھوٹے گیجٹس کے استعمال کرنے کا طریقہ سمجھا رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مدرسے میں تمام بچے تلاوت میں مصروف تھے۔ننھے منے ہاتھ اپنا سپارہ پکڑے روانی سے اپنا سبق دہرا رہے تھے۔

بڑی عمر کی لڑکیاں اپنی اپنی معلمہ کے سامنے بیٹھی سبق سنانے میں مصروف تھیں۔

نار من آج وقت سے پہلے ہی اٹھ گئی تھی۔ آج کا دن اس کی زندگی کی سب سے بڑی محرومی کا دن تھا۔ وہ کچھ دیر اپنے کمبل میں ہی پڑی سسکتی رہی۔

ذہن اسے تیرہ سال پہلے آج ہی کی تاریخ میں واپس کھینچ لے گیا تھا۔ وہ باکو شہر میں اپنے گھر کے نرم و ملائم بستر پر بہت پر سکون سوئی تھی جب مسز عابیش نے اس کے ماتھے پر نرمی سے بھوسہ دیا تھا۔

'ہیپی برتھ ڈے نار من گڑیا۔

اس نے کسلمندی سے اپنی بائیں آنکھ کھولی تو مسٹر فراز نے اسے اپنی گود میں اٹھایا تھا۔

'بابا۔

جی میری جان۔

'میں آج سکول نہیں جاؤں گی۔کیونکہ آج میری برتھ ڈے ہے۔

اسکے ماں باپ دونوں ہی مسکرا دیے تھے۔

'مگر آج تو سکول سے چھٹی ہے گڑیا۔نیو ایئر سال کا پہلا دن۔

مسز عابیش نے اس کا دایاں گال چومتے ہوئے اسے اپنی باہوں میں لیا تھا۔

'بابا کیا ہم سیلیبریٹ کریں گے۔

'جی جی کیوں نہیں مگر ہمیں جلدی جلدی سیلیبریشن کرنی ہو گی کیونکہ مجھے شہر سے باہر جانا ہے۔

فراز میں نے اپ سے کہا بھی تھا کہ آج مت رکھیں ایونٹ۔

'نئے ہوٹل کا افتتاع ہے اور تم جانتی ہو کہ سال کا پہلا دن بہترین موقع ہے اس کے افتتاح کے لیے۔

'مگر نہ جانے کیوں آج مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔

'کچھ نہیں ہو گا۔ تمہارا بی پی لو ہو رہا ہو گا۔

اور ماحول میں اچانک سے کسی بچے کی رونے کی آواز سنائی دینے لگی۔

'آپ کا بیٹا بھی نا آپ پر ہی گیا ہے ہمیشہ کچھ نہ کچھ چاہیے ہوتا ہے اسے۔

شاید تین سال کا بچہ سوتے میں بیڈ سے گر گیا تھا۔ نینی اسے اٹھاے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اور وہ اپنے بابا کے گلے لگے روتے ہوئے بچے کو عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ اس کے حصے کا پیار لے جاتا تھا۔

وہ گیارہ سال کی تھی مگر اس کا باپ اسے ہمیشہ تین سال کے بچے کی طرح پیار کرتا تھا۔

اسی دن تو وہ اچانک 11 سال کی ہوئی تھی۔ اپنے باپ اور اپنے بھائی کی لاش دیکھنے کے بعد۔۔۔۔

اس نے اپنے ذہن کو جھٹکا آنسو صاف کیے اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زیان اور آیان مسجد میں قران خوانی کروانے کے بعد قبرستان سے واپس لوٹے تھے۔

مسز سفیر نے اپنے شوہر کی مغفرت کی دعا کے بعد قرآن پاک احتیاط سے بند کیا تھا۔

مسز کبریٰ نے ان کے ہاتھ سے قران پاک لیا اور الماری میں اوپر شیلف پر رکھا۔

زیان آیان دونوں ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔زیان نے ماں کے کندھے پر سر رکھا تھا۔

جبکہ آیان ماں کی گود میں سر رکھ کر بیڈ پر لیٹا تھا۔

'مل آئے اپنے بابا سے۔

'ماما ایسا کوئی طریقہ کار کیوں نہیں ہے کہ ہم اس دنیا سے رابطہ کر سکیں۔جہاں ہمارے پیارے ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔

آیان کی بات پر اس کی ماں اور اس کے بڑے بھائی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

آذربائجان میں کبیر ایک خالی لمبی سڑک کے کنارے بیٹھا اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

یہ وہی سڑک تھی جس نے چار لوگوں کی زندگی نگل لی تھی۔ وہ ہر سال اپنے ذہن میں ہزاروں سوال لیے سڑک کے کنارے آبیٹھتا۔ مگر ان بے جان پتھروں نے اسے ایک بھی جواب نہیں دیا تھا۔

وہ سب اپنے اپنے سچ کی تلاش میں تھے۔ مگر بہزاد صاحب آج صبح سے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکے تھے۔

پتہ نہیں وہ پچھتاوے کی آگ تھی یا پھر ان کے دل کا چور انکے لالچ نے ان کی اپنے بھائی کی ہی جان لے لی تھی۔

بہزاد صاحب تھکے مانندے اپنے بستر سے اترے اور کھڑکی سے پردے ایک طرف کیے۔ سامنے سڑک پر لوگ آجارہے تھے۔ مگر ان کا ذہن نہ تو 2024 میں تھا نہ ہی اس کمرے میں بلکہ وہ تو 13 سال پہلے ایک ہوٹل کی عمارت میں موجود تھے۔ رنگ ساز بہت مہارت سے اپنا کام کرنے میں مصروف تھے۔

جب بہزاد صاحب نے اقبال صاحب اپنے بڑے بھائی کی بات ایک کار میکینک سے کروائی تھی۔

اقبال صاحب نے کار مکینک کو گاڑی کا نمبر اور مطلوبہ معلومات دے کر فون بند کیا اور مسکرا کر اپنے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا۔ بہزاد کچھ ڈرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

فکر مت کرو بہزاد آج کے بعد نہ تو تم کسی کو جواب دہ ہو گے اور نہ ہی میں۔ تم آرچڈ سنبھال لینا اور میں یہ ا علی شان ہوٹل اپنے بیٹے کبیر ملک کو تحفے میں دوں گا۔

وہ دونوں آنے والے وقت سے بے خبر اپنی پلاننگ میں مصروف یہ بات بھول گئے تھے کہ سب سے بڑا کارساز اللہ ہے۔

کار مکینک کو گاڑی کا نمبر شاید بہت اچھے طریقے سے یاد نہیں ہوا تھا۔

چاروں دوستوں نے ایک ہی گاڑی میں جانے کا فیصلہ کیا۔

مسز عابیش نار من دانین اور کبیر کے ساتھ دوسری گاڑی میں تھیں۔ نار من بھائی سے جلن کی وجہ سے کچھ اکھڑی اکھڑی سی تھی اس لیے مسز ابیش نے اپنے بیٹے کو اس کے باپ کے سپرد کیا۔ کبیر ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔

مگر نارمن نے آئس کریم کھانے کی ضد کی تو مسز ابیش نے بھی سوچا کہ بچوں کو سفر میں کھانے کے لیے کچھ چیزیں لے دی جائیں۔ایک ڈیڑھ گھنٹے کا سفر اور وہ بھی بچوں کے ساتھ وہ بازار بہت پر سکون دکھائی دے رہی تھیں۔

آدھے گھنٹے بعد جب وہ مارکیٹ سے نکلیں تو ان چاروں دوستوں کی گاڑی ان سے کافی حد تک آگے نکل چکی تھی۔

کارمکینک جب گیراج بند کر کے روح پوش ہونے کی تیاری میں مصروف تھا تو اس کی نظر اچانک مطلوبہ نمبر کی گاڑی پر پڑی جس کا ہائڈرولک سسٹم خراب کرنے کی ہدایات اسے دی گئی تھیں۔

اس نے بامشکل تھوک نگلا اور گیراج کا شٹر نیچے گرایا۔

پندرہ منٹ بعد ہی دانین واش روم جانے کی ضد کرنے لگی۔ تو ڈرائیور نے ایک پیٹرول پمپ کے سامنے گاڑی روکی مسز ابیش دانین کو واش روم لے کر گئیں۔

انہوں نے واپس آکر فراز صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ان کا نمبر بند جا رہا تھا۔

انکی گاڑی مطلوبہ سڑک پر پہنچی تو انہیں موٹروے راستے پر جانے سے روک دیا گیا۔ دو پولیس افیسرز نے انہیں بتایا کہ سڑک پر بڑا حادثہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے موٹروے کچھ دیر کے لیے بند کر دی گئی۔

مسز آبیش کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ڈرائیور کو شاید مطلوبہ اطلاع مل چکی تھی اس لیے اس نے اپنی مالکن کو سمجھا بجھا کر واپس چلنے کو کہا۔

وہ جیسے ہی گھر واپس پہنچیں تو انہیں قیامت ٹوٹنے کی خبر دے دی گئی۔

کبیر نار من دانین کی طرح یتیم ہو چکا تھا۔پاکستان میں زیان اور آیان بھی یتیمی کے سائے میں آ چکے تھے۔

فراز صاحب نے ایک ہی گھڑی میں جانے کی ضد کی تھی تو اقبال اور بہزاد کو اپنا پلان فیل ہوتا دکھائی دیا اور وہ چاروں ایک ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھے۔کیونکہ انہوں نے کار مکینک کو جو گاڑی کا نمبر بتایا تھا یہ وہ گاڑی تو نہیں تھی۔وہ اس حقیقت سے انجان تھے کہ کار مکینک کا حافظہ کچھ زیادہ توانا نہیں تھا۔

اچانک آرچرڈ میں کوئی حادثہ ہونے کی خبر ملی اس لیے بہزاد صاحب کو آرچرڈ جانا پڑا۔ ایکسیڈنٹ کے دوران بہزاد صاحب اپنی خوش قسمتی سے بچ نکلے۔

اس طرح پولیس بھی انویسٹیگیشن کے دوران اس قتل کے منصوبے کو ایکسیڈنٹ ہی سمجھی تھی۔ اور بہزاد صاحب نے اسے قدرت کا انعام سمجھا اور تمام دولت پر برجمان ہو گئے۔ نارمن اور کبیر کسلی کسٹڈی کے ساتھ ساتھ پاور آف اٹرنی بھی لے لی۔

کچھ سالوں بعد وہ کار مکینک بہزاد صاحب کو بلیک میل کرنے لگا۔ یہ بات جب کبیر کو معلوم ہوئی تو اس نے بھی بہزاد صاحب کو ہی قاتل سمجھا۔ مگر کار مکینک کے سچ نے کبیر کو شرمندہ کر دیا تھا۔

نہ وہ بہزاد صاحب سے بدلہ لے سکتا تھا اور نہ ہی اپنے باپ کے کیے کی سزا خود کو دے سکتا تھا۔

اس لیے وہ نار من کو جھوٹی سچی کہانیاں سناتے رہے۔ کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ کار مکینک کہیں نار من کو بھی سچائی نہ بتادے۔ اس لیے اس ایکسیڈنٹ کو قتل کا نام دے کر سفیر صاحب کو ملزم کی شکل میں نار من کے سامنے پیش کیا گیا۔

مسز ابیش شوہر اور بیٹے کی وفات کے بعد صدمے میں رہتی تھیں۔ پھر اچانک کو ان کو دورے پڑنے لگے اور انہیں ازایلم داخل کروادیا گیا۔ کبیر کو پیرس اور نار من کو ہاسٹل بھیج دیا گیا۔ مگر وہ باقاعدگی سے اپنی ماں سے ملنے جاتی۔ ان کی حالت میں کوئی بہتری نہیں آرہی تھی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی یادداشت مزید کم ہوتی جاتی تھی۔ انہوں نے وہاں اپنی ساتھی مریضہ کو کھڑکی سے دھکادے کر مارنے کی کوشش کی اس لیے کورٹ نے انہیں ازائلم میں ہی رکھنے کا حکم دیا تھا۔

سی سی ٹی وی ویڈیو کے مطابق وہ خود کو کسی سے بچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ بہزاد صاحب کا نام لے کر وہ چیختی رہیں۔ اور جب ان کے اس پاس مریض اکٹھے ہونے لگے تو انہوں نے کھڑکی کے پاس کھڑی ایک

مریضہ کو ہی دھکا دے دیا۔ تیسرے فلور سے گرنے کے بعد مریضہ تو موت کے منہ میں چلی گئی مگر ابیش کو ہمیشہ کے لیے اس قید کے حوالے کر گئی تھی۔

کبیر ہاسٹل میں بری صحبت میں اٹھ نہیں بیٹھنے لگا تھا۔ نار من ڈپریشن میں جا رہی تھی۔ اور ابیش موت کے منہ میں۔ جب کہ ان کی اپنی بیٹی دانین نہیں کی عزت نیلام کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔

مگر پیسے کی ہوس اور طاقت کے لالچ نے بہزاد صاحب کی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

موجودہ دن۔

نار من سرخ آنکھیں لیے زینے اترتی مدرسے کے صحن میں پہنچی۔

اج کوئی بھی بچی اپنا سبق نہیں سنا رہی تھی۔ چھوٹی بڑی مختلف عمر کی بچیاں ہاتھوں میں پارے پکڑے قران خوانی میں مصروف تھیں۔

نار من پہ نظر پڑتے ہی ام حانم نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

وہ معصوم بچے کی طرح تھکے تھکے انداز میں قدم قدم چلتی ان کے پاس پہنچی۔ ایک دو بچیوں نے اسے بہت غور سے اسکے حلیے کو دیکھا تھا۔

اس نے ملگجے سے رنگ کے لمبے سے کرتے کے ساتھ جینز پہن رکھی تھی۔ اور سر پہ شال اوڑھی ہوئی تھی۔

آنکھیں ابھی بھی سرخ تھیں۔

اچھا ہوا بیٹی تم آگئی۔ ابھی ہم دعا ہی کرنے والے تھے۔

فراز صاحب بہت بھلے انسان تھے۔ خدا ان کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔

'آپکو یاد تھا۔

وہ کالین پر سمٹ کر بیٹھی تھی۔

'ہمیں بہت دن بعد پتہ چلا تھا۔ میں نے کوشش کی تھی آنے کی مگر۔۔۔۔۔۔۔

ام حانم شرمندہ شرمندہ سے بولیں

'کوئی بات نہیں۔ اس سانحہ کو کوئی بھی نہیں بدل سکتا نہ اب نہ پہلے۔ کوئی بھی میرے باپ کو واپس نہیں لا سکتا۔

اس کی آنکھوں میں پھر سے بے شمار پانی بھر گیا تھا۔

'یہی تو رب تعالی کی قدرت ہے اگر انسان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا میں بھیج دیتا۔ اسے تمام زیبائش و آرائش مہیا ہوتی تو اس کو کون یاد کرتا۔

'اگر خدا نے میرے لیے دنیا میں کوئی سکھ نہیں رکھا تھا۔ کوئی رشتہ نہیں رکھا تھا تو اس نے مجھے دنیا میں کیوں بھیجا۔

مجھے کوئی پتھر بنا دیتا کوئی پرندہ یا کوئی درخت بنا دیتا۔ مجھے انسان ہی کیوں بنایا کیوں مجھے رشتے دیے اور پھر مجھے انہی رشتوں سے محروم کر دیا۔

بہت سے آنسو اس کے گالوں پر گرنے لگے تھے۔

ایسا نہیں ہے میرے بچے۔ ہر انسان اس دنیا میں اپنی مرضی سے آیا ہے۔ تمہیں پتہ ہے اللہ نے تمام انسانوں کو اکٹھا کیا تھا۔

عالم ارواح وعہد الست۔ اللہ نے گواہی لی تھی۔

اس رب بابرکت نے روز ازل سے روز قیامت تک تمام روحوں کو جمع کیا تاکہ وہ شاہد رہیں

پھر زمین اسمان اور حضرت ادم کو گواہ بنایا تاکہ لوگ جان لیں کہ عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے سوائے رب تعالی کی ذات کے۔ اور پھر صحیفے نازل کیے پیغمبر انبیاء رسول اور کتابیں بھیجیں لیکن انسانوں کے ذہن سے اس گواہی کو محو کر دیا گیا ہے۔

میرے بچے کسی بھی روح کو دنیا میں بغیر پوچھے نہیں بھیجا گیا۔ انسان اس زمین کے لیے آمادہ تھا۔ انسان اپنے اچھے برے نصیب اپنی قسمت کو بھول کر دنیا میں اترتا ہے۔

اور وعدہ کر کے آتا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرے گا۔

مگر بعض اوقات دنیا کی رنگینیاں اسے بہکا دیتی ہیں وہ اپنے وعدے سے مکر جاتا ہے۔

اب بہت سی بچیاں پارہ مکمل کر کے مسز حانم کو بہت عقیدت سے سن رہی تھیں۔

دنیا میں لوگ کتنے دکھی ہیں کسی کو دو وقت کا کھانا نہیں مل رہا کسی کی جوان بچی گھر بیٹھی ہے۔ کہیں بوڑھے ماں باپ جوان بیٹے کی لاش سامنے رکھ کر بیٹھے ہیں۔ اور بھی نہ جانے انسان کتنے کتنے بڑے دکھ جھیلتا ہے۔ مرنے کی دعا کرتا ہے۔ مگر جیسے ہی موت سامنے آتی ہے تو کانپ جاتا ہے پھر اس کو اسی دنیا کی رونقیں یاد آنے لگتی ہیں۔

وہ بھول جاتا ہے کہ جب اسے دنیا پر اتارا جانا تھا تو وہ کس قدر رویا تھا کس قدر اس نے اللہ سے فریاد کی تھی کہ وہ اسے اپنے عرش کے سائے سے محروم نہ کرے۔

'اگر ایسا ہے جنت جہنم سب پہلے سے طے ہے انسان کا نصیب قسمت سب پہلے ہی لکھی جا چکی ہے تو انسان کو دعا مانگنے کا اختیار کیوں دیا اس نے۔

نار من کا دل ابھی بھی بھو جل تھا۔

ام حانم نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ مدرسے میں موجود تمام بچیاں اور معلمہ سمیت مسز ہنم کے ارد گرد گھیرا بنا کر بیٹھ گئی تھیں۔

یہ مدرسے میں پہلا موقع تھا کہ کوئی مسز حانم کے سامنے دوبدو رسوال جواب کر رہا تھا۔

'کیا دنیا میں انسان کو صرف پریشر ائزڈ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ بس کسی نہ کسی مقصد کے پیچھے بھاگتا رہے۔ اور اگر غلط راستے پر پڑ جائے تو جہنم۔ اور جب انسان کا نصیب پہلے سے ہی طے ہے تو خدا اس کو پھر خود برے راستے پر چلا کر خود جہنم میں کیوں ڈال دیتا ہے۔

نار من کے سوالات پر تمام لڑکیاں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

اللہ پاک نے عقل والوں کے لیے نشانیاں چھوڑی ہیں۔ ہر نشانی خدا کی وحدانیت کو ثابت کرتی ہے۔ سزا جزا ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ کوئی اتھارٹی ہے جو دنیا کو چلا رہی ہے۔ انسان اپنی دنیا کو بھی تو اسی میکنزم سے چلاتے ہیں تعزیرات قانون حدود۔

جیسے ہی برائی ویسی ہی سزا ملتی ہے۔ وہ خدا ہم پہ اپنا دین مسلط نہیں کرتا وہ ہمیں مثالوں سے نتیجوں سے سمجھاتا ہے۔

اور عقل والے اس کی نشانیاں سمجھ کر فلاح پا جاتے ہیں۔

اللہ نے قران پاک میں لکھا ہے کہ دعا پہاڑ ہلانے کی طاقت رکھتی ہے۔ خدا نے انسان کو دعا کا اختیار اس لیے دیا کہ وہ اپنی عبادت سے اسے راضی کرے اور اپنے دل کی مراد مانگے اور وہ بے شک جائز مراد پوری کرنے پر قادر ہے۔

وہ ایک لمحے کے لیے سانس لینے کو رکیں۔ ہر طرف مکمل سکوت تھا۔ ہر کوئی انہیں بھرپور توجہ سے سن رہا تھا۔

اور خدا ہمیں بالکل بھی غلط راستے پر نہیں چلاتا۔ خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات اس لیے بنایا کہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکے۔ دین یہ کہیں نہیں کہتا کہ تم خدا کو نہیں مانو گے تو جہنم میں جاؤ گے بلکہ خدا نے ہمیں ثابت کر کے دکھایا ہے کہ واقعی کوئی ذات ہے جو عبادت کے لائق ہے۔ ورنہ کوئی ہے ایسا جو سورج کو چاند کو ستاروں کو اس زمین پہ ہزاروں پھول پھوٹے انسانوں کو ایک خاص نظام کے ساتھ چلا سکے۔ وہ ایک ہی وقت میں انسانوں کے علاوہ باقی تمام جانداروں کو بھی رزق دیتا ہے۔

بتاؤ کیا کوئی ہے ایسا خدا کے سوا جو اتنا کارساز ہو۔

بے شک نہیں۔

امِ حانم کے سوال پر مدرسے میں موجود تمام لڑکیاں یک زبان بولیں۔

نار من کا دل اب سکون میں تھا۔

اس نے امِ حانم کے کندھے پر سر رکھ کر آنکھیں موندھ لی تھیں۔

ام حنم نے اس کے چہرے کو نرمی سے تھپکا اور اس کے والد کی مغفرت کے لیے دعا کروائی تھی۔

'زیان کیا تم آفس جا رہے ہو۔

آیان کو زیان پورچ میں ہی نظر آ گیا تھا۔ آیان کا کوئی پارسل آیا تھا۔

'نہیں فی الحال تو ایک میٹنگ پر جا رہا ہوں مگر وہاں سے آفس جاؤں گا۔ اس نے سیاہ ویگو گاڑی کا دروازہ کھولا۔

'ویسے یہ گاڑی تمہاری پرسنلٹی کو سوٹ کرتی ہے۔

زیان نہیں اپنی پرانی گاڑی بیچ کر کچھ دن پہلے اپنی من پسند گاڑی خریدی تھی۔ وہ بہت عرصے سے اس گاڑی کی خواہش کر رہا تھا۔

'ہاں۔ شکر ہے اللہ نے اس قابل بنایا کہ میں اپنی خواہشات کو پورا کر سکوں۔

"ہمم۔۔۔۔

آیان پھر اچانک سے بولا۔

ایک منٹ رکو تم کہیں تو نہیں کہہ رہے کہ میں یہ سب افورڈ نہیں کر سکتا۔

آیان کے تو جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی

ویسے میرا ایسا کوئی ارادہ تو نہیں تھا مگر تم ایسا سمجھے یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ چلو کم از کم اب تم لیوش لائف سٹائل سٹائل کے لیے محنت تو کرو گے۔

'ایکسکیوزمی میرا ابھی بھی سٹائل لیوش ہی ہے۔ میں جو چاہے خرید سکتا ہوں۔ تو تم شاید بھول گئے میری ایک تصویر کروڑوں میں بکتی ہے۔

ہاہاہاہا۔بس کرو تم نے آخری بار کیمرے کو ہاتھ کب لگایا تھا بتاؤ گے۔

زیان کی بات پر آیان کرنٹ کھا کر اچھلا۔

'ہاں یار میں تو آفس کے چکر میں اپنی گرل فرینڈ کو بھول ہی گیا۔

نوال جو جو مسز سفیر سے ملنے آئی تھی اس کی بات سن کر وہیں جم گئی تھی۔

مگر زیان کی توجہ خود پر پا کر اس نے دھیمے سے انداز میں سلام کہا تھا۔

'وعلیکم السلام یہ آج تم صبح صبح کیسے نازل ہو گئی ہم پر۔

دیکھ لو زیان تمہارا سٹاف کتنا لاپرواہ ہے بغیر بتائے چھٹی کرتا ہے اوپر سے باس کے گھر میں بھی گھس آتا ہے۔

'تم سے بات نہیں کر رہی میں۔ اور یہ میرے باس کا گھر بعد میں ہے پہلے میرے خالہ کا گھر ہے۔ اور میں ان سے ہی ملنے آئی ہوں۔

وہ اپنی بات مکمل کر کے رکی نہیں تھی۔

'تم کیوں ہر وقت اس کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ ناراض ہو گئی ہے وہ۔ تمہیں پتہ ہے امی اس سے کتنا پیار کرتی ہیں۔ وہ کتنا خیال رکھتی ہے امی کا۔

'بس کرو۔ اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہہ دیا اسے۔ ناراض نہیں ہوئی وہ بس اپنے پنجے تیز کرنا بھول گئی ہے آج۔

آیان نے زیان کے سامنے اپنی انگلیاں لہرائی تھیں۔

زیان نے اسے دیکھ کر نفی میں سارے ہلایا۔

جیسے کہنا چاہ رہا ہو کچھ نہیں ہو سکتا تمہارا۔

اچھار کو ساتھ میں چلتے ہیں۔

آیان نے باکس پودوں کی کانٹ چھانٹ کرتے ملازم کو پکڑایا اسے احتیاط سے اندر رکھنے کی ہدایت دی اور خود گیٹ کی طرف بھاگا کیونکہ زیان اس کا انتظار کیے بغیر گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

کبیر کی گاڑی رستم زمان سٹریٹ پر اندھا دھند دوڑ رہی تھی۔

باکو شہر کے مینٹل ہیلتھ کیئر کے پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے کبیر ملک ہاسپٹل کے اندرونی دروازے کی طرف بھاگا۔

ڈاکٹر حاقان اسے ریسپشن پر ہی مل گئے تھے۔

کبیر ڈاکٹر کے چہرے کے زاویے پڑھنے کی کوشش میں تھا۔

'بری خبر ہے مسٹر کبیر ملک۔ مسز ابیش کو کل رات سلیپ پیرالائسز اٹیک ہوا تھا۔

کبیر نے ریسپشن ڈیسک کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے روکا۔

'کیا میں کسی ایک انسان کو بھی بچا نہیں سکوں گا۔

اسکے اندر کوئی چیخ کر بولا تھا۔

اٹیک اتنا شدید تھا کہ ہمیں ڈر ہوا کہ وہ کہیں کومے میں نہ چلی جائیں۔

وہ ڈاکٹر حاقان کو نہیں سن رہا تھا۔

ڈاکٹر اس کے سفید بڑھتا چہرہ دیکھ کر خود ہی خاموش ہو گیا۔

کبیر ملک کے قدم سو من کے ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس نے ہمت کی اور اپنے قدم مسز ابیش کے کمرے کی طرف بڑھائے۔

بہت ہمت جمع کر کے اس نے دروازے کی ناب گھمائی۔ دروازہ اندر کو کھلتا چلے گیا۔

مسز ابیش بے سدھا سپٹل بیڈ پر لیٹی تھیں۔

وہ پاس بڑی کرسی پر بیٹھا۔ دونوں ہاتھوں کے انگلیاں آپس میں پیوست کر کے تھوڑی تلے اٹکائیں۔ جیسے کسی گہری سوچ میں ہو۔

'میں نے آپ سے کچھ نہیں چھپایا۔ جس دن مجھے حقیقت معلوم ہوئی میں نے آپ کو سب بتایا تھا۔ کیونکہ مجھے لگتا تھا آپ میری ماں ہیں۔ اور اپ اپنے بیٹے کو سمجھیں گی میرا ساتھ دیں گی مگر آپ نے خود زندگی سے منہ موڑ لیا جب نار من تو حقیقت پتہ چلے گی تو اسے کون منائے گا کہ وہ مجھے قاتل باپ کے بیٹے کی طور پر نہ دیکھے۔ میں تو اپکو ایلی بای سمجھا تھا۔ مگر آپ تو شاید اپنی بیٹی کے لیے بھی زندہ نہیں رہنا چاہتیں۔

وہ اپنے باپ کے قاتلوں کو ڈھونڈنے گئی ہے اسے نہیں معلوم کہ وہ خود ایک قاتل کے سائے میں بڑی ہوئی ہے۔ اور دوسرے قاتل سے وہ محبت کر بیٹھی ہے۔ کیونکہ میں بھی تو۔۔۔۔۔۔

وہ مزید آگے نہیں بول سکا تھا۔ اسنے اپنی آنکھوں کو ایک دو بار جھپکا دیا اور آنسوؤں کو گرنے سے روکا۔ اور کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

'مجھے اب چلنا چاہیے۔میں امید کرتا ہوں آنٹی کہ آپ کم از کم اپنی بیٹی کے لیے واپس ضرور آئیں گی۔

دروازہ بند ہونے کے بعد مسز ابیش کی دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی نے ایک لمحے کے لیے حرکت کی تھی۔

نار من آفس پہنچی تو تمام لوگ معمول کے مطابق کامی مصروف تھے۔

'تم ٹھیک ہو نا۔

ماہ نور کو وہ آج پہلے کی طرح ایکٹو نہیں لگ رہی تھی۔

'ہاں میں ٹھیک ہوں بس ذرارات نیند پوری نہیں ہو سکی۔

'اچھا۔سر تو ابھی نہیں ائے۔

نارمن فائل اٹھائے زیان کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

'اچھا۔وہ مجھے معلوم ہے انہوں نے ہی مجھے کہا تھا کہ میں فائل ان کے ٹیبل پر چھوڑ دوں۔

'ہمم شور۔

ماہ نور کے جانے کے بعد وہ پورے اعتماد کے ساتھ آفس میں داخل ہوئی۔

وہ جانتی تھی کہ دروازے کے عین اوپر کونے میں ایک کیمرہ نصب ہے۔جو زیان کی غیر موجودگی میں ہمیشہ آن ہوتا ہے۔

اس نے بہت احتیاط سے فائل شیلف کے دوسرے ریک پر رکھی۔اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاس پڑے ننھے سے روبوٹ کو نیچے گرایا۔پھر جھک کے اسے اٹھایا۔اتنے سے لمحے میں وہ اپنا کام کر چکی تھی۔

وہ مسکراتے ہوئے آفس سے باہر نکلی۔اور اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

واشروم پہنچ کر اس نے اپنا موبائل نکالا۔اور کیمرے کی پوزیشن چیک کی جو اس نے زین کے افس کی ریک میں ایک چھوٹے سے ربوٹ میں فکس کیا تھا۔

اس کے موبائل سکرین پر زیان کے آفس کا سامنے مین ٹیبل اور اس کی کرسی بالکل واضح نظر آرہی تھی۔

اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ مسکرا کر سامنے شیشے میں دیکھا اور واش روم سے باہر نکلی۔

واپسی پر نوال اسکے ساتھ والے کیبن میں موجود تھی۔

'ہاے۔ آج لیٹ ہو گئی۔

ہاں میں خالہ سے ملنے گئی تھی۔ آج انکل سفیر کی برسی ہے نا اس لیے۔

اداسی نہیں پھر سے نار من کو گھیر لیا تھا۔ وہ نوال کے سامنے رکھے کرسی پر بیٹھی

'مجھے بہت افسوس ہوا تھا سن کے۔ مگر قسمت کا لکھا کون ٹال سکتا ہے۔

وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

'ہاں۔ایم سوری ویسے زیان نے بتایا تھا مجھے کہ تمہارے بابا بھی اس دنیا میں نہیں ہیں۔

'ہاں مگر وہ میرے ساتھ ہیں۔نارمل نرمی سے بولی تھی۔

'مجھے کام ہے میں چلتی ہوں۔

نوال نے اسے ہمدردی سے دیکھا تھا۔

ہاے باکو گرل۔آیان نوال کے کیبن کے باہر نارمن سے ٹکرایا۔

ہاے۔نارمن نے اور ایک نظر اسے دیکھا اور اپنی کیبن میں چلی گئی۔

'اسے کیا ہوا ہے۔

'مجھے کیا پتا خود پوچھ لو جا کر۔

آیان کو دیکھتے ہی نوال کے چہرے کا زاویہ بگڑا تھا۔

'اب تمہیں کیا ہوا ہے۔

یار مجھے لگتا ہے میں آج سارا دن یہی کرتا رہوں گا

تمہیں کیا ہوا ہے مجھے کیا ہوا ہے اسے کیا ہوا ہے ہم سب کو کیا ہوا ہے۔

'تم کبھی سنجیدہ باتیں نہیں کر سکتے۔

'ہاں مگر عقلمند لوگوں کے ساتھ

وہ بھی آیان سفیر تھا باتوں میں نہ ہارنے والا۔

'میں تو زیان کا پوچھنے آیا تھا۔ تم تو پتہ نہیں کونسے چبا کر بیٹھی ہو۔

'وہ ابھی نہیں آئے۔

'ہمم۔۔ چلو چلتا ہوں میں۔

وہ کرسی سے اٹھا

آیان۔۔۔

زندگی ہمیشہ دوسروں کو ہنستے ہنساتے نہیں گزرتی۔ کبھی کبھی اپنے اندر کا غم بھی دوسروں سے بانٹ لینا چاہیے۔

'جس دن میں کمزور پڑوں گا اس دن تمہیں ہی آ کے اپنا دکھ سناؤں گا۔

وہ پھر سے مسکرایا تھا۔ بات مکمل کر کے وہ کیبن سے باہر نکلا۔ اور پھر فورا دو سیکنڈ بعد اس نے دوبارہ کیبن میں جھانکا۔

'مجھے یاد آیا مجھے تو کوئی غم ہے ہی نہیں۔ اور میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا میرے گرل فرینڈ ہے نا۔

نوال اب مسکرا نہیں سکی تھی۔

آیان جانتا بھی نہیں تھا کہ اس کے الفاظ نے نوال کو کس طرح چھلنی کیا تھا۔

'اس نے کہا وہ میرے پاس کبھی نہیں آئے گا۔اس نے کہا اس کی زندگی میں کوئی اور ہے۔

آنسو زار و قطار بہنے لگے تھے۔

آویزہ کو جو محبت نظر آئی ہے آیان وہ محبت تمہیں نظر کیوں نہیں آتی۔

اسنے اپنا سر ٹیبل پہ اٹکایا تھا۔

آیان اپنے افس کی کھڑکی کھولے سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔

'تمہیں نوال کو ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔

اسکے دل نے اسے جھڑکا

:

'نہیں میں نے بالکل ٹھیک کیا مجھے کوئی حق نہیں کہ میں کسی بھی لڑکی کو کوئی امید دوں۔

دماغ نے فوراسے جواب دیا

'کیوں کیا تم پر خوشیاں حرام ہو گئی ہیں۔

دل نے ایک اور سوال کیا

'ہاں مجھ پر زندگی حرام ہو گئی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنی ہاتھوں سے اپنی محبت کو کسی اور کے حوالے کیا۔ اور اب مجھے کوئی حق نہیں کہ میں کسی اور کی محبت سے خود کو آباد کروں۔

اس سے پہلے کے دل کوئی اور سوال کرتا سمیع نے ہاتھ میں کوئی فائل پکڑے اس کے دروازے پر دستک دی تھی۔

باوفا مرد کو دنیا کی دوسری لڑکیوں کے لیے اندھا بن جانا چاہیے۔

زیان لیپ ٹاپ کے سامنے اپنی آفس میں بیٹھا کسی میٹنگ میں مصروف تھا۔

گلاس ونڈو سے پردے ہٹے ہوئے تھے۔نار من اداس بجا بجا سا چہرہ لیے ماہ نور کے کیبن سے نکل رہی تھی

جب اس کی نظر زیان پر پڑی۔

وہ مسکرا رہا تھا۔

جیسے اس کی زندگی میں آج کا دن معمول کے مطابق ہو۔

کسی اپنے کی قبر پر پھول سجانے والے اپنے چہرے پر مسکراہٹ کیسے سجاتے ہوں گے۔

اسے ابھی بھی زیان کی مسکراہٹ مشکوک لگ رہی تھی۔

وہ سر جھٹک کر ریسٹ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

نوال سپارک پورشن میں پہنچی تو سب غیر معمولی سالگ رہا تھا۔ کیبن میں اکا دکا لوگ ہی کام کرتے ہیں نظر آرہے تھے۔

وہ سب کو نظر انداز کرتی میٹنگ روم پہنچی۔10 لوگوں پر مشتمل ٹیم ایک بڑی سی ایل ای ڈی پر نظریں گاڑے بیٹھی تھی۔ وہ سب پرفیوم ایڈ کا آخری بار ریویو کر رہے تھے۔

نوال بھی رک کر ایڈ کا جائزہ لینے لگی۔ اچانک سے اس کے چہرہ کا رنگ بدلا تھا۔

ایڈ میں بالکل وہی تھیم تھا جو نوال نے آیان کو بتایا تھا۔ ایڈ میں ایک لڑکا لفٹ سے نکلتے ہوئے ایک لڑکی سے ٹکرا جاتا ہے لڑکی کی خوشبو اسے پاگل کر دیتی ہے۔ وہ اسے دیوانہ وار ڈھونڈتا ہے۔ اور آخر میں اسے وہ لڑکی ایک پرفیوم شاپ پر ملتی ہے۔

میٹنگ میں موجود تقریبا تمام سٹاف ہی پر جوش سا دکھائی دے رہا تھا۔

نوال نے مسکرا اک آیان کی طرف دیکھا۔اسکی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔جیت کی چمک۔

مگر چہرے پر سنجیدگی سجائے وہ اپنے گیسٹ سے بات کر رہا تھا۔

نوال کو اس مہمان لڑکی سے اب جلن ہو رہی تھی۔ آیان اسے تو آج تک آنکھ بھر کے نہیں دیکھا تھا۔اور اب ایک انجان لڑکی سے یوں قریب ہو کر باتیں کرنا۔۔۔وہ صبح ہونے والی تکرار بھول چکی تھی۔

پھر سے کھلا ہوا منہ لے کر وہ لینڈ مارک میں واپس آئی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

باکو میں ایک پرانی کنسٹرکشن سائٹ پر ماسک پہنے ہوئے دو لوگ مشکوک سے انداز میں گاڑی سے نیچے اترے۔انہوں نے پہلے تسلی سے ادھر ادھر کے ماحول کا جائزہ لیا پھر گاڑی کا بیک گیٹ کھولا اور ایک نیم بے ہوش انسان کو گھسیٹتے ہوئے بلڈنگ کے اندر لے گئے۔

کرسی پر اس انسان کو اچھی طرح باندھنے کے بعد ان میں سے ایک انسان نے پانی کا بھرا ہوا جگ ایرک پر انڈیلا تھا۔

ایرک نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔

'کون ہو تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔

وہ نا سمجھی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ٹوٹے پھوٹے کمرے میں ہر طرف اندھیرا تھا۔اسکے پیچھے میز پر ایک چھوٹا سا لیمپ جگمگا رہا تھا۔

جس پر پانی کا خالی جگ ایک گلاس اور کچھ کاغذات پڑے تھے۔

ایرک اور یاد آیا وہ تو پارک میں اپنے کسی کلائنٹ سے ملنے آیا تھا۔پھر وہ یہاں کیسے پہنچا۔یہ بات اسے ابھی تک سمجھ نہیں آئی تھی۔

'باس۔۔۔۔۔

ان دونوں میں سے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔

وہ دونوں شخص ہاتھ باندھے اب دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔

بلیک تکسیڈو سوٹ پہنے ایک مرد جس کی عمر تقریبا30 سے 35 سال کے درمیان تھی کمرے میں داخل ہوا۔

ایک نظر کمرے کے اطراف کا جائزہ لیا اور ایرک کے سامنے رکھے کرسی پر شاہانہ سے انداز میں بیٹھا تھا۔

ایرک نے بہ مشکل اپنا سانس روکا۔ وہ اس شخص کو پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ صاف شفاف چہرہ گوری رنگت نہ کوئی مونچھ نہ داڑھی۔ مگر وہ دیکھنے میں ہرگز کورین نہیں لگ رہا تھا۔

'کیسے وہ نوجوان۔

البتہ اس کی اواز ایرک کو شناسا سی معلوم ہوئی تھی۔

'نہیں سمجھے نا پھر تم۔ دیکھو خواہ مخواہ تم نے زحمت دی ہمیں۔ اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی تو کم از کم اس جان کی ہی پرواہ کر لیتے جو تمہیں جان سمجھتی ہے۔

وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے لاپرواہ انداز میں بولا تھا۔

ویسے ابھی تک ہم نے منقشے کو خبر نہیں دی کہ تم ہمارے پاس ہو۔ کم نام سن اگر اسے تو ہارٹ اٹیک ہی ہو جائے گا۔

اسکا قہقہہ خاموشی میں کسی صور کی طرح ایرک کے کانوں میں بجا تھا۔

'تم چاہتے کیا ہوں۔

ایرک نے اسکی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

'تم پہنے ہو جس نے مجھے یوں غور سے دیکھا ہے۔ چلو اس کے صدقے تمہیں معاف کیے دیتے ہیں۔ مگر آئندہ یہ گستاخی مت کرنا۔

ایرک کی نظریں اپنے آپ ہی جھک گئی تھیں۔

'شاباش۔۔۔۔۔

وہ پھر سے مسکرایا تھا۔

تمہارے پاس دو آپشن ہیں۔ کیس کی تمام معلومات ہمارے حوالے کرو اور پر آسائش زندگی گزارو۔ یا موت کو گلے لگاؤ فیصلہ تمہارا ہے۔

'منقشے سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔

ایڈ نے شاید جیسے اس کی کوئی بات سنی ہی نہیں تھی۔

'یہ ہوئی نا مشرقی مردوں والی بات۔ ایک غیرت مند آدمی۔ تسلی رکھو ایسا کوئی غلط رشتہ نہیں ہے وہ مجھے بہت عزیز ہے بس اتنا سمجھ لو۔ اور

وہ اب کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

مگر میرے راستے میں آنے والا عزیز بھی مارا جاتا ہے۔ یاد رکھنا۔

ایرک نے اسکی پشت کو گھور کر دیکھا تھا۔ جبکہ وہ بے نیاز سا چلتا کمرے سے باہر نکلا تھا۔

104

نوال آج اپنے اپارٹمنٹ میں اکیلی تھی۔ اسکی چچازاد اس کے روم میں ٹ واپس گھر گئی ہوئی تھی۔

یہ اپارٹمنٹس بھی سفیر فیملی کے تھے ان میں اسے کچھ رینٹڈ تھے اور کچھ بک چکے تھے۔

سکن کیئر روٹین میں آج فیس ماسک ڈے تھا۔ اس نے احتیاط سے ماسک چہرے سے اتارا اور اپنے چہرے کا باریکی سے جائزہ لینے لگی۔

اچانک ڈور بیل کے آواز پر سب کچھ وہیں چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھی مگر دروازے کے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوئے تھے

'مسکراؤ کیونکہ تم بہت پیاری ہو۔

ہنسو کیونکہ یہ مذاق تھا.....ہاہاہاہا

وہ اسے ہنوز چپ دیکھ بولا اور اپنی بات پر خود ہی قہقہے لگانے لگا۔

'تم یہاں کیسے آ گئے آج۔۔۔۔

'ایسے۔۔۔۔۔

آیان نے اس کے سامنے گاڑی کی چابیاں لہرائیں۔

'اب یہیں کھڑا رکھو گی یا اندر آنے کو بھی کہو گی۔بلکہ تم ہٹو میں خود ہی آ جاتا ہوں۔

وہ اس کو ایک طرف دھکیلتا اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔

'گھر تو اچھا سیٹ کیا ہے تم نے۔

'یقیناً تمہاری اس خالہ زاد کی مہارت ہو گئی ہے ورنہ تم تو۔۔۔۔میرے بھائی کی اس محنت کو اب تک کباڑ خانہ بنا چکی ہوتی۔

وہ صوفے پر لیٹ جانے کے انداز میں بیٹھا۔

نوال اب تک حیرانی سے باہر نہیں نکلی تھی۔وہ آخر وہاں کیوں آ گیا تھا۔بنا بتائے بنا پوچھے۔۔۔۔۔

'اچھے گھروں کی لڑکیاں مہمانوں کو چائے پانی پوچھتی ہیں۔اور تم ہو کہ عزرائیل بن کے میرے سر پہ کھڑی ہو گئی ہو۔

'مہمانوں کو پوچھا جاتا ہے بن بتائے گھس آنے والوں کو ہمارا دور سے سلام۔۔۔

وہ مسکراتی ابھی کچن کی طرح بڑھی۔ مین ڈور کے ساتھ ہی کچن کا دروازہ تھا۔ جس کی بڑی سی کھڑکی لاؤنج میں کھلتی تھی۔

'کافی بنالینا۔ تمہارے ہاتھوں کی چائے پیوں گا تو کہیں چاے سے نفرت نہ ہو جائے مجھے۔

وہ اب سفید صوفے کی پشت پر ٹھوڑی اٹکا کر اسے چائے بناتے دیکھ رہا تھا۔

جواب نہ ملنے پر وہ کھڑکی کے سامنے رکھی کرسی پر جا بیٹھا۔

وہ اب ایک باکس ہے ٹی پیکس نکال رہی تھی۔

'یہ ذرا سی پوٹلی بھی کیا کسی چائے کے دیوانے کی چاہ پوری کر سکتی ہے۔

'فلحال یہی ہے میرے پاس۔ پینی ہے تو پیو ورنہ آرڈر کر لو۔

وہ چڑ کر بولی تھی۔

'مجھے تو دودھ والی چائے پینی ہے وہ بھی کڑک والی۔ تم تو ویسے ہی پاؤڈر پہ لگی ہوئی ہو پاؤڈر والی چائے سے تمہارا کچھ نہیں بننا۔ مان لو

'تم ہو نہ چرسی۔خود کو شیشے میں دیکھو صاف پتہ چلتا ہے۔نشئی ہو تم۔

اس نے چائے کا مگ اور شوگر پاٹ اس کے سامنے رکھا۔

آیان نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔

ویسے میں سوچ رہی تھی کہ اگر تمہیں جنت میں خوش قسمتی سے دودھ کی نہر مل گئی ناوہاں بھی تم نے فرشتوں سے پتی مانگ لینی ہے۔

'مجھے تو شاید پتی مل ہی جائے مگر تمہیں چرس وہاں بھی نہیں ملنی۔

آیان نے ترکی باتر کی جواب دیا۔

'چائے پیو اور سیدھے مدعے پر آؤ۔

وہ اپنا مگ اٹھاتی صوفے پر آ بیٹھی۔ آیان بھی اس کے پاس آ کر صوفے پر بیٹھا۔

مدعے کی بات یہ ہے کہ میں ایک مشن شروع کرنے جا رہا ہوں۔ بہت بڑی ٹیم کے ساتھ۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ صرف دو لوگوں کی ٹیم میں اور تم۔

وہ پھر سے مسکرایا تھا۔

'آیان کبھی سیریس ہو کے بھی بات کر لیا کرو۔ زہر لگتے ہو مجھے جو تم ہر کسی سے یوں گپیں مارنے لگ جاتے ہو۔

نوال کو اچانک سے صبح میٹنگ میں بیٹھی وہ لڑکی یاد آئی تھی۔ اسے اپنی چائے تک کڑوی لگنے لگی تھی۔ اسکے ماتھے پہ تیوڑی ابھری اور اس نے چائے کا مگ ٹیبل پر پٹکا

'اچھا سوری سنو۔

زیان آویزہ کو پسند کرتا ہے مگر وہ اظہار نہیں کر پا رہا۔ تو میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ ہم دونوں ان کے لو سٹوری تھوڑی آگے بڑھائیں۔

'نو نہیں میں یہ نہیں کر سکتی۔ دوسروں کے مسئلوں میں ٹانگوں اڑانا مجھے ہر گز پسند نہیں ہے۔

'ارے پگلی ہم نے ٹانگ نہیں اڑانی بلکہ ہم نے تو ان کو ٹھڈے مارنے ہیں مطلب کہ ان کو تھکا مارنا ہے کہ وہ تھوڑا آگے بڑھیں۔

نو۔۔۔نوال نے نفی میں سر ہلایا

'ہم نے صرف اتنا کرنا ہے کہ ہم ان کو زیادہ سے زیادہ سپیس دیں۔تم چونکہ زیان کی سیکٹری ہو تو تم ان کا سکیجول کسی طرح ارینج کرلو کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت ساتھ گزاریں۔بس

'اس سے کیا ہو گا۔

'تم نے کبھی محبت کی ہے۔

آیان کی بات پر نوال کی سانس ساکن ہو گئی تھی۔ چہرہ سفید پڑنے لگا تھا۔

'مجھے پتہ ہے نہیں کی ہو گی۔ اگر کی ہوتی تو تمہیں پتہ ہوتا محبوب دسترس میں ہو تو پوری دنیا کی رنگینیاں بھی بے مول لگتی ہیں۔

وہ کہیں کھو سا گیا تھا۔

'کیا تم نے محبت کی ہے کبھی آیان۔۔۔۔

آیان کے لبوں پر تنزیہ سے مسکراہٹ ابھری تھی۔

'مجھے نہیں یاد۔ویسے بھی میرا دل تو ہر خوبصورت لڑکی پر آجاتا ہے۔

'اچھا چھوڑو۔ سنو جب بھی زیان کوئی سائیڈ دیکھنے جاتا ہے تم نے کسی نہ کسی طرح آویزہ کو بھی ساتھ بھیجنا ہے۔اور کل تم نے مزار پر جانا ہے نا تو آویزہ اور زیان کو بھی ساتھ لے جانا۔

میں نے کون سے مزار پر جانا ہے۔

افف یار تم ویسے کہہ دینا کہ مجھے مزار پر جانا ہے وہ تو ویسے ہی باہر سے آئی ہے اسے تو بہت شوق ہو گا گھومنے کا وہ تو فٹ سے راضی ہو جائے گی۔

آیان اکتا کر بولا تھا۔

آیان مجھ سے یہ سب نہیں ہو گا۔

'یا اللہ۔مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔جا رہا ہوں میں۔بھائی بھائیوں کے کام آتے ہیں خود ہی کر لوں گا میں کچھ۔

آیان رکو۔۔۔۔

'تم نے بہت عرصے سے کوئی پکچرز نہیں بنائی کیوں نہ ہم کل چاروں کہیں باہر چلیں پھر تمہیں جہاں مناسب لگے لے جانا۔

'ہاں یار یہ ہوا نا فنٹاسٹک پلان۔

وہ جاتے جاتے اچانک واپس مڑا تھا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ نوال کے کندھوں پر رکھے تھے۔

نوال کی دھڑکن ایک دم سے بڑھ گئی تھی۔وہ اس کے بہت قریب تھا مگر اس کی دھڑکنوں سے انجان تھا۔

105

نار من لیپ ٹاپ سامنے رکھے زیان کی دن بھر کی ریکارڈنگز دیکھ رہی تھی۔جب اس کے موبائل پر کال ٹیون بجی

کبیر کالنگ دیکھ کر اس نے فوراسے فون اٹھایا۔

'آگئی آپ کو یاد مجھے فون کرنے کی۔لگتا ہے آپ کا تو خون ہی سفید ہو گیا ہے۔

'سفید ہو یا کالا اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ہمارا کون سا خون کا رشتہ ہے۔

کبیر کے الفاظ پر اس کا دل بجھ گیا تھا۔

'کم از کم دل رکھنے کو ہی کہہ دیتے۔

وہ بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

'مجھے دل رکھنے نہیں آتے نار من

بلیک کبوتر کی بند آنکھیں دیکھ کر رحم نہیں کیا کرتی۔ حقیقت کو بدلہ نہیں جا سکتا۔

'یہ بات مجھے پہلے بھی کسی نے کہی تھی۔

وہ آسمان پہ ستاروں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

'اچھا خیر بتاؤ کوئی کلو ملا تمہیں۔

'فلحال تو نہیں۔ مگر وہ ایک بہت بڑی ڈیل کریک کرنے جا رہا ہے۔

'ہمم اچھا۔ مجھے سورس اور لنک بھیج دینا کام ہو جائے گا۔

'ٹھیک ہے آپ بتائیں دانین کیسی ہے۔ انکل

'پتہ نہیں کافی عرصے سے میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔

'کیا مطلب آپ گھر نہیں جاتے۔

وہ اسے اب کیا بتاتا کہ وہ گھر کیوں نہیں جاتا۔نار من کے کمرے کی کھلی کھڑکی اسے سونے کیوں نہیں دیتی۔

اچانک سے وہ اداس ہو گیا تھا اسنے گلاس ونڈو سے پردے سائیڈ ہٹائے اور ستاروں کو دیکھا۔

بلڈ نگز میں گھرا ہوا یہ شہر بھلا اسے کتنے ستارے دکھا پاتا۔

'نہیں بس ایک نیا پروجیکٹ ہے کام کرتے کرتے دیر ہو جاتی ہے۔رات لیٹ گھر پہنچتا ہوں۔

'اچھا۔

'حانم کیسی ہیں۔میں نے دو تین بار ان کو کال کی مگر بات نہیں ہو سکی۔

'وہ ناراض ہیں شاید۔ان کو یہ سب پسند نہیں ہے وہ سفیر فیملی کو کافی پسند کرتی ہیں۔

'ہمممم۔ہم کون سا انہیں کوئی نقصان پہنچائیں گے۔

'نقصان تو پہنچے گا انہیں۔

اسکی انکھوں میں اچانک سے زیان کی تصویر چھلکی تھی۔

'بزنس میں اتنا تو چلتا ہی ہے۔

کبیر کا لہجہ ابھی بھی پر اعتماد تھا۔

'ولید نے انوائٹ کیا ہے مجھے اپنے نکاح پر۔

'اچھا تو کیا آپ آئیں گے۔

اچانک سے بہت سے بہار کے رنگ نار من کے چہرے پر ابھرے تھے۔

'نہیں۔وقت نہیں ہے۔ویسے وہ تم سے بہت خوش ہے۔اس نے بتایا کہ تم نے کس طرح اسکی مدد کی۔

'میں نے کچھ نہیں کیا۔

'چلو اچھا ہے۔ کہانی ہر کسی کی ہوتی ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ کسی نے کہانی کو جیا ہوتا ہے اور کسی پر کہانی بیتی ہوتی ہے۔

کبیر نے لمبی سانس لی۔ نار من کے کان اس کے سانس کی حدت سے سرخ ہو گئے تھے جبکہ ان دونوں میں سات سمندر پار جتنا فاصلہ تھا۔

For More Heart Touching Novels Kindly Visit Our Website: http://adabinovelofficial.com
Contact Us On adabinovelofficial@gmail.com
For More Details Visit Our Face Book Page & Group http://www.facebook.com/Adabinovelofficial

'منفی کرتے کرتے اپنے کردار کو مثبت کے وضو سے محروم مت کر لینا نار من

وہ صبح ناشتہ کر کے آفس کے لیے نکل رہی تھی جب ام حانم کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

'ہم انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

میں کبیر سے کہا تھا تم سے بھی کہہ رہی ہوں۔۔۔

ہمیشہ دوسرے میں اچھائیاں ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور اگر بدی دیکھنا چاہو تو وہ بھی صرف اس لیے دیکھو کہ تمہیں پتہ چلے کہ برائی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔

'میں جانتی ہوں برائی کا انجام برا ہوتا ہے اور بھگتنا بھی اسان نہیں ہوتا۔ مگر میں سچ جاننا چاہتی ہوں اور میں یہ جان کر ہی رہوں گی۔

اللہ حافظ

ناشتے کی میز سے وہ اپنا بیگ اٹھاتی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

جبکہ ام حانم نے اس پہ دل ہی دل میں نہ جانے کتنی دعائیں پڑھ کر پھونکی تھیں۔

میں جانتی ہوں اس کے غائب ہونے میں آپ کا ہاتھ ہے۔

باکو شہر میں منقشے اپنے باپ کے آفس میں انہی کے سامنے کھڑی تھی۔

'اگر میں ایسا چاہتا تو بہت پہلے کروا چکا ہوتا۔وہ تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے یہ بات مان لو۔

اسنے بھیگی انکھوں کے ساتھ بے یقینی سے اپنے والد کو دیکھا۔

ٹھیک ہے مگر یہ بات سچ ہوئی تو یاد رکھیے گا کہ آپ میرا مری کا منہ دیکھیں گے۔

وہ چہرہ رگڑتی اپنا بیگ سنبھالتی ان کے آفس سے باہر نکلی تھی۔

آفس کے لوگوں نے اسے حیرانی سے دیکھا تھا۔

آیان تم نے ابھی بزنس شروع کیا ہے اور تمہیں چاہیے کہ تم محنت کرو۔ نا کہ فضول سے ایڈونچر کی وجہ سے ہم سب کا بھی وقت ضائع کرو۔

'اس میں وقت ضائع کرنے والی کیا بات ہے بس ہم تھوڑا گھومنے ہی تو جا رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ آویزہ بھی ذرا انجوائے کر لے گی۔ اور نوال کہہ رہی تھی کہ اسے بھی مزار جانا ہے سلام کرنے۔

'اس کی کون سی منت پوری ہوئی ہے جو وہ دھاگہ کھولنے مزار جائے گی۔

زیان میں لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر آیان کو گھور کر دیکھا۔

'اب کیا انسان ویسے مزار پر سلام کرنے نہیں جاسکتے۔

آیان آنکھیں گھماتے ہوئے بولا۔

'کم از کم تم تو یہ باتیں مت کرو۔اچھی نہیں لگتی تمہارے منہ سے۔

اچھا چلو بس کرو بہت ہو گئی بحث ہم جا رہے ہیں یہ فائنل ہے۔

آیان ایک دم سے اٹھا اس نے زیان کا لیپ ٹاپ بند کیا اسکا بازو پکڑا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی پارکنگ میں پہنچے نوال اور نارمن (آویزہ) پہلے سے ہی وہاں موجود تھیں۔

زیان نے اسے بغور دیکھا

آج وہ پہلی بار شلوار قمیض میں نظر آئی تھی۔ مگر شاید اس سے دوپٹہ سنبھالا نہیں جا رہا تھا۔ بار بار اسے سر پہ اٹکانے کی کوشش کرتی مگر وہ ہر بار کندھے پہ گر جاتا۔

'ایک دوپٹہ تو اس سے سنبھالا جاتا نہیں میرا دل پتہ نہیں کیسے سنبھالے گی۔

سوری فار یو پارٹنر

زیان نے دائیں ہاتھ سے اپنا دل نرمی سے تھپکا تھا۔

نار من ان دونوں کو بلڈنگ سے نکلتے دیکھ رہی تھی۔

آیان نے نوال کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی

جس کا مطلب تھا کہ

مشن سکسیس فل۔۔۔۔۔۔۔۔

107

107

'کبیر تمہیں ایک وکیل سے پنگا نہیں لینا چاہیے تھا۔ کیا ہو جاتا زیادہ سے زیادہ ایک پراجیکٹ ہاتھ سے نکل جاتا۔

ناشتے کی میز پر اتفاق آج ہوٹلنگ کی دنیا کے بے تاج بادشاہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

'وہ پراجیکٹ نہیں ہے۔ وہ ابیش آنٹی اور نار من کا اور چڈ ہے۔ میں جو بھی کر رہا ہوں اپنی فیملی کے لیے کر رہا ہوں۔

اس نے چھری کی مدد سے بریڈ سلائس کے دو ٹکڑے کیے تھے۔ مسز نازلی دائیں طرف ہاتھ باندھے کھڑی تھیں۔

'وکیل ثابت کر دے گا کہ لون اپروو ہوا تھا۔ اور ہم نے وقت پر قسطیں نہیں بھریں۔

بہزاد صاحب ناشتہ کرنے کی بجائے کبیر کو مسلسل ٹکٹکی باندھ کر دیکھے جا رہے تھے۔

'ہم بھی ثابت کر دیں گے کہ ہم نے سارا لان ایک ہی قسط میں چکا دیا تھا۔ وہ بھی سود سمیت۔

کبیر کے چہرے پر اضطراب کی کوئی علامت نہیں تھی وہ بالکل پر سکون تھا۔

'کیسے۔۔۔۔۔

'میں تو ہمیشہ سے ہی آپ کے کیے ہوئے غلط فیصلوں کا حساب برابر کرتا رہا ہوں۔ فکر نہ کریں یہ حساب بھی جلد چکتا کر دوں گا۔

اب بہزاد صاحب کے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔کبیر ابھی بھی فرصت سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔

زیان ڈرائونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔نار من کے لیے آیان نے اگے بڑھ کے فرنٹ دروازہ کھولا

تو وہ شکریہ کہتی ہے گاڑی میں بیٹھی تھی۔

'دیکھو ذرا کتنی کانفیڈنٹ ہیں مس آویزہ۔اگر یہی کوئی مشرقی لڑکی ہوتی ابھی تک شرما شرما کے اپنا آدھا دوپٹہ

ہی کھا چکی ہوتی۔

آیان کے کمنٹ پہ ساتھ بیٹھی نوال نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔

'کیوں مشرق میں لڑکیوں کو فرنٹ سیٹ پر بیٹھنا منع ہوتا ہے۔

آویزہ گردن گھما کر پیچھے آیان کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔

'ارے نہیں نہیں میں تو ویسے ہی مذاق کر رہا تھا۔شاید مجھے مشرقی لڑکیاں نہیں بلکہ دیسی لڑکیاں کہنا چاہیے تھا۔

اب کی بار وہ نوال کو دیکھ رہا تھا۔

'دیسی یا مشرقی لڑکی سے تمہارا کیا واسطہ۔ تمہیں تو دونوں ہی گھاس نہیں ڈالتیں۔

نوال نے بالکل ٹھیک جگہ وار کیا تھا۔ آیان کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا۔ نار من مدھم سی آواز میں بولی تھی۔

لڑکیوں کی زندگی بہت محدود ہوتی ہے۔ مگر سوچیں بہت طویل ہوتی ہیں۔ ہم سونے سے پہلے آدھا گھنٹہ تو اسی بات پہ ضائع کر دیتی ہیں کہ آج خواب کون سا دیکھنا ہے۔

زیان ڈرائیونگ کرتا مسکرا دیا تھا۔

نار من نے اسکو مسکراتے ہوئے بہت کم دیکھا تھا۔ مگر وہ جب بھی مسکراتا تھا اس کی مسکراہٹ آس پاس کے لوگوں کو سحر زدہ کرنے کے لیے کافی ہوتا تھا۔

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی جب

زیان کی نظریں اس سے ٹکرائیں۔

نار من نے گھبرا کے اپنی آنکھوں کا رخ بدلا تھا۔جب کہ زیان کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی۔

درگاہ پر سالانہ میلے کی وجہ سے کافی رش تھا۔وہ سب سے پہلے دکان کی طرف بڑھے۔وہاں سے کچھ پھول اور چادر خریدی۔نار من بہت حیرانگی سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

درگاہ کی سیڑھیوں پر سے گزرنا مشکل ہو رہا تھا۔یوں جیسے پوری دنیا میں مرادیں پوری ہونے کا کال پڑا ہو۔

اچانک نار من کے کندھے سے کوئی بری طرح ٹکرایا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ گر جاتی زیان نے اپنے بازو کا سہارا دیا تھا۔وہ زیان کے بازو پر ایک لمحہ کے لیے جھول گئی تھی۔اسکے بال دوپٹے کی قید سے آزاد زیان کے بازو سے نیچے ڈھلک رہے تھے۔

بارش کا پہلا قطرہ اور محبت کی پہلی پھوار

کچے مکانوں پر بھی جچتا ہے اور کچی عمروں کو بھی بھاتا ہے۔

آیان اور نوال رش میں کہیں گم ہو گئے تھے۔یا پھر ان کو اکیلے چھوڑنے کی ایک اور سازش تھی۔

درگاہ پر چادر اور پھول ڈالنے کے بعد زیان نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے نار من نے بھی اس کو دیکھتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔

'میں نہیں چاہتا کہ یہ لڑکی میرے لیے اتنی خاص کیوں ہے۔ کیوں اسے دیکھ کر میرا دل میرے اختیار میں نہیں رہتا۔ مگر میں نے سنا ہے کہ یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر آپ میری مراد بھی پوری کر سکیں تو میں شاید اس دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں گا۔

'میں کبھی کسی درگاہ پر نہیں گئی۔ مگر میں نے یہاں لوگوں کی نظروں میں آپ کے لیے عقیدت دیکھی۔ یقیناً لوگ اس در سے مایوس نہیں جاتے ہوں گے۔ میرے لیے بھی دعا کریں کہ میں اس ملک سے مایوس واپس نہ جاؤں میں اپنے باپ کے قاتل کو قبر میں اترتا دیکھ کر ہی واپس جاؤں۔

دونوں نے کوئی منت نہیں مانی تھی۔ مگر دونوں کی دعاؤں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایک نے خوش بختی مانگی تھی جبکہ دوسرے نے اپنے بخت پر لگی کالی سیاہی کا راز فاش ہونے کی دعا کی تھی۔

ان سے ہی ذرا فاصلے پر۔۔۔

نوال اور آیان نے ایک ساتھ دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے تھے۔

آیان نے فاتحہ پڑھنے کے بعد اپنے دل کو ٹٹولا۔

'میں کیا مانگو میرے پاس تو کوئی منت مراد نہیں ہے۔اور نہ ہی اب کسی کو پانے کی خواہش ہے۔بس وہ خوش رہے جو میری وجہ سے۔۔۔۔۔۔

اچانک اس کی نظر نوال پر پڑی۔اسکے الفاظ دم توڑ گئے تھے۔

نوال کی بند آنکھ سے بے ساختہ آنسو گرا تھا۔

آیان کا دل اس ایک آنسو پر بری طرح دھڑکا تھا۔

'اللہ تمہاری ہر مراد پوری کرے نوال۔ اللہ کرے میں تمہیں پھر کبھی روتے ہوئے نہ دیکھوں۔

پتہ نہیں وہ کون سی کیفیت تھی جب آیان کے دل سے نوال کے لیے دعا نکلی تھی۔

واپسی پر زیان اس سے ایک قدم پیچھے تھا یوں جیسے وہ اسے اپنے حصار میں چلا رہا ہو۔ یا پھر کسی کے ٹکرانے سے پہلے ہی وہ اسے اپنے حصار میں لے سکے۔

رش زیادہ ہونے کی وجہ سے نار من کو چلنے میں مشکل آ رہی تھی۔ وہ دو بار زیان کے چوڑے سینے سے ٹکرائی تھی۔ زیان کی سانسیں اپنا توازن کھو چکی تھیں۔ اسکے بالوں میں ابھی بھی وہی خوشبو تھی جو اس نے باکو شہر میں پہلی بار محسوس کی تھی۔ زیان کہ بس میں ہوتا تو وہ اس لمحے کو محبت میں امر لکھ دیتا۔

وہ درگاہ سے باہر نکلے مگر آیان اور نوال کا کچھ آتا پتہ نہیں تھا۔

ادھر ادھر دیکھتے انہیں فٹ پاتھ پر ایک بزرگ نظر آئے جو کسی نوجوان لڑکی کے ہاتھ کی لکیروں کا جائزہ لینے میں مصروف تھے۔

'آویزہ۔۔۔۔ تم ہاتھوں کی لکیروں پر یقین کرتی ہو۔

زیان کو اپنے الفاظ پر خود بھی یقین نہیں آیا تھا۔ جو خود تقدیر بنانے کا ہنر رکھتا ہو وہ کسی جوتشی کی بات کیوں کرے آخر۔

'نہیں۔میں نے سنا ہے اس کے بارے میں مگر کبھی تجربہ نہیں کیا۔

'چلو۔ابھی تجربہ کرتے ہیں۔

زیان اسے سامنے فٹ پاتھ پر بیٹھے ایک بزرگ نما آدمی کے پاس لے کر گیا۔

'پہلے تم دکھاؤ۔۔۔

وہ شاید گھبرا رہی تھی۔

'ٹھیک ہے۔

زیان نے مسکرا کر اپنا ہاتھ بزرگ کے سامنے کیا۔

'تمہارے ہاتھ کی لکیروں سے زیادہ تمہارے ماتھے کے بخت روشن ہے جوان۔ جو ابھی ہے اس سے دوگنا اور ہے۔ جو ساتھ ہے وہ ہمیشہ پاس رہے گا۔ مگر کیسے یہ تمہیں طے کرنا ہے۔

بزرگ نے بات ختم کر کے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

'ہمم۔ اب تمہاری باری

مگر زیان کے ماتھے پر بل ابھر کے معدوم ہوئے تھے۔

نار من نے ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

بزرگ نے اسکے ہاتھ کو بنا چھوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

جو گتھی سلجھانے آئی ہو۔وہ سلجھ جائے گی۔کچھ مل جائے گا اور کچھ کھو بھی جائے گا۔گیلے ہاتھوں سے خوشیاں سنبھال لو گی نا تم

بزرگ رازدارانہ طور پر نار من سے سوال کر رہا تھا۔

'کیا مطلب گیلے ہاتھ۔

وہ انکی باتوں کو سمجھ نہیں پائی تھی۔

'وقت سمجھا دے گا۔اب تم لوگ جاؤ۔تمہارے ساتھی انتظار کر رہے ہیں۔

زیان نے گردن گھما کر دیکھا تو آیان اور نوال چلتے ہوئے انہی کے پاس آ رہے تھے۔

"ہمیں چلنا چاہیے۔

زیان نے والٹ سے کچھ پیسے نکال کے پاس پڑے پیالے میں رکھے۔

نار من ابھی بھی شاید بزرگ کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

108

باکو شہر میں صبح کے چار بج رہے تھے۔ نیم تاریکی میں سڑک پہ نصب درختوں کے بیچ ایک سنگی بینچ پر کوئی مرد سویا ہوا تھا۔ سردی کے باعث اس نے اپنے گھٹنے اپنے پیٹ کے ساتھ لگا رکھے تھے۔

آس پاس کوئی زی نفس نظر نہیں آرہا تھا۔یہ علاقہ یقیناسفید پوش طبقے کا تھا۔

ایرک کو اپنی گردن میں شدید درد محسوس ہوا۔اسکی آنکھ کھلی تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔اسے کچھ یاد نہیں تھا کہ وہ وہاں کیسے پہنچا۔وہ تو کم کی قید میں تھا۔

وہ ادھر ادھر دیکھتا ماحول کا جائزہ لیتا بینچ سے اٹھا۔اتنے میں پینٹ کی جیب سے فون کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔

فون پولیس سٹیشن سے تھا۔وہ شاید اس کا نمبر ٹریس کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

منقشے ساری رات جاگنے کے بعد متواتر آنکھیں لیے لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھی تھی۔اسے یقین تھا کہ ایرک کی گمشدگی میں کہیں نہ کہیں کم شامل ہو سکتا ہے۔

وہ پچھلے دو دن سے کم کی تمام تر معلومات جو اسے انٹرنیٹ سے مل سکتی تھی وہ ڈھونڈ چکی تھی۔

اچانک موبائل کی گھنٹی کی آواز پہ تو وہ ایک دم دہل سی گئی تھی۔

نار من کالنگ۔۔۔۔۔

اس نے بنا وقت ضائع کیے کال ریسیو کی تھی۔

"منقشے تم نے مجھے ایرک کے بارے میں کیوں نہیں بتایا۔مجھے ابھی کبیر نہیں بتایا۔کچھ پتہ چلا پولیس کیا کہتی ہے۔

نار من ایک ہی سانس میں نہ جانے کتنے سوال کر گئی تھی۔

نار من کچھ پتہ نہیں چلا ہے مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہا میں کس سے بات کروں کس سے مدد مانگوں۔

منقشے روحانسی ہوئی۔روروکے اس کی آواز رند گئی تھی۔

'کاش میں اس وقت تمہارے پاس ہوتی۔ منقشے مجھے یقین ہے ایرک واپس آ جائے گا جلدی۔ میں نے کبیر سے کہا ہے کہ وہ کچھ کریں پولیس سے خود بات کریں۔ کبیر نے بھی مجھے یقین دلایا ہے کہ ایرک واپس آ جائے گا۔

'نار من اگر وہ نہیں آیا تو میں مر جاؤں گی۔

'اللہ نہ کرے۔ تم فکر نہیں کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

نار من رکو میں تم سے بات کرتی ہوں پولیس اسٹیشن سے فون آرہا ہے۔

منقشے نے موبائل کی بیپ سنتے ہی کال پک کی۔ مگر جو اطلاع اسے ملی تھی وہ سنتے ہی منقشے میں خوشی کی رمز دوڑ گئی۔

ایرک مل چکا ہے۔وہ اسے پولیس اسٹیشن لے گئے ہیں۔

اسنے کال ختم کر کے نار من کو میسج لکھا تھا۔

He's back now i can live 1000 years.

نار من نے میسج دیکھتے ہی شکر ادا کیا تھا۔

'اگر کوئی یہ اعتراف کرے کہ وہ زمین پر جنت دیکھ رہا ہے تو میں اسے، اس کے محبوب کے ساتھ قربت کے لمحوں میں دیکھنا چاہوں گی۔

وہ لمحہ جنت ہی تو تھا بیلا جب اِسی جگہ باسکٹ بال کورٹ میں جب تم نے میرے کندھے پر اپنا سر رکھا تھا۔

وہ مسکرادی تھی۔ اس کے مسکراہٹ ابھی بھی ویسے ہی تھی۔ زندگی سے بھرپور قوس قزح کے تمام رنگ سمیٹے ہوئے۔

'کیا تم نے اسے بتایا میرے بارے میں۔

'نہیں۔

بیلا نے نفی میں سر ہلایا۔

'تم پچھتا رہی ہو نا۔

آیان کے چہرے پر برسوں پرانی تھکن کے آثار نظر آ رہے تھے۔

'لڑکی اپنا ماضی اس لیے نہیں چھپاتی کہ اسے اپنے کردار پہ شک ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے شوہر سے اپنا سب سے بڑا دکھ اس لیے چھپاتی ہے کیونکہ مرد کو سیکنڈ چوائس بننا پسند نہیں ہوتا۔

'تم اسکی فکر کرنے لگی ہو نا۔

'تم بھی تو اسکی فکر کرتے ہو۔ مجھے بھول کر اسکے لیے دعا کرتے ہو۔

نہیں میں تمہیں نہیں بھول سکتا۔

'تم مجھے بھول جاؤ گے آیان۔ اس دن میں تمہاری محبت سے آزاد ہو جاؤں گی۔

بیلا کی آواز اب اسے بہت دور سے سنائی دے رہی تھی۔ اب منظر دھندلانے لگا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

وہ یونیورسٹی کے باسکٹ بال کورٹ میں نہیں بلکہ اپنے گھر کی چھت پہ لکڑی کے تخت پوش نما بڑے سے میز پر لیٹا تھا۔

'نہ جانے کیوں اسے نوال یاد آئی تھی۔ اسکا آنسو یاد آیا تھا۔

'تم مجھے بھول جاؤ گے آیان۔

کیا میں اسے بھول جاؤں گا۔

اسنے خود سے سوال کیا۔

آیان کی الجھی ہوئی زندگی میں ایک اور الجھن پیدا ہو چکی تھی۔

رات کی تاریخی بڑھ رہی تھی۔ مگر وہ ہنوز تارے دیکھنے میں مگن تھا۔

انسان کے اندر کے اندھیرے کے سامنے دنیا کی تاریکی کچھ بھی نہیں ہے۔

ہم جاگے تو ایسے کہ پھر کبھی آنکھ نہ لگی

ہم سوئے تو ایسے کہ پھر محشر میں اٹھے۔

ص ف ا

109

ایرک ازبیک۔۔۔

نار من موبائل پر کبیر کی طرف میسج نوٹیفکیشن موصول ہو گا۔

ہاں وہ کچھ بھی کبھی بھی کہیں بھی کر سکتا ہے۔ مگر جو اس کے جی میں ائے۔

وہ خوش تھی۔ مگر اندر ہی اندر نہ جانے کیوں ایک خوف کنڈلی مار کر بیٹھا تھا۔

اس نے کم کے بارے میں پہلے کہیں نہ کہیں تو سنا ہے۔ مگر اسے یاد کیوں نہیں۔

ایرک لونگ روم میں کاؤچ پر پیر بسارے لیٹا تھا۔

منقشے اسکے لیے سوپ بنا رہی تھی۔ مگر نہ جانے کیوں ان دونوں میں سرد مہری سی تھی۔

ایرک اس کے منع کرنے پر بھی کیس سے پیچھے نہیں ہٹا تھا۔

جبکہ ایریک یہ سوچ رہا تھا کہ منقشے کا کم سے کیا تعلق ہے۔

وہ سوپ باؤل اس کے سامنے میز پر رکھتی پاس پڑے سنگل کوچ پر بیٹھی۔جب کہ اس کی آنکھوں میں تشویش نمایاں تھی

کاش تم نے مجھے اعتماد میں لیا ہوتا۔

وہ اپ مزید چپ نہیں رہ سکتی تھی۔

کمال ہے نا۔۔۔

ایرک سرد مہری سے مسکرایا تھا۔

وہ تمہیں اپنا عزیز سمجھتا ہے اور تم اسی سے ڈرتی ہو۔

ایرک نے سوپ کا باؤل اپنے ہاتھوں میں لیا۔

'کیا مطلب۔۔۔

'تم اسے جانتی ہو۔یا وہ تمہیں جانتا ہے۔پتہ نہیں مگر تم دونوں میں کچھ نہ کچھ تو کامن ہے۔

'ایرک کیا تم سیدھی بات کر سکتے ہو۔

'کچھ بھی سیدھا نہیں ہے۔اسی لیے تو الجھن میں ہوں۔

وہ پھر خندا سا مسکرایا۔

'ایرک پلیز تم اب مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اب کبھی اس کے راستے میں نہیں آؤ گے۔

وہ سنگل کاؤچ سے اٹھ کر اس کے ساتھ بیٹھی اس کا ہاتھ تھامے اس سے وعدہ مانگ رہی تھی۔

میں نہیں۔اب وہ آگیا ہے میرے راستے میں۔

وہ پھر سے مسکرا رہا تھا۔

منقشے کو اس کے ذہنی توازن پر شک ہونے لگا تھا۔اسکی انکھوں میں اب محبت کی جگہ وسوسے نظر آتے تھے۔

زیان کی سیاہ کار اسلام آباد کی سڑکوں پر بھاگ رہی تھی۔

ڈرائیونگ سیٹ پر وہ خود موجود تھا۔وقفے وقفے سے چور سی نگاہ مقابل بیٹھی نار من پہ ڈال لیتا۔

وہ لوگ سائٹ وزٹ کے لیے جا رہے تھے۔

'نوال آیان کو پسند کرتی ہے۔

نار من یوں بولی جیسے مردہ بولے تو کفن ہی پھاڑ دے۔

زیان کا پاؤں یک دم سے بریک پر پڑا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔ نار من کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"میں جب بھی پچھتایا اپنے بولنے پر پچھتایا۔

اسے شیخ سعدی کا بہت پہلے پڑھا ہوا قول یاد آیا۔

'سوری۔ مگر تمہیں یہ کیسے پتہ۔ مطلب تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔

زیان پھر سے گاڑی سٹارٹ کی۔

'اسکی آنکھوں میں دکھتا ہے۔

بہت دھیرے سے بولی تھی۔

'اور آیان کی آنکھیں یاد ہیں تمہیں۔

زیان کو ابھی بھی یقین نہیں آیا تھا۔اس کی معصوم سی کلمزی نیچر والی کزن محبت بھی کر سکتی ہے۔

'اسکی آنکھوں میں انتظار ہے مگر نوال کے لیے نہیں۔

زیان نے بہت غور سے اپنے مقابل بیٹھی اس لڑکی کو دیکھا تھا جسے آنکھیں پڑھنا آتی تھیں۔

'شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔

'کیا کبھی آیان نے تمہیں بتایا ہے کچھ مطلب کہ وہ کسے پسند کرتا تھا کیا ہوا اسکے ساتھ۔

'نن۔۔۔ نہیں۔۔۔

وہ شاید اپنے بھائی کی ذاتی زندگی کی تشہیر نہیں چاہتا تھا۔ آیان کے حصے کا سچ وہ اسی پر چھوڑ رہا تھا۔

انسان کو بڑا زوم ہوتا ہے خود پہ۔پہلے پہل تو یہ اعتراف کرنا ہی مشکل لگتا ہے کہ اس نے دھوکہ کھایا ہے۔ کیسے کسی کو اجازت دے کہ اسے بے وقوف سمجھا جائے۔

مگر یہ بڑی عجیب بات ہے چلو انسان ایک دفعہ یقین کر لے کہ کہ اسے دھوکہ دیا گیا صرف اس لیے کہ وہ معصوم تھا۔انجانی چالیں سمجھنے سے قاصر تھا۔تو ایک مرمری سی طاقت جنم لینے لگتی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ انسان پرکھنے کی صلاحیت اور چھوٹے موٹے خساروں سے نمٹنے کا ہنر دیتی ہے۔

وہ اپنے ہی ٹرانس میں بولے جا رہی تھی۔

'یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیان نے ہی کسی کو ڈچ کیا ہو۔

زیان اسکے بنائے ہوئے مفروضے پر حیران ہوا تھا۔

'نہیں وہ ایسا نہیں ہے۔

'اچھا تمہیں کیسے پتہ۔

'میں کیسے بتا سکتی ہوں بھلا۔

ٹھکرائے جانے والوں کی اذیت اور انکے صبر کی حد کوئی نہیں جانتا۔

نار من کے چہرے پر اچانک سے زردی چھا گئی تھی۔

زیان کے دل میں کانٹا سا چبھا تھا۔

کیا اُسکی زندگی میں کوئی ہے۔

پہلی بار زیان نے خود کو ایک سراب کے پیچھے بھاگتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

وہ اسے کچھ پوچھ پاتا۔ اتنا حوصلہ نہیں تھا اس میں۔

مجھ پہ کر تھوڑی مہربانی بتا مجھے محبت لفظ کے معنی بتا

چھوڑ میں کتنی پریشانی میں ہوں تو مجھے اپنی پریشانی بتا۔

ص ف ا۔

110

'لنچ کے لیے چلو گی۔

نوال لیپ ٹاپ پر تیز تیز انگلیاں چلاتی آیان کی آواز پر چونک گئی تھی۔

'خیریت ہے۔کیا پھر کوئی مشن پلان کر رہے ہو۔

وہ اسکے سامنے رکھی کرسی پر دھڑلے سے برجمان ہوا تھا۔

'ضروری نہیں کہ میں تمہیں ہمیشہ کسی نہ کسی کام کے لیے ہی فری کا کھانا کھلاؤں۔ کبھی کبھی میں خود بھی بور ہو سکتا ہوں۔ویسے بھی فری کی انٹرٹینمنٹ کسے بری لگتی ہے۔

'میں تمہیں کس اینگل سے جوکر لگتی ہوں۔

'نائیٹی کے اینگل سے۔ویسے اگر ریڈیس کو ڈبل کر دیا جائے ٹو تھری 360 ڈگری کے برابر بھی ہو سکتا ہے۔

اور پائی کی ویلیو ہوتی ہے 3 اعشاریہ 14۔۔۔۔

'تم پاگل ہو کیا۔نوال چڑ کر بولی

آیان کی زبان کو چلتے چلتے بریک لگی تھی۔

'اچھا چھوڑو یہ سارے کام چلو چلتے ہیں کہیں باہر۔مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے قسم سے یار۔

آیان نے نوال کا ہاتھ تھاما تھا۔

نوال کو اپنے ہاتھ پر کرنٹ سا محسوس ہوا تھا۔اسکے دل پہ ایک ساتھ بجلیاں گری تھیں۔

'ایک منٹ۔۔

نوال پوری طاقت سے چلائی۔ آیان نے گھبرا کر اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

'مجھے لیپ ٹاپ تو بند کرنے دو۔

اب کی بار وہ قدر دھیمے انداز سے بولی تھی۔ آیان نہ سمجھی سے اس کے چہرے پر دھوپ چھاؤں کا موسم دیکھ رہا تھا۔

چاہے جانے کا زوم اپنی جگہ مگر زندگی کا بھرم نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ کسی غیر کے لیے ترسنا بھی بجا ہے محبت میں۔ مگر خود کو روند کر بھی آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

ص ف ا۔

'نار من بچے تیار ہو آپ۔

امِ حانم آپا سفید شال اوڑے بالکل تیار کھڑی تھیں۔

ولید حسن کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ سفیر فیملی امِ حانم اور نار من کو کب سے کھانے پر بلا رہی تھی مگر امِ حانم مدرسہ اور شادی کی مصروفیت کی وجہ سے وقت نکال نہیں پائی تھیں۔

وہ لوگ ایک تیر سے آج تین شکار کرنے جا رہے تھے۔

امِ حانم ڈنر کے ساتھ ساتھ شادی کا دعوت نامہ بھی دینے والی تھیں۔ جبکہ تیسرا منصوبہ نار من کے ذہن میں پنپ رہا تھا۔

وہ آج پہلے سے کہیں زیادہ حسین لگ رہی تھی۔جیڈ بلو شیٹس کلر کی فراک پہنے چہرے پہ ہلکا سا فاؤنڈیشن آنکھوں میں کاجل کھلے بال۔کانوں میں نفیس سے نگینے اور بس وہ بالکل تیار تھی بجلیاں گرانے کو قیامت ڈھانے کو۔

اسنے صوفے کی پشت پہ لٹکا گرے کلر کا لونگ کوٹ اور پنک شیڈ سے ملتا جلتا چھوٹا سا ہینڈ بیگ اٹھایا۔

امِ حانم نے اس پر ایت الکرسی دم کر کے پھونک ماری تھی۔

نار من کو اچانک سے ماں یاد آئی تھی۔اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

'اگر ہو سکے تو ماما سے ویڈیو کال کروایئے گا۔

اسنے گاڑی میں بیٹھتے ہی میسج ٹائپ کیا اور کبیر کے نمبر پر سینڈ کیا تھا۔

اداسی در آئی تھی۔ مگر وہ اپنے مقصد سے بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔ اسے اپنی فیملی اس کو پروٹکٹ کرنا تھا۔ اسے پرانی گتھیاں کھولنی تھیں۔

'زیان مسز کبریٰ کو کھانے کے تمام لوازمات پہلے ہی سمجھا چکا تھا۔ مگر وہ پچھلے 45 منٹ سے یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے سفید شرٹ کے ساتھ نیلی پینٹ پہنی چاہیے یا سیاہ یا براؤن یا کچھ اور۔۔۔۔۔

'وہ آئے ہمارے گھر خدا کی قدرت کبھی ہم ان کو کبھی اپنے کپڑوں کو دیکھتے ہیں۔

آیان نہ جانے کب سے دروازے سے جھانک رہا تھا۔

'اچھا ہوا تم اگے چلو بتاؤ مجھے کیا پہننا چاہیے۔

ہمیشہ کی طرح زیان نے اس کی بے تکی شاعری اگنور کی تھی۔ وہ دل مسوس کر رہ گیا تھا۔

'میرے خیال سے آپ کو شلوار قمیض پہننی چاہیے۔کچھ کرتا ٹائپ۔ای تھنک بلیک۔۔۔میں نے سنا ہے لڑکیاں مرتی ہیں سیاہ پہ۔

آیان نے اس کی الماری سے سیاہ شلوار قمیض نکال کر اس کے سامنے رکھی تھی۔

'ایسی کوئی بات نہیں ہے۔میں اس کا باس ہوں اس لیے مجھے موقع کے لحاظ سے ہی کچھ پہننا تھا۔

زیان نے بات گول کی تھی۔

'اچھا پہلے تو تم نے کہا تھا کہ وہ تمہاری دوست ہے۔

آیان بھی موقع ضائع کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

'دوست بھی ہے اور میری۔۔۔۔

'تمہاری تو پتہ نہیں مگر میرے ہونے والی بھابی ہو سکتی ہے۔

آیان نے اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اسے ٹوکا تھا۔

'ایسا کچھ نہیں ہے۔

زیان سیاہ شلوار قمیض اٹھائے وارڈروب کی طرف بڑھا۔ جبکہ آیان نے پھر سے کچھ ارشاد کیا تھا۔

"وہ جو کہتا تھا کچھ نہیں ہوتا اب وہ روتا ہے تو چپ نہیں ہوتا۔۔۔

پتہ نہیں تم یہ تھرڈ کلاس شاعری کہاں سے پڑھتے ہو۔

زیان نے وارڈروب روم کا سلائیڈ ڈور بند کیا۔

'میں دعا کرتا ہوں کہ کبھی کسی کی محبت ادھوری نہ رہے۔نہ تمہاری نہ ہی نوال کی۔

آیان بند دروازے کو دیکھ کر بڑبڑایا تھا۔

لڑکی اگر چاہے تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔لیکن اگر وہ پھر بھی تنہا ہے یا پھر وحدانیت پسند ہے تو یقین کریں اس کے حصے میں آنے والا مرد ستر حوروں والے مرد سے زیادہ خوش بخت ہے۔

گاڑی سفیر منشن پہنچی اسے پتہ ہی نہ چلا۔وہ ایک حویلی نما دکھنے والا مینشن تھا۔بڑے بڑے پلرز ستون ان پر بنی بالکونیاں دونوں طرف سرسبز لان وہ بلاشبہ کسی آرکیٹیکچر کا ہی گھر ہو سکتا تھا۔

بیل بجانے پر دروازہ اپنے آپ کھلا تھا۔وہ جانچتی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتی گھر میں داخل ہوئی۔اِم حانم شاید پہلے بھی وہاں آچکی تھیں۔

مسز کبریٰ انہیں لیونگ روم تک لے گئیں جہاں مسز سفیر پہلے سے ہی ان کے انتظار میں تھیں۔

وہ نار من کو دیکھتے ہی صدقے واری ہوئی جاتیں تھیں۔

آیان زینے اترتا خوش دلی سے اُم حانم سے ملا تھا۔

رسمی علیک سلیک کے بعد آیان اسے گھر دکھانے کی غرض سے اوپر والے پورشن میں لے گیا تھا۔

وہ تعریفی نظروں سے گھر دیکھ رہی تھی۔یا پھر اندر ہی اندر کوئی نیا منصوبہ بن رہی تھی۔

زیان شاور لے کر نکلا گنے وال تو لیے سے پونچ رہا تھا۔ قمیض کے تمام بٹن کھلے تھے۔

جیسے ہی وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا نار من سامنے کوچ پر بیٹھی نظر آئی آیان اسکے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

زیان کی نظر اس سے جیسے ہی ٹکرائی وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی۔

'سوری آیان نے کہا کہ یہ اس کا کمرہ ہے۔

'اسکی تو میں۔۔۔

'بھائی بٹن بند کر لیں پہلے۔

اس سے پہلے زیان اس کا کچومر بناتا آیان نے خود کو بچا لیا تھا۔

زیان انہی قدموں پر واپس گھوما دوسری طرف رخ کر کے بٹن بند کیے تھے۔

نار من کہا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ قہقہ لگا دے۔

بھئ میں نے سوچا کیوں ہمیشہ فارمل ہو کر ہی ملا جائے۔اپ پہلی بار ہمارے گھر میں آئی ہیں کچھ ایسا کیا جائے جو ہمیشہ یاد رہے۔

ہاہاہا۔مجھے امید ہے اپ دونوں اس ملاقات کو کبھی نہیں بھولیں گے۔

زیان نے صوفے سے کشن اٹھا کے آیان کے منہ پر پھینکا تھا۔

جسے آیان نے بڑی مہارت سے کیچ کر لیا تھا۔

نار من اب کی بار اپنی ہنسی نہیں روک پائی تھی۔

زیان اسے یوں کھل کے ہنستا دیکھ کر اپنے تمام وسوسے ایک لمحے کے لیے بھول گیا تھا۔

محبت اگر قربانی مانگے گی تو میری زندگی میں خساروں کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔

کہیں دور سے زیان کو اپنے دل کی آواز سنائی دی تھی۔

111

ایرک اپنے آفس میں موجود لیپ ٹاپ پر پھرتی سے انگلیاں چلا رہا تھا۔اس کے آفس سے باہر جھانکو تو باہر کوریڈورز میں اکا دکا لوگ ہی تھے۔ آفس کا دورانیہ ختم ہو چکا تھا۔ مگر شاید ایرک کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی اس نے چونک کے دروازے کی طرف دیکھا۔

'ایرک خبر اچھی نہیں ہے۔

'ہمممم۔

ایرک نے افسوس سے اپنی تھوڑی کو چھوا تھا۔

'یہ ملک فیملی افففف میں تنگ آ گیا ہوں ان سے مجھے سمجھ نہیں اتا ان کے پاس اخر کون سا الہ دین کا جن ہے۔

وہ بے قابو سا ہو کر دھاڑا تھا۔

'کبیر خود الہ دین ہے۔

'مگر میں بھی اس جن قابو کر ہی لوں گا۔

وہ پر عزم سا ہو کر بولا۔

باکو شہر میں جیسے جیسے رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا ویسے ہی ایرک کا جنون بھی بڑھتا جا رہا تھا۔

'منقشے اس کے عزیزوں میں سے ہے۔

وہ ابھی تک کم کو نہیں بھولا تھا۔

نار من کھانے میں مگن تھی۔یا کسی سوچ میں۔زیان اندازہ نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ کھانا ماحول سے ہٹ کر تیز تیز کھا رہی تھی۔جیسے اسے بہت جلدی ہو مگر کیوں وہ کس چیز کے لیے بے چین تھی۔

سب سفیر مینشن کے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے۔

بائیں طرف زیان کے ساتھ آیان بیٹھا تھا۔

دائیں جانب پہلے کرسی پر مسز سفیران کے بعد ام حانم اور آخر میں نارمن بیٹھی تھی۔

'کیا آج کھانا کس نے بنایا ہے۔پھیکا سا ہے۔

آیان نے ماحول میں پھیلے طلسم کو توڑا تھا۔

'آویزہ کے لیے بنوایا ہے۔وہ تیز مرچ نہیں کھا سکتی نا۔

مسز سفیر نارمن کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے بولیں تھیں۔

وہ اندر ہی اندر سمٹ گئی تھی۔کیا یہ لوگ سچ میں اتنے ہی نرم دل ہیں یاد کھاوا ہے بس۔

'آپ کیا کیا بنا لیتی ہیں مس آویزہ سوائے بے وقوف بنانے کے۔

آیان کی بات پر زیان نے اسے ٹیبل کے نیچے سے اچھی خاصی ٹھوکر لگا دی تھی۔

'مجھے ککنگ کرنا پسند ہے۔ مگر صرف خاص لوگوں کے لیے۔ کیونکہ جو پہلے سے ہی بے وقوف ہوں انہیں بے وقوف بنانے میں مزہ نہیں آتا۔

نار من بہت پر اعتماد لہجے سے بولی تھی۔

سب نے مسکرا کر چڑھا دینے والے انداز سے آیان کو دیکھا اور وہ منہ بسور کر رہ گیا تھا۔

'آپ کو پتہ ہے کسی بڑے لکھاری نے کہا تھا عورتوں کو ان کے بنائے ہوئے سالن جہنم میں کھلائیں جائیں گے۔

'مشتاق احمد یوسفی نے کہا تھا۔

امِ حانم نہیں گویا آیان کے حق میں ووٹ ڈال دیا تھا۔

'ارے آنٹی جیتی رہیں۔ مطلب اپ مانتی ہیں نا آویزہ باجی میں اچھی بہو بننے والے گن کم ہی ہیں۔

آیان کی بات پہ پانی پیتے زیان کو یک دم سے کھانسی آئی تھی۔

مسز سفیر اس کی پیٹھ سہلا رہی تھیں۔

وہ چور نظروں سے نار من کو دیکھ رہا تھا۔

وہ اس کے اس طرح کھانسنے پر پریشان سی نظر آئی تھی۔ اس نے فورا اگے بڑھ کر اسے پانی کا گلاس پکڑایا تھا۔

مگر اب کی بار آیان اسے میز کے نیچے سے مسلسل ٹارچر دے رہا تھا۔

'اچھا بس اب کوئی نہیں بولے گا۔اس لیے کہتے ہیں کھانا کھاتے ہوئے نہیں بولنا چاہیے۔

مسز سفیر نے آیان کو اچھی خاصی آنکھیں دکھائی تھیں۔

کھانا پھر صرف اور سکون ماحول میں کھایا جانے لگا تھا۔

کاش کبھی ہم کھانا کھانے بیٹھیں اور میں پہلا نوالا تمہیں اپنے ہاتھ سے کھلاؤں اور جب میں آخری نوالے پہ پہنچوں تو تم مجھے اپنے گلے سے لگالو۔

زیان کے دل نے بے وقت ہی فرمائش کر ڈالی تھی۔

محبوب سامنے ہو آپ کے اپنے گھر میں ہو۔ مگر دسترس میں نہ ہو یہ قرب دل کیسے جھیلتا ہو گا۔ اسکا اندازہ ابھی زیان سفیر کو ہوا تھا۔

112

باکو شہر میں موسم اج معمول سے ہٹ کر ابر آلود تھا۔ فریڈم سکوئر سے 2.7 کلو میٹر کے فاصلے پر سٹی لینڈ ہوٹل میں گہما گہمی سی مچی ہوئی تھی۔

پارکنگ لاٹ سے ہوٹل کے اندرونی دروازے میں داخل ہوتے وقت وہ بری طرح کسی سے ٹکرایا تھا۔ اسکی سانس پہلے سے ہی تیز تھی مگر اب اس کے ڈر میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

اسے آسانی سے پہچانا جا سکتا تھا۔ اسکے کورٹ میں لگے چھوٹے سے کیمرہ میں بظاہر تو وہ سب کچھ ریکارڈ کر رہا تھا۔ مگر کہیں نہ کہیں گڑبڑ تھی۔ وہ پارٹی بالکل ویسی نظر نہیں آ رہی تھی جیسا وہ سوچ کے گھر سے نکلا تھا۔

شہر کے بڑے بڑے بزنس مین اپنی بیویوں کی ہمراہ موجود تھے۔ مگر کچھ عیاش پرست ایسے بھی تھے جو محفل میں توجہ لوٹنے کی غرض سے خوبصورت کم عمر لڑکیاں ساتھ لائے تھے۔

مگر وہ اجنبی شخص اس پارٹی میں اکیلا ایسا مرد تھا جس کے ہمراہ کوئی عورت نہ تھی۔

'سر آپ کچھ لیں گے۔

'نہیں۔ شکریہ

اس نے ویٹر کو رکھائی سے جواب دیا تھا۔ ویٹر منہ بسورتا ٹرے میں رکھا آخری شیمپین کا گلاس واپس لے مڑا۔

اجنبی شخص اپنی کرسی سے اٹھااور کسی کے تعاقب میں ریسٹ روم میں داخل ہوا۔

ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہی اس نے احتیاط سے دروازہ لاک کیا۔اندر موجود شخص پہلے سے ہی گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔

'تم نے کہا تھا کہ وہ آئے گا۔

اجنبی شخص اس پر حملہ کر دینے کو تیار تھا۔

'وہ آنے والا تھا۔مگر مجھے نہیں پتہ وہ کیوں نہیں آیا۔یا ہو سکتا ہے کہ وہ موجود ہو۔اس کو آج تک کسی نے دیکھا تھوڑی ہے۔

'تم نے مجھ سے اچھی خاصی رقم لی ہے۔مجھے یہ بتانے کے لیے کہ تم اسے پہچانتے نہیں ہو۔

'سر دیکھیں اگر وہ اتا تو کوئی نہ کوئی اسے لازمی جانتا ہوتا۔میرا یقین کریں وہ آیا ہی نہیں ہو گا۔

'تم کسی کام کے نہیں ہو تم نے وقت ضائع کیا میرا۔

اجنبی شخص غصے سے ریسٹ روم سے نکلا اور ہوٹل کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ کھولتے ہی وہ کسی سے بری طرح ٹکرایا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ غصے میں دو چار سلواتیں سناتا۔

کبیر اقبال ملک نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

اجنبی شخص اسے دیکھ کر گھبرایا اور اگلے ہی لمحے پارکنگ لاٹ کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ کبیر نے اسے پلٹ کر دوبارہ غور سے دیکھا تھا۔

اسنے گاڑی میں بیٹھتے ہی آنکھوں سے لینز اتارے نقلی داڑھی نوچ کر چہرے سے اتاری اور ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر چہرے پر لگا میک اپ صاف کیا۔

پھر اسنے تسلی سے خود کو فرنٹ مرر میں دیکھا۔

اب ایرک پر سکون تھا اسے کسی نے نہیں پہچانا ہو گا۔

'یہاں کا چاند ہمارے باکو شہر کے چاند سے مختلف لگتا ہے۔

نار من نے افسردگی سے چاند کو دیکھا تھا۔

'پاگل چاند تو ایک ہی ہوتا ہے۔

زیان اسکی بے تکی سی بات پر مسکرا دیا تھا۔

وہ بالکونی میں رکھے ہیماک پر بیٹھی تھی۔زیان اس کے سامنے گرل سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

'ہمممم۔

نار من نے سانس اندر کھینچا تھا۔یوں جیسے صاف شفاف ہوا کو خود میں اتار رہی ہو۔

'آویزہ ایک بات پوچھوں۔

زیان نے آہستہ سے پوچھا گویا وہ انکار ہی نہ کر دے۔

'تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔زیان سفیر

وہ نرمی سے بولی تھی۔

'کیا تم نے کبھی محبت کی ہے۔

آویزہ کا دل ایک دم سے رک گیا تھا۔کیا ان کا تعلق اس نہج پر پہنچ چکا تھا کہ وہ اس سے یوں بے جھجک سوال کرتا۔

'نن۔۔۔نہیں میری زندگی نے مجھے اتنا الجھائے رکھا ہے اس مشغلے کا کبھی وقت ہی نہیں ملا۔

وہ صاف مکر گئی تھی۔

'خیر محبت کو مشغلہ تو بالکل نہیں کہا جا سکتا یہ کوئی فارغ وقت کی بے قراری تھوڑی ہے۔

زیان جیسے اس کے جواب سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر پایا تھا۔

'اچھا بتاؤ پھر کیا ہوتی ہے محبت۔ کیسے ہوتا ہے پیار۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ محبت پر فلسفے سناتی۔ مگر اسے مکرنا پڑا۔

'پیار، محبت، عشق سب الگ چیزیں ہیں۔

وہ اب اسکے سامنے رکھی کرسی پر آ بیٹھا تھا۔

پیار میں پسندیدگی ہوتی ہے۔ محبت میں اظہار ہوتا ہے۔ انسان کسی کے ساتھ زندگی گزارنے کا خواب دیکھنے لگتا ہے۔ اور عشق کا مقام تو سب سے اعلی ہے۔ عشق کرنے والے حاصل نہ لا حاصل کی چاہ سے بہت اگے ہوتے ہیں۔ شاید محشر میں جب دنیا اپنے اعمال کی فکر کرے گی یہ تب بھی اپنے محبوب کو دیکھ رہے ہوں گے۔

وہ زرا سا مسکرایا تھا جیسے کوئی مسکرا کر خود کو ہی فریب دے رہا ہو۔

'مگر ایسی محبت کا کیا فائدہ جو انسان کو کہیں کا نہ رہنے دے۔ اس دنیا قانون ہی یہ ہے جو محبت کرے گا بچھڑ جاے گا۔ آدم اور حوا بھی تو بچھڑ گئے تھے۔ ورنہ سزا دینے کے تو اور بھی کئی روپ تھے۔

وہ محبت کے اصول اس شخص سے سیکھ رہی تھی جسے وہ تباہ کرنے کے عزم سے پاکستان آئی تھی۔

آدم اور حوا بہک گئے تھے اور بہکے ہوؤں کی سزا ایک دوسرے کی جدائی سے بھلا بہتر اور کیا ہو گی۔ یا پھر اس پھل کی تاثیر میں ہی شاید جدائی ہو گی تب ہی تو منع کیا گیا تھا۔

اس بار زیان نے بہت آس سے اسے دیکھا تھا۔یور جیسے وہ اس کی محبت کے فلسفے پہ قائل ہو جائے گی۔

'مگر جدائی تو مقدر ٹھہری نا۔

وہ ابھی بھی اپنی بات پہ اڑی ہوئی تھی۔

نہیں۔ آدم حوا کو معاف کر دیا گیا تھا۔ان کے مقدر میں وصل تھا۔

'مگر اولادِ آدم اس نعمت سے محروم ہیں زیان۔ یہ ہابیل اور قابیل کی دنیا ہے۔ یہاں روز نا جانے کتنے قابیل ہابیل کو مار دیتے ہوں گے۔

نار من کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔

'مگر زلیخہ بے مراد نہیں مری تھی۔

زیان نے اس بار پھر اسے آس سے دیکھا تھا۔

'یوسف کی چاہ تو ہر مصری عورت کو ہوئی ہو گی مگر صنم سے صمد تک کا سفر اپنی انگلیاں لہولہان کر کے کاٹنا پڑتا ہے۔ عشق آسان ہوتا تو مصر کی ہر عورت اپنے ہاتھ نہ کاٹ لیتی۔

وہ اب کچھ بول نہیں سکا تھا۔

'انسان کو آگاہی کے عذاب سے ڈرنا چاہیے وقت وہی اچھا ہے جو بے خبری میں کٹ جائے۔

اب کی بار نار من نے مسکرا کے اسے دیکھا تھا۔

یوں جیسے وہ محبت پہ فتویٰ لکھ کر قلم ہی توڑ چکی ہو۔

زیان نے اسے بے بسی سے دیکھا تھا۔

کوئی کچی عمر کی نادان لڑکی نہیں تھی جو اس کی ایک جھلک پر مر مٹی۔

کوئی دل پھینک آوارہ مجنوں نہیں تھا جو اس کے مسکرانے پہ باتیں بھول جاتا۔

113

مجھ پہ کر تھوڑی مہربانی بتا مجھے محبت لفظ کے معنی بتا

چھوڑ میں کتنی پریشانی میں ہوں تو مجھے اپنی پریشانی بتا

ص ف ا

'کون بنے گا نوال کا پتی

آج کا پہلا سوال کیا اپ کو پتہ ہے آپ پاگل ہیں۔

نوال سامنے میز پر فائل رکھے لمبے بالوں کو جوڑے میں قید کیے بیٹھی تھی یوں جیسے پورے آفس کا بوجھ صرف ایک اس کے کندھے پر ہو۔

آیان نے کوئی صفحہ طے کر کے مائک کی شکل بنا کے اس کے منہ کے پاس کیا۔

'ہٹو آیان۔

وہ سستی سے بولی۔

'غلط بات جواب صرف ہاں یا نہ میں ہونا چاہیے۔

وہ اسکے سامنے رکھ کے کرسی پر ڈھٹائی سے بیٹھا تھا۔البتہ پیپر مائک ابھی بھی نوال کے چہرے کے قریب تھا۔

وہ تھوڑا سا جھک کر اسکے قریب ہوا تھا۔

اس کی دھڑکنوں نے تباہی مچادی تھی۔نوال کے چہرے کا رنگ سرخ پڑنے لگا تھا۔

وہ اسکی سفید شرٹ پر لگے کلون کو محسوس کر سکتی تھی۔

آیان کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔نوال کے چہرے پر اسے اچانک سے بیلا نظر آنے لگی۔

'محبت مٹا دینا اپنی شناخت مٹا دینے جیسا ہوتا ہے۔کیا میں تمہیں یاد نہیں آتی اب۔

آیان کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

'میں تمہیں چاہ کر بھی نہیں بھول سکتا۔

نوال کو اپنی سماعت پر یقین نہیں ہوا تھا۔

'کیا میں۔۔۔۔

وہ اس کا بولا ہوا جملہ تک دہرا نہیں سکی تھی۔

اچانک سے آیان کا سحر ٹوٹا تھا۔

'نن۔۔ نہیں میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔

بائے۔۔۔

وہ اگلے ہی لمحے وہاں سے غائب ہوا تھا۔

مگر نوال کے دل پے پکے نقش لگا گیا تھا۔ محبت کی پہلے پھوار نے نوال پہ قوس قزاح ڈال دی تھی۔

کسی خوش بخت لمحے میں جو تم سوچو

کہ محبت ہو گئ تم کو

خنک ہوا میں زرد سے سورج کو دیکھ کر

آگے پیچھے دائیں بائیں اڑتے پنچھی

شام ہوتے ہی اسی راہگزر سے گزریں

اور تم سوچو سب پلٹ آتے ہیں

صبح کے بھولے شام میں لوٹ آتے ہیں

سنو۔۔۔چندا

محبت خام خیالی ہے

بس دو پل کا تو قصہ ہے

افسوس ایک تہائی زندگی پر بھی

کسی خاک نشیں کا حصہ ہے۔

ص ف ا

وہ بہت بڑی ڈیل کریک کرنے جا رہا ہے۔

نار من کیفٹیریا میں بیٹھی تھی لنچ بریک چل رہی تھی۔

کافی کا آدھا پیا ہوا مگ اور آدھا کھایا ہوا سینڈوچ اسکے سامنے رکھے تھے۔

باقی سٹاف بھی کھانے کے ساتھ ساتھ خوش گپیوں کے مزے اٹھا رہا تھا۔ مگر وہ زیان کی باتیں نہیں بھلا پائی تھی۔

اسے چپ لگ گئی تھی۔ زیان کے دل کا راز اس پہ آشکار ہو چکا تھا۔

موبائل پہ گھنٹی بجی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

'کبیر کالنگ۔۔۔

میں محبت کہ سبھی رنگوں سے واقف ہوں زیان مگر میں تمہیں نہ تو یہ رنگ دکھا سکتی ہوں نہ ہی اپنے بارے میں سچ تمہیں بتا سکتی ہوں۔

وہ خود سے ہی بڑبڑائی تھی۔

اگلے ہی لمحے اس نے کال اٹینڈ کی اور موبائل کان سے لگایا۔

'مصروف تھی کیا۔

کبیر کی وہی مردانہ وجہہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

'نہیں۔کچھ خاص نہیں۔کیسے ہیں آپ۔

'جیسے ہمیشہ ہوتا ہوں۔خیر ابھی میں نے تمہیں بہت ضروری خبر دینے کے لیے فون کیا ہے۔یا یوں سمجھو کہ قسمت تم پہ مہربان ہو گئی ہے لڑکی۔

'کیا مطلب۔

نار من کا کافی مگ کی طرف جاتا ہاتھ رک گیا تھا۔

'زیان عسکری بلڈرز کے ساتھ بہت بڑی ڈیل کریک کرنے جارہاہے۔یہ پاکستان کی سب سے بڑی کمپنی ہے۔پاکستانی گورنمنٹ میں سرِفہرست کمپنی۔

'میں جانتی ہوں وہ ایک دن بات کر رہا تھا۔فون پہ کسی سے۔مگر اس میں ہمارا فائدہ کیا ہے۔

اسے اس ڈیل کے لیے بہت بڑے معاوضے کی ضرورت ہے۔بنک سے معاوضہ لینے کے بعد بھی اسے اچھی خاصی رقم کی ضرورت پڑنے والی ہے۔

'پھر کیا ہمارے پاس اتنی رقم ہے کہ ہم اس سے بارگیننگ کریں۔

'ہم نہیں لڑکی تم۔۔۔تم اسے آفر کرو اور بدلے میں اپنے باپ دادا کی حویلی اس سے گروی رکھوالو۔سمپل کبیر کیا لہجہ پورا اعتماد تھا۔

'کیا یہ اتنا ہی سمپل ہے۔وہ مجھ پر بھروسہ کرتا ہے۔مگر وہ مجھ سے کبھی مدد نہیں لے گا۔

'اگر وہ اچھا بزنس مین ہے تو وہ مدد ضرور لے گا۔اور اپنے کسی قریبی سے ہی لے گا وہ اتنی بڑی ڈیل پر سمجھجوتا نہیں کرے گا۔

'مگر اسکا جرم ثابت نہیں ہوا ہے میں ابھی تک کچھ بھی ڈھونڈ نہیں پائی ہوں۔اسکے گھر جو میں نے ڈیوائس لگائی تھیں ان سے بھی کوئی کلو نہیں ملا ہے۔

'کیا تمہارا دن اس کے لیے نرم پڑ رہا ہے۔

کبیر کل لہجہ اس دفعہ بدل گیا تھا اب اس میں خود اعتمادی کی جھلک نظر نہیں آی تھی۔

'میں بس کسی بے گناہ کو سزا نہیں دینا چاہتی۔ میں نے لہجوں کے عذاب جھیلے ہیں کبیر۔

'صحیح۔ جیسا تمہیں ٹھیک لگے۔

کبیر نے مزید اس کی کوئی بات سنے بغیر کھٹاک سے فون بند کیا تھا۔

حساس طبیعت ہونا جلتے ہوئے کوئلوں پر چلنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے کبیر۔

اس نے گردن اٹھا کر سامنے دیوار پر لینڈ مارک کا سائن دیکھا تھا۔

وہ زیان کی کمپنی نہیں تھی زیان کی انتھک محنت تھی۔ وہ اسکا پیشن تھا۔

For More Heart Touching Novels Kindly Visit Our Website: http://adabinovelofficial.com
Contact Us On adabinovelofficial@gmail.com
For More Details Visit Our Face Book Page & Group http://www.facebook.com/Adabinovelofficial

کبیر اپنے کمرے کی بالکونی سے نار من کے کمرے کی بالکونی کو نہ جانے کب سے ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہا تھا۔

رات گیارہ بجے کے بعد وہ گھر لوٹا تھا کہ جب سے وہ گئی تھی اس کی زندگی میں الجھنے بڑھتی جا رہی تھیں۔

'کیا وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے۔

یہ فقرہ وہ کوئی سو دفعہ دہرا چکا تھا۔

وہ دبے پاؤں نار من کے کمرے کی بالکنی کا دروازہ کھولتا اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے سے عجیب سی بدبو اٹھ رہی تھی۔ جیسے بچھڑ جانے کا تعفن، جیسے تنہائی کی وحشت۔

وہ بیڈ پہ پر سکون سویا کرتی تھی۔ اور اس کے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے زمین پر گھنٹوں بیٹھا رہتا تھا۔

وہ پھر سے اس کے بیٹھ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر وہ وہاں نہیں تھی۔

اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔

جب میں سوچتا ہوں نا کہ ایک دن ہم الگ ہو جائیں گے تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں کسی ہسپتال کے کسی بستر پر کمزور لاغر سا جسم لیے پڑا ہوں۔ اور میری فائیل میں صاف صاف لکھا ہو مرض لا دوا لا علاج۔

مگر زیان تمہارے لیے بہترین انتخاب ہے۔ وہ مضبوط ہے۔ ایک سمجھدار اور محبت کرنے والا انسان ہے۔ وہ تمہیں اپنی چاہت میں ڈھال لے گا۔ اور تمہیں یاد بھی نہیں رہے گا کہ کوئی تمہیں سوتے میں دیکھا کرتا تھا۔

یوں جیسے وہ کوئی معجزہ دیکھ رہا ہو۔

نار من جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی زیان نے فارن سے اپنے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی تھی گویا وہ جان ہی نہ جاتی کہ وہ اسے چھپ چھپ کر سی سی ٹی وی کیمرہ سے دیکھتا ہے۔

'کیا ہم بات کر سکتے ہیں۔

'ضرور کیوں نہیں۔

وہ آج پہلے کی طرح ہشاش نہیں لگ رہی تھی۔

'کہیں باہر چلیں۔ ویسے بھی لنچ ٹائم ہونے والا ہے۔

زیان اسکے موڈ کے اتار چڑھاؤ سے واقف تھا وہ جانتا تھا وہ آج اس کے ساتھ باہر نہیں جائے گی۔ مگر ہائے دل ناداں کی خام خیالیاں۔

'پھر کسی دن پلیز۔ ابھی مجھے بہت کام ہے۔ڈرافٹ تک ریڈی نہیں ہے۔

وہ کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

'ہمم۔ خیر کیا کہنا تھا

یہ ضروری نہیں کہ بے وفائی ہی آخری زخم ٹھہرے ص

محبت یکطرفہ بھی ہو تو مار ہی دیتی ہے۔ ص ف ا

زیان کے اداس دل نے دہائی دی تھی۔ مگر زیان اس دہائی کو لبوں تک نہیں لا سکتا تھا۔

'تمہیں عسکری بلڈرز کے ساتھ ڈیل کرنے کے لیے کافی معاوضہ چاہیے نا۔

وہ اٹک اٹک کر بولی تھی

'ہاں مگر بینک نے لان اپروو کر دیا ہے۔

'تمہیں اس کے علاوہ بھی اچھی خاصی اماؤنٹ چاہیے زیان۔ میں تمہاری ہیلپ کرنا چاہتی ہوں۔ مگر پلیز مجھے غلط نہ سمجھنا۔

وہ جیسے اندر سے ڈری ہوئی تھی۔ اور یہ ڈر اسے کیوں لاحق ہو گیا تھا وہ یہ خود نہیں جانتی تھی۔

'مگر میں کم از کم تم سے تو کوئی ہیلپ نہیں لینا چاہوں گا۔

زیان کے چہرے پر انا کی جھلک نظر آئی تھی۔

'اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔اگر مشکل وقت میں میں تمہارے ساتھ کھڑی نہیں رہوں گی تو کیا فائدہ ہماری دوستی کا۔اور پھر بابا کی طرف سے ملنے والے پیسے بھی ایسے ہی پڑے ہیں میرے پاس میں چاہتی ہوں کہیں انویسٹ کر لوں۔

'بہت سی اور بھی کمپنی ہے انویسٹ کرنے کو۔

'مگر ان کمپنیوں کا مالک زیان سفیر نہیں ہے نا۔

وہ معصوم بچوں کی طرح بولی تھی۔

زیان نے اسے ٹھہر کے دیکھا تھا۔

'آویزہ سوری مگر میں یہ نہیں کر سکتا۔

وہ باظاہر اسے نظر انداز کرتا پاس میز پہ پڑی فائلز اوپر تلے رکھنے لگا تھا۔

'ٹھیک ہے میری غلطی ہے میں ہی تم سے کچھ زیادہ امیدیں لگا بیٹھی تھی۔ تم تو مجھے دوست تک نہیں سمجھتے۔

وہ اپنے ہی دھن میں نہ جانے کیا بول گئی تھی۔ وہ غصے سے کرسی سے اٹھی اور دروازے کی طرف پلٹی۔

'تم اسے کیسی امید رکھتی ہو آویزہ۔

زیان کے الفاظ پر وہ واپس مڑی۔

'کم از کم اتنی کہ مشکل وقت میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوں۔ اور میرے خیال سے دوست اسی لیے ہوتے ہیں۔

وہ بات کر کے رکی نہیں تھی

زیان کے دل پر سکون کی پھوار پڑی تھی۔ جانے کیوں دل پھر سے خواب بننے لگا تھا۔

وہ اپنی کرسی پر سے اٹھا۔ اور اس کرسی کے سامنے میز پر بیٹھا جہاں کچھ دیر پہلے وہ بیٹھی تھی۔

آویزہ تمہیں پتہ ہے مرنے کے بعد انسانی دماغ سات منٹ تک زندہ رہتا ہے۔ وہ یاد رکھتا ہے میرے ساتھ آخری لمحات میں کون تھا۔ کون مجھے مرتا دیکھ کر تڑپا اور کس کس کی آنکھ نم ہوئی۔ مگر میں چاہتا ہوں میرے وہ آخری سات منٹ بھی تمہارے ہوں۔ تم میرا سر اپنی گود میں رکھو۔ آنسو تمہاری آنکھ سے نکل کر میری گال کو بھگو جائے۔

جب تم میرے سب سے زیادہ قریب ہو اور میں اس پوری دنیا سے دور۔

'کیسی لگ رہی ہوں۔

آیان جو پیچھے 10 منٹ سے اسکے تھر کے سامنے ہارن پہ ہان دے رہا تھا اسکے یوں مسرور کن انداز پر حیران ہوا تھا۔

'زہر لگ رہی ہو۔

وہ جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی آیان نے گاڑی زن سے بھگائی تھی۔

'اچھا پھر کھا کے مر جاؤ نا ویسے بھی زہر کا علاج زہر سے ہی ہوتا ہے۔

آیان نے اسے حیرت سے دیکھا تھا وہ آج کچھ زیادہ ہی چہک رہی تھی۔

اسے جب دیکھ کر نوال کو اندر ہی اندر جیت جانے کی خوشی محسوس ہوئی تھی۔ وہ پہلی بار اس سے باتوں میں جو جیت گئی تھی۔

'ایک بات پوچھوں تم سے نوال۔

آیان کی نظر سامنے سڑک پر جمی تھیں۔

'تم اس دن درگاہ پر روئی کیوں تھی تم ایسا کیا مانگ رہی ہو جو تمہیں آنسوؤں کا سہارا لینا پڑا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آیان نے اسے روتے دیکھا ہو گا۔ بلکہ وہ تو دنیا جہاں سے بیگانہ ہو کر مانگ رہی تھی۔

'میں چاند مانگ رہی ہوں۔ مگر بے وقوف ہوں سمجھتی نہیں کہ چاند زمین پر نہیں اترا کرتا۔

وہ اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے بولی تھی۔

'ہاں مگر چاند اپنے چاہنے والوں کے لیے زمین پر چاندنی ضرور بھیجتا ہے۔ اللہ کرے تمہیں تمہارا چاند جلد ملے۔

نوال کی آنکھیں بھیگ گئی۔

'میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میرے چاند تم ہو۔ اور تم میرے سامنے ہو مگر پھر بھی میں تمہاری روشنی سے محروم ہوں۔

'کہاں کھو گئی ہو مس چاندنی۔۔

اتر و پاگل ہم گھر پہنچ گئے ہیں۔

آیان نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔

فوراسے پہلے پہنچو اپنی خالہ کے پاس۔ایک تو یہ میں ماسی بھانجی کے پیار سے بڑا تنگ ہوں آفس سے جب سے آیا ہوں بیٹھنے تک نہیں دیا مجھے۔

نوال نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

'خدا کرے تمہاری آنکھیں کبھی اداس نہ ہوں۔میں ان میں کبھی آنسو نہ دیکھوں۔

آیان اسکے پیچھے پیچھے گھر میں داخل ہوا تھا۔

115

آج بہت دن بعد اسلام آباد میں دھند کے سائے اترے تھے اور سورج اپنی میٹھی میٹھی کرنیں بکھیر رہا تھا۔نارمن ٹیرس پہ بیٹھی دھوپ کے مزے لے رہی تھی۔اس کا سر کرسی کی پشت سے اٹکا ہوا تھا۔آنکھیں موندر کھی تھیں۔باقی کا سٹاف بھی اپنا اپنا لنچ ٹیرس پر لے آیا تھا۔

وہ ایک پر سکون سا کونا ڈھونڈ کر اکیلی آنکھیں موندے فرصت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

زیان اسے کب سے سی سی ٹی وی کیمرہ سے دیکھ رہا تھا۔

پھر اچانک اسنے اپنی دائیں طرف والی دراز کھولی ایک فائیل اٹھائی اور ٹیرس کی طرف قدم بڑھا دیے۔

کرسی کی پشت زیان کی طرف تھی۔اسکے سیاہ ریشمی بال کرسی کی پشت سے نیچے جھلک رہے تھے۔

اسے اچانک سے ہیماک پہ کیمپنگ بیس میں سوئی ہوئی آویزہ یاد آئی۔اسکی جیکٹ جو اسنے اوڑھا دی تھی نہ جانے اس لڑکی نے سنبھال لی ہو گی یا یوں ہی پھینک دی ہو گی۔

وہ دل یہ دل میں الجھتا ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وہ عین اس کے مقابل کھڑا ہوا۔اس کا سایہ اب نار من کے چہرے کو سورج کی کرنوں سے محفوظ کر رہا تھا۔

یوں جیسے اسے یہ بھی برداشت نہیں تھا کہ اس کے علاوہ اس کی آویزہ کو کوئی اور چھوئے۔

اچانک نار من نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔وہ اسکے مقابل کھڑا تھا بالکل اس کے سامنے۔

وہ فوراسے پہلے سیدھی ہو کر بیٹھی۔

'تمہارے پاس میری ایک چیز ہے۔

وہ بنا تکلف کے اس کے سامنے رکھے کرسی پر بیٹھا تھا۔

'کیا۔کونسی۔

اسکی آنکھیں شاید نیند سے سرخ ہو رہی تھی۔یا اندر ہی اندر کوئی لاوا دہکائے بیٹھی تھی۔

زیان ان آنکھوں میں جھانکنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ اسکی نیند سے بھری آنکھوں کی حدت زیان کو پاگل کر رہی تھی۔

'وہ باکو کیمپنگ پہ۔

وہ اپنی تمام تر شدتوں کا گلا گھونٹتے ہوئے بولا۔

'کیا۔۔۔مجھے تو یاد نہیں۔

وہ بال جوڑے میں سمیٹتے ہوئے بولی۔

اب کی بار زیان سے سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔ اسنے لمبی سانس کھینچی اسکے دائیں ہاتھ کے گرفت اسکے بائیں ہاتھ پر مضبوط ہوئی تھی۔

'یہ مت کرو۔

وہ مزید شدتوں پر قفل نہیں لگا سکتا تھا

'کیا۔

وہ بال چھوڑتی ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھی۔

'ان بالوں کو قید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔بد عادیں گے تمہیں۔

وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے بولا۔

نار من اچانک سے کھکھلا کر ہنسی تھی۔

'اچھا۔نہیں کرتی ان پر ظلم۔

وہ اس کے یوں اچانک ہنسنے پر خجل سا ہو گیا تھا۔

'تمہیں یاد ہے تم ہیماک پر سوئی ہوئی تھی کسی نے تم پہ جیکٹ اوڑھ دی تھی کیونکہ تمہیں سردی لگ رہی تھی۔

'اوہ اچھا۔وہ آپ نے دی تھی۔

'ہہم۔۔میری اچانک نظر پڑی تم پہ تم سردی سے ٹھٹر رہی تھی۔

'خیر اتنی بھی سردی نہیں تھی ویسے۔مگر تھینک یو اور سوری بھی۔

'سوری کیوں۔

'میں نے وہ جیکٹ ادھر ہی چھوڑ دی تھی مجھے نہیں پتہ تھا وہ تمہاری ہو گی۔

'اگر پتہ ہوتا وہ میری ہے تو کیا سنبھال کے رکھتی۔

پتہ نہیں کیوں زیان کے دل میں ایک مان سا جاگا تھا۔ جیسے وہ کہہ دے گی کہ وہ اس کی چیزوں میں عکس تلاش کرتی ہے۔

'ایک راز کی بات بتاؤں ویسے سوئی ہوئی لڑکی سے فلرٹ نہیں کرنا چاہیے۔

وہ زیان کے قریب تھوڑا جھک کر بولی تھی۔

'کیوں جاگ ہوئی لڑکیاں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔۔۔ تھپڑ مار بھی دیتی ہیں۔

نہ جان آیان کہاں سے آ ٹپکا تھا۔

زیان نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

'تم نے کتنے تھپڑ کھائے ہیں آج تک ویسے۔

نار من مسکراتے ہوئے اسے کرسی پر بیٹھتا دیکھ رہی تھی۔

'میری پرسنلٹی دیکھ کر لگتا ہے آپ کو مس آویزہ کہ میں تھپڑ کھانے والا ہوں۔

آیان نے کالر جھاڑے تھے۔

'نہیں نہیں پیرس میں لڑکیاں جو آپ کے لیے پھولوں کے ہار لیے کھڑی ہوتی تھیں انکے بارے میں نا بتا

دوں پہلے میں آپ کی مس آویزہ کو۔۔

آیان کے چہرے کی مسکراہٹ گم ہوئی تھی۔اسنے اونچی آواز میں ویٹر کو کافی لانے کا کہا تھا۔

ظاہر یوں کیا جیسے اسنے زیان کی بات کو سنا ہی نہیں تھا۔

'ہر وہ شخص جو قربت میں تھا نہیں رہا۔

محبت پھونک دیتی ہے طلسم بچھڑ جانے کا۔

ص ف ا

'وہ تم نے انویسٹمنٹ کی بات کی تھی نا۔یہ کانٹریکٹ ہے میں تمہیں چھ فیصد شیئر دینے کے لیے تیار ہوں لینڈ مارک میں۔

زیان نے فائیل نار من کے سامنے رکھی۔

'کیا مطلب۔

آیان نے حیرانی سے زیان کو دیکھا۔

'نارمن کے پاس ان کے والد کی طرف سے کچھ رقم ہے۔یہ ہمارے کمپنی میں انویسٹ کرنا چاہ رہی ہے۔

نارمن فائیل پڑھنے میں مصروف تھی۔

'واہ صحیح کھیل رہے ہو بھائی آج بزنس پارٹنر بنی ہے کل لائیف پارٹنر بن جائے گی۔

آیان شرارتی سے لہجے میں بولا تھا۔جبکہ زیان نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

116

باکو شہر میں شام اب رات یہ تاریکی میں بدل رہی تھی۔

منقشے سفید پشت والے بیڈ پر بیٹھی چپ چاپ ایرک کو موبائل فون پر مصروف دیکھ رہی تھی۔وہ کمرے میں رکھے اکلوتے سفید صوفے پر پیر پسارے بیٹھا تھا۔کمرے میں سفید پینٹ تھا البتہ پردے فرش پر بچھے رگ سے میچ ہو رہے تھے۔ہلکے جامنی اور گلابی سے

وہ قدم قدم نزاکت سے چلتی اس کے پاس آئی۔

عورت جب مرد کے دل تک نہ پہنچ سکے تو مرد کو اپنی اداؤں کا اسیر بنا لیتی ہے۔پھر خلوت میں تو گونگے بھی بول اٹھتے ہیں۔

'کیا ہم میں اب پیار کم ہو گیا ہے۔دیکھو تم میرے سامنے بیٹھے ہو میں پھر بھی تمہیں مس کر رہی ہوں۔

منقشے نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔اور اپنا سر اسکے کندھے پر اٹکایا۔

'میں بھی۔۔۔

وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا۔ منقشے کہ دل پہ ضرب سی لگی تھی مگر وہ ضبط کر گئی۔

'پھر ہم اس چیز کو ختم کیوں نہیں کر دیتے جو ہمیں دور کر رہی ہے۔ کم از کم مجھے میری غلطی تو بتاؤ۔

وہ اب ایرک کے براؤن بالوں میں اپنی سفید انگلیاں دیکھ رہی تھی۔

'منقشے میں خود تنگ آ گیا ہوں اب اس سرد جنگ سے۔ ٹھیک ہے میں تم سے صاف پوچھتا ہوں تمہارا کم سے کیا تعلق ہے۔

'کیا مطلب۔۔۔

وہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکے ہاتھ اب اسکی اپنی گود میں دھرے تھے۔

'وہ کہتا ہے کہ تم اس کے عزیزوں میں شامل ہو ورنہ وہ مجھے جان سے مار دیتا۔

ایرک کے لہجے میں صدیوں پرانی تھکن جھلک رہی تھی۔

'مم۔۔میں اسے جانتی تک نہیں۔تم میرے پورے فرینڈز سرکل کو جانتے ہو۔میرے رشتہ داروں کو بھی۔

اسے یقین نہیں ایا تھا کہ وہ شخص اس پر شک کر سکتا ہے جس کے لیے اس نے اپنے باپ کو چھوڑ دیا۔جس کی خاطر وہ اپنے باپ کو اس کے دفتر میں دھمکا آئی تھی۔

'یہی تو بات ہے منقشے مجھے لگتا تھا کہ میں تمہیں جانتا ہوں مگر میں تو تمہیں جانتا ہی نہیں۔

وہ نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔

'ایرک تو مجھے تکلیف دے رہے ہو۔تم مجھ پہ شک کر رہے ہو۔اسکی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔اسنے پھر سے ایرک کا ہاتھ پکڑا تھا۔

'میں خود کو تکلیف دے رہا ہوں۔

اسنے اپنا ہاتھ پھر اس کے ہاتھ سے علیحدہ کیا تھا۔

'ایرک تم کسی کی بھی باتوں میں آکر مجھے خود سے دور کر دو گے۔

اب کی بار اس کے چہرے پر مان تھا یقین تھا۔ کہ وہ اسے خود سے دور کبھی نہیں کرے گا۔

'اس کی باتیں میرے دماغ میں اٹک گئی ہیں۔ میرے علاوہ تم کسی اور کی عزیز کیسے ہو سکتی ہو۔ اور وہ بھی اتنا کہ ایک پیشہ ور قاتل تمہاری خاطر میرے قتل سے باز رہا۔

'اللہ نہ کرے کہ تمہیں کبھی کچھ ہو۔ اگر وہ تمہیں کچھ کہتا تو میں اس کی جان لے لیتی۔

آنسو اب اس کا چہرہ بھگونے لگے تھے۔

'اچھا تم اسے ڈھونڈتی کیسے۔اس کا ٹھکانہ جانتی ہو کیا۔

'ایرک تم کہنا چاہ رہے ہو کہ میں اسے جانتی ہوں۔تمہارا مطلب اگر میں چاہوں تو میں اس تک پہنچ سکتی ہوں۔

'یہ مجھے کیسے پتہ ہو سکتا ہے منقشے۔

'بہت ہوا۔تم میری محبت اور میرے کردار کی توہین کر رہے ہو۔

وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی

'اس نے مجھے میری نظروں میں گرا دیا ہے۔ میں وہاں سے نکلتا ہوں ایا ہوں مگر میری روح وہیں کہیں رہ گئی ہے۔ میں کاش وہاں سے نہ نکل پاتا۔

ایرک نے ایک بار بھی اسے آنکھ بھر کے نہ دیکھا تھا۔

'ٹھیک ہے۔ تم وکیل ہو نا تم ڈھونڈو ثبوت اور مجھے امید ہے جس دن تمہیں ثبوت مل جائیں گے اس دن تم بہت پچھتاؤ گے۔ مگر میں تمہیں معاف نہیں کروں گی کیونکہ شک محبت کو مار دیتا ہے۔ اور سمجھ لو کہ ہماری محبت بھی مرنے والی ہے۔

وہ اپنی بات مکمل کر کے کمرے سے باہر نکلی مگر ایرک چاہتے ہوئے بھی اسے روک نہیں سکا تھا۔

117

نار من پر آج کل عجب بھوت سوار ہوا ہوا تھا۔ وہ آپا جی کے ساتھ مل کر آج کل پاکستانی کھانے بنانے سیکھ رہی تھی۔ روز رات میں وہ آپا جی کے ساتھ ملکر کچھ نہ کچھ بناری ہوتی تھی۔ حسن تو ویسے بھی ہفتے میں ایک دن ہی گھر آتا تھا۔ اور ریحان کی شکل دیکھے تو مہینوں گزر جاتے۔ اس طرح آپا جی کا نار من کے ساتھ دل لگا رہتا تھا۔

آج اسنے پاکستانی سٹائل میں پلاؤ بنانا سیکھا تھا۔ آپا جی نے جیسے ہی مغرب کی آذان سنی وہ سب چھوڑ چھاڑ کر وضو کرنے کے لیے چلی گئیں۔

نار من نے انہیں حیرانی سے دیکھا۔ وہ اپنا کام مکمل کیے بغیر ہر گز نہیں اٹھتی تھیں۔

'کیا انہیں اللہ سے اس قدر محبت ہے۔ کیا اللہ نے انکو اس قدر نوازا ہوا ہے کہ وہ ایک لمحے کی دیری بھی برداشت نہیں کرتیں۔ اسنے کلاک پر ٹائم دیکھتے ہوئے پلاؤ کے نیچے آنچ بند کی۔ اور جیسے آپا جی نے بتایا تھا کہ چاولوں کو بغیر ہلائے دم سے ڈھکن پانچ منٹ کے لیے سائیڈ پہ کر دینا۔

چاولوں میں سے اڑتی بھاپ اسنے اپنی سانسوں میں اتاری۔

پلاؤ دیکھنے میں خوش ذائقہ لگ رہا تھا۔ مگر وہ چکھ نہیں سکتی تھی۔

کیونکہ آپاجی کوئی بھی کھانا ختم دیے بغیر شروع نہیں کرتیں تھیں۔اس نے پانچ منٹ مکمل کیے چاولوں کو واپس ڈھکا اور کچن سے باہر آئی۔

آپاجی سامنے جائے نماز بچھائے سجدے کی حالت میں تھیں۔

نار من انکے دائیں طرف رکھے صوفے پر بیٹھ کر انہماک سے آپاجی کو دیکھنے لگی۔

آپاجی سجدے سے اٹھیں تو ان کے چہرے پر ایک عجیب سکون تھا جیسے کوئی معصوم بچہ اپنی ماں کی گود میں چین سے سو رہا ہو۔یا جیسے چاند کی میٹھی روشنی کسی بے چین دل کو راحت دے یا بارش کی کرنیں کسی سیلن زدہ آنگن کو معطر کر دیں۔

'مجھے نہیں پتہ ایسا کہنا صحیح ہو گا یا نہیں۔ مگر میرا دل چاہتا ہے کہ قیامت کے روز جب میں خدا کے سامنے پیش کی جاؤں تو وہاں کوئی تیسرا نہ ہو نہ تو وقت کی کوئی قید ہو نہ الفاظ کی حد۔ میں نڈھال سی وہیں کہیں گر جاؤں اور تڑپ تڑپ کے خدا کو بتاؤں کہ میں نے اسے کب، کہاں، کس، کس موقع پر یاد کیا۔ اور کب کب میں تکلیف کی آخری حد سے پلٹ کے واپس مڑی۔ کب میں نے ان چاہے جملوں کو سہنا سیکھا۔ کب میں نے لاحاصل کی تڑپ محسوس کی۔ مگر میں سوچتی ہوں وہ تو کارساز ہے اس سے بھی کچھ چھپ سکتا ہے بھلا۔

میں کیوں نہ اسے وہ باتیں بتاؤں جو مجھے نعمت محسوس ہوئیں جو مجھے میرے صبر کا انعام بن کر ملیں۔ جیسے میں نے کب خود کو پہچانا کب میں نے اپنی مقصد کو جانا کیسے میں نے خود کو زندہ رہنے کی ترغیب دی۔ اور کب کس کس موڈ پر میں نے صبر کیا اور کیسے میں نے شکر کرنا سیکھا۔

آپا جی نے نماز سے فارغ ہو کر نارم کی جانب دیکھا تو وہ بھیگی آنکھوں سے جاے نماز کو دیکھ رہی تھی۔ وہاں کچھ دیر پہلے آپا جی کا سجدے کی حالت میں سر تھا۔

'کچھ لوگ وقت کا لکھا کاٹتے ہیں نار من مگر کچھ لوگ وقت ہی بدل دیتے ہیں پتہ ہے کیسے۔

آپا جی جائے نماز سائیڈ ٹیبل پر رکھتی اس کے پاس آکر بیٹھیں۔

'دعا سے۔

نار من نے بنا سوچے جواب دیا۔

'نہیں کامل یقین سے۔ دعا تقدیر بدل دیتی ہے اگر یقین پختہ ہو تو۔۔۔

'میں تمہیں کوئی نماز روزہ وغیرہ کرنے کی نصیحتیں نہیں کروں گی نار من کیونکہ یہ تمہارا اور اللہ کا ذاتی معاملہ ہے مگر میں تمہیں اتنا ضرور کہوں گی کہ اس پر یقین رکھو۔ اس کے در پہ حاضری دو۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ اس لیے

نہیں کہ وہ تم سے بے خبر ہے۔ بلکہ اس لیے کیونکہ وہ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے اور جو محبت کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ انہیں پکارا جائے۔

نار من کے دل میں عجب سا سکون اترا تھا۔ اس نے ایسا سکون آخری بار کب محسوس کیا۔

اسنے اپنے ذہن پر زور ڈالا شاید تب جب وہ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر سویا کرتی ہو گی۔

118

نوال لنچ آورز میں بھی اپنے کیبن میں موجود تھی۔ لیپ ٹاپ پر تیز تیز انگلیاں چلاتی ادھر ادھر کے ماحول سے بیگانہ تھی۔ اس نے یہ تک نہیں نوٹس کیا کہ اکرم کوچہ لگانے کے بعد پنکھا چلا چکا تھا۔

شدید سردی میں بھی اسے جیسے سردی محسوس نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ آیان کا لیے میٹنگ ایجنڈا سیٹ کر رہی تھی۔ اسنے تمام گولز اور ابجیکٹیوز سوچ سمجھ کر لکھے تھے۔ اس کے چہرے پر عجیب سی خوشی تھی۔

اچانک اسکے میز پر کافی کا مگ دھک کی آواز سے رکھا گیا۔

اسنے سر اٹھا دیکھا آیان اسے دیکھتے ہی مسکرایا تھا۔

'اتنا کہاں مصروف ہو کہ تم لنچ تک نہیں کرنے آئی۔

وہ اسکی کرسی کے قریب جھک کر لیپ ٹاپ کی سکرین دیکھ رہا تھا۔

'وہ مم۔۔۔میں تمہارا ہی کام کر رہی تھی۔

وہ اس کے اتنے پاس ہونے پر گھبرا گئی تھی۔

'واؤ اعلیٰ۔تم گریٹ ہو یار بلکہ گلاب جامن کی بھری ہوئی پلیٹ ہو۔

آیان نے اسکی گال تھپکی تھی۔

نوال کی تو گویا جان ہی نکل گئی۔ اسکے گال دہکنے لگے تھے۔ دل تو جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار ہو۔ یہ ہر وقت ستانے تپانے والا آیان تو ہر گز نہیں تھا۔ وہ اجکل اس کی کیئر کرنے لگا تھا۔ اسکے کھانے پینے کا دھیان رکھتا۔ اکثر لنچ اس کے ساتھ کرنے لگا تھا۔ دن میں ایک یا دو بار لازمی اس کے پاس آتا تھا۔

'تمہیں کیا ہو گیا ہے آیان۔ تم بدلے بدلے سے لگتے ہو۔

'ہاں۔۔۔وہ میرا سافٹ ویئر اپڈیٹ ہو گیا ہے۔

نار من نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔

وہ اب اسکے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔

'ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ اچھا بابا بتاؤ کیا چل رہا ہے۔

'پنکھا چل رہا ہے جاؤ لٹک جاؤ۔

نار من سارے لحاظ ایک طرف رکھتے ہوئے بولی۔

فرش پر پوچا لگاتا اکرم حلق پھاڑ کر ہنسا تھا۔

'تم کیوں اتنا ہنس رہے ہو باہر دھند پڑ رہی ہے اور تم یہاں پنکھا چلا کر بیٹھے ہو۔

'فرش سوکھنے میں ٹائم لگتا ہے صاحب۔ اب بیٹھ کر پھونکیں تو نہیں مار سکتا نا۔

نوال کی پھر سے ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

'اچھا اچھا بس۔ ایک تو زیان نے لینڈ مارک میں سارے جگت باز بھرتی کر رکھے ہیں۔

'اور ہمارے مرشد آپ ہیں۔

نوال دھیرے سے بولی تھی۔

'بیعت کر لو پھر میری۔

آیان چڑ کر بولا۔

'نہ بابا نا تم جیسا پیر تو اپنے مرید کو ہاتھ پکڑ کر جہنم چھوڑ آئے۔

مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تمہیں اپنی مریدی میں لینے کا۔ تم جیسے مرید تو مرشد کو ہی بیچ کر کھا جاتے ہیں۔

'ہاں مگر میں سوچ رہی ہوں کباڑ کا مال کون خریدتا ہو گا۔

آیان نے سکرین سے نگاہیں ہٹا کر گھور کر اسے دیکھا تھا۔

'اچھا اب تم بچو مجھ سے۔

اسنے لیپ ٹاپ سائیڈ پہ رکھا اور اس کے سامنے پڑا فائلز کا پلندہ اھل پتل کر دیا۔ سارے کاغذ ہوا میں اچھال دیے۔

مگر وہ اسے دیکھ کر پاگلوں کی طرح ہنسے جا رہی تھی۔ وہ اتنا ہنسی کہ انسو اس کے چہرے کو بھگونے لگے۔

آیان اسے بنا دیکھے لمحہ ضائع کیے بغیر اس کے کیبن سے نکلا تھا۔

کتنا تضاد ہے نامرد اور عورت کی تخلیق میں۔ عورت کو یہاں ایک من پسند شخص نہیں ملتا اور مردوں کو وہاں ستر حوریں تک مل جائیں گی۔

119

زیان اپنے آفس میں سربراہی کرسی پر بیٹھا تھا اسکے سامنے کی کرسیوں پہ دو40 سے 45 سال کی عمر کے مرد حضرات بیٹھے تھے۔

وہ بار بار فائیل کے اوراق اگے پیچھے کرتے ایک دوسرے سے استفسار کرتے نظر آرہے تھے۔

زیان کے سامنے لیپ ٹاپ کی سکرین پر سی سی ٹی وی میں ایک من چاہا چہرہ کاغذ پر آڑی ترچھی لائنیں لگانے میں مصروف تھا۔

زیان بار بار چور نظروں سے اس چہرے کی زیارت کرتا۔

'ٹھیک ہے مگر آپ کو نہیں لگتا کہ بجٹ زیادہ ہے۔

ان میں سے بائیں طرف بیٹھا ہوا شخص بولا۔

'پراجیکٹ بھی تو بڑا ہے نا۔ آپ ایک ہوٹل بنانے جا رہے ہیں ڈھابہ نہیں۔

زیان کے سرد رویے پر دونوں حضرات نے ایک دوسرے کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔

اچانک نار من کے ہاتھ سے پینسل چھوٹی اور نیچے جا گری۔

وہ میز کے نیچے جھکی اور پینسل اٹھائی مگر جیسے ہی اوپر اٹھی اس کا سر زور سے میز کے کونے سے ٹکرایا

زیان ایک لمحے کے لیے اپنی کرسی پر بیٹھا اچھلا تھا۔

'آپ ٹھیک ہیں۔

اس کے سامنے بیٹھے دونوں افراد اب تشویش سے اسے دیکھ رہے تھے۔

'ہم۔ہاں ہاں۔۔۔

مگر اس کی نظریں ابھی بھی اس پر جمی ہوئی تھیں۔

وہ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا سر سہلا رہی تھی۔اور چور نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی کہ کسی نے اس کو دیکھا تو نہیں۔

'پاگل۔

زیان زیر لب مسکرایا تھا۔

'آپ نہیں کچھ کہا۔

'نن۔۔ نہیں۔ خیر آپ یہ ہماری طرف سے اپنے باس کو انشاءاللہ سمجھا دیں گے مگر ان سے کہیے گا کہ ائندہ خود ملنے آئیں تو بہتر ہے ان کا سیٹ اپ نیا ہے ان کو کاروبار کو سنجیدگی سے لینا چاہیے۔

'وہ تو آنا چاہ رہے تھے مگر۔۔۔۔

ان میں سے بائیں طرف بیٹھے شخص نے بات بنانے کی کوشش کی۔

'خیر اب آپ جا سکتے ہیں۔

زیان کی نظریں لیپ ٹاپ سکرین پر گھڑی ہوئی تھیں۔

یہاں نار من پھر سے آڑی ترچھی لائنیں کھینچنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

120

'زیان------

مسز سفیر کی آواز پر زیان دروازے کی طرف دیکھا۔وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا۔ورک ہولک انسان

ارے میری پیاری ماں جی اپ نے سیڑھیاں چڑھنے کی زحمت کیوں کی۔پہلے ہی گھٹنوں میں درد رہتا ہے مجھے بلا لیا ہوتا۔

اس نے اگے بڑھ کے اپنی ماں کا ہاتھ عقیدت سے تھاما اور انہیں بیڈ پر بٹھایا۔

'میں نے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔اس لیے سوچا خود ہی چلی آؤں۔

'جی جی امی کہیے۔

اس نے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی تھی۔

'تمہیں نوال کیسی لگتی ہے۔

'یہ کیسا سوال ہوا بھلا۔ جیسی ہے ویسی ہی لگے گی۔

وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا۔

'زیان میں چاہتی ہوں کہ میں اسکو مانگ لوں تمہارے لیے۔

'امی۔۔۔ آپ

یہ سوچ بھی کیسے سکتی ہیں۔

اسکو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہتا

'زیان بس کر دو تم نے بنالی نا اپنی کمپنی۔ اب تمہیں خود پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ میرے بھی ارمان ہیں کہ میں تمہاری خوشیاں دیکھوں۔ تمہاری ہو گی تو پھر آیان کی باری آئے گی۔

'آپ اسکی کر دیں میرے سے پہلے بلکہ نوال سے ہی کر دیں۔

وہ پھر سی لیپ ٹاپ گود میں رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔

'زیان میں تم سے تمہاری بات کرنے آئی ہوں۔ تو مجھے ہاں یا نا میں جواب دو۔

مسز سفیر لہجہ اپ ذرا سا تلخ ہوا تھا۔

'امی میں اسے پسند نہیں کرتا۔

'پھر کسے پسند کرتے ہو۔

'وہ مطلب نہیں تھا مگر میں نے کبھی اسے اس نظر سے دیکھا بھی نہیں۔

'اب دیکھ لو۔ کزن میرج ایسے ہی ہوتی ہے۔ بلکہ سارا دن تمہارے ساتھ ہوتی ہے تم اس کی پسند ناپسند سے واقف ہو۔

'امی کیا شادی کرنے کے لیے صرف یہ پسند ناپسند کافی ہوتی ہے۔ ویسے بھی میری زندگی میں ابھی اور بھی ایک بڑا مقصد باقی ہے۔

'زیان میں نے تمہیں منع کیا تھا نا۔ میں نے وہ معاملہ اللہ پر چھوڑ رکھا ہے۔ میرے بچے ان چیزوں میں مت پڑو جہاں سے مجھے تمہارے لیے خوف محسوس ہونے لگے۔

'امی میں اپنے باپ کے قاتل کو کو چھوڑ دوں اور روز قیامت اپنے باپ کے سامنے آنکھیں جھکائے کھڑے رہوں یہ چاہتی ہیں آپ۔

اسنے لیپ ٹاپ ایک طرف پٹخا اور اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے ماتھے کو کھجایا تھا۔

'زیان میں نے بہت سمجھایا تھا تمہارے باپ کو کہ مت جائیں اتنی دور۔ مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اب تم بھی یہی کر رہے ہو۔

مسز سفیر کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں

'میں اپنے باپ کی قبر کو لاوارثوں کی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ جس نے مجھے اور میرے بھائی کو یتیم کیا میں اس کی نسلیں یتیم کر دوں گا۔

وہ بہڈ سے اٹھ کر ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

'یہ میری تربیت تو نہیں ہے زیان۔ اتنا غصہ اتنی نفرت تم میں کہاں سے آگئی۔

آنسو گرنے لگے تھے

'یہ اس بیٹے کا لہجہ ہے جس نے یتیمی جھیلی ہے امی۔ جس نے اپنے چھوٹے بھائی کو باپ کے لیے افسردہ دیکھا جس نے اپنی ماں کو راتوں کو چھپ چھپ کر دیکھا۔

وہ اب ماں کے پیروں میں بیٹھا تھا۔

نار من اب مزید نہیں سن سکتی تھی۔ اس نے لیپ ٹاپ کو وہی میز پر چھوڑا اور کھڑکی کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔

'میں ایک ایسے انسان پر گھات لگائے بیٹھی ہوں جس کا اپنا وجود لہولہان ہے۔ جس نے وہ تمام عذاب جھیلے ہیں جو میں اب تک سہتی آئی ہوں۔ میں اسے پہچان کیوں نہ سکی۔ اس کی شفاف آنکھوں میں مجھے وہ دکھ

کیوں نظر نہ آئے جو میرے وجود پہ داغ کی صورت میں ہے۔ میں اسے نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتی رہی اور وہ اپنے باپ کے قاتلوں کو ڈھونڈتا پھر رہا ہے میری طرح۔۔۔۔اوہ خدایا اوہ۔

اسنے بھاگ کر دو قدم دوری پہ پڑا موبائل اٹھایا اور کبیر کا نمبر ڈائل کیا مگر فون مصروف تھا۔ اسنے دوبارہ فون کیا اس بار فون کاٹ دیا گیا۔ وہ وہی بیڈ کیساز مین پر ٹیک لگائے بیٹھ گئی تھی۔ اسکے آنسو تھم نہیں رہے تھے۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'خبر پکی ہے نا۔

بہزاد سامنے پہلی رنگ پر ہی فون اٹھالیا تھا۔

خبر سنتے ہی ان کے چہرہ کا رنگ زرد ہوا تھا۔ انکے آفس میں ایک دم سے جیسے گھٹن بڑھ گئی تھی۔

انہوں نے فون میز پر پٹخا اور ٹائی کی نوٹ ڈھیلی کی۔

پسینے کے چند قطرے ماتھے پر ظاہر ہوئے تھے۔

جبکہ باکو میں موسم اج پہلے سے زیادہ خوشگوار تھا۔

انہوں نے تھوڑے توقف کے بعد پھر سے ایک نمبر ڈائل کیا اور موبائل کان سے لگایا۔

'کبیر کی واپسی سے پہلے پاکستان یہ خبر پہنچ جانی چاہیے اچھی یا بری۔ یہ تم بہتر جانتے ہو۔

دوٹوک بات کر کے فون کاٹ دیا گیا تھا۔

اب وہ جیسے بالکل ریلیکس تھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندلی تھیں۔

وہ آنکھیں بند کیے بہت عقیدت سے دعا مانگ رہی تھی۔ درگاہ پہ آج رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ شاید شام کا وقت تھا یوں جیسے مغرب ہونے والی ہو۔ مزار کے احاطے میں گلاب کے تازہ پھولوں کی مہک ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔

نار من نے بہت عقیدت سے دعا مانگ کر منہ پر ہاتھ پھیرے اور اطمینان سے اپنے ساتھ دائیں طرف دعا مانگتی ہوئی اپنی ماں کو دیکھا۔ انکے چہرے پر بہت جیسے کوئی الگ ہی نور تھا۔ شاید وہ بہت عرصے بعد اپنی ماں کو ان مشینوں سے نکلتی تاروں سے آزاد دیکھ رہی تھی۔ اچانک اسے بائیں طرف ایک گداز سا لمس محسوس ہوا۔ اس نے چہرہ گھما کر دیکھا تو زیان اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اسنے مسکرا کر زیان کے کندھے سے سر اٹکایا اور دائیں ہاتھ سے اپنی ماں کا ہاتھ تھاما تھا۔

پھر اچانک سے منظر دھندلانے لگا۔ وہ بھاگ رہی تھی کسی ویران اندھیری سڑک پر وہ مدد پیریے چلا رہی تھی۔ کبیر اسکے پیچھے تھا یوں جیسے وہ کبیر سے ہی بھاگتی پھر رہی ہو۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ اس کا تمام وجود پسینے سے شرابور تھا۔ سانس پھولی ہوئی تھی۔ وہ روتے روتے کب زمین پر سوئی اسے خود بھی پتہ نہیں چلا تھا۔

کبیر اسکے پیچھے تھا تو وہ پھر مدد کس سے مانگ رہی تھی وہ آخر کس سے بچ کر بھاگ رہی تھی۔

عجیب سی خوف نے اسے گھیر لیا تھا۔کلاک نے تین کا ہنسا پار کیا تھا مگر وہ اب دوبارہ سو نہیں سکی تھی۔

121

نوال شاید پوری رات سو نہیں سکی تھی۔اسکا چہرہ قدرے زرد اور آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔آفس سے چھٹی کے لیے وہ رات کو ہی اطلاع دے چکی تھی۔

کلاک 10 بجے کا عندیہ دے چکا تھا مگر وہ تھی کہ بستر سے اٹھ نہیں پا رہی تھی۔

اسے کل رات فون پر ہونے والی اپنی اور ماں کی گفتگو یاد آئی۔

کیا مائیں ایسی بے حس بھی ہو جایا کرتی ہیں۔اس نے لیٹے لیٹے سوچا۔

مگر انکا کیا قصور۔ میں جس سے محبت کرتی ہوں اس سے اظہار نہیں کر پائی تو ماں کو کیا بتاتی۔ لیکن کیا میں زیان بھا۔۔۔۔ئی سے شادی کر سکتی ہوں۔ اسنے تھوک نگلا تھا۔

'انکے ہم پر بہت احسان ہیں۔ تم جانتی ہو کہ ہم دو وقت کھانے کو ترستے تھے۔ انہوں غربت میں کیسے ساتھ دیا ہمارا۔ تمہارے پڑھائی کا سارا خرچہ اٹھایا۔ تمہیں نوکری دی۔ میں اتنی احسان فراموش نہیں ہو سکتی۔ اور یہ تو ان کی محبت ہے جو وہ تمہیں اپنی بہو بنانے کے لیے تیار ہیں۔ ورنہ آج کے دور میں غریب رشتہ داروں کو کون یاد رکھتا ہے نوال۔

اسکی ماں کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے۔ وہ الفاظ نہیں تھے احسان کے بوجھ تلے دبی ہوئی مظلوم منتیں تھیں۔

'امی آپ دیکھ لیں۔ اگر میری ونی دینے سے انکے احسان کا بدلہ پورا ہوتا ہے تو اپ حساب پورا کر دیں۔

اسنے ہاں کی صورت میں اپنی ماں کے دل پر نشتر چلائے تھے۔ اور فون بند کر دیا تھا۔

'کیا میں اس گھر میں آیان کے سامنے کسی اور کی بیوی بن کر خوش رہ سکوں گی۔ پھر میں بھابھی بن کر اس کی دلہن اپنے ہاتھوں سے لے کر آؤں گی۔ پھر میرے سامنے میں اسے کسی اور کا ہوتے دیکھوں گی۔

میں کمال ضبط کو خود پر آزماؤں گی۔

میں اپنے ہاتھوں سے اس کی دلہن سجاؤں گی۔

برسوں پہلے پڑھے ہوئے شعر میں چھپا قرب اسے آج سمجھ آیا تھا۔

آنسو پھر سے برسات شروع کر چکے تھے۔

اچانک ڈور بیل کی آواز سنائی دی۔

وہ بستر سے اٹھنا نہیں چاہ رہی تھی۔ مگر بیل بجانے والا شاید بیل پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا بھول چکا تھا۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بستر سے اٹھی۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور دروازہ کھولا۔

'اچھا ہوا تم نے دروازہ کھول دیا ورنہ میں تو اب سکیورٹی بلا کر دروازہ تڑوانے۔۔۔۔۔۔

اسکی حالت دیکھتے ہی آیان کے الفاظ اسکے گلے میں اٹک گئے تھے۔

'کیا ہوا ہے تمہیں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔

اسنے فوراہاتھ اس کے ماتھے پر رکھا۔

'کیا بخار ہے تمہیں۔

نوال نے اذیت سے آنکھیں بند کی تھیں۔

"اس نے تپتی ہوئی پیشانی پر جو ہاتھ رکھا۔

روح تک آگئی تاثیر مسیحائی کی"۔

مگر اس مسیحائی میں اذیت کے انگارے بھر چکے تھے۔

نن۔۔۔نہیں میں ٹھیک ہوں تم آؤاندر آؤ۔

وہ ایک جھٹکے سے دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

'تمہیں تیز بخار ہے۔اور تم کہہ رہی ہو کہ تم ٹھیک ہو۔اندر جانے کی بجائے چلو میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس

آیان نے اسکا بازو تھما تھا۔

میں نے کہانا میں ٹھیک ہوں۔

نوال نے ایک جھٹکے سے اس سے اپنا بازو علیحدہ کیا جیسے کسی ننگی تار نے اس کی نازک کلائی کو چھو لیا ہو۔وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر واپس پلٹی تھی

'کیا ہو گیا ہے تمہیں۔

وہ فکر مند سا اس کے پیچھے پیچھے فلیٹ میں داخل ہوا۔

'کچھ نہیں۔ بیٹھو تم بتاؤ کیا لو گے۔

نوال کے ماتھے پر پسینے کے ننھے قطرے چمک رہے تھے۔ اسے اسلام اباد میں رہتے ہوئے فروری کے موسم میں بھی پسینہ آرہا تھا۔

'ادھر آو یہاں بیٹھو۔

آیان نے اسے کندھے سے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا۔ اور خود اسکے سامنے بڑی سی چکور شکل کی لکڑی کے میز پر بیٹھا۔ جہاں کچھ میگزینز اور ڈیکور کی چیزیں پڑی تھیں۔

ہی فلیٹ بھی سفیر فیملی کی ہی ملکیت تھا۔زیان نے آس پاس فرنشڈ فلیٹ رینٹ پر دے رکھے تھے۔مگر اس فلیٹ میں نوال اور اس کی کزن رہتی تھیں۔تین بیڈ رومز ایک کچن ڈائننگ روم بڑا سا حال اور بالکونی۔فلیٹ ہر لحاظ سے پر کشش تھا۔

نوال کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی تھی۔وہ معصوم سے بچے کی طرح اس کے سامنے چہرہ جھکائے بیٹھی تھی۔بال الجھے ہوئے بکھرے ہوئے تھے۔

'نوال ہم دوست ہیں نا۔کیا میرا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اپنی پریشانی میں سب سے پہلے مجھے یاد کرتی۔

وہ اسکے چہرے پر آنے والے بالوں کو اسکے کانوں میں اٹکا رہا تھا۔

'میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔

وہ دھیرے سے بولی تھی۔

'تو مت کرو۔ تمہاری زندگی ہے اور فیصلہ لینے کا حق بھی تمہیں ہی ہونا چاہیے۔

'یہ تمہارا پیرس نہیں ہے۔ یہاں لڑکی کی شادی کا فیصلہ اس کے ماں باپ کرتے ہیں۔

"خالہ سے میں بات کروں گا۔ اس میں پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ ویسے ان کو اتنی جلدی کیوں ہے۔

وہ اسکی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

تمہاری امی کو جلدی ہے۔ خالہ امی نے زیان بھا۔۔۔ئ کے لیے۔۔۔۔

اسنے بمشکال لفظ بھائی ادا کیا اور بات ادھوری چھوڑ دی۔

'افف کیا مطلب یہ کب ہوا۔ وہ تو آویزہ کو پسند کرتا ہے تم جانتی ہو۔

'جانتی ہوں۔ مگر خالا امی نہیں جانتی شاید۔

اسنے آنسو صاف کیے تھے۔

'زیان منع کر دے گا تم ایسے ہی رو رو کر ہلکان ہو رہی ہو پاگل۔ اسنے پیار سے اس کے سر پر ایک چت لگائی تھی۔

'مگر ہر بار زیان نہیں ہو گا ہر بار منع نہیں کرے گا۔ مجھے کبھی نہ کبھی شادی کرنی ہی پڑے گی۔

'تو اس میں کیا پرابلم ہے۔ ہر لڑکی کرتی ہے۔

'کچھ نہیں۔ تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔

'کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو۔نوال کے کچن کی طرف جاتے پاؤں رک گئے تھے۔

وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

'کون ہے ہو۔ آیان نے دوبارہ سے پوچھا۔

'وہ میرے وقت کا سلطان ہے۔وہ نظریں جھکائے دھیرے سے بولی تھی۔

'سلطان کا نام اتہ پتہ بھی ہو گا نا کچھ۔

'اسکا نام بتا کر کیا کروں گی مگر اتنا بتا دیتی ہوں کہ وہ اپنا دل پیرس میں تڑوا آیا ہے۔ وہاں میری کوئی جگہ نہیں ہے۔

وہ بات مکمل کر کے کچن کی طرف بھاگی تھی۔ جبکہ آیان کے قدم وہیں جم گئے تھے۔

وہ اب کانپتے ہاتھوں سے کچن کیبنٹ کھول رہی تھی۔

آیان کا سامنا کیسے کرے گی وہ۔ اسے رہ رہ کر خود پہ غصہ آ رہا تھا۔

122

'زیان کیا تم مجھے لے چلو گے۔

زیان نے فائل صحیح نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔وہ صبح سے بجھی بجھی دکھائی دے رہی تھی۔وہ ایک بار بھی صبح سے اس کے آفس میں نہیں آئی تھی۔

احساس ندامت اور شرمندگی اسے زیان کا سامنا کرنے نہیں دے رہی تھی۔

زیان خود اس کے کیبن میں آگیا تھا۔مگر اب بھی نارمن زیادہ باتیں نہیں کر رہی تھی۔اسنے آتے ہی زیان کے سامنے فائل رکھ دی تھی۔وہ اسکی کرسی کے پاس کھڑا تھا۔

'ہاں ضرور کیوں نہیں۔مگر کیا تم ٹھیک ہو۔تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔

'ہاں میں ٹھیک ہوں۔

وہ اب تیز تیز لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلانے میں مصروف ہو گئی تھی۔

شاید وہ زیان کو نظر انداز کر رہی تھی۔ محبوب سے نظر انداز ہونا خود کو اپنی ہی نظروں کے سامنے بے وقت ہوتے دیکھنا ایک جیسا ہے۔ جب یہ سمجھ آتی ہے نا کہ ہم کسی کی ترجیحات میں نہیں رہے۔ یا وہ انسان جسے ہم نے اپنے دل کے شاہی خانے میں رکھا ہو اگر وہی انسان ہمیں پل میں بیگانہ کر دے تو موت ک اذیت جیتے جی سمجھ آنے لگتی ہے۔ اور موت بھی وہ جس پر لوگ باتحاشہ افسوس کریں۔

زیان سنجیدہ سا اپنے افس میں داخل ہوا۔ اور لیپ ٹاپ سکرین پہ سی سی ٹی وی آن کیا۔

نار من اپنے ہی بازوں میں اپنا چہرہ چھپائے میز پر سر رکھے بیٹھی تھی۔ پونی میں مقید بال اس کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔

آویزہ میں اس دنیا میں بڑے سے بڑا غم سہہ سکتا ہوں۔ مگر تمہاری نارسائی نہیں سہہ پاؤ گا۔ مجھے روگ مت لگانا میں تمہارا ہجر کاٹتے نہیں مرنا چاہتا۔ مجھے تو تمہارے ساتھ جنت تک جانا ہے۔ تم تو حور زادی ہو یقینا جنت میں ہی اچھی لگو گی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'میں بھول جاؤں گا کہ تم نے مجھ سے کبھی کوئی ایسی بات بھی کی تھی۔ تم بھی بھول جانا۔

نوال کانپتی ٹانگوں کے ساتھ کچن سے باہر آئی اور آیان کے سامنے میز پر چائے کا مگ رکھا۔ وہ جیسے صوفے پر کسی سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا۔

'اگر تم واقعی میں وقت کے سلطان ہوتے نا تو میں کہتی کہ مجھے اپنے حرم میں رہنے دو۔ مگر دیکھو میں کنیز تو ہوں اور تم سلطان بھی مگر۔۔۔۔۔۔

'کچھ اگر مگر نہیں نوال ہم دوست ہیں یہ بات یاد رکھو۔

ایان نے اسکی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔

'جانتی ہوں اسی لیے میں امی کو ہاں کر چکی ہوں۔اور میں کل جا رہی ہوں واپس گاؤں۔

'کیا مطلب۔تم نے ہاں کیوں کی تم جانتی ہو ناوہ کسی اور سے محبت کرتا ہے۔

'کیا فرق پڑتا ہے۔میں بھی تو کسی اور سے محبت کرتی ہوں۔اچھا ہے نا برابر کا رشتہ ہو گا۔

وہ جانے کس قرب سے مسکرائی تھی۔

ویسے بھی تم لوگوں کے بہت سے احسانات ہیں ہم پر۔میں وہ رقم تو لوٹا نہیں سکتی مگر۔۔۔۔۔

'کوئی احسانات نہیں ہے ہمارے تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو۔تمہیں لگتا ہے کہ میری امی ان پیسوں کے عوض تمہیں اوہ مائی گاڈ۔۔۔میں تو وہ الفاظ بھی نہیں بول پا رہا ہوں جو تم سوچ کر بیٹھی ہو۔

وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا اپنا ماتھا کھجا رہا تھا۔

دولت کا نعم البدل بس دولت ہی ہے۔ زندگی عزت اور سکون سے سے گزر رہی ہو تو محبت پر کمپرومائز کیا جا سکتا ہے۔ مگر دولت کو بس دولت ہی ریپلیس کر سکتی ہے۔

وہ اسکی پشت دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

'شٹ اپ اوکے۔ اب ایک لفظ نہیں۔ ہم نے تمہیں اپنی بہن سمجھا۔ اور تم ایسا سوچتی ہو۔

افسوس۔۔۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا بیرونی دروازے کی اور گیا اور باہر نکلتے ہوئے اس نے دروازہ کھینچ کر بند کیا تھا۔

دھڑام کی کی آواز پر نوال چونک گئی تھی۔

بہن۔

وہ ایک دفعہ پھر تکلیف سے مسکرائی تھی۔

123

آج تو درگاہ پر پہلے سے بھی زیادہ رش تھا۔ جمعرات کی شام درگاہ پر لنگر کا وسیع انتظام ہوتا ہے۔ لوگ نظر نیاز دلانے آتے تھے۔

نار من گاڑی میں بھی چپ چپ رہی تھی۔ زیان پورے راستے ہیں یہ سوچتا آیا کہ اخر وہ آج درگاہ پر کیا منت مانگنے آئی ہے۔ وہ اس قدر سنجیدہ ہے کہ اسے آج اس بھیڑ اور رش کی بھی پرواہ نہیں۔

وہ جلدی جلدی لوگوں کے بیچ میں سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ زیان اس کے ارد گرد آنے والے مرد حضرات کو ایک طرف کرنے کی کوشش کرتا۔ مگر وہ جیسے کسی اور ہی دنیا میں چل رہی تھی۔

ہم نے پھول اور چادر تو لی ہی نہیں۔

درگاہ کے وسیع صحن میں پہنچ کر وہ اچانک سے رکی تھی۔

'تم کافی جلدی جلدی چل رہی تھی میرے بھی ذہن سے نکل گیا۔ خیر تم رکو میں لے کر آتا ہوں۔

'تمہیں یہاں اکیلے رہنے میں کوئی مسئلہ تو نہیں۔

وہ جاتے جاتے پلٹا تھا۔

'نہیں میں کون سا چھوٹی بچی ہوں جو گم ہو جاؤں گی۔ تم جاؤ۔

وہ مسکرائی تھی۔

اور صبح سے لے کر اب تک دن میں پہلی بار زیان کے دل کو سکون محسوس ہوا تھا۔ وہ اسکے ایک بار مسکرانے پر تمام وسوسے خدشے بھول جاتا تھا۔

گاڑی وسیع کارپٹ روڈ پر بھاگ رہی تھی۔

آیان کے دماغ میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔

'وہ مجھ سے پیار کیسے کر سکتی ہے۔ جو محبت کو رسوا کرتے ہیں محبت پھر ان پر مہربان نہیں ہوتی۔ محبت دوسری بار میرے دل پر دستک کیوں دے رہی ہے۔ آخر کیوں مجھے اب بیلا خواب میں دکھائی نہیں دیتی۔ پہلے وہ جاگتی آنکھوں سے بھی مجھے دکھائی دیتی تھی۔

مگر جب سے میں نے درگاہ پر نوال کے آنسو دیکھے ہیں۔ مجھے بیلا کی آنکھیں اب کیوں نہیں ستاتی۔

اسنے گاڑی کے سٹیرنگ کو مضبوطی سے تھاما تھا۔ وہ اپنی ہی دھن میں گاڑی شہر سے دور لے آیا۔ شاید ہالے وے کے قریب تھا۔ سرسبز پہاڑ پورے قدو قامت سے کھڑے تھے۔

وہ گاڑی سے اترا اور ٹھنڈی ہوا کو گہری سانس میں اپنے اندر اتارا۔

'کیانوال نے درگاہ پہ مجھے مانگا تھا۔ کیا وہ آنسو میرے لیے تھے۔ یا خدا۔۔۔۔ یا خدا مجھے پھر سے اسے امتحان میں مت ڈالنا۔

میں محبت کی آزمائش پر پورا اترنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں پھر سے کسی کا دل توڑ دوں گا۔

وہ گاڑی سے ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھا تھا۔ اپنا چہرہ اس نے اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اسکی ہتھیلیاں گیلی ہو گئی تھیں۔

زیان نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

اس کی نظریں اچانک نار من پر اٹھیں۔

وہ پورے انہماک سے آنکھیں بند کیے دعا مانگ رہی تھی۔

'مجھے نہیں پتہ وہ یہاں کس مقصد سے آئی ہے۔ایسا کیا ہے جو اسے بے چین کر رہا ہے۔ مگر آپ اللہ کے ولی اور متقیوں میں سے ہیں آپ اللہ سے دعا کریں کہ آویزہ کی دعا پوری ہو۔وہ پھر کبھی بے چین نہ ہو۔چاہے میرے نصیب کی خوشیاں اسے مل جائیں۔چاہے اس کے نصیب کے سارے دکھ میری آنکھوں سے بہہ جائیں۔ مگر آویزہ خوش رہے بس۔

یہ کیسی دعا مانگی تھی اس نے۔اپنے لیے مانگا بھی تو کیا دکھ۔۔۔اور وہ بھی کسی اور کے حصے کے۔

نار من تو مگر کسی اور ہی دنیا میں تھی شاید۔اسکی پلکوں کی جھالر ابھی بھی گری ہوئی تھی۔

',میں یہاں آپ کو خواب سنانے آئی ہوں۔میں اسی جگہ کھڑی تھی زیان کے ساتھ۔میری ماں بھی یہی تھیں۔اس خواب کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔مجھے سمجھائیں میری ماں یہاں کیسے آئیں۔زیان کیوں تھا یہاں کبیر کہاں تھا۔میری زندگی تو پہلے ہی بہت الجھی ہوئی ہے۔خدارا میری زندگی کو اور مت الجھائیں۔مجھے

ایسے خواب مت دکھائیں کہ جس میں میرے اپنے میرے ساتھ نہ ہوں۔اب دعا کریں کہ خدا مجھ پر سارے راز آشکار کر دے۔

اچانک کسی بچے کی زور سے رونے کی آواز درگاہ میں گونجی۔

نار من نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں تھیں۔بچہ ماں کی گود سے نیچے گرا تھا۔اسکی ماں کی نہ جانے گرفت اتنی کمزور کیسے ہو گئی۔مائیں تو اولاد کو کبھی گرنے نہیں دیتیں۔اولاد کی سختیاں خود جھیل لیتی ہیں مگر اولاد کو گرم ہوا تک نہیں لگنے دیتیں۔پھر یہ بچہ ماں کی چھولی سے کیسے گرا۔

کیا کسی غیر مری قوت نے اسے دعا کرنے سے روک دیا تھا۔

نار من کو اپنی ماں شدت سے یاد آئی تھی۔اسنے زرد چہرے کے ساتھ زیان کو دیکھا۔

'تم ٹھیک ہو نا۔

ہمم۔ چلو چلتے ہیں۔

وہ دبے پاؤں اس کے آگے آگے چل رہی تھی۔

'خدا کرے کبھی تمہیں وقت کا لکھا نہ کاٹنا پڑے۔ خدا کرے وقت تمہیں کبھی مات نہ دے سکے۔ جو وقت سے جیت جاتا ہے وہ نصیب سے بھی جیت جاتا ہے۔

زیان کے دل نے اسے ٹوٹ کے چاہا تھا۔ مگر وہ اس کی تمام تر شدتوں سے ناواقف تھی۔

اسی شش و پنج میں وہ اچانک بھیڑ میں گم ہو گئی۔ زیان اپنی ہی سوچوں میں مگن تھا۔ آویزہ کو نہ پا کر اسکی تو سانس رک گئی تھی۔

وہ اب دیوانہ وار آگے بڑھ رہا تھا جب اسے سیاہ شال نظر آئی۔ اسنے گہری سانس خارج کی تھی۔

زیان نے فورا آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔

وہ رک گئی تھی۔

'مجھے لگا تم گُم ہو گئی۔

'کم آن زیان میں بچی نہیں ہوں۔

زیان نے افسردگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

درگاہ سے باہر نکلتے وہ راستے میں ایک نو عمر لڑکے سے ٹکرائی۔ وہ لکڑی کی چھڑی پر پھولوں کے گجرے لٹکائے اس کی طرف پر امید نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

'کیا میں یہ خرید لوں۔

'کیوں نہیں۔ تمہارے ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے بہت اچھے لگیں گے۔

وہ لڑکا اسے جلدی جلدی گلاب کے پھولوں والے گجرے دینے لگا۔

'نہیں مجھے سرخ نہیں مجھے یہ کلر چاہیے۔

وہ موتیے کے گجروں کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

'مگر لڑکیوں کو تو سرخ رنگ پسند ہوتا ہے۔

زیان اس کی پسند پر حیران ہوا تھا۔

'میں نے اپنی زندگی میں سرخ رنگ بہت دیکھا ہے۔ مجھے اب خوف آتا ہے اس رنگ سے۔

'میں بلیک سٹی کو ریڈ بلڈ سٹی میں بدل دوں گا۔

نار من کے کانوں میں اچانک سے کبیر کے الفاظ گونجے۔

نار من کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

کچھ سال پہلے جب اس کی ماں کو پہلی بار اذائلم شفٹ کیا گیا تھا وہ باکو میں سمندر کے کنارے بیٹھی رو رہی تھی۔

کبیر اسکے ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔

'اس شہر نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔باپ بھائی اور اب ماں بھی۔

وہ سسک رہی تھی۔

'میں قسم کھاتا ہوں نار من کہ میں اس بلیک سٹی کو ریڈ بلڈ سٹی میں تبدیل کر دوں گا۔

کبیر کے الفاظ اب منظر پر سے ہٹ گئے تھے۔

"کم کہتا ہے وہ اس بلیک سٹی کو ریڈ بلڈ سٹی میں تبدیل کر دے گا۔

یہ بات تو منقشے نے بھی بتائی تھا جب ایرک اغوا ہو تھا۔

"کیا کبیر ہی۔۔۔۔۔۔۔

آویزہ۔۔۔۔۔

زیان کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں واپس لائی تھی۔وہ گجرے خرید کر پیسے بھی ادا کر چکا تھا۔

"کیا ہوا۔یہ لو اپنے گجرے۔

نار من نے سست روی سے گجرے تھامے تھے۔

وہ اب زیان کے پیچھے پیچھے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی چل رہی تھی۔

124

'تم نے گجرے نہیں پہنے۔

وہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہے بولا۔

'ہاں مگر مجھے پہننے نہیں آتے۔

'اچھا ادھر لاؤ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

وہ گجرے اسکے ہاتھ سے لیتے ہوئے بولا۔

'تمہیں جیسے بہت تجربہ ہے گجرے پہنانے کا۔

'نن۔۔ نہیں تو

وہ گھبرا گیا تھا

ایک بار پرانے سامان میں سوکھے ہوئے گجرے ملے تھے۔امیر ان کو دیکھ کر افسردہ ہو گئی تھی۔وہ بابا نے دلائے تھے ان کو۔

زیان اسکے بائیں ہاتھ میں گجرا پہنا چکا تھا۔نار من نے دوسرا بازو آگے کیا۔

میں انکے لیے گجرے لایا تھا۔پہلی دفعہ پھر اب تمہیں لے کر دیے ہیں۔

وہ اسکے دوسرے ہاتھ پر گجرا پہناتے ہوئے بولا۔

'تمہارے بابا تمہاری امی سے بہت پیار کرتے تھے۔

وہ پتہ نہیں کیوں بات کو طول دینا چاہتی تھی۔

'ہمم بہت۔

وہ اسکے سفید ہاتھوں میں سفید گجروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ان میں اسے اب اپنی ماں کے ہاتھوں کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

'میرے بابا بھی میری ماں سے بہت پیار کرتے تھے۔ مگر۔۔۔۔۔

'مگر انہوں نے دوسری شادی کر لی ہے نا۔ تم نے بتایا تھا

زیان نے اس کے بعد بیچ میں کاٹ دی۔ ورنہ اج وہ جس کیفیت میں تھی مبادا کے سچ ہی بول دیتی۔

'ہاں ہاں۔ ایسا ہی ہوا تھا۔ خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیسے لگ رہے ہیں میرے ہاتھوں میں یہ۔

وہ اپنی دونوں کلائیاں اس کے قریب کرتی ہوئی بولی۔ اسے بات پلٹنا خوب آتی تھی۔

'بہت خوبصورت شاید یہ پھول اپنی قسمت پر اب رشک کر رہے ہوں گے۔

'افف تم اور تمہاری یہ مشکل باتیں۔

وہ مسکرا دی تھی۔

'اب چلیں واپس۔

'ہاں جا رہے ہیں مگر واپس نہیں ابھی راستے میں ہی انڈر کنسٹرکشن بلڈنگ ہے پہلے وہاں رکیں گے۔

مگر وہ شاید جلدی میں لگ رہی تھی۔ اسے ہر صورت آج کبیر سے ہی بات کرنی تھی۔

آیان گھر پہنچتے ہی اپنے روم میں چلا گیا تھا۔ اسنے دراز سے سلیپنگ پلز نکالی پانی سے اپنی حلق میں اتاری تھی۔

یادوں کے بوجھ بہت مشقت سے اٹھانے پڑتے ہیں۔ کندھے جھک جاتے ہیں اور جسم میں جان نہیں رہتی۔

باکو میں رات کے سائے بلند ہو رہے تھے۔ ایرک اور منقشے بالکل لاتعلق سے ہو گئے تھے۔ وہ رات دیر سے گھر آتا اور صبح ہونے سے پہلے ہی نکل جاتا۔

منقشے نے بھی اسے مزید صفائی نہیں دی تھی۔

اگر مرد کی غیرت پر شک کے پردے پڑ جائیں تو وہ عورت کی وفائیں روندنے میں لمحہ نہیں لگاتا۔

ایرک نہیں دروازہ کھلنے کی اواز پر سر اٹھایا تو شناسا ادمی کو دیکھ کر اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ ابھی بھی اپنے کیبن میں ہی موجود تھا۔

شناسا آدمی نے اسے براؤن تھمایا تھا۔

'تمہیں یقین ہے۔

'ایرک نے اس سے پوچھا۔

'ٹو ہنڈریڈ پرسنٹ۔

شناسا آدمی پورا اعتماد لہجے سے بولا۔

'اوہ تو آج اس کم کا پردہ فاش ہو گا۔ چلو دیکھتے ہیں کون ہے یا افلاطون

ایرک نے جیسے ہی اینویلپ کھولا اسکے ہاتھ کانپ گئے تھے۔

ہاتھ میں پکڑی کم کی تصویر اسے چیخ چیخ کر بتا رہی تھی کہ وہ کون ہے۔

'باقی کے ثبوت اس فلیش میں ہیں مگر آپکو اپنا وعدہ یاد رکھنا ہو گا۔ مجھے سزا نہیں ہونے دیں گے آپ۔

شناسا آدمی اسکے بدلتے تیور دیکھ کر بولا۔

'ہاں ہاں میں سنبھال لو گا تم جاؤ اب۔

ایرک نے فون پر منقشے کا کا نمبر ڈائل کیا مگر پھر سوچ کر موبائل واپس میز پر رکھا۔

اور لیپ ٹاپ سکرین اوپن کی۔

اسے پہلے وہ تمام ثبوت سیو کرنے تھے۔

125

پاکستان میں مغربین کے بعد شام کے سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے۔

نار من تھک چکی تھی۔ مگر زیان کا کام تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

وہ انڈر کنسٹرکشن بزنس کے ٹوٹے پھوٹے سے آفس میں بیٹھا پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے میٹنگ میں مصروف تھا۔

وہ اسکے برابر والے کرسی پر بیٹھی ہاں میں ہاں ملاتی جا رہی تھی۔ اسکے دل میں کبیر کو لے کر ایک کانٹا سا اُگ آیا تھا۔

اسنے زیان سے ضروری کال کا کہہ کر سائیڈ پر ہو کر کبیر کا نمبر بھی ڈائل کیا تھا مگر اس کا نمبر بند تھا۔

وہ کبیر پر شک کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ اسنے دل کو تسلی دی کہ کبیر اس کا محافظ ہے اسکی پہلی محبت وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر گینگسٹر نہیں۔

وہاں اب مزدور طبقہ اپنی اپنے گھروں کی راہ لے چکا تھا۔ مگر تین انجینیئرز نار من اور اس کا باس۔۔۔۔ دی زیان۔ ابھی بھی وہیں موجود تھے۔ سامنے لمبے لمبے چارٹس پیپر جن پر ڈرائنگز بنی ہوئی تھیں۔ بار بار کبھی لکیریں مٹائی جاتیں تو کبھی دوبارہ سے بنائی جاتیں۔

نار من اب مزید اپنی آنکھوں پر ظلم نہیں کر سکتی تھی۔ نیند بار بار انتہائی شدت سے حملہ کرتی۔

نار من نے جمائی روکنے کی انتہائی کوشش کی مگر ناکام رہی۔

زیان اچانک سے بات کرتے کرتے رکا اور جمائی لینے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھا۔

وہاں موجود ان تین انجینیئرز نے بھی ایک ساتھ جمائی لی تھی۔

اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کوئی آپ کو توجہ سے سن رہا ہے تو جمائی لیں۔ وہ شخص بھی جمائی لے تو سمجھ جائیں کہ تمام تر توجہ آپ ہی کی طرف ہے۔

نار من اب خجل سے ہی مسکرائی تھی۔

"لگتا ہے سب بہت تھک گئے ہیں چلیں اب پیک اپ کرتے ہیں۔ ویک اینڈ کی وجہ سے میں تو چاہ رہا تھا کام آج ہی نمٹ جائے مگر آپ سب بہت تھک چکے ہیں۔

زیان نار من کی طرف شرارت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

گھر کا بیرونی دروازہ کھولتے ہوئے ایرک کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔وہ منقشے کو جو حقیقت بتانے جا رہا تھا پتہ نہیں وہ سن کر کیساری ایکٹ کرتی۔

وہ دل ہی دل میں تانا بانا سا بن رہا تھا۔

منقشے کے نام کی دہائی دے رہا تھا۔جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا۔سنسان کمرہ اسکا منہ چڑا رہا تھا۔

"جب مدت ختم ہونے لگتی ہے تو باتیں مختصر ہو جایا کرتی ہیں ایرک۔۔۔اور شاید تمہاری زندگی میں میری مدت اب ختم ہو چکی ہے۔

اسنے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر چپکا نوٹ پڑھا۔

'نن۔۔۔نہیں نہیں منقشے تم نہیں جا سکتی۔اوہ گاڈ

وہ فوراً باہر کی جانب بھاگا تھا۔

وہ لوگ ابھی گھر سے آدھے گھنٹے کی دوری پر تھے۔ کہ گاڑی اچانک رک گئی

'افف افف__ف آیان۔ زیان نے اکتا کر اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔

'کیا ہوا۔۔۔۔

'آیان نے کل میری گاڑی استعمال کی۔ اور پیٹرول فل نہیں کروایا گدھا کہیں کا۔۔ اور اس سے بڑا گدھا میں ہوں جس نے دھیان نہیں دیا۔

نار من مسکرادی تھی۔

'اب۔۔۔

'اب کیا۔دوسری گاڑی منگوانی پڑے گی۔وہ موبائل پر ایک نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا۔

'جب تک گاڑی نہیں آجاتی ہم تھوڑی واک کرلیں۔ورنہ میں سو جاؤں گی۔

'کوئی بات نہیں تم سو جاؤ۔

'نہیں۔واک کرتے ہیں۔

وہ گاڑی سے نیچے اتری زیان نے سردی کی بڑھتی ہوئی شدت دیکھ بیک سیٹ پر پڑی سکن سے کلر کی شال اپنے کندھوں پر اوڑھی اور گاڑی لاک کی۔ وہ ایک سنسان سی لمبی سڑک پر چلنے لگے۔

آس پاس سے اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔

شام کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔

'یہاں سمندر نہیں ہے۔

ٹھنڈی ہوا نارمن کے بالوں کو اسکے چہرے کا طواف کروا رہی تھی۔

'نہیں اس شہر میں تو نہیں ہے۔

وہ اس سے ایک قدم پیچھے چل رہا تھا یوں جیسے اس کے قدموں کے نشان ڈھونڈ رہا ہو۔

'مجھے سمندر پسند ہے۔وہ مجھے ہیل کرتا ہے۔

وہ دھیرے سے بولی۔

زیان نے رک کر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا تھا۔

اس لڑکی کو آخر کیا زخم لگ گیا ہے جو وہ خود کو ہیل کرنے کے لیے سمندر ڈھونڈ رہی ہے۔

وہ بھی اسکے ہوتے ہوئے۔۔۔اِسے آخر خود کو ہیل کرنے کے لیے کھارے پانی کی ہی ضرورت کیوں پڑی۔

یہ تو اسکی چاہ کی توہین تھی۔اور پھر میل ڈومیننٹ سوسائٹی میں مرد اپنی توہین کب برداشت کیا کرتے ہیں۔

وہ اندر ہی اندر خود سے الجھنے لگا۔

'میرے بابا کہتے ہیں سمندر سب سے بڑا رازدان ہوتا ہے۔

نار من اس کی چپ دیکھ کر پھر سے بولی تھی۔

اب وہ اس سے زیادہ باتیں کرنے لگی تھی۔ہسنے لگی تھی۔بنا مطلب بنا سوچے کی جانے والی باتیں۔

'تم کون ہو۔

زیان کے اچانک سوال کرنے پر نار من کے قدم لڑکھڑائے تھے۔

'کک۔۔۔کیا مطلب۔۔۔۔

'کبھی کبھی تم بہت اپنی لگتی ہو خود کے بہت قریب۔میری واحد اکلوتی دوست۔

مگر کبھی کبھی بہت بیگانی لگتی ہو۔جیسے میں تمہارے چہرے تک سے واقف نہ ہوں۔

نار من نے اس کی آنکھوں میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔وہاں دوستی کی آڑ میں چھپی محبت بار بار اسکی سیاہ آنکھوں کی پتلیوں سے چھلک رہی تھی۔

"میں ادھورے خواب کی مانند کسی سحر زدہ سی شام کا بے رونق حصہ ہوں۔

نار من دھیرے سے بولی تھی۔ اتنا دھیرے کہ زیان اسے سن نہیں پایا۔

اندھیرا بڑھ گیا تھا۔ سڑک کے آس پاس درختوں کی لمبی قطاریں تھیں۔ نار من نے سردی کے باعث اپنی باہیں سمیٹی تھیں۔

زیان ایک دم سے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

اپنے کندھوں پر پڑی شال اتاری اور نار من کے کندھوں پر اوڑھا دی۔

نار من کا سانس اٹکا تھا۔ اسنے پہلی بار ان گہری آنکھوں میں اپنے لیے شدت دیکھی تھی۔

وہ شدت جو ہمیشہ وہ کبیر کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتی تھی۔

ایرک باکو کی سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا مگر منقشے کہیں غائب ہو گئی تھی۔

عورت خود پہ مر مٹنے والے کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہے۔ مگر مرد خود پہ مر مٹنے والی کو نہ گھر کا رہنے دیتا ہے نہ گھاٹ کا۔

126

آیان ڈنر کے لیے ٹیبل پہ نہیں آیا تھا۔ کبریٰ آپا اسکا دروازہ بجا بجا کے تھک کر واپس پلٹ گئی تھیں۔

مسز سفیر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ زیان بیرونی دروازے سے گھر میں داخل ہوا۔

دیکھو زرا کبریٰ زیان ہو گا۔

اس سے پہلے کہ زیان زینے پھلانگتا اپنے کمرے میں جاتا۔

کبریٰ آپا نے اسے ماں کا پیغام دیا۔

وہ جیسے عجلت میں تھا۔ مگر ماں کا حکم رد نہیں کر پایا۔

'السلام علیکم۔ اس نے جھک کے ماں کے سر پر بوسہ دیا تھا۔

'اگر تم اتفاق سے گھر آ گئے ہو تو کھانا ہی کھالو ماں کا ساتھ۔ آیان بھی کمرے سے باہر نہیں آیا۔

مجھے سمجھ نہیں آتی آخر تم لوگوں کا بزنس کیسا ہے نہ دن کی خبر نہ رات کا پتہ۔

وہ ماں کی صلواتیں نظر انداز کرتا ہوا کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔

وہ معمول سے ہٹ کر آج کچھ زیادہ ہی خاموش تھا۔

مسز سفیر نے اسکی پلیٹ میں پلاؤ اور سلاد رکھا۔

اسکی نگاہ سفید پلیٹ کی اطراف میں دھاری دار گولڈن پٹی پر مرکوز تھیں۔

'سمندر مجھے ہیل کرتا ہے۔

اسے بار بار یہ الفاظ بازگشت کی طرح سنائی دے رہے تھے۔

'زیان تم پریشان ہو۔

ماں کوسوں دور بھی ہو تو اولاد کی پریشانی بھانپ لیتی ہے۔وہ تو پھر اسکے سامنے موجود تھیں۔

'نن۔نہیں بس بزنس میٹرز۔

'ہمم۔جانتی ہوں میں۔میرے بیٹے بہت خوددار ہیں اپنی ماں سے تو کبھی کچھ شیئر نہیں کریں گے۔

وہ خفا ہوئیں۔

'امی پلیز ایسے مت سوچا کریں ہم کبھی بھی آپ سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔

وہ بظاہر کھانا کھانے میں مصروف نظر آنے لگا۔

'اچھا۔ پھر سچ سچ بتاؤ کہ شادی سے انکار کیوں کر رہے ہو۔

مسز سفیر نے ابھی تک کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

'امی میں نے بتایا نا میں ابھی اپنا فوکس بزنس پر رکھنا چاہتا ہوں۔

'سچ بتاؤ زیان صرف سچ

انکے لہجے میں اب درشتی تھی۔

'ماں میں کسی کو پسند کرتا ہوں۔

وہ اب مزید بھاگ نہیں سکتا تھا۔

'کون۔۔۔ آویزہ۔

زیان نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔

ماؤں کو الہام ہوتے ہیں آج اسے اس بات پر یقین آ گیا تھا۔

'وہ اچھی لڑکی ہے لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ ہمارے ماحول میں سیٹ ہو سکے گی۔ نوال تمہاری کزن ہے تم بچپن سے اسے جانتے ہو۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ آویزہ تمہیں پسند کرتی ہو گی۔

زیان کے چہرے کا تاثر بدلا تھا۔

'امی پلیز مجھے کچھ وقت دیں۔ میں ایک بار اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ انکار کر دے گی تو میں وعدہ کرتا ہوں میں اسی لمحے نوال سے شادی کرنے کے لیے ہاں کہہ دوں گا۔

'ٹھیک ہے۔

کچھ تھا آج سفیر فیملی کے گھریلو ماحول میں عجیب سا کچھ۔ ان دو لوگوں کا اندرونی شاید تناؤ کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تھا۔

ایک کا دل پل پل تڑپتا تھا اور دوسرے نے خود پر محبت نہ کرنے کے پہرے لگا رکھے تھے۔

'دانین مجھے افسوس ہے کہ تم میرا خون ہو۔

بہزاد صاحب اسکے سر پہ کھڑے تھے۔ البتہ چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا جیسے وہ بالکل ٹوٹ گئے تھے۔

دانین سامان پیک کرنے میں اس قدر مصروف تھی کہ وہ اپنے باپ کا لہجہ تک نہیں سمجھ سکی تھی۔

'مجھے لگا تھا کہ تم کبیر کو پسند کرتی ہو۔

وہ اب کمرے میں رکھے گرے جو سفین پہ تھکے ہارے سے بیٹھے تھے۔

بیڈ پر بے تحاشہ کپڑے جوتے پھیلے ہوئے تھے۔اور کچھ کاسمیٹکس کا سامان۔

بہت تیز تیز ہاتھ چلا رہی تھی۔

'مجھے بھی لگتا تھا کہ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ مگر نِک اس سے کئی گنا بہتر ہے اور مجھے لگتا ہے کہ انسان ہمیشہ بہتر کی ہی تلاش میں ہوتا ہے۔

اسنے اپنے تیئں اپنا فلسفہ جھاڑا تھا۔

'تو اگر تمہیں کل اس نک سے بہتر انسان مل گیا تو کیا تم اس کو بھی چھوڑ دو گی۔

'ڈیپینڈ کرتا ہے۔

وہ سوٹ کیس کی زپ لاک کرتے ہوئے بولی۔

'رشتوں کو بہتری کی کسوٹی پہ نہیں ناپنا چاہیے۔ بعض اوقات ہمیں لگتا ہے کہ رشتے بوجھ ہیں مگر جب انسان تکلیف میں ہوتا ہے تو سب سے پہلے سپورٹ ہمیں اپنے فیملی سے ہی ملتی ہے۔

'اس لیے آپ نے کبیر اور نار من کو خود سے باندھے رکھا ہے نا۔ نار من تو آپکی فیملی کا حصہ بھی نہیں تھی۔

بہزاد صاحب کے چہرے کا تاثر بدلا تھا۔

نن۔۔۔ نہیں بلکہ آپ نے اپنا گناہ چھپانے کے لیے نار من کو اپنے ساتھ رکھا۔

وہ اب گھوم کر باپ کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

کٹے ہوے بال کندھوں پر پھیلے ہوئے تھے۔بالوں میں پرپل اور رائل بلو کلر کی سٹریکس چہرہ بار بار ہونے والے بٹوکس کی وجہ سے بے تاثر تھا۔

'جب نارمن کو پتہ چلے کہ آپ ہی اس کی فیملی کے قاتل ہیں تو وہ آپ کو صرف اس لیے معاف کرے کہ آپ نے اس کی پرورش کی۔یا اس کی ماں کا خیال رکھا۔

'دانین۔۔۔۔۔

وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے تھے۔

'مجھے یہ بات بہت پہلے پتہ چل گئ تھی ڈیڈ۔مگر میں چپ رہی میں ہمیشہ اس بے قصور لڑکی سے لڑتی رہی پتہ ہے کیوں۔کیونکہ میں آپ سے محبت کرتی تھی ڈیڈ مجھے آپ کی توجہ چاہیے تھی۔

مگر میں اب تھک گئی ہوں۔ میں بھی اپنی زندگی میں کوئی ایسا چاہتی ہوں جس کا ہاتھ پکڑ کر میں دنیا دیکھوں مجھے اچھا برا سمجھائے جو میری خوشی میں میرے ساتھ ہو میرے آنسو پونچھے۔ میں اب اپنی تنہائی اور ٹائم پاس ریلیشن سے اکتا چکی ہوں۔

'اس لیے مجھے فرق بھی نہیں پڑتا کہ آپ نے کیا کیا۔ اور نار من کبھی آپ کو معاف کرے گی یا نہیں۔ ڈیڈ میں جا رہی ہوں ہمیشہ کے لیے۔

'دانین۔ تمہیں دکھ ہو گا مگر وہ شخص تمہاری چاہ پوری نہیں کر سکے گا۔ وہ تمہاری دولت کا اسیر ہے تمہارا نہیں۔ باقی تم سمجھدار ہو۔

وہ وجیہہ انداز میں اٹھے کوٹ کا بٹن بند کیا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

دانین وہیں کھڑی لب کاٹتی رہ گئی۔ مگر وہ فیصلہ کر چکی تھی۔ اس کے اور اس کے بعد میں صرف ایک چیز مشترک تھی۔ ضد۔

وہ کبیر سے صرف اس لیے دست بردار ہوئی تھی کیونکہ وہ اب اور کسی فیملی سیکرٹ کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ یا پھر وہ جان گئی تھی کہ کبیر کبھی بھی اس سے محبت نہیں کر سکے گا۔ اسے مزید محرومیوں بھری زندگی نہیں چاہیے تھی۔

'کسی کے کندھے پر سر رکھ کے ہجر کاٹنا آسان ہے۔ کسی کا سہارا لے کر کسی اور کو بھولنا اس سے بھی آسان ہے۔

زیان تمام رات سو نہیں سکا تھا۔ آخر وہ لیٹے لیٹے تنگ آ گیا تو کھلی فضا میں سانس لینے کے لیے بالکونی کی طرف آیا۔

آیان کافی مگ پکڑے ہیماک پہ بیٹھا تھا۔

'تم آدھی رات کو کافی کب سے پینے لگ گئے۔

زیان اس کے سامنے رکھیں کرسی پر بیٹھا تھا۔

یوں ہی وہ آویزہ کے سامنے بیٹھا تھا۔وہ ہیماک پہ بیٹھی اسے محبت کا فلسفہ سمجھا رہی تھی۔

'میں شام میں سویا تھا تو اب دوبارہ نیند نہیں آ رہی اس لیے یہاں آ گیا۔زیادہ سونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔

'اچھا۔

سیاہ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ماحول میں پھیلے تناؤ کو کم کر رہی تھی۔

'کل حانم آنٹی کی طرف فنکشن ہے تم چلو گے۔

آیان شاید اسکے چہرے کے تاثر پڑھ رہا تھا اور دوسری طرف اپنے چہرے پر پھیلی اداسی چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

'ہاں۔شاید

'تم کل آویزہ سے بات کر لینا زیان۔وقت کسی کے لیے نہیں رکتا۔

'ہاں میں کروں گا۔

'اگر وہ نہ مانی تو۔

یہ سوال تو وہ خود سے کئی بار پوچھ چکا تھا۔

'پھر میں نوال سے شادی کر لوں گا۔

آیان کا سانس اٹکا تھا۔ مگ پر اسکی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔

'میری دعا ہے کہ تم کبھی اپنی محبت سے محروم نہ رہو۔

اب ماحول میں تناؤ پھر سے بڑھ گیا تھا ٹھنڈی ہوا کو شکست ہوئی تھی۔

آیان اسے وہیں چھوڑ کر دوبارہ سے اپنے کمرے میں لاک ہو گیا تھا۔

اسکی آنکھوں کے کنارے نہ جانے کیوں بھیگتے جا رہے تھے۔

کبیر سے بات ہوئے تقریبا ایک ہفتہ ہونے کو تھا۔ وہ جب بھی بزنس ٹور پہ جاتا تھا ہمیشہ اپنا فون بند کر دیتا تھا۔

یہ منتق آج تک نار من سمجھ نہ پائی تھی۔

وہ اس سے بار بار رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی نہ جانے کیوں دل میں کم نام کا ایک کانٹا سا چبھ گیا تھا۔

اسے ہسپتال سے ماں کی خبر باقاعدگی سے مل رہی تھی مگر کبیر کی کوئی خبر نہیں تھی۔

اسنے موبائل بیڈ پہ پھینکا اور ستے ہوئے انداز میں سیاہ ڈائری کھول کے سامنے رکھی تھی۔

آج اسے وہاں اپنے دل کی تفصیل نہیں لکھنی تھی وہاں آج اسے شکوے لکھنے تھے۔

ہاں اب وہ شکوؤں پر اتر آئی تھی اب اسے محبوب کی خامیاں نظر آنے لگی تھیں۔

آنکھوں پہ بندی محبت کی پٹی ڈھیلی ہونے لگی تھی۔

کیا اسکی وجہ صرف کم نام کا تجسس ہے یا پھر زیان کی آنکھوں میں چھپی اپنائیت۔

فیصلہ کر پانا مشکل تھا۔

127

باکو میں اچانک سے گھٹن بڑھ گئی تھی یوں جیسے سارا شہر ہی کسی اسیب کی زد میں آ گیا ہو۔

ایرک کو اب تک منقشے کی کوئی خبر نہ ملی تھی۔

وہ اسکے ہر جاننے والے دریافت جر چکا تھا۔

پہلی بار ایرک اور اس کا سسر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ہی منقشے کو ڈھونڈنے کے لیے سر تا پا بے قرار تھے۔

البتہ اسے اپنے سسر کی طرف سے دو تین بار دھمکی امیز فون آ چکے تھے۔

بہزاد صاحب بھی جیسے کمرے کی گھٹن کو مزید برداشت نہیں کر پائے تھے وہ اپنے کمرے سے اٹھے اور دیوار گیر کھڑکی کھول کر کھڑے ہوئے۔

اتنے سالوں میں پہلی دفعہ دانین نے انہیں ان کا اصلی چہرہ دکھا دیا تھا۔ دانین گھر چھوڑ کر اپنے کسی انگریز بوائے فرینڈ کے ساتھ شادی کرنے جا رہی تھی۔

بہزاد صاحب اچھے سے جانتے تھے کہ یہ شادی صرف دانین کی دولت کے لیے ہو رہی ہے۔

مگر دانین کا لہجہ دیکھ کر وہ سمجھ چکے تھے کہ اب کی بار انہیں مات ان کی بیٹی سے ہی ملے گی۔

مگر وہ شطرنج کے پکے کھلاڑی ہیں۔

'فائل تیار کرو۔اب تک جو کچھ بھی دانین کے نام پر ہے سب کینسل آؤٹ۔۔اور تمام بینک اکاؤنٹس بھی سیز ہو جانے چاہیے صبح تک۔

انہوں نیم میسج بھیج کر موبائل دیوار کے ساتھ رکھے میز پر پٹکھا اور ایک لمبی سانس خارج کی۔

باپ بیٹی کی اکلوتی مشترک خوبی ضد۔

البتہ انہیں پھر سے شاید سے کچھ یاد آیا تھا۔وہ فورا موبائل کی طرف لپکے اور ایک اور میسج ٹائپ کیا۔

'مجھے پاکستان سے آنے والی خبر کا شدت سے انتظار ہے۔مجھے امید ہے کہ کبھی اور نار من اس خبر کو خوش دلی سے قبول نہیں کر پائیں گے۔

انکے تنے ہوئے عصاب اب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

زیان ڈنر سوٹ میم البوسے شیشے کے سامنے شاید کسی پریز نٹیشن کی بار بار تیاری میں مصروف تھا۔

مگر وہ پریز نٹیشن کوئی بزنس میٹر نہیں تھا۔وہ نار من کو کس طرح اپنے دل کی بات بتائے گا۔

وہ ہر بار کوئی نہ کوئی نیا جملہ ڈھونڈ رہا تھا۔

دروازہ آہستگی سے کھلا اور آیان بنا دستک دیے اندر داخل ہوا۔

'مجھے نہیں پتہ تھا کہ انسان محبت میں اس قدر بزدل ہو جاتا ہے بھائی صاحب آپ تو اس طرح بیہیو کر رہے ہیں جیسے بارڈر پار دشمن کو للکارنے جا رہے ہوں۔

آیان اس کے بیڈ پر گر جانے والے انداز میں کودا تھا۔

'تمہیں کتنی دفعہ سمجھایا ہے کہ دستک دے کر آیا کرو۔

زیان نے اسے غصے سے گھورا تھا۔

'اب تم سے کیا پردہ کرنا البتہ بھابھی لے آؤ تو پھر سوچیں گے۔

وہ اب بالکل فریش لگ رہا تھا۔ رایل بلیو تھری پیس بالوں کو جیل سے اچھی طرح سیٹ کیا ہوا تھا۔ رات والی آنکھوں پر پڑی سوجن بھی ختم ہو چکی تھی۔

'ایک سیکنڈ میں پورچ میں پہنچو۔ ورنہ اپنی گاڑی میں آتے رہنا۔ بائے

زیان اسے وہی چھوڑ کر لمبے لمبے ڈگ پر وہ کمرے سے باہر نکلا تھا۔

آیان نے لمبی آہ بھری اور کمرے کا بھرپور جائزہ لیا۔

'کیا اس کمرے کی قسمت میں آویزہ کی مسکراہٹیں گونجیں گی یا پھر نوال کی گھٹی گھٹی سے سسکیاں۔

اسکے دل نے سرگوشی کی تھی مگر وہ آیان تھا اسے اپنے جذبات کو چھپانا آتا تھا۔

زیان ماں کا ہاتھ تھامے میرج ہال میں داخل ہوا۔ آیان گاڑی پارک کرنے گیا تھا۔

وہ جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلا اسے واٹس ایپ پہ نوٹیفکیشن موصول ہوا۔

'بائے۔ اسلام آباد امید ہے کہ ہم دوبارہ مختلف حالات میں ملیں گے۔

نوال نے گاڑی کی ونڈو سے اپنے اپارٹمنٹ کی تصویر لی تھی۔

کیپشن پڑھ کر آیان کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔وہ اسے روکنا چاہتا تھا مگر کس کے لیے روکتا خود کے لیے یا خود نوال کی محبت کے لیے۔

نارمن سفید گھٹنوں تک آتی کرتی جس پر مختلف رنگوں سے انتہائی نفیس تارکشی کا کام ہوا تھا۔ہم رنگ شرارے میں ملبوس تھی۔سرخ بھاری دوپٹہ اس سے آج بھی سنبھالا نہیں جا رہا تھا۔

وہ زیان کو دیکھتے ہی خوش دلی سے مسکرائی تھی۔

مگر زیان تو جیسے اسے دیکھ کر ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا۔

زیان کی طرف سے کوئی رسپانس نہ پا کر وہ خود ان کی طرف آئی اور بہت عزت سے مسز سفیر کو سلام کیا۔

'جیتی رہو بیٹی بہت پیاری لگ رہی ہو۔

اس نے مسکرا کر پھر سے زیان کو دیکھا تھا۔وہ تو بنا پلک جھپکے یک ٹک اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

اسکے یوں دیکھنے پر نار من نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔زیان خجل سا مسکرایا تھا۔

ولید حسن دولہا بنے بیٹھا تھا۔ آپا حانم اپنے بیٹے کے پاس ہی صوفے گھر بیٹھی تھیں۔ریحان پورے ہور میں گھن چکر بنا ہوا تھا۔اکلوتے بھائی ہونے کا فرض نبھا رہا تھا۔نار من نے بھی بہن ہونے کا خوب حق ادا کیا تھا۔

البتہ مدیحہ نروس سی لگ رہی تھی۔ سٹیج پر بیٹھی وہ بار بار انگلیاں مسل رہی تھی۔

نکاح کے بعد کھانے کا پروگرام شروع ہوا۔

'بات کی تم نے آویزہ سے۔

آیان گرین ٹی کا شپ لیتے ہوئے بولا۔

'نہیں۔ موقع ہی نہیں مل رہا۔ یار سچ پوچھے تو مجھے سمجھ بھی نہیں آرہی کہ مجھ سے کیسے بات کروں۔

'تم بس اسی میں رہ جاؤ گے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ ریحان با آسانی تمہاری سیٹ سنبھال لے گا۔

'کک۔ کیا مطلب زیان نے گھور کر سامنے ریحان اور نار من کو ہنستے کوئی بات کرتے دیکھا تھا۔

'تم بچے نہیں ہو اس لیے ایکٹنگ بھی مت کرو۔ جاؤ اور اس سے بات کرو۔

وہ اب ہال کے کسی کمرے میں گم ہو گئی تھی۔

زیان اسکے پیچھے لپکا تھا۔

کوریڈور میں چلتے ہوئے بلا آخر اسے ایک کمرے سے وہ نکلتی نظر آئی تھی۔

کھانا کھالیا تم نے۔وہ مہمان نوازی کے پورے حق ادا کر رہی تھی۔

'ہاں کھالیا۔تم کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

زیان سے فل وقت کوئی بات نہیں بن پا رہی تھی۔

'ہاں میں جائے نماز ڈھونڈ رہی تھی۔عشاء پڑھنی تھی مگر کوئی بات نہیں میں گھر جا کر پڑھ لوں گی۔

وہ اب کوریڈور میں باہر کی طرف ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔وہ ایک ہاتھ سے اپنا شرارہ سنبھالتی اور دوسرے ہاتھ سے دوپٹہ سنبھال رہی تھی۔

زیان کو اپنا دل مٹھی میں بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

'کب سے شروع کیا۔اسے اپنے الفاظ کسی کھائی سے آتے ہوئے محسوس ہوئے۔

'کیا۔۔۔

'نماز پڑھنا۔

زیان نے اسے کبھی نماز پڑھتے یا نماز کے بارے میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔

'کچھ ٹائم ہی ہوا ہے۔ مگر جب سے پڑھنے لگی ہوں بہت سکون میں رہتی ہوں۔ نینی حانم کہتی ہیں نماز انسان پر حاوی ہونے والی تمام مشکلات سے نپٹنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

' صحیح کہتی ہیں۔ جو دکھ مقدر میں لکھا ہو وہ آ کے ہی رہتا ہے۔ مگر وہ ذات بہت رحیم ہے ہماری آزمائش میں بھی ہمیں تنہا نہیں چھوڑتی۔ اور ہماری سکت سے بڑھ کر ہمیں آزماتی بھی نہیں ہے۔

"ہمم۔

'آویزہ مجھے تم سے کچھ پوچھنا تھا۔ کیا ہم سائیڈ پر ہو کے اور بات کر سکتے ہیں۔

زیان نے پول کی طرف اشارہ کیا تو وہ الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی پول کی طرف چلنے لگی تھی۔

دور بیٹھے آیان نے انہیں دیکھ کر دل ہی دل میں زیان کی خوشیوں کے لیے دعا کی تھی۔

'زیان۔۔۔ بولو بھی اب

زیان کب سے بوٹ کی نوک سے زمین کرید رہا تھا۔

'آویزہ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی۔

نار من اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی تھی۔

'مجھے پتہ ہے یہ بات مجھے اس طرح ڈائریکٹ نہیں کہنی چاہیے تھی مگر یقین کرو میں دو دن سے تیاری کر رہا ہوں مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کس طرح بات شروع کروں۔

وہ نار من کے چہرے پر پھیلی الجھن سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

'میں تمہیں خوش رکھوں گا آویزہ۔ تمہیں کبھی مجھ سے یا میری فیملی سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں وعدہ۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا نار من کے موبائل پر کال کی وائبریشن ہوئی تھی۔

ڈاکٹر حاقان کالنگ۔۔۔۔

وہ ایکسکیوز می کہتی اسے وہیں چھوڑ کر دوبارہ کوریڈورز میں غائب ہو گئی تھی۔

زیان جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ وہ اب ہاں اور نہ کی چکی میں پسنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'کبیر دو دن میں باکو پہنچ جائے گا سر۔

باکو میں بہزاد صاحب اپنی سربراہی کرسی پر بیٹھے تھے۔ ان کا سیکرٹری پریشان سا نظر آ رہا تھا۔

'آنے دو اسے۔ پاکستان والے بھی تو لوٹ رہے ہیں اسے بھی آنا چاہیے۔

بہزاد صاحب نے آنکھیں موند کر سر کرسی کی پشت سے اٹکایا اور اور سیکرٹری کو جانے کا اشارہ کیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔128

زیان اپنے آفس میں موجود لیپ ٹاپ کی سکرین پر نار من کے خالی کیبن کو دیکھ رہا تھا۔

زیان تب سے نار من کی ایک جھلک تک نہیں دیکھ سکا تھا۔وہ رخصتی کے وقت بھی اسے نظر نہیں آئی تھی۔

تمام رات اس نے جاگ کر کاٹی مگر وہ شاید آج افس بھی نہیں آنے والی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو آیان پھر سے بنا دستک دیے اندر داخل ہوا۔

'آویزہ آج نہیں آئی۔

آیان ہمیشہ کی طرح بنا اجازت کرسی گھسیٹتے ہوئے بیٹھا تھا۔

'تم مجھے اپنے پورشن سے یہ بتانے آئے ہو۔

'نن۔ نہیں میں تم سے یہ پوچھنے ایا ہوں کہ آخر تم نے اس سے ایسا کیا کہہ دیا جو وہ اس اس طرح بیہیو کر رہی ہے۔

'میں نے اس سے بس شادی کا پوچھا تھا۔ اور تمہیں میری فکر ہے یا اس کی۔

زیان چڑنے والے انداز سے بولا تھا۔

'آف کورس زیان کم آن تم میرے بھائی ہو مگر۔۔۔۔!

مجھے فکر اس کی ہے۔

آیان کہ مسکرانے پر زیان مزید تپ کیا تھا۔

'نکلو میرے آفس سے فورا۔۔۔

'ارے کیا ہو گیا ہے۔یقین کرو میں تمہارا سگا بھائی ہوں۔

زیان اس کا بازو پکڑ کر اسے کرسی سے کھینچتے ہوئے بولا۔

اس سے پہلے کہ زیان اسے واقعی افس سے اٹھا کر باہر پھینک دیتا دروازہ کھلا اور سمیع اداسی شکل یہ آفس میں داخل ہوا۔

'لو آگئی بری خبر جس کے تو منہ پر ہی لکھا نظر آرہا ہے۔ سم تنگ بگ ہیپننگ۔

آیان اسکا افسردہ چہرہ دیکھ کر بولا۔

'سر وہ آویزہ میم۔

زیان آیان کا بازو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

'سر انہوں نے ریزائن دے دیا ہے۔ سمیع نے ایک سفید انویلپ زیان کی طرف بڑھایا۔

آیان نے دکھ سے اپنے بھائی کے چہرے کو دیکھا تھا۔

'سمیع تم جاؤ۔

آیان نے اسے جانے کو کہا اور خود زیان نے قریب کھڑا ہوا۔

زیان نے کانپتے ہاتھوں سے اینویلپ کھولا۔

ریزگنیشن لیٹر کے ساتھ ایک اور خط بھی تھا۔

زیان نے خط کھولا۔

دو ہفتے قبل۔

زیان تم بہت اچھے انسان ہو کیونکہ تمہاری تربیت کرنے والی ماں بہت رحم دل عورت ہیں۔اس لیے انہوں نے اتنی آسانی سے تمہارے باپ کے قاتلوں کو معاف کر دیا۔مگر میں اتنی رحم دل نہیں ہوں۔اور تم بھی مجھ پہ رحم نہ کرنا کیونکہ دھوکے کی کوئی جسٹیفکیشن نہیں ہوتی۔میں تمہیں جو سچ بتانے جا رہی ہوں یہ سن کر کبھی تم میری شکل بھی دیکھنا گوارا نہیں کرو گے۔مگر سچ جاننا تمہارا حق ہے میں آویزہ نہیں بلکہ تمہارے چچا فراز کی بیٹی ہوں نار من فراز۔میں یہاں تمہارے پاس اپنے باپ کے قتل کا سراغ لگانے آئی ہوں۔اور دوبئ میں بھی تم سے جو ملاقات ہوئی وہ بھی پری پلاینڈ تھی۔مگر میں اب جان گئی ہوں تم بھی اتنے ہی مظلوم ہو جتنی میں۔ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔پتہ نہیں جب یہ خط تمہیں ملیں تب حالات کیسے ہوں مگر جو بھی ہو میں نے غلط کیا اور میں ہمیشہ تم سے معافی کی مستحق رہوں گی۔

نار من فراز

آیان نے خط پڑھتے ہی زیان کو تو غور سے دیکھا تھا۔مگر وہاں حیرانی کی ایک جھلک بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

'ڈونٹ ٹیل می کہ تمہیں یہ سب پہلے سے پتہ تھا۔

آیان چلانے والے انداز میں بولا۔

'اس نے کہانا کہ دبئ میں جو ملاقات ہوئی وہ پری پلاینڈ تھی۔یقین جانو واقعی ہی پری پلان تھی۔اسکا اپنا پلان تھااور میرا اپنا۔

زیان نے خط احتیاط سے طے کیااور اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالا۔وہ بکس ریک میں کتابیں سائیڈ پہ کرتا جیسے کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

'پھر وہ محبت۔۔۔۔شادی وہ سب بھی پلان کا حصہ تھا۔

آیان عالم شاک میں تھا۔

'تم نے اتنی بڑی بات مجھ سے کیسے چھپائی۔

زیان نے ایک چھوٹی سی چپ کتاب کے پیچھے سے نکال کر میز پر رکھی تھی۔

'یہ کیا ہے۔

'ایکچولی ہماری فرسٹ کزن نیٹ فلیکس بہت شوق سے دیکھتی ہے۔

'کیا مطلب وہ ہماری جاسوسی کر رہی تھی۔جی ہاں میرے اور تمہارے کمرے میں بھی ایک ایسے ہی چپ موجود ہے۔تمہارے ریک میں بڑے سپائڈر مین سٹیچو کے پیچھے یاد سے ہٹا دینا۔

زیان کیوں بیہیو کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

جبکہ آیان تو حیرت کے سمندر میں غرق تھا۔

زیان نے فون کا ریسیور کان سے لگایا اور وقفے کے بعد بولا۔

'ٹکٹ کنفرم ہو گی۔۔۔

ویری گڈ

اور دو ٹوک بات کرنے کے بعد رسیور واپس فون پر رکھا۔

'تم کہاں جا رہے ہو۔

'باکو۔

مگر کیوں۔

آیان کو ایک اور شاک لگا تھا۔

'جواب لینے۔

وہ لیپ ٹاپ سکرین بند کرتے ہوئے بولا۔

'اب کونسا جواب باقی ہے۔

'ویٹ اینڈ واچ اور مجھے امید ہے تم بچوں کی طرح امی کو یہ سب نہیں بتاؤ گے۔۔۔۔۔۔

وہ اسے افس میں چھوڑ کر لمبے لمبے ڈنگ بھرتا آفس سے باہر نکل گیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نار من ماں کا ہاں اچھا تھا مے ماں کے پاس بیڈ پر بیٹھی تھی۔چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

مسز عابش بے سدھ سوئی تھیں۔

'آپ نے کہا تھا ان کو ہوش آ گیا ہے اور وہ میرے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔

وہ ڈاکٹر حاقان کو دیکھتے ہوئے بولی۔وہ آیئر پورٹ سے سیدھے ایم ایچ آئی سینٹر پہنچی تھی۔

'جی انکو ہوش آیا تھا مگر آج صبح پھر سے انکو اٹیک ہوا اور وہ پھر کوما میں چلی گئیں۔

ڈاکٹر حاقان آنکھیں چراتے ہوئے بولے۔

'مجھے سمجھ نہیں آ رہا یہ کیسے ممکن ہے۔

وہ اپنی ماں کو مشینوں میں لپٹے دیکھنے کی عادی تھی مگر پاکستان سے باکو تک اس نے پھر سے خواب بنے تھے۔ اسے ماں کو گود کی خوشبو آنے لگی تھی۔ وہ پھر سے ماں کا آنچل کی حدت کو محسوس کرنے جا رہی تھی مگر پھر سے تمام خواب ٹوٹ گئے تھے۔ ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیاں اب اس کی اپنی ہی آنکھوں کو زخمی کر رہی تھیں۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

دوپہر کے وقت وہ گھر پہنچی تو گھر میں خاموشی کا راج تھا۔

مسز نازلی سمیت تمام پرانے ملازمین گھر پہ نہیں تھے۔

دانین تو پہلے بھی گھر پہ کم ہوتی تھی۔

خیر اسے ابھی اس سب کی فکر نہیں تھی۔ وہ کبیر کے کمرے یہ سامنے سے گزر رہی تھی بے اختیار اسنے دروازہ کھولا اور کبیر کے کمرے میں داخل ہوئی۔

سب کچھ اپ ابھی ویسا ہی تھا۔ مگر وہاں کبیر کے کولون کی خوشبو نہیں تھی جو ہمیشہ اس کے روم سے آیا کرتی تھی۔

اسنے لمبی سانس خارج کی

'آہ کبیر آپ کہاں چلے گئے۔

'تم واپس آو گی تو وہ واحد شخص میں ہوں گا جس نے تمہیں بہت مس کیا۔

اسے کبیر کے الفاظ یاد آئے مگر

'وہ تو تھا ہی نہیں۔نہ اس کے استقبال کے لیے نہ ہی اس کے ناکام لاٹ آنے پر اس کو ڈھارس دینے کے لیے۔

'زیان کو کیسا لگا ہو گا۔کیا وہ مجھے کبھی معاف کر سکے گا۔

اس کے دل کو دھچکا سا لگا تھا۔

'اگر وہ کبھی میرے سامنے آیا تو میں اس کا سامنا کیسے کروں گی۔یا اللہ کاش وہ میرے سامنے کبھی نہ آئے۔

وہ کبیر کے کمرے میں کھڑے ہو کر زندگی میں پہلی بار آج کسی اور کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

'کیا بکواس کر رہے ہو۔

کبیر کے دھاڑنے کی آواز پورے ہوٹل میں گونجی تھی۔

129

'سر وہ آج صبح ہی پہنچی ہیں باکو آٹھ بجے کے قریب پھر دو بجے تک وہ ہسپتال رہیں پھر گھر گئیں۔ اسکے بعد سے انکا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔

کبیر کو لگا اسکے سینے میں کوئی لاوا اٹھنے والا ہے۔

اسنے کرسی کی پشت کو پکڑ کر خود کو سہارا دینے کی کوشش کی۔ مگر ناکام

وہ کٹ جانے والے انداز میں کرسی پر بیٹھا تھا۔

'انکل یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔

اسنے میز پر پڑا لیپ ٹاپ اور تمام فائلز اور دوسری چیزیں زمین پر دے ماری تھیں۔

اسکا سیکنڈری خوف میں دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

وہ کرسی سے اٹھا اور اور پارکنگ کی طرف بھاگا۔ ہوٹل میں موجود سٹاف سمیت ایک ایک انسان نے اسے دہل کے دیکھا تھا۔

اس پہ جیسے خون سوار تھا۔ وہ اندھا دھند گاڑی چلاتا۔ بہزاد صاحب کے ہوٹل پہنچا۔

وہاں کا سٹاف بھی اسے یوں دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔

اس نے توڑ دینے والے انداز میں دروازہ کھولا مگر آفس میں بہزاد صاحب موجود نہیں تھے۔

سٹاف کے بتانے پر اسے معلوم ہوا کہ بہزاد صاحب پچھلے ایک گھنٹے سے پولیس اسٹیشن میں ہیں۔

وہ پھر سے اندھا دھند گاڑی کی طرف بھاگا۔

'میں ڈھونڈلوں گا تمہیں نار من ڈرنا نہیں میں آرہا ہوں۔ انسو اس کی گال سے ہوتے ہوئے اس کی داڑھی کو بھگو رہے تھے۔

وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد آج رویا تھا۔

کوئی اسکو یوں دیکھتا تو اس کی حالت پر ترس کھاتا۔

وہ ہوا کے زور پہ 15 منٹ کے اندر پولیس سٹیشن میں داخل ہوا۔

بھاگتے ہوئے لمبے برامدے کراس کرتے ہوئے وہ سب انسپیکٹر کے کمرے میں داخل ہوا دو پولیس اہلکار اس کے پیچھے بھاگے۔ وہ یوں بنا اجازت سب انسپیکٹر کے کمرے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

بہزاد صاحب سب انسپیکٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔

کہاں ہے وہ۔ تم نے اسے یہاں کیسے بلایا۔ میں تو پھر چھوڑوں گا نہیں اگر اسے کچھ بھی ہو گیا۔

وہ اپنے ہی چچا کا گریبان پکڑے پولیس اسٹیشن میں کھڑا تھا۔

پولیس اہلکار اسے چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔

'کبیر تم پاگل ہو گئے ہو تم مجھ پر شک کر رہے ہو میں نے پالا ہے اس کو میری بیٹی جیسی ہے وہ۔

وہ پاکستانی زبان میں بات کر رہے تھے۔ آس پاس موجود پولیس اہلکار ان کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

بالآخر پولیس اہلکاروں نے کبیر کو اپنی گرفت میں لیا۔

بہزاد صاحب نے ٹائی کی نوٹری کر کر لمبی سانس لی۔

'چھوڑ دیں اسے یہ میرا بھتیجا ہے۔ابھی صدمے ہے۔اور مجھے امید ہے کہ شام سے پہلے میری بچی میرے گھر پہ ہو گی۔

اور تم چلو میرے ساتھ۔

بہزاد صاحب حکم صادر کرتے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے۔

کبیر خون آمیز آنکھیں لیے انکے پیچھے آیا۔

گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے انہوں نے کبیر کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

'تم مجھ پہ کیسے شک کر سکتے ہو۔باپ نہیں کم از کم چچا ہونے کا تو درجہ دو مجھے۔

گاڑی تارکول سڑک پہ بھاگ رہی تھی۔

'وہ یہاں کیسے پہنچی؟

کبیر چلایا تھا۔

'وہ پاکستان کیسے پہنچی پہلے تم مجھے یہ بتاؤ گے۔ اسکے سامان سے پاکستانی پاسپورٹ ملا ہے۔

'وہ اپنی فیملی سے ملنا چاہتی تھی۔ اپنے باپ کے قاتل کو ڈھونڈنا چاہتی تھی۔

کبیر نے کھا جانے والی نظروں سے ان کو دیکھا تھا۔

'منع کیا تھا نا میں نے اسے اس سب سے دور رکھو۔ پہلے اس پہ حملے ہوتے تھے یہاں اب وہ اغوا ہو گئی۔ یہ سب تمہاری جلد بازی کا نتیجہ ہے۔

انکے انداز میں کہیں بھی کبیر سے ڈر جانے کا خوف نہیں تھا۔

'اگر اسے کچھ بھی ہو تو میں اس شہر کو آگ لگا دوں گا۔ اور اگر اس سب میں آپ شامل ہوئے تو میں آپ کی جان لینے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاؤں گا۔

گاڑی آرچرڈ ہوٹل کے سامنے رکی تھی کبیر بہزاد صاحب کو وارننگ دیتا گاڑی سے اترا تھا۔

130

زیان ایک ویل فرنشنڈ فلیٹ میں صوفے پر بیٹھا تھا۔ یہ دکھنے میں باکو شہر کا ہائی سوسائٹی ایریا معلوم ہوتا تھا۔

سامنے بڑی گلاس وال کے پار سرسبز گھاس میں سوئمنگ پول میں نیلا نیلا پانی مسحور کن لگ رہا تھا۔

مگر زیان کے چہرے کے اعصاب تنے ہوئے تھے۔

ڈور بیل پہ مائیکل نے دروازہ کھولا۔ ایرک ہاتھ میں کچھ ڈاکومنٹس پکڑے فلیٹ میں داخل ہوا۔

اسکے چہرے پر بھی پریشانی کے اثار واضح دیکھے جاسکتے تھے۔

'یہ کام اسی کا ہے۔

ایرک اندر داخل ہوتے ہی بولا۔

'نہیں۔وہ نہیں ہے۔بہزاد ہے۔

زیان کو جیسے ایک سو ایک فیصد یقین تھا۔

'زیان تم غلطی کر رہے ہو اس پر اعتبار کر کے۔

ایرک پھر بولا۔مائیکل کو ان دونوں کی تکرار میں شاید کوئی دلچسپی نہیں تھی۔وہ موبائل سکریں پر تیز تیز انگلی گھما رہا تھا۔

'وہ دنیا کی نظر میں ڈان ہو سکتا ہے۔مانتا ہوں آدھی دنیا اس کے نام سے ہی دہل جاتی ہو گی۔وہ باکو کے لیے کم ہو سکتا ہے مگر میرے لیے وہ کبیر ملک ہے۔میرا دوست میرا ہوسٹل فیلو میرا کلاس فیلو۔جس نے مجھے خاموشی سے سپورٹ کیا۔

مائیکل کے ماتھے پر تیوری ابھر کر غائب ہوئی تھی۔

اس سے پہلے ایرک پھر کچھ کہتا ڈور بیل دوبارہ بجی۔

مائیکل نے کندھے اچکا دیے۔

جیسے کہہ رہا ہو کہ دروازہ کھولنے کے لیے کیا بس میں ہی رہ گیا ہوں۔

مگر وہ حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ زیان کو کچھ کہتا۔ورنہ آج زیان باکو شہر کے ساتھ ساتھ اسے بھی آگ لگا دیتا۔

سو وہ خاموشی سے اٹھا اور دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔

'ڈونٹ ٹیل می کہ تم نے کم میرا مطلب کبیر کو یہاں بلایا ہے۔

ایرک سرگوشی میں بولا تھا۔

زیان نے اسکی سرگوشی کو یوں نظر انداز کیا جیسے وہ وہاں پر تھا ہی نہیں۔

'لانگ ٹائم۔

دروازہ کھولتے ہی مائیکل نے مصنوعی سے انداز سے کبیر کا استقبال کیا تھا۔

'ویلکم۔

کبیر کے یوں بولنے پر مائیکل چڑ گیا تھا۔یعنی وہ اتنی دور سے کھجل ہو کر باکو ان کی مدد کے لیے پہنچا اور وہ بس ویلکم کہہ کر اسے ٹرخا رہا تھا۔

مگر پھر سے حالات آڑے آ گئے۔وہ جانتا تھا کہ دونوں ہی اپنی من پسند چیز گم کر چکے ہیں۔

دونوں کی روحیں گھائل ہیں۔اس سے پہلے کہ وہ دونوں مل کر اسے گھائل کرتے سو اس نے چپ رہنے میں عافیت جانی۔

ایرک نے اسے دیکھتے ہی پہلو بدلا تھا۔

'کیسے ہیں وکیل صاحب۔شاک میں تو نہیں لگ رہے بالکل۔

کبیر صوفے پر ڈھے جانے والے انداز میں بیٹھا۔

زیان تھوڑی تلے ہاتھ اٹکائے نہ جانے کس صبر سے بیٹھا تھا۔

'کیا اپڈیٹ ہے۔

'وہ انکے پاس ہی ہے زیان۔

کبیر دمبیر سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔

'اس بار وہ میرے ہاتھ سے نہیں بچے گا۔اسکی تو میں

زیان شدید غصے میں صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا

'بس بس۔تم ہمیشہ بے صبری کرتے ہو۔مجھے لگا تمہیں کچھ عقل آگئی ہو گی یونیورسٹی میں بھی تم نے اسی طرح اپنے دشمن بنا لیے تھے۔

کبیر نے اسے اس کے ارادے سے روکنے کی کوشش تھی۔

'اگر نار من کو ایک کھروچ بھی آئی تو میں اس بہزاد کی دنیا اجاڑ دوں گا۔

زیان نے سامنے رکھے میز پر پاؤں سے ٹھوکر ماری تھی۔

'اسکی دنیا اجڑ چکی ہے۔ تم تکلف نہ کرو بیٹھ جاؤ۔

'کیا مطلب۔

زیان کبیر کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

'کیوں وکیل صاحب آپ نے زیان کو ثبوت نہیں دکھائے جن کے لیے آپ مارے مارے پھر رہے تھے۔

ایرک نے کبیر کے اس طرح مخاطب کرنے پر غصے سے ان دونوں کو گھورا تھا۔

'اس کے ساتھ ساتھ ان ثبوتوں میں تمہارے کارنامے بھی احسن طریقے سے لکھے گئے ہیں۔

ارے تم تو ناراض ہی ہو گئی لگتا منقشے نے تمہیں معاف نہیں کیا۔ ویسے حد ہوتی ہے شک کرنے کی بھی۔ تم واحد وکیل ہو جس کی وکالت اس کی بیوی پر بھی نہیں چلی۔ چیچ

'تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔

ایرک تنک کر بولا۔

'تو دیکھو نا۔ مجھے یقین ہے ایسے نایاب انسان سے تم پہلے کبھی نہیں ملے ہو گے۔

ویسے اتنا غصہ تو منقشے نے بھی نہیں کیا تھا جب میں نے اسے حقیقت بتائی۔

ایرک کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔

'کیا مطلب۔وہ یہ سب جانتی ہے۔

'اور کیا وہ ایسے ہی تمہیں چھوڑ کر میرے ساتھ رہنے آجائے گی۔

'میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔

ایرک نے اس کا گریبان پکڑا تھا۔

زیان نے غصے سے ان دونوں کو گھورا جبکہ مائیکل ان دونوں کو یوں دیکھ کر اب کافی ریلیکس تھا جیسے اسے اب مزہ آرہا ہو۔

'رہے نا تم وہی وکیل کے وکیل ہی۔ڈفر بہن سمجھتا ہوں میں اسے۔

کبیر نے اپنے کالر پر سے اسکے کے ہاتھ جھٹکے تھے۔

'یاد رکھو تم نے وقت کے ڈان کا گریبان پکڑا ہے۔یہ ہاتھ کیا تمہیں ابھی سالم کاٹ دیتا اگر مجھے میری بہن کے بیوہ ہونے کا ڈر نہ ہوتا۔

'تم دونوں دفعہ ہو جاؤ یہاں سے ابھی کے ابھی۔

زیان چیخ کر بولا تھا۔

'ارے یہ پھر سے شروع ہو گیا میں نے کہا ہے نا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے حفاظت میں ہے۔

کبیر کے لہجے سے زرا بھی پریشانی نہیں جھلک رہی تھی۔

'تم اتنے اعتماد سے کیسے کہہ سکتے ہو۔ کہیں تم نے ہی تو اسے۔۔۔۔

'زیان زندگی ریس نہیں ہوتی کہ ہر وقت بھاگتے دوڑتے رہو شطرنج کی بساط الٹنے کے لیے ضروری نہیں کے خون پسینہ ہی ایک کیا جائے۔ بیٹھے بٹھائے بھی بازی پلٹ سکتی ہے۔ بس دماغ ہونا چاہیے۔

رات سے پہلے وہ تمہارے سامنے ہو گی۔

کبیر کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ وہ رعب سے اٹھا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھا مگر جاتے جاتے پھر پلٹا۔

'البتہ اپکی بیوی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا وکیل صاحب۔

عورت برے سے برے آدمی کے ساتھ گزارا کر سکتی ہے یہاں تک کہ اپاہج کے ساتھ بھی ہنسی خوشی رہ لیتی ہے۔ مگر اس مرد کے ساتھ کبھی نہیں رہتی جو اسکے کردار پر شک کی ضرب لگائے۔

ایرک کے ہاتھ سردی میں بھی پسینے سے نم ہوئے تھے۔

نار من کی آنکھ کھلی تو اسنے اپنے آپ کو نرم ملائم بستر میں پایا۔ چھت پہ سیلنگ کی جگہ شیشہ نصب تھا۔ اسنے اپنے آپ کو لحاف میں چھپے ہوئے دیکھا۔

مگر وہ وہاں کیسے۔ وہ تو اپنے گھر میں اپنے کمرے میں سوئی تھی۔

وہ کرنٹ لگنے والے انداز میں اٹھی۔

کمرے کی دیواریں سفید پینٹ سے ڈھکی ہوی تھیں۔ البتہ وہاں ایک بھی فریم یا کوئی پینٹنگ نصب نہیں تھی۔ شاید کمرے کی تعمیر یا زیبائش ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہاں ایک بیڈ کے علاوا اور کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

وہ بنا سوچے سمجھے دروازے کی طرف بھاگی مگر دروازہ لاک تھا۔

اسنے دروازہ بجانا شروع کیا وہ مسلسل چلا رہی تھی آنسو ٹپکنے لگے تھے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

اچانک دروازہ کھلا اور اجنبی شخص اندر داخل ہوا۔

'کون ہو تم۔ کیا چاہیے تمہیں۔

نار من گھبرا کر پچھلی دیوار سے جا لگی۔

مگر اجنبی شخص شاید کوئی ربوٹ تھا اس کے چہرے پر کوئی نہ تاثر آیا نہ ہی منہ سے کوئی لفظ نکلا وہ آگے بڑھا اور اسکے چہرے پر زبردستی رومال رکھا۔

اور نار من اگلے ہی لمحے نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

۔131

سیاہ تھری پیس میں ملبوس اجنبی شخص ایک نئی تعمیر شدہ بلڈنگ میں داخل ہوا۔ شام کے لمبے پنکھوں نے باکو شہر کو ڈھک لیا تھا۔ اندھیرا بڑھ گیا تھا۔ وہ کچھوکی رفتار سے رینگتا ہوا بلڈنگ میں داخل ہوا۔ اسکے تھری پیس سیاہ کوٹ کے نیچے ریوالور پینٹ میں اٹکا ہوا تھا۔

بلڈنگ میں داخل ہوتے ہی اس نے وہاں کی پاور کاٹ دی تھی۔

تمام عمارت تاریکی میں ڈوب گئی تھی۔

اب اسے سنسان عمارت میں شور سا مچ گیا تھا۔ جیسے بھاگتے ہوئے جوتوں کی آوازیں۔

وہ اب سیڑھیوں کی اڑ میں چھپ گیا تھا۔ کوئی تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

اجنبی شخص اچانک سامنے آیا اور اترنے والے پر کاری ضرب لگائی اور اگلے ہی وار میں زمین بوس ہو گیا تھا۔

وہ اب پھر سے رینگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

سیڑھیاں دور کرتے ہی اجنبی شخص پھر کسی سے ٹکرایا تھا۔

مگر سامنے والا بھی وار برداشت نہ کر سکا تھا۔

اجنبی شخص اس بے ہوش پڑے انسان کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اسنے کمروں کا جائزہ لیتے ہوئے ایک کمرے کے دروازے کی ناب گھمائی۔

دروازہ لاک تھا۔ اجنبی شخص نے گندے کے زور سے دروازے پر ٹھوکر لگائے۔ دروازہ ایک ہی جھٹکے میں کھلا تھا۔

اس سے پہلے کہ اجنبی شخص سفیدی سے اٹے کمرے میں سامنے بیڈ پر سوئی ہوئی لڑکی کی طرف بڑھتا۔ اسکے سر پر پیچھے سے کسی نے وار کیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی مزاحمت کرتا اس کے سر پر پھر سے وار کیا گیا۔ ایک دو تین یہاں تک کہ آدمی ہوش وہوس سے بیگانہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

'آیا بڑا ڈان ہمم۔

وار کرنے والے آدمی نے مغرورانہ انداز میں فرش پر پڑے کبیر کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی تھی۔

زیان کھڑکی کھولے یخ بستہ ہوا کو اپنے پھیپھڑوں میں اتار رہا تھا۔

'کاش تم مجھے یوں چھوڑ کر نہ جاتی۔ کم از کم الوداع کہنے کا تو حق رکھتا ہوں نا میں نار من۔

تم نے مجھے اتنا حق بھی نہ دیا کہ اپنا راز تم میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے بتاتی۔ کاش تم میرے گھر میں میرے خاندان میں میرے ساتھ پلی بڑھی ہوتی۔ کاش چچی واپس جانے کی ضد نہ کرتیں۔ کاش میں نے تمہیں پہلے ڈھونڈ لیا ہوتا۔

آنسو اسکی سیاہ داڑھی تک پہنچ چکے تھے۔ وہ مضبوط عصاب کا انسان آج ٹوٹ کر رو رہا تھا۔ ہواؤں کو شاید یہ نمی اچھی لگ رہی تھی۔ سیاہ بادلوں نے آسمان پر رعب ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ ستارے پناہ گاہوں کی طرف لوٹ چکے تھے۔ چاند البتہ ابھی بھی کسی نہ کسی بدلی سے جھانک لیتا۔ یوں جیسے وہ زیان کو اس قرب میں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا ہو۔

'میں نے آپکو اپنے باپ کا درجہ دیا دانین کو اپنی بہن سمجھا۔کاش مجھے پہلے پتہ چل جاتا کہ میرے باپ میرے بھائی کے قاتل آپ ہیں۔

میں قاتلوں میں پلتی رہی۔

نار من سامنے پڑے لیپ ٹاپ کی سکرین میں دیکھتے ہوئے چیخ رہی تھی۔

لیپ ٹاپ سکرین پر بہزاد کا چہرہ نظر آرہا تھا۔اسکے چہرے پر اج پہلی دفعہ بوڑھے ہونے پر پڑنے والی جھریاں نظر آرہی تھیں۔

'میں چاہتا تو تمہیں اسی وقت مار دیتا مگر میں نے تمہیں اپنی بیٹی سمجھ لیا تھا۔نار من۔پتہ نہیں کیوں مجھے تمہاری معصوم صورت پر ترس آنے لگتا تھا۔مگر میں نہیں غلطی کی می چنگاری کو ہوا دیتا رہا۔

'کبیر کو جب پتہ چلے گا کہ آپ قاتل ہیں وہ آپ کو چھوڑے گا نہیں۔

'ہاہا۔وہ تھکے ہارے سے ہنسے تھے۔

'شریک جرم نہ ہوتے تو مخبری کرتے۔

'کک۔کیا مطلب۔

نار من نے حیرانگی سے سکرین پر نظریں جمائیں

'اسکے باپ کی قسمت خراب تھی ورنہ وہ اپنے ہاتھوں اپنی موت نہ مرتا۔

'کیا کبیر کے فادر بھی اس سب کا حصہ تھے اور کیا وہ یہ سب جانتا ہے۔

نار من کو اپنے الفاظ پر یقین نا آیا۔

'ابھی ایسے بہت سے راز ہیں جن سے پردہ اٹھے گا نار من۔ دل کو مضبوط کرو۔

اور ساتھ ہی لیپ ٹاپ سکرین پر بہزاد صاحب کا چہرہ غائب ہوا تھا۔

اسنے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

'یا اللہ۔ میں نے ہمیشہ راز افشاں ہونے کی دعا مانگی۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ راز کھلتے ہی میرے اپنوں کی اصلیت میرے سامنے یوں آجائے گی۔

اسنے پہلی بار آج خود کو اللہ وارس محسوس کیا تھا۔

یا اللہ اتنی تکلیف تو مجھے میری یتیمی پر بھی نہیں تھی جتنی آج محسوس ہو رہی ہے۔

میں سمجھ گئی یارب حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہت کیوں عطا ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے بھی اپنوں کی اصلیت کھلنے کی اذیت جھیلی تھی۔

مگر کیا مجھ میں اتنا سرف ہے کہ میں ان اپنوں کو معاف کر سکوں۔ جیسے انہوں نے اپنی بھائیوں کو معاف کر دیا تھا۔

'نن۔ نہیں میں اپنے باپ بھائی کے قاتل کو معاف نہیں کروں گی۔

آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ مگر آنسوؤں کی جلن آج اسے اپنے پورے وجود پر محسوس ہو رہی تھی۔

'دور کہیں سے اسے اُمِ حانم کی آواز سنائی دی تھی۔

اسنے ایک بار آپا جی سے پوچھا تھا۔ اللہ ہم سے 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے تو وہ ہمیں آزماتا کیوں ہے۔ وہ کیوں ہمیں اذیت میں ڈال کر خوش ہوتا ہے۔

'تم ایسا کیوں لگا میری بچی کہ اللہ ہمیں اذیت نہیں ڈال کر خوش ہوتا ہے۔ وہ تو ہمیں محبت کی کسوٹی پر آزماتا ہے۔ وہ تو بس یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہمارے یقین کامل ہے یا نہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم توراتوں میں ہماری بخشش کے لیے روتے رہے پھر اللہ اپنے محبوب کی امت کو تکلیف میں کیسے ڈالے گا۔

محسوس کرو نار من جب معاذ بن جبلؓ کو کیسا لگا ہو گا جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" معاذ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" وہ کبھی اپنی خوش نصیبی پر شکر کرتے تھکے ہوں گے۔

اور عبد اللہ بن عباسؓ کو کیسی خوشی ہوئی ہو گی جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں گلے لگایا اور فرمایا:" اے اللہ جل جلالہ اسے قرآن سکھا دیجیے"۔ کیا انکا سینے نے پھر کسی غم کا بوجھ اٹھایا ہو گا۔

علی ابن ابی طالبؓ کیا سوچتے ہوں گے انکے جذبات کو ناپنے کا کاش کوئی پیمانہ ہوتا تو یہ دنیا دیکھتی کہ دوستی کے معیار کیسے ہوتے ہیں۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں کل ضرور جھنڈا

ایک ایسے شخص کے حوالے کروں گا جو اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ تو یہ خود ہیں۔؟

یا سعد بن ابی وقاصؓ کے ہاتھوں میں تو بجلی دوڑ گئی ہو گی جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ہو گا کہ "اے سعد تیر چلا، میرے ماں باپ تجھ پر قربان" انکے ہاتھوں کی بھرتی کیا پہلے جیسی رہی ہو گی۔

اور عثمان بن عفانؓ کے کیا جذبات ہوں گے انکا دل جذبہ ایمانی سے سرشار ہو گیا ہو گا جب انہوں نے تبوک کی جنگ کے لیے جانے والی فوج کو مکمل سامان فراہم کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عثمان نے آج جو کچھ کیا اس کے بعد کچھ بھی اسے نقصان نہ پہنچائے گا۔"

یا ابو موسیٰ اشعریؓ نے پھر قرآن کی تلاوت کیسے کی انکی آواز مزید نکھر گئی ہو گی نا جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کاش تم مجھے اس وقت دیکھ لیتے جب میں کل تمہاری تلاوت سن رہا تھا"

اور سائب بن یزیدؓ کیا سوچتے ہوں گے کہ جن کے سر کے بالوں کو رسول اللہ ﷺ نے چھوا تو صرف وہ ہی سیاہ رہ گئے، جب کہ ان کے باقی بال بڑھاپے میں سفید ہو گئے؟ کیا ان کو اپنا سر عرش معلیٰ کی شبیہہ نہ لگا ہو گا۔

اور انصارؓ کی خوشی کا کیا عالم ہوا ہو گا کیا انکے دل خوشی کے شادیانوں پر رقص نہیں کرتے ہوں گے جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تمام لوگ ایک راستے پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر تو میں انصار کا راستہ اختیار کروں گا۔

اور انصارؓ کیسا فخر کرتے ہوں گے کیسا اتراتے ہوں گے اپنے بخت پر۔ جب اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ایمان کی علامت انصار سے محبت ہے اور نفاق کی علامت ان سے دشمنی ہے۔

اور صدیقؓ کے جذبات کیا تھے دوستی کا وہ تصور کیسا ہو گا۔جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابو بکر کو بنالیتا۔

اماں عائشہؓ کا دل تو دھڑکنا بھول ہی گیا ہو گا انکی محبت کہ توزاویے بدل گئے ہوں گے۔جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کے نام کے ساتھ جواب دیا جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

اور بلال بن رباحؓ کے آنسو کیا تھم گئے ہوں گے کیا انی سانسیں توازن میں رہی ہوں گی جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے بلال مجھے وہ عمل تو بتاؤ جس سے تم سب سے زیادہ امید رکھتے ہو کیونکہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی آواز سنی"۔۔۔۔۔

نار من اگر تمہیں ان سب پر پڑنے والے مصائب کا ذرا بھی اندازہ ہو جائے تو یقین کرو تمہیں اپنا غم اس دنیا کی حقیر ترین چیز نظر آئے۔مگر وہ پختہ ایمان والے لوگ تھے انکو ملنے والے انعام بھی انکے جیسے خالص اور

پاکیزہ تھے۔ تم بھی اپنے رب پر کامل یقین رکھو۔ وہ ایک دن تمہیں بھی نوازے گا۔ تم بھی اپنے انعامات کے معجزات کو کھلی آنکھوں سے دیکھو گی۔

'نینی حانم۔ میرے تو مصائب مزید بڑھ گئے ہیں دیکھیں میں کال کوٹھری میں بند ہوں۔ یہ معجزات کا کیسا سفر ہے اللہ۔ جسے تمام عمر اپنا محافظ سمجھتی رہی۔ میری تباہ کاریوں میں سب سے بڑا ہاتھ بھی اسی کا ہے۔

اسنے درد سے آنکھیں موندلی تھیں۔

132

"کبیر اقبال ملک عرف کمِ۔۔۔ چیچچ کتنا سمجھایا تھا تمہیں۔ بے وقوف لڑکا۔ پتہ نہیں یہ باکو شہر کے لوگ زیادہ بے وقوف ہیں یا حد سے زیادہ بزدل۔ یہ سب ایک عرصے تک ایسے شخص کے نام سے دہلتے رہے جو اندر سے ایک پکا سچا گھریلو آدمی ہے رشتے نبھانے والا عزت اور غیرت کے نام پر مر جانے والا اور مار دینے والا۔

ہمم۔ بہزاد ملک نے پاس کھڑے سوٹڈ بوٹڈ آدمی کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑا اور سوئے ہوئے کبیر ملک کے چہرے تک لے گیا۔

اس سے پہلے کہ گلاس اوندھے منہ انڈیلا جاتا کبیر ملک ایک جھٹکے سے اٹھا اور بہزاد ملک نے اپنی کلائی پر اس کی گرفت کی مضبوطی محسوس کی اور اگلے ہی لمحے پانی کا بھرا ہوا گلاس اس کا اپنا منہ دھو چکا تھا۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے ہوا۔ جبکہ کبیر ملک قدم قدم چلتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ پاس کھڑے آدمی نے قدم بڑھانا چاہے

مگر کبیر ملک کی اٹھی ہوئی دائیں آبرو ہی کافی تھی اس اس شخص کی سانسیں تیز کرنے کو آخر کو وہ ڈان ہے باکو شہر کا ڈان

'تمہیں کہا تھا کہ اس کو اس سب میں مت ڈالنا۔

تمہیں کہا تھا کہ نار من کو اس سب میں مت ڈالنا۔

اب کی بار وہ چنگھاڑتا ہوا بولا۔

'وہ تو خود اس سب میں پڑی ہے۔

بہزاد صاحب اپنی اکھڑی ہوئی سانس بحال کرتے ہوئے بولے۔

'میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ خود کو اور اس کو باز رکھو۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ مگر تم نے اسے واپس اس کے رشتہ داروں کے پاس بھیجا اسکو سراغ لگانے دیا۔ دیکھو کبیر میرے بیٹے میں تمہیں اور اپنے آپ کو بچا رہا ہوں بس۔

'بکواس بند کرو اپنی۔ میں نے تمہیں کہا تھا نا میں سب سنبھال لوں گا۔ مگر اب نہیں اب تمہیں اپنا کیا بھگتنا پڑے گا تم نے اس کو اگوا کر کے مجھ سے دشمنی پال لی ہے مسٹر بہزاد ملک۔

کبیر ایک ایک لفظ چبا چبا کر بول رہا تھا۔اسکی انکھوں میں خون کی جھلکیاں بہزاد صاحب کو اپنے مستقبل کا پتہ دے رہی تھیں۔

'تمہارے پاس پانچ منٹ ہیں اسے میرے حوالے کر دو۔ہو سکتا ہے میں اپنے مرے ہوئے باپ کے گناہ کی شرم میں تمہیں معاف کر دوں۔

'کبیر تم جذباتی ہو رہے ہو وہ لڑکی ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔

'پانچ منٹ۔

کبیر پاس پڑی کرسی پہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے یوں بیٹھا جیسے کوئی سلطان اپنے تخت پر پورے رعب و غرور سے بیٹھا ہو اگرچہ اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہیں تھیں۔

وہ باکو شہر کے کارائج الوقت حاکم تھا۔وہاں کا سلطان۔بلیک سٹی کو ریڈ بلڈ سٹی بنانے کی طاقت رکھنے والا سلطان۔

'اوکے اوکے۔تم جب سے ڈان بنے ہو میں نے تمہارا ہر فیصلہ مانا ہے۔یہ بھی صحیح مگر میری بات یاد رکھنا وہ لڑکی ہمیں مروادے گی۔

'صرف تمہیں۔وہ تو تمہیں واقعی میں مروادے گی بہزاد ملک۔اور پتہ ہے کون مارے گا تمہیں۔

وہ کرسی سے اٹھ کر عین اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

'میں دائم۔کبیر اقبال ملک کے آئی ایم۔

کبیر اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

اس سے پہلے کے بہزاد کا سانس مزید تنگ ہوتا۔ دروازہ کھلا اور دو قد آور آدمی جو کہ یقیناً بیزاد ملک کے ہی آدمی ہوں گے۔

نار من کو بمشکل سہارا دیتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

وہ ابھی تک نیند کے اثر میں تھی۔ نیند کے انجیکشن کا اثر ابھی بھی تھا۔

کبیر بجلی کی رفتار سے اس کے قریب پہنچا۔ اور نار من کو کندھوں سے تھاما۔ دونوں قد اور آدمی گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوئے۔

نار من کسی بے جان مرد کی طرح لڑک کر اس کے سینے سے جا لگی۔

کبیر ملک کے وجود میں اب پہلے جیسا دبدبہ نہیں رہا تھا۔ وہ اسکا چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔

نار من نار من۔ مجھے دیکھو کیا تو مجھے سن سکتی ہو۔ اسکے چہرے پر ائے بالوں کو اس کے کانوں میں اڑستا ہوا اسے بار بار نیند سے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بہزاد ملک حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو ابھی کچھ سیکنڈ پہلے فرعون بن کر اس پر نازل ہوا تھا۔

'کیا کیا ہے تم نے اس کے ساتھ۔

بہزاد ملک کی نظریں خود پر محسوس کرتے ہوئے کبیر ملک پھر سے چنگھاڑا تھا۔

'بس نیند کا انجیکشن دیا تھا

بہزاد ملک اب بکری کے بچے کی طرح منمنا رہا تھا۔

'تمہیں تو میں۔۔۔

کیبر ملک اس سے پہلے کہ بہزاد کا گریبان پکڑ تا نار من کا توازن بگڑا تھا۔ کبیر نے اسے ایک جھٹکے سے اپنے بازوں میں اٹھایا تھا۔

"میں اسے لے کر جارہا ہوں اور تمہاری قسمت کا فیصلہ اس پہ ہے دعا کرو یہ تمہیں معاف کر دے۔ ورنہ میں تمہارے خون سے اس شہر کو رنگ دوں گا۔

کبیر ملک نے دروازے کو ٹھوکر ماری اور نار من کو بازوں میں اٹھائے کمرے سے باہر نکلا۔

اس سے پہلے کے وہ مزید قدم بڑھاتا۔

اسے اپنی کمر میں دائیں طرف ایک شدید جھٹکا محسوس ہوا۔ گولی چلنے کی آواز کبیر ملک کی سماعت میں تیزی سے گونجی تھی۔

نار من اسکے بازوں سے گرتی گرتی بچی۔

اسکی پشت سے بھل بھل خون ٹپکنے لگا۔ اسنے خون ریز انکھوں سے مڑ کر پیچھے دیکھا بہزاد ہاتھ میں پستول پکڑے اسے قابل رحم نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کبیر ملک نے پوری طاقت کے ساتھ اپنا دایاں گھٹنا زمین پر لگایا اور پوری احتیاط سے نار من کو فرش پر لٹایا۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنی پینٹ کی ڈب میں لگا ریوالور نکالتا کبیر ملک نے مزید فائر کیا۔ اس بار گولی اس کے دائیں کندھے سے دو انچ نیچے لگی۔

کبیر لیکن اپنا توازن برقرار رکھا اور جوابی حملہ کیا مگر بہزاد ملک نے دروازے کی اوٹ سے پھر فائر کیا۔ شاید میرے ساتھ ملک کے پستول کی تمام گولیوں پر کبیر کا نام پہلے ہی لکھا جا چکا تھا۔

اب کی بار گولی اسے سامنے سینے پر لگی اور کبیر کو اپنا دم نکلتا ہوا محسوس ہوا۔

وہ آنکھیں موندیں زمین پر گر پڑا۔ نار من کا سویا ہوا وجود بے سدھ اسکے عقب میں زمین پر پڑا تھا۔

بہزاد چلتے چلتے ان دونوں کے قریب پہنچا۔

اسے کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار۔ بہزاد کے کارندے رات کے اس پہر گولیوں کی آواز سن کر تیزی سے بھاگتے ہوئے ان کے سر پر پہنچے تھے۔

بہزاد ملک کے پستول کا رخ اب نارمن کی طرف تھا۔

اسنے ایک لمبی سانس کھینچی اور ماحول میں ایک بار پھر گولی کی آواز سنائی دی تھی۔

زمین پر لیٹے وجود سوئے کے سوئے رہ گئے تھے۔

133'

ایرک نے لمبی سانس خارج کی اور بہت ساری ہمت جمع کر کے ڈور بیل پر انگلی رکھی۔

دروازہ کھلا تو سامنے کھڑے انسان نے اسے دیکھتے ہی دروازہ اس کے منہ پر پٹخ دیا تھا۔

پلیز منقشے بس ایک بار میری بات سن لو۔ بس ایک بار مجھے معاف کر دو تمہیں ہماری محبت کا واسطہ۔

'محبت۔۔۔نام بھی مت لینا تو محبت کا۔ محبت شک کے دریچوں سے نہیں جھانکتی۔ محبت اور صاف اور کھلے راستوں پر چلتی ہے۔ مسٹر ایرک

منقشے سرخ چہرہ لیے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

'میں جانتا ہوں میں مجرم ہوں تمہارا۔ مگر میں کیا کرتا ایک غیر مرد تمہارا دعوا کر رہا تھا۔ میری غیرت کیسے گوارا کرتی منقشے۔

'تم محبت کی بات کرو ایرک غیرت کے پیمانے محبت کے ترازو میں نہیں تلتے۔

وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر واپس پلٹی۔ ٹی وی لاؤنج میں رکھے قرمزی سے رنگ کے صوفے پر بیٹھی۔ یوں جیسے کوئی ملکہ پورے حق سے اپنے تخت پر بیٹھی ہو۔

آج اس کے انداز بدلے سے تھے۔خود پر سے شک کا دھبہ ہٹ جانے کی وجہ سے اس کا وجود نکھرا نکھرا سا تھا۔

ایرک شرمندہ شرمندہ سا اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

'مجھے معاف کر دو۔بس ایک موقع دے دو منقشے میں ہر اذیت کا ازالہ کرنے کو تیار ہوں۔

'کیا تم ان راتوں کی اذیت کاٹ سکتے ہو جو میں نے روتے ہوئے گزاریں۔کیا تم میرے آنسو واپس پلٹ سکتے ہو۔کیا تم میری سسکیوں کی ارتعاش اس ماحول سے نکال سکتے ہو۔

نہیں نا۔۔۔

اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔

'میں تمہیں پھر سے محبت کا وہ احساس دے سکتا ہوں جس کے لیے ہم نے اپنے اپنے رشتہ داروں سے بغاوت کی تھی منقشے۔

وہ اسکے ساتھ صوفے پر بیٹھا اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تھا۔

'بغاوت بس میں نے کی تھی ایرک۔ تم سے تو محبت بھی صحیح سے نہ ہو سکی۔

ایرک کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔

'کیا میں دوسرا موقع ملنے کا بھی روادار نہیں رہا۔

'مجھے کام ہے۔ اب تم جا سکتے ہو ایرک ویسے بھی میرا اور میری بہنوں جیسی دوست کا جو نقصان ہونا تھا ہو چکا۔

'مجھے بہت افسوس ہے میں نے نار من کو ہمیشہ اچھے دوست کی طرح دیکھا ہے۔یقین کرو۔۔۔۔

'یقین ہی تو نہیں رہا۔نہ تمہیں مجھ پہ اور نہ اب مجھے تم پہ۔

چلتی ہوں۔

بائے۔

وہ بھیگی آنکھیں لیے صوفے سے اٹھی اور اسی فلیٹ کے کسی کمرے میں گم ہو گئی۔

جبکہ ایرک کو لگا وہ اس کی زندگی سے ہی گم ہو گئی ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'عورت مرد کی زندگی سے جانے کا فیصلہ تب کرتی ہے جب اس پر مرد کی بزدلی ثابت ہو جاتی ہے۔اس لیے میں نار من کی محبت سے دستبردار ہوتا ہوں۔

اسنے ایک لمبی سانس خارج کی۔اور پھر سے بولا۔

'کیونکہ بزدل عورتیں بزدل مردوں کے ساتھ رہ لیتی ہیں مگر میں اسے بزدل نہیں دیکھنا چاہتا۔

کبیر ملک کا وجود ہسپتال کی سفید دیواروں میں مشینوں سے ڈھکا ہوا تھا۔اس میں اب پہلے جیسا دم خم نظر نہیں آرہا تھا۔ہسپتال کے اپرن میں سے اس کے وجود پر لپٹی سفید پٹیاں اسکے نقاہت زدہ وجود کا قصہ بیان کر رہی تھی۔

'وہ بزدل ہوتی تو اتنی دور پاکستان اکیلی نہیں آتی کبیر۔

'تمہیں کس نے کہا وہ اکیلی گئی تھی۔

کبیر ملک نے پھر سے لمبی سانس خارج کی جیسے اب اس کا دم گھٹنے لگا ہو۔

زیان نے حیرانی سے سٹریچر پر پڑے مریض کو دیکھا جو اپنے لہجے سے قطعاً مریض نہیں لگ رہا تھا۔

'وہ اپنے ساتھ میری محبت کی ڈھارس لے کر گئی تھی زیان سفیر۔

زیان کے دل میں کانٹا سا چبھ گیا تھا۔وہ کرسی پر اسکے بیڈ کے پاس بیٹھا تھا۔آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔سفید شرٹ پر جگہ جگہ خون کے دھبے تھے۔

'اگر اتنی محبت کرتے ہو تو چھوڑ کیوں دیا اسے۔

زیان کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگیں۔اس نے گھٹنوں پہ دونوں ہاتھ رکھے۔بلیو جینز کی سطح سے پسینے کی نمی صاف کی۔

'جن کے تعاقب میں موت لگی ہو وہ محبت کی آس نہیں رکھتے۔ گنڈے بد معاشوں کے نصیب فقط ایک گولی کی مار ہوتے ہیں زیان سفیر۔

وہ تلخی سے مسکرایا تھا۔

'مگر دیکھو قسمت تم پر چلنے والی گولی نے اس کا بھی تعاقب کیا۔

'ہاں کیونکہ ہم دونوں کی قسمت میں دکھ ایک جیسے لکھے تھے۔ کاش ہم دونوں خوشیاں بھی ایک ساتھ دیکھ سکتے۔

کب سے رکا ہوا آنسو کبیر کی دائیں آنکھ سے باساختہ لڑھک گیا تھا۔

'وہ جہاں رہے گی تمہارے لیے دعا گو رہے گی کبیر۔ تم جانتے ہو۔

زیان پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کھڑا ہوا۔

'اور تم۔۔۔۔کبیر کی مدھم سی آواز سنائی دی۔

۔134

'یکطرفہ محبت اپنے ہی اصولوں پر پلتی ہے یہاں کسی ہر جائی کو خوش کرنے کے لیے دل کو باندھنا نہیں پڑتا۔

زیان تلخی سے مسکرایا اور کبیر کو ہسپتال کی سفید دیواروں کے سپرد کر کے کمرے سے باہر نکلا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پاکستان میں سردی کا زور کم ہو رہا تھا۔ موسم آیا اور بدل گیا۔ مگر اپنے ساتھ ساتھ کئی لوگوں کے چہروں پر پڑے پردے بھی ہٹا گیا تھا۔

'تم دونوں اتنے بڑے کب ہوئے مجھے پتہ ہی نا چلا۔ اتنا سب ہو گیا اور مجھے بھنک تک نہ لگنے دی۔ اور وہ نار من کیسے اس نے اتنا بڑا راز چھپایا۔ نام بدل کے ہم میں رہتی رہی۔ کاش میں اسے روک لیتی کبھی جانے نہ دیتی۔ اسکے ساتھ وہ سب نہ ہوتا۔

مسز سفیر کو جب سے ساری بات کا علم ہوا تھا انکے تو آنسو رکنے کا نام ہی نہیں دے لے تھے۔

'امی۔ زیان تو شروع سے سب جانتا تھا لیکن اس نے مجھے بھی بے خبر رکھا۔

کیسی عجیب بات ہے نا وہ دونوں ایک دوسرے کو بیوقوف بناتے رہے۔ جبکہ سچ سے دونوں ہی واقف نہیں تھے۔

'تم جاؤ۔ تم لے کر آؤ اسے۔ میں اپنا بیٹا نہیں کھو سکتی۔ لیکن اگر اس ظالم شخص نے تمہیں بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں کیا کروں گی۔ اوہ خدایا میں کس کو اپنے بیٹے کی مدد کے لیے بھیجوں۔

'امی۔۔۔ امی آپ پریشان نہ ہوں وہ خبیث بہزاد پولیس کی حراست میں ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا اب۔

'مگر اسکے کارندے تو ہونگے ناوہاں۔ اسنے اپنے ہاتھوں سے پالی ہوئی بچی پر رحم نہیں کیا تو ہمارا تو وہ ازلی دشمن ہے۔

اسکے کارندے اسکے ساتھ پکڑے گئے اور جو بچے ہوں گے ان کو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے۔

آیان اندر سے خود بری طرح گھبرایا ہوا تھا مگر ماں کو تسلی دینے کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

زیان اسے بظاہر اوک کی رپورٹ دے رہا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ وہاں کچھ بھی اوکے نہیں ہے۔

کبیر آنکھیں موندیں ہسپتال بیڈ پر بے سدھ لیٹا تھا۔ کمرے کے باہر پولیس کا سخت پہرا دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ کمرے میں لیٹی شخصیت کے پاس کوئی انہونی طاقت ہو گی۔

کبیر نے اپنے بائیں ہاتھ پر قرب کی اذیت میں تپتا لمس محسوس کیا تو اس کے پورے وجود میں چیونٹیاں دوڑنے لگیں۔ مگر وہ بے سدھ لیٹا رہا۔

'مجھ سے محبت کر سکتے ہو مجھے بتائے بغیر اس محبت سے دستبردار بھی ہو سکتے ہو۔ مگر میری آہٹ تک نہیں پہچان سکتے۔

'تم نے مجھے چھو لیا سمجھو معطر کر دیا مجھے۔

اسکی انکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

'میں نے سوچا تھا آپ سے بہت لڑوں گی۔اپ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ مگر آپ کو یہاں اس حالت میں دیکھ کر مجھے شدید تکلیف ہوئی ہے۔

اسنے رگڑ کر اپنی سفید گال پر گرتے آنسو صاف کیے۔

'تمہارا دل کتنا شفاف ہے نا۔ تم ابھی بھی میری تکلیف دیکھ رہی ہو۔ تمہیں مجھ سے اپنے باپ بھائی کا بدلہ لینا چاہیے تھا۔

'مگر آپ نے تو کچھ نہیں کیا۔ ویسے بھی ہمارا دین کہتا ہے کہ باپ کا گناہ بیٹے کے سر نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ نے کئی بے گناہ لوگوں کی جانیں لی ہیں۔شاید خدا اپ کو کبھی معاف نہ کرے۔

اب کی بار کبیر نے اسے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔وہ روئی روئی سی آنکھیں لیے اسے اب پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔

'آہ نینی حانم۔

وہ دھیرے سے بولا۔

'کیا۔۔۔۔

نار من نے نہ سمجھی سے اسے دیکھا۔

'تم میں انکی جھلک نظر آنے لگی ہے۔

اسے اب بولنے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

'اچھا۔ آپ پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔ ہم پھر سے اپنی زندگی شروع کریں گے۔

وہ اسے ایک نئی امید دے رہی تھی۔

'ہم کہیں بھی نہیں ہے نار من نہ کبھی تھے۔ میں نے کل سے لے کر اب تک جتنی بھی سانسیں لی ہیں سمجھو مجھ پر ادھار ہیں۔ میں بس تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ تم سے معافی مانگنے کے لیے۔

'کبیر۔ پلیز ایسا مت کہیں۔ خدا بھی انسان کو توبہ کرنے کا موقع دیتا ہے۔ رابعہ بصیر رحمۃ اللہ علیہ کہتی ہیں خدا توبہ کی توفیق صرف اس شخص کو دیتا ہے جس کی توبہ اسنے قبول کرنی ہو۔

'میرے جرم قابلِ قبول نہیں ہے۔

'آپ کو مجبور کیا گیا تھا۔ اپنے اپنی جان بچانے کے لیے بہزاد انکل کی بات مانی۔ اپ نے اپنی خوشی سے تو وہ گینگ جوائن نہیں کیا تھانا۔ اللہ آپ کو معاف کر دے گا مجھے یقین ہے۔

'نار من۔ میری بات دھیان سے سنو۔

اسکی آواز اب دھیمی ہو رہی تھی۔

نار من کو اس کی بات سمجھنے کے لیے اس کے قریب ہونا پڑا۔

'تم زیان پر بھروسہ کرنا۔ وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔

'کبیر۔ آپ کیا بول رہے ہیں۔

'نار من۔ تم زیان کے ساتھ پاکستان چلی جانا۔ میں نے سارا بزنس اور تمام جائیداد تمہارے نام پہلے ہی کر دی تھی۔

بہزاد نے جو کچھ بھی دھوکے سے ضبط کیا وہ یہاں کی گورنمنٹ تمہیں خود دے دے گی۔

'کبیر۔ اللہ کا واسطہ ہے ایسی باتیں مت کریں۔

'مجھے یاد کر کے کبھی ایک آنسو بھی مت بہانا۔ میں تمہارے آنسوؤں کے قابل نہیں۔ بس دعا کرنا اللہ مجھے معاف کر دے۔

'کبیر۔ اب اگر آپ نے پھر ایسی بات کی تو میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔

'نار من۔ اب جاؤ۔ اور پھر کبھی مت آنا۔ میں خود آ جاؤں گا۔

'ٹھیک ہے میں انتظار کروں گی۔اگر اپ دو دن میں ٹھیک نہیں ہوئے تو میں تیسرے دن خود آؤں گی اوکے۔اور آپ مجھے روک نہیں سکتے۔

'مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔

'ہاں آپ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ایرک نے کوٹنے کیس فائل کر دیا ہے۔وہ کہہ رہا تھا کہ آپ کی سزا کم کروانے کی کوشش کرے گا۔

نار من نے جو نگاہوں سے اسے دیکھا۔

'میری سزا کوئی کم نہیں کر سکتا۔اور یہ عدالت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔اور یہ پولیس تو مجھے چھو بھی نہیں سکتی۔

کبیر نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھنا چاہا۔ مگر درد کی لہر نے اسکے وجود کو جکڑ لیا۔ اس کے چہرے کے زاویے بدلے تھے۔

نار من مسکرادی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی۔ دروازہ کھلا اور ایک پولیس افیسر نے ملاقات کا وقت ختم ہونے کا عندیہ دیا۔

'میں آپ کا انتظار کروں گی۔

'میری باتیں یاد رکھنا۔ زیان تمہارا بہت خیال رکھے گا۔

نار من نے اسے غصے سے گھور کر دیکھا جبکہ اسنے پھر سے آنکھیں موند لیں تھیں۔

135

'نار من کیا تم کبیر کو معاف کر سکو گی۔

نارمن منقشے کے ساتھ ڈنر ٹیبل پر بیٹھی تھی۔ مگر اسنے کھانے کے پلیٹ کو چھو کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

'آج کل ہر کوئی مجھ سے یہی پوچھ رہا۔ کوئی یہ کیوں نہیں سوچ رہا کہ کیا اسے اسکا خدا معاف کر سکے گا۔ کیا وہ لوگ اسے معاف کر سکیں گے جن کا اس نے ناحق خون بہایا۔

نارمن کی آواز زرا تلخ ہوئی تھی۔

'سوری منقشے۔ میں نے روڈلی بات کی۔ اس نے اگلے ہی لمحے اپنے لہجے پر معافی مانگی تھی۔

'نہیں پاگل میں دوست ہوں تمہاری۔ میں سمجھ سکتی ہوں۔ اپنوں کے اصل چہرے جب سامنے آتے ہیں تو زندگی کتنی بے معنی لگنے لگتی ہے۔

منقشے نے نرمی سے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

'سنو۔ تم ایرک سے صلح کر لو۔ تم سے محبت کرتا ہے۔ محبت کو صحیح وقت پر سنبھال لینا چاہیے۔ ورنہ گلے میں پڑا طوق بن جاتی ہے۔

'ہمم۔ شکر ہے اگر وہ کبیر کا پیچھا نہ کر رہا ہوتا تو ہم تم تک کبھی نہ پہنچ پاتے۔ شکر ہے وہ یہ کیس دیکھ رہا تھا۔

'ایرک کو کب پتہ چلا کہ کبیر ہی ڈان کم ہے؟

نار من نے نگاہیں پھیر لی تھیں۔

'اسکے باکو چھوڑنے سے پہلے تقریباً ڈیڑھ مہینہ قبل۔

'ہمم۔ میں سمجھی وہ ہمیشہ کی طرح کسی بزنس ٹوئور پر ہے۔ نار من بے بسی سے مسکرائی تھی۔

'منقشے میں تم سے کہتی تھی نا کہ میں نے وہ سائین جو ڈان کم لاشوں کے ساتھ چھوڑ تا تھا وہ کہیں نہ کہیں دیکھا ہے۔

مجھے پاکستان جا کر یاد آیا وہ میں نے کہاں دیکھا تھا۔

'کہاں۔ منقشے نے حیرت سے نار من کو دیکھا۔

'پہلی بار میں نے وہ سائین انکل کی الماری میں دیکھا تھا۔ اور دوسری بار کبیر کی فائلز میں۔

'کیا تم ابھی بھی اس سے محبت کرتی ہو۔ منقشے نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

'میں نے کہا نا محبت طوق بن جاتی ہے۔ کیا تمہیں میرے گلے میں طوق نظر نہیں آرہا۔ کیا میری جھکی ہوئی گردن سرِعام ظاہر نہیں ہو رہی۔

وہ آج بات بات پر تلخ ہو رہی تھی۔

'میں تمہارے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔ مگر میرے آنے سے پہلے کھانا کھا لینا۔

منقشے جانتی تھی کہ وہ اس وقت کن حالات سے گزر رہی ہے۔

---

* تین دن دن پہلے۔

'تم جانتے ہو میں اس گینگ کا حصہ کیسے بنا! کیسے تم نے مجھے بلیک میل کیا۔

کبیر بہزاد ملک کے سامنے بیٹھا تھا۔ نار من کو دو کمرے چھوڑ کر تیسرے کمرے میں اغوا کر کے رکھا ہوا تھا۔

وہ اسے زیادہ تر نیند کے انجیکشن لگا کر سلائے رکھتے تھے۔

'اوکے میں نے تمہیں بلیک میل کیا مگر قتل کرنے کو تو نہیں کہا تھا میں نے۔ ان آوارہ لڑکوں سے دوستی کرنے کو میں نے نہیں کہا تھا تمہیں۔

بہزاد ملک نے ترکی باتر کی جواب دیا۔

'میں ماں باپ کے بغیر پل رہا تھا۔ تم میرے سرپرست تم نے کیوں دھیان نہ رکھا کہ میرا اٹھنا بیٹھنا کن لوگوں میں ہے۔ اور جب تمہیں پتہ چلا کہ میں ڈرگز لینے لگا ہوں تو تم نے مجھے روکا کیوں نہیں۔

کبیر شاید آج تمام پچھلے حساب چکتا کرنے کے موڈ میں تھا۔

'تم رک جاتے جیسے۔ ہمممم

'تمہیں پتہ تھا نا کہ میں نے تمہارا پستول چرایا ہے۔ تم نے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا۔ اور جب میں نے نشے کی حالت میں اس لڑکے کو گولیاں ماریں تو تم نے مجھے ایک تھپڑ لگانے کی بجائے مجھے اِن کارتیج کیا۔

میں ڈرا ہوا تھا۔ تم نے مجھے پولیس کی دھمکی دی۔ اور کہا کہ میں ساری عمر جیل میں سڑوں گا۔ لیکن اگر میں یہ گینگ جوائن کر لوں تو مجھے کوئی کچھ نہیں کہے گا۔

میں بے وقوف تھا اس دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ اور میرے اندر کا اکیلا پن جانور بن کر معصوم لوگوں پر قہر برسانے لگا۔

وہ کرسی پر اٹھ کر اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ صوفے کے دونوں طرف ہاتھ رکھ کے اس کے چہرے کے اوپر جھکا بہزاد ملک اس کی آنکھوں میں خون کے ڈورے دیکھ سکتا تھا۔

'تمہیں پتہ ہے معصوم لوگوں کی چیخیں مجھے رات بھر سونے نہیں دیتیں۔ اور تمہاری اصلیت معلوم ہونے پر عابیش آنٹی پر جو تم نے ظلم کیا۔ انکو پاگل کرنے کے لیے ادویات دی۔ اور نار من کے آنسوؤں نے مجھے مجبور کیا کہ میں تم سے نفرت کروں۔

بہزاد صاحب نے بمشکل اپنا تھوک نگلا تھا۔

'میں نے تمہارے خلاف ایک ایک ثبوت اکٹھا کر رکھا ہے۔ مجھ پر کوئی رحم نہیں کرے گا میں جانتا ہوں۔ مگر میں تم پر بھی رحم نہیں ہونے دوں گا۔ یاد رکھو۔

دروازہ کھلے پر کبیر نے گردن موڑ کر دیکھا۔ میں ذات کے دو آدمی نار من کو بازوں سے پکڑے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

اس نے بے سدھ نار من کو بازوؤں میں اٹھایا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

مگر بہزاد ملک نے اس پر گولیوں کی بارش کر دی۔ اس نے ہر چند نار من کو بچانے کی کوشش کی۔ مگر وہ جیسے ہی ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہوا بہزاد ملک نے پستول کا رخ نار من کی طرف کیا۔ اس سے پہلے کے وہ گولی چلاتا۔ پولیس آفیسر نے پسٹل سے بہزاد ملک کے بازو کا نشانہ لیا۔ بازو پر گولی لگنے سے پسٹل اس کے ہاتھوں سے گرا۔ اور اسے پولیس کی تحویل میں لے لیا گیا۔

زیان نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر بہوش پڑی نار من کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔

آج بھی اس کے بال سٹرابیری فریگنینس سے مہک رہے تھے۔ اگرچے اسنے چار دن سے بال شیمپو نہیں کیے تھے۔ یہ مہک شاید بس زیان کے لیے ہی تھی۔

زیان اور کبیر ایک ہی یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے۔ کبیر کم گو تھا۔ مگر روم میٹ ہونے کی وجہ سے کافی جان پہچان تھی۔ زیان اپنے جذباتی پن کی وجہ سے جب بھی کسی مصیبت میں پڑتا۔ کبیر اسکی خاموشی سے مدد کرتا۔ مائیکل کے پاس جو بھی ثبوت ہوتا کبیر ہی فراہم کیا کرتا تھا۔ مگر یہ بات زیان کو دو سال بعد معلوم ہوئی۔

جب زیان نے شکریہ ادا کرنے کے لیے کبیر کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ تو کبیر کے ساتھ ساتھ اسے بہزاد ملک کے ٹھکانے کا بھی معلوم ہو گیا۔ اسکے باپ کا دشمن اس کے بالکل سامنے تھا۔ مگر اسے مزید ثبوت کی ضرورت تھی اس لیے وہ باکو شہر میں بار بار آنے جانے لگا تعلق بنانے لگا۔

کانفرنس پر جب اس کی ملاقات کبیر سے ہوئی تو اسے نار من نظر آئی۔ وہی لڑکی جو ایئرپورٹ پر اس سے ٹکرائی تھی۔ جو اسے فریزر سے کرنٹ لگوانے والی تھی۔ کچھ دنوں کی تگ و دو کے بعد زیان کو معلوم ہوا کہ نار من اسکی کزن ہے جو اس کا پیچھا کر رہی ہے۔

زیان نے اسے اپنے قریب آنے کا موقع دیا۔ دل تو اسے پہلے ہی دے چکا تھا۔ مگر وہ اسے اس کے باپ کا قاتل سمجھتی تھی یہ بات زیان کے لیے وبال جان تھی۔ اسے اپنے باپ کے قاتل کو ڈھونڈنے کے ساتھ ساتھ نار من کی دل سے غلط فہمی بھی دور کرنا تھی۔

کبیر جو نار من کی حفاظت کے لیے اس پر نظر رکھتا تھا اسے زیان کا پتہ چلا کہ نار من اس کی جاسوسی کر رہی ہے۔ کیا حسین اتفاق تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ زیان کے دل میں نار من کے لیے دلچسپی دیکھ کر کبیر کو فل وقت تو بہت برا لگا۔

مگر وہ جانتا تھا کہ اس کی زندگی موت کے تعاقب میں پل رہی ہے۔ اسے نار من کو اچھے ہاتھوں میں سونپ کر جانا تھا۔ اس لیے کبیر نے نار من کو زیان کے پاس بھیجا۔

اس سے پہلے کہ وہ پولیس کو بہزاد ملک کے متعلق ثبوت دیتا ہوں اور وعدہ معاف گواہ بن جاتا۔ اور ان کی دنیا سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہو جاتا۔ بہزاد ملک نے نار من کو دھوکے سے باکو بلا کر اغوا کر لیا۔

اور یوں تمام راز ایک ساتھ افشاں ہوئے۔ اب وہ تینوں ایک لووٹرائی اینگل کا حصہ بن گئے تھے۔ کبیر، نار من، زیان۔

زیان، نارمن کے لیے اپنی محبت سے دستبردار ہونے کو تیار تھا۔ مگر کبیر تو پہلے ہی اپنی محبت تیاگ چکا تھا۔

136

اگلی صبح باکو شہر میں نارمن کے لیے قیامت بن کر اتری تھی۔

پولیس نے وقت کے سلطان کو اپنے حراصت میں لے رکھا تھا۔ زیان اسے کندھوں سے پکڑے سہارا دے کر قدم قدم اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

نارمن اپنا توازن کھو بیٹھی تھی۔ اسکے بال بکھرے ہوئے تھے یوں جیسے صدیوں سے سلجھائے نہ گئے ہوں۔ اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔ ناک اور گال سرخ ہو رہے تھے۔

'رکیں۔ آپ اندر نہیں جاسکتے۔

ذہن جیسے ہی کبیر کے کمرے کی طرف بڑھا پولیس آفیسر کی گرج دار آواز سنائی دی۔

'لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجا جانے والا ہے۔

'زیان۔ کک کس کی لاش یہ کیا کہہ رہا ہے۔ تم مجھے ایسے ٹریٹ کیوں کر رہے ہو جیسے کبیر مر گیا ہو۔ جیسے سب اجڑ گیا ہو۔

'نار من حوصلہ کرو تم نے صبح نیوز سنی تھی نا۔

زیان نے اسے ڈھارس دینے کی کوشش کی۔

'نن۔ نہیں یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں اس نے کہا تھا یہ تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔

وہ ایک جھٹکے سے زیان سے دور ہوئی تھی۔

وہ کبیر کے کمرے کی طرف بے ساختہ بھاگی۔پولیس اہلکار اس کے پیچھے بھاگنے لگے۔زیان نے آگے بڑھ کر اسے بازو میں بھرا۔ مگر اس کا ذہنی توازن خطرناک حد تک بگڑ چکا تھا۔وہ زیان کو مار رہی تھی۔اس نے پولیس آفیسر کو دھکا دیا اور کمرے کا دروازہ کھولا۔

دروازہ کھولتے ہی اسے سامنے کبیر کی ڈیڈ باڈی نظر آئی۔اس کے اوپر پڑے سفید کپڑے پر جگہ جگہ خون کے دھبے نظر آرہے تھے۔

نار من کا سر چکرایا اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔

پولیس کے مطابق کبیر نے صبح انویسٹیگیشن کے دوران ایک پولیس اہل کار سے پسٹل چھینا اور اپنے کنپٹی پر فائر کیا۔دو سیکنڈ کے اندر اندر اس کی روح نے جہانِ فانی کی طرف کوچ کیا تھا۔

نار من تمام دن ہسپتال میں داخل رہی۔بے سدھ بے ہوش لاچار وجود کوئی بھی دیکھتا تو اس کے لیے رحم کی دعا مانگتا۔اگلے دن کبیر کو دفنایا جانا تھا۔

وہ نیند سے جاگی تو خطرناک حد تک خاموش تھی۔

زیان اسے تمام راستے سمجھاتا رہا۔ جب سے نیند سے جاگی تھی اس نے ایک آنسو تک نہیں بہایا تھا۔ نہ کسی سے کچھ بات کی تھی نہ کچھ کھایا تھا۔

گاڑی جیسے ہی مینشن میں داخل ہوئی گیٹ پر بہزاد ملک کے نام کی تختی دیکھ کر اسنے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

مینشن میں رپورٹرز اور پولیس اہلکاروں کا رش لگا ہوا تھا۔ رپورٹرز اسکی طرف بھاگنے لگے تھے۔ وہ حیرت زدہ سے اپنے ارد گرد حالات کو دیکھ رہی تھی۔ پولیس اہلکاروں کی مدد سے زیان اسے لے کر سنبھالتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا۔

لاؤنج کے وسط میں تابوت پڑا تھا سفید کپڑوں سے ڈھکا ہوئی لاش۔

دانین پاس بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اس نے جیسے ہی نارمن کو دیکھا بھاگ کر اس کے گلے جا لگی۔

نارمن نے اسکو ناگواری سے خود سے دور کیا تھا۔

'یہ سب کیا ہے۔

نار من نے ٹوٹے ہوئے لہجے سے زیان کی طرف دیکھا۔

'کبیر جا رہا ہے نار من۔ آخری بار اس سے مل لو۔

دانین نے آگے بڑھ کر پھر سے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔

'جھوٹ بول رہی ہو تم۔ تم اسے مجھ سے چھیننا چاہتی ہو۔

نار من نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ خود سے دور کیا اور چلا کر بولی۔

'دانین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو گرنے لگے۔

زیان نے معذرت خواہ انداز سے دانین کو دیکھا اور نار من کو دیکھ کر آگے بڑھ گیا۔

نار من نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے تابوت سے کپڑا ہٹایا۔

کپڑا ہٹتے ہی ماحول میں نار من کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔

'نن۔ نہیں کبیر آپ نہیں جاسکتے۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ آپ نے کہا تھا کہ کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کو اللہ کا واسطہ ہے آنکھیں کھولیں۔ یہ سب مجھے بھی میرے باپ کی طرح مار دیں گے پھر کون مجھے بچائے گا۔

زیان اسکو سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

'میرے آنسو کون صاف کرے گا۔ کبیر آپ کو ہماری محبت کا واسطہ اٹھ جائیں۔ میں مر جاؤں گی۔ اٹھ جائیں بس ایک بار آنکھیں کھولیں بس ایک بار کہہ دیں کہ آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ بس ایک بار میرا نام لیں مجھے آواز دیں کبیر پلیز۔ پلیز آنکھیں کھولیں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں مر جاؤں گی۔

'یہ لوگ آپ کو لے جائیں گے آپ کے پاس آخری موقع ہے پلیز آنکھیں کھول دیں۔

وہ پاگلوں کی طرح چلا رہی تھی۔زیان کوشش کے باوجود بھی اسے سنبھال نہیں پا رہا تھا۔نار من کا توازن پھر سے بگڑا اور وہ ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہو گئی۔

شام مغرب کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو کبیر من و مٹی کی تلے سو چکا تھا۔اسکی دنیا اس کی متاع حیات اجڑ چکی تھی۔

وہ بیڈ سے اٹھی دیوانہ وار کمرے کے دروازے کی طرف بھاگی۔زیان نے اسے پھر سے سنبھالا۔بیڈ پر بٹھایا۔ مگر وہ کس چیز پر صبر کرتی اس کی دنیا میں کچھ بچا ہی نہیں تھا۔

اس نے جیسے کبیر کے پیچھے جانے کی ٹھان لی تھی۔

,----------

137

منقشے آپ کو کہیں جانا تو نہیں ہے؟زیان نے کچن میں کافی بناتے ہیں منقشے کو پکارا۔

'نہیں۔ میں کچھ دن ادھر ہی ہوں۔ جب تک نار من کے ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہو جاتی۔

'نہیں میرا مطلب تھا آپ کو آج تو کہیں نہیں جانا۔ دراصل میں ہسپتال جانا چاہ رہا تھا آنٹی عابیش کو پاکستان لے جانے کے سلسلے میں ڈاکٹر سے کچھ معلومات لینا چاہ رہا ہوں۔

'پاکستان۔ مگر کیوں۔ میرا مطلب ہے آپ نے نار من سے اس بارے میں بات کی۔ منقشے کے کافی پھینٹتے ہاتھ اچانک سے ٹھہر گئے تھے۔

'نہیں ابھی بات تو نہیں کی مگر میں ان دونوں کو اکیلے نہیں یہاں چھوڑ سکتا۔ وہ میری فیملی ہیں میری ذمہ داری ہیں۔

زیان کا رویہ اٹل تھا۔ منقشے کچھ بول نہیں سکی تھی۔

وہ واپس جانے کو پلٹا پھر جیسے کچھ یاد آنے پر رکا اور مڑ کر منقشے کو دیکھا۔

'دوسرا موقع ہر انسان ڈیزرو کرتا ہے منتقشے۔ محبت ایک بار روٹھ جائے تو واپس نہیں آتی۔ نہ ہم اپنی مرضی سے کسی کے دل میں رہ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی مرضی سے اس دنیا میں رہ سکتے ہیں۔

منتقشے سفید چہرہ لیے وہیں کھڑی زیان کو بیرونی دروازہ عبور کرتے دیکھتی رہی۔

'ہم اس دنیا میں اپنی مرضی سے نہیں رہ سکتے۔ ایک بار پھر زیان کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے۔

'نہیں ایرک کو میں نہیں کھو سکتی۔ اسے مجھے اپنے دل میں بھی رکھنا ہو گا اور میرے لیے اس دنیا میں بھی رہنا ہو گا۔

موت سے بڑی کوئی حقیقت نہیں سچ ہے۔ اس دنیا کو کسی ایک شخص کے جانے سے فرق نہیں پڑتا مگر کسی ایک شخص کے جانے سے کسی دوسرے شخص کی دنیا ضرور اجڑ جاتی ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'نوال کالنگ۔

آیان نے جیسے ہی سکرین نوٹیفکیشن دیکھا ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس نے کال ریسیو کی۔

'نوال۔ کہاں ہو تم یار میں تمہیں کتنے دن سے کال کر رہا ہوں۔

ہیلو۔ آیان بیٹے میں ہوں تمہاری خالہ۔ میری ذرا آپا سے بات تو کروانا۔ میں صبح سے ان کے موبائل پر کال کر رہی ہوں وہ اٹھا ہی نہیں رہی سب خیریت تو ہے نا۔

آیان کے چہرے پر جو خوشی کی رمق آئی تھی اسی لمحے میں غائب ہوئی تھی۔

'خالہ میں تو آفس میں ہوں۔ آپ پھر سے امی کو کال کر کے دیکھ لیں ورنہ میں رات میں جا کر بات کروادوں گا۔

'اچھا۔ بیٹا تم مصروف ہو گے میں نے تمہیں خوامخواہ میں ہی تنگ کیا۔

'ارے نہیں خالہ۔۔ خالہ وہ۔۔۔ نوال ٹھیک ہے نا میں کافی دنوں سے اسے فون کر رہا ہوں اٹھا ہی نہیں رہی۔ آیان نے اپنے الفاظوں پر غور کیا تو اس کی اپنی ہی زبان لڑکھڑانے لگی تھی۔ وہ بنا سوچے بول گیا تھا۔

'ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہیں شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ تمہیں تو پتہ ہے لڑکیوں کی شادیوں کی تیاری میں سو جھنجھٹ ہوتے ہیں۔

'ہمم اچھا۔ جانے کیوں ایک کانٹا سا آیان کے دل میں چبھ گیا تھا۔

'کیا اسے نوال کو سب بتا دینا چاہیے۔

'نہیں مجھے زیان کا انتظار کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ نار من اور آنٹی کو واپس لے آئے۔ اور نار من زیان سے شادی کرنے کے لیے مان جائے اور اس طرح نوال کی شادی۔۔۔۔۔۔۔

اسکی سوچ نوال نامی نقطے پر اٹک گئی تھی۔ خالہ نے کب کال بند کی آخری بات کیا کہی ہو گی اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

'کیا میں نوال کو وہ محبت دے سکوں گا جو میں نے کبھی بیلا سے کی تھی۔

آیان کے دل کا چور دروازہ بیت پہلے کھل چکا تھا۔ بیلا کی یادیں اسی چور دروازے سے دبے پاؤں نکلیں تھیں۔ مگر اس کے دل میں تو محبت چھن جانے کا خوف بیٹھ گیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

'تمہیں پتہ ہے زیان جب پہلی بار مجھے پتہ چلا تھا کہ کبیر ہی ڈان کم ہے اس نے لاتعداد لوگوں کو بے گناہ قتل کیا۔ تو میں نے پورا دن اس سے نفرت کی تھی پورے 24 گھنٹے۔

آج ایک تقریبا ایک مہینے بعد نار من نے زیان کو خود سے پکارا تھا۔ ورنہ وہ ہمیشہ اسے ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف کرنے کی کوشش کرتا۔ اور وہ 'ہمم اچھا' کے علاوہ کچھ نہ کہہ پاتی۔

'اب میں سوچتی ہوں کہ میں نے 24 گھنٹے اس سے نفرت کیسے کی۔ میں تو ایک لمحے کے لیے بھی اسے اپنے دماغ سے نہیں نکال پا رہی ہوں۔

وہ لان میں کرسی پر اپنی ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی تھی۔

زیان اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھا اسے نہ جانے کب سے کن کن باتوں میں الجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

'اس نے کسی بھی گناہ کو قتل نہیں کیا وہ سب کے سب کرپٹ آفیسر زیا گنڈے بد معاش تھے۔اور تم جانتی ہو باکو کے علاوہ پاکستان میں بھی سینکڑوں یتیموں کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ وہ ہزاروں طلبہ کی پڑھائی کا خرچہ اٹھا رہا تھا۔زیان نے فورا کبیر کا دفاع کیا تھا۔

'مگر قتل تو قتل ہوتا ہے نہ زیان۔ایک انسان کا ہو یا پوری انسانیت کا ایک برابر ہوتا ہے۔

'ایسے مت کہو نار من اس کی روح کو تکلیف ہو گی۔

حالانکہ وہ جانتا تھا کبیر کی روح سے زیادہ اس وقت نار من خود تکلیف میں ہے۔

'آپ جانتے ہیں وہ جاتے ہوئے مجھے کہہ کر گئے تھے کہ میں تم پر بھروسہ کروں۔کیونکہ آپ مجھے خوش رکھیں گے۔

وہ زیان کو کبھی آپ اور کبھی تم کہہ کر مخاطب کرتی اس کے ذہنی حالت اب بھی شدید ٹراما کا شکار تھی۔

'تو تمہیں کیا اس بات پر کوئی شک ہے کہ میں تمہیں خوش نہیں رکھوں گا۔

'خوش رکھنے کی بات نہیں ہے۔خوش رہنے کی بات ہے زیان۔

'تو کیا تم میرے ساتھ خوش نہیں رہو گی۔زیان نے ایک امید سے اسے دیکھا تھا۔

'مجھے خوش رہنا نہیں آتا مجھے نہیں یاد میں آخری دفعہ خوش کب ہوئی تھی۔میری ہر خوشی آنسو سے مشروط ہوتی ہے۔

'میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری طرف اب ایک بھی دکھ نہیں آنے دوں گا۔آنسوؤں کو تمہاری آنکھوں کی طرف سفر کرنے سے پہلے میری آنکھوں سے بہنا ہو گا۔

'کیا آنسوؤں کا بہنا ضروری ہے کیا آنسو ہماری زندگیوں سے نکل نہیں سکتے۔

نار من نے اپنے آنسو صاف کیے اور اپنے نم ہاتھوں کو غور سے دیکھا تھا۔

'میں تمہیں ذہنی سکون کی ضمانت دیتا ہوں میں تمہارے دل سے ایک ایک زخم کھرچ کر نکال دوں گا۔

'مگر محبت کو دلیلوں اور ضمانتوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ محبت اپنے آپ کو خود ثابت کرتی ہے۔

'میں ثابت کروں گا کہ ہماری محبت قابل رشک ہو گی۔

وہ اب تک اسے قائل کرنے میں لگا ہوا تھا جبکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے دل میں کسی اور کی محبت پنپتی ہے۔

'تم کیسے مرد ہو زیان مرد تو کبھی دوسرا آپشن نہیں بنتا۔ خاص کر عورت کے معاملے میں۔

'مجھے بہت بعد میں پتہ چلا تھا کہ تم میری فیملی کا کھویا ہوا حصہ ہو۔ مجھے تم سے محبت بہت پہلے ہو گئی تھی۔ میں اپنی فیملی اور اپنی محبت کو چھوڑنے کا روادار نہیں۔ چاہے جو ہو جائے۔

'مگر مجھے وقت چاہیے۔ میں ذہنی طور پہ خود کو تیار کرنا چاہتی ہوں۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ اس کی گواہی میں تمہارے نکاح میں آؤں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ میرا دل میرے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کو ڈھونڈتا پھرے اور میں اس مقدس رشتے میں خیانت کر دوں۔

وہ اب کرسی پر ٹانگیں نیچے کر کے بیٹھی تھی۔

'میں انتظار کرنے کے لیے تیار ہوں تاحیات تا قیامت۔ بس تم وعدہ کرو کہ تم آؤ گی ضرور۔

نار من نے نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا کر ایک نظر اسے دیکھا تھا۔زیان اسے گھر کے اندر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔اسکے چہرے پر سکون کی لہر تھی جبکہ اسکا دل ابھی بھی پریشانی کا شکار تھا۔

'کیا وہ ایک وعدہ نہیں کر سکتی تھی۔

'دیکھو منقشے میں جانتی ہوں تم اج کے زمانے کی پڑھی لکھی ماڈرن لڑکی ہو۔تمہارے لیے مذہب یا دین بس ایک پرانی سوچ کا نام ہے۔مگر میں نے اسلام کو اتنا نہیں سمجھا جتنا مجھے اس مذہب نے سنبھالا ہے۔

منقشے اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

نار من بھی محض کافی پھینٹنے نے یہ مصروف نظر آرہی تھی۔

'تم جانتی ہو ایک دن میں جائے نماز پر بیٹھ کر خوب روئی اللہ سے گڑ گڑا کر مدد مانگی۔ میں نے اسے کہا کہ میں اس کے ہر فیصلے پر راضی ہوں بس وہ مجھے ہر اس انسان کے اصلیت دکھادے جو مجھے تکلیف دینے میں شامل تھا۔

بس پھر میرے اللہ نے میری مدد کی اور ہر اس راز سے پردہ اٹھایا ہر اس شخص کو بے نقاب کیا جو میرا مجرم تھا۔

'میں سمجھ نہیں پارہی نار من تم۔۔۔۔۔۔

'منقشے میں تمہیں کوئی اسلام پر لیکچر نہیں دے رہی مگر چاہتی ہوں کہ تم ایرک سے شادی کرلو۔ تم مسلمان لڑکی ہو۔ تم چاہو تو ایرو کو اپنے تین میں شامل کرو۔ تم جانتی ہو نکاح میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ اگر تم اس کے نکاح میں ہوتی اس کی بیوی ہوتی تو تم پر شک کرنا اس کے لیے کبھی اتنا آسان نہیں ہوتا۔ تم ایک بے نام رشتے میں بے نام ہو کر ہی رہ جاؤ گے۔ کیا تم نہیں چاہتی کہ تمہاری محبت کو کوئی نام ملے تم اس کی بیوی کہلاؤ۔

نار من نے منقشے کا ہاتھ نرمی سے تھاما تھا۔

'نار من میں خود بہت ایذیت سے گزری ہوں ایک عورت کیوں نہیں چاہے گی کہ اسے اپنے مرد سے مکمل تحفظ ملے۔ وہ تحفظ جو شوہر اپنی بیویوں کو دیا کرتے ہیں۔ اگر ایرک مجھ پر شک نہ کرتا تو میں کبھی سمجھ نا پاتی کہ شادی مرد کے پاؤں جکڑ لیتی ہے۔ میں ایرک سے بات کروں گی۔

وہ مسکرائی جبکہ نار من نے پیار سے اس کا گال تھپتھپیا تھا۔

نوال نے خود کو آخری بار دلہن بنے روپ میں دیکھا تھا۔

سامنے دیوار میں نسب قد آور شیشے میں وہ جب جب خود کو دیکھتی اسکو اپنا دل شکنجے میں جکڑا ہوا محسوس ہوتا۔

'آپکو لینے آ گئے ہیں۔

بیوٹیشن کی آواز پر اسکے دل کی دھڑکن ایک دفعہ پھر بڑھ گئی تھی۔

وہ جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے آیان کو دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔

'تم یہاں کیا کر رہے ہو اگر کسی نے دیکھ لیا تو۔

'تمہیں میرے یہاں انے پر اعتراض ہے یا کسی کے دیکھنے پر۔وہ بے باکی سے بولا۔

آیان ہر وقت مذاق کا نہیں ہوتا۔

'میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنی ہونے والی دلہن کو سب سے پہلے خود دیکھوں گا۔

نوال بے ساختہ مسکرائی تھی۔وہ رخ موڑ کر اس کی طرف بیٹھا تھا۔

'اور یہ وعدہ آپ نے کس سے کیا تھا۔

'اپنے دل سے۔ آیان کس طرح معصومیت سے بولے پر نوال کو ٹوٹ کر اس پر پیار آیا تھا۔

'بہت پیاری لگ رہی ہو۔ بالکل ویسی جیسے آیان سفیر کی دلہن کو لگنا چاہیے تھا۔

'کیسی۔ وہ نظریں جھکا کر بولی۔

'سورج کی پہلی کرن کی طرح کومل اور بارش کی پہلی بوند کی طرح معطر۔

وہ اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

نوال نے فارن سے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں کی کیسے آزاد کیے تھے۔ گو آیان کو اس کی یہ حرکت اچھی نہ لگی مگر وہ جانتا تھا کہ مشرقی لڑکیاں سو بار کی قربت کے بعد بھی 101 مرتبہ میں پھر سے شرمائیں گی۔

'یار یہ نا نکاح کرنے کا پلان بڑا فلاپ آئیڈیا تھا۔ اب بتاؤ میں اپنی دلہن کے بغیر پورے دو سال کس طرح گزاروں گا۔

'اسی طرح جیسے اب تک گزارتے آئے ہو۔ ویسے تم تو مجھے بہن کہتے تھے۔

'تو شادی سے پہلے تو کچھ بھی کہا جا سکتا ہے۔ آیان نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جواب دیا۔

'تم مجھ سے محبت نہیں کرتے نا۔ نوال کے چہرے پر اچانک سے اداسی پھیل گئی تھی۔

'تم تو کرتی ہو نا۔ وہ اسکا چہرہ پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

'مگر تمہاری چاہت میرے لیے زیادہ معنی رکھتی ہے ایان۔

اور تمہاری خوشی میرے لیے زیادہ معنی رکھتی ہے۔ آیان نے اسے اسی کے جواب میں گھیر لیا تھا۔

'کیوں۔ نوال نے پھر سے سوال کیا۔ وہ اپنی انگلیاں چٹخ رہی تھی۔

وہ اس کے قریب ہوا اسکے نرم چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے حصار میں لیا اور اپنی انکھوں میں دنیا جہان کا پیار بسا کر بولا۔

'کیونکہ تم پہلے میری بہن ہوا کرتی تھی۔ ہاہاہاہاہاوہ پاگلوں کی طرح مسکرا رہا تھا۔

'تم نا آیان۔۔۔

'تم کیا ہوتا ہے۔ شرافت سے اب مجھے آپ کہا کرو آخر کا تمہارا شوہر بننے جا رہا ہوں اور وہ بھی وہ جس سے تم شدید محبت کرتی ہو۔

وہ گاڑی کی چابی اگنیشن میں گھماتے ہوئے بولا۔

'کوئی آپ واپ نہیں کہوں گی میں تمہیں ٹھیک ہے۔وہ اب اسے دھونس دکھا رہی تھی۔

ٹھیک ہے میں بھی اپنے بچوں کو سنایا کروں گا تمہاری لوسٹوری کے قصے کیسے تم نے ان کے خوبصورت ہینڈسم سمارٹ باپ کو اپنی محبت کے جال میں پھنسایا۔

'تم ایسا کچھ نہیں کروگے آیان۔وہ روہانسی ہوئی

'میں تو وہ وہ کچھ کروں گا جان کہ سوچ ہے تمہاری ایک بار رخصتی تو ہونے دو۔آیان بائیں آنکھ دباتے ہوئے بولا۔

'آیان تم نا مر۔۔۔۔۔وہ مزید نہیں بول سکی تھی۔

'مر گیاناجان وہ بھی آپ پر۔

'اللہ ہم دونوں کو اب کبھی جدا نہ کرے آیان۔ میں نے بہت لمبا ہجر کاٹ کر تم تک پہنچی ہوں۔

وہ دھیرے سے بولی تھی۔

کبریٰ آپا جلدی کریں آپ کو پتہ ہے نا امی کو اس ٹائم دوا کھانی ہوتی ہے۔ جلدی سے دودھ گرم کر دیں۔

زیان بھی ابھی بس پہنچنے والے ہوں گے۔

وہ اپنی ہی دھن میں بولتی جا رہی تھی جب اچانک اسے اپنے گرد بازوں کا گھیرا محسوس ہوا۔

'آپ اتنی جلدی کیسے آ گئے۔

تمہارے بغیر دل نہیں لگا۔

اس کے ماتھے پر زیان نے لاپرواہ سی مہر ثبت کی۔

'کوئی دیکھ لے گا۔

نار من شادی کے دو سال بعد بھی شرم سے لال ہو جانے میں ماہر تھی۔

'دیکھنے دو میں تو سنت پوری کر رہا اپنی بیوی سے پیار کر کے۔ اور یہ اتنے خوبصورت بالوں کو اتنی بے دردی سے کیوں باندھا ہوا ہے۔ جانتی ہو نا میری دھڑکنیں بستی ہیں ان میں۔

زیان نے اسکے بال جوڑے سے آزاد کیے اور اور ان سے انے والی بھینی بھینی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتارا۔

'یہی دھڑکنیں جب کھانے سے نکلیں گی نا تب آپ ہی سب سے زیادہ شور مچائیں گے میاں جی۔

'بالوں کی خیر ہے بس جوئیں نہ نکل آئیں ان سے یہ دھیان رکھیے گا بس۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی اچانک آیان کی آواز پر وہ دونوں ایک جھٹکے سے ایک دوسرے سے الگ ہوئے تھے۔

'خبیث انسان تمہیں اتنا بھی نہیں پتا جب دو میاں بیوی بات کر رہے ہوں تو چپکے سے باتیں نہیں سنتے۔

زیان نے چمچ آیان کی طرف اچھالا جسے وہ انتہائی ماہرانہ انداز میں کیچ کر چکا تھا۔

'تو ان میاں بیوی کو بھی گھر کے اکلوتے کنوارے ہینڈسم لڑکے کا خیال ہونا چاہیے جہاں دل چاہتا ہے وہیں رومینس شروع کر دیتے ہو تم دونوں۔

نار من جھینپ گئی تھی۔وہ اب زیان کے چوڑے شانوں کے پیچھے چھپ گئی تھی۔

'کرتے ہیں تمہارا بھی بندوبست۔نوال ہی سیدھا کرے گی تمہیں۔

ارے وہ بالشت بھر کی لڑکی مجھے کیا سیدھا کرے گی۔

آیان نے کندھے اچکا کر کہا اس نے فریج سے سیب نکال کر بنا دھوئے اس پر اپنے دانت گھاڑے تھے۔

'بچے سب ایسے ہی کہتے ہوتے ہیں۔

زیان فریج سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔نار من پھر سے کام میں جت گئی تھی۔

'اب تم میرے بھائی زن مریدی کے ریکارڈ توڑنے پہ لگے ہوئے ہو تو کیا تمہیں لگتا ہے سب تمہاری طرح۔۔۔۔۔۔۔

'پھر سے کہو۔زیان نے آیان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کی گردن دبوچ لی تھی۔

'ادھر آؤ ذرا تم۔

آیان شدید درد کی ایکٹنگ کرتے ہوئے چلا رہا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے دھکم پیل کرتے کچن سے باہر نکلے۔

'یار؛بھائی کان تو چھوڑو سمیع اور ماہ نور کی شادی میں کیا بنا کان کے جاؤں گا۔

وہ چلا رہا تھا۔جبکہ نار من نے نم آنکھوں سے ان دونوں کو مسکراتے دیکھا تھا۔

من دانم

زیان سے شادی کرنا نار من کے لیے پل صراط سے گزرنے کے برابر تھا۔ مگر مسز عابیش کی ہنگامی موت نے نار من کو مزید توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ سکتے میں تھی۔ نہ کسی بات کا جواب دیتی نہ کسی سے کچھ پوچھتی خود سے کھانا کھانا تو دور۔ زیان اسے پاکستان لے آیا تھا۔ پاکستان آنے پر بھی اس نے زیان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اسے کوئی جو بھی کرنے کو کہتا وہ خاموشی سے کر جاتی۔ زیان نے ملک کے مشہور سائیکیٹرک سے نار من کے سیشن کروانا شروع کیے تھے۔ امِ حانم کبھی کبھی اسے اپنے ساتھ گھر لے جاتیں۔ مدیحہ بالکل بہنوں کی طرح اس کا خیال رکھتی۔ اسے وہ وقت یاد دلاتی کیسے اس نے آگے بڑھ بڑھ کر ان کی شادی کروائی تھی۔ نوال اسے آئے دن کہیں نہ کہیں گھمانے لے جاتی۔ آیان اسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہنسانے کی کوشش کرتا ہے مگر وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے۔ وقت نے اسے اپنے جادوئی پنکھوں میں لپیٹنا شروع کیا۔ وہ آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگی چھپ چھپا کر ہنسنے لگی۔ آنسو تھمتے گئے۔ نار من کے دل میں محبت پھر سے پنپنے لگی۔ وہ زیان کا اب ہر شام انتظار کرنے لگی۔ اسکے چھوٹے موٹے کام کر کے خوشی محسوس کرتی۔ اور بلاخر وقت نے اسے زیان کے سپرد کر دیا۔ زیان کی قربت نے ان کی محبت کو امر کر دیا۔

اس گھر میں اب نہ کوئی راز تھا نہ کوئی الجھن۔ بس خوشیاں تھیں۔ خدشات سمیٹ کر کسی گہری کھائی میں پھینک دیے گئے تھے۔ بس وہ خواب تھے جن کی تعبیر نے آب حیات پی رکھا تھا۔

جاری ہے

مزید دل کو چھو جانے والی اور سبق آمیز داستانوں، بہترین ناولز اور کہانیوں کے لیے ہماری ویب سائیٹ وزٹ کریں۔
ادبی ناول آفیشل سوشل میڈیا کا وہ واحد پلیٹ فارم جو آپ میں چھپے لکھنے کا ٹیلنٹ پالش کر کے آپ کو لکھنے سے لے کر بڑا نام بنانا سکھائے گا نا صرف آپ کا شوق پورا کرے گا بلکہ اس سے آپ گھر بیٹھے کما بھی سکیں گے۔

من دانم

اگر آپ بھی ادبی ناول آفیشل کے قابل رائٹرز کے ساتھ کام کر کے اپنے آرٹیکل، کہانیاں، ناول، یا کسی بھی قسم کا معیاری کام پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہماری ٹیم سے رابطہ کریں۔

ای میل: adabinovekofficial@gmail.com

ویب سائیٹ

http://adabinovelofficial.com

آفیشل گروپ

http://www.facebook.com/Adabinovelofficial

واٹس ایپ نمبر

03254460955

منجانب:

ادبی ناول آفیشل ٹیم